

قَالَ تَبَايَعْنَا وَآقَمَ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ  
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ فَمَنْ أَقَامَهَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ

کتاب تطاب

133

# صَلَاتُ الدِّينِ

جس میں فقہ و حدیث کی نہایت مستند روایتوں سے نماز کے تمام ضروری  
مسائل نہایت وضاحت سے درج کیے گئے ہیں

مُتَقَبَّہٗ: مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوی

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز، پبلشرز، بک سیلز

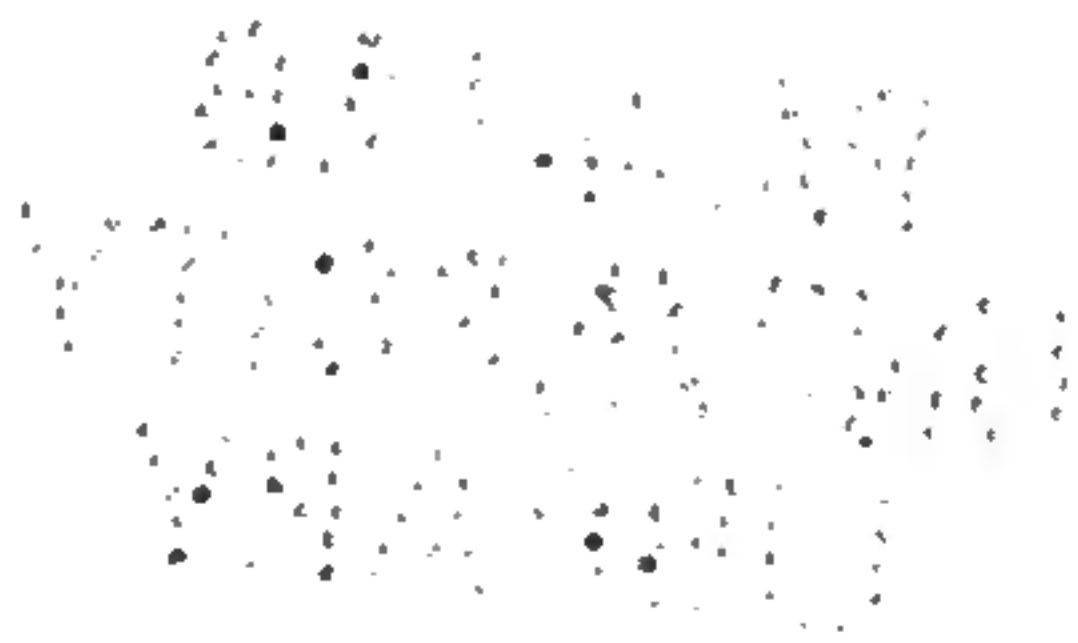
کشمیری بازار لاہور ○ بندر روڈ کراچی

مطبوعہ

علیمی پرنٹنگ پریس ہسپتال روڈ لاہور



عَلَّامُ الْغُيُوبِ



مُرْتَبَهُ  
رَبِّهِ  
ابوالقاسم دلاوری

۲۹۷۶ ۵۳  
ع ۳۵

۱۸ ۱۲ ۱۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۲۱

نام کتاب	:	عماد الدین
مرتبہ	:	حضرت مولانا ابوالقاسم دلاوری
طالع	:	شیخ نیاز احمد
کاتب	:	سید فاضل شاہ الور
مطبع	:	علمی پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر	:	شیخ غلام علی اینڈ سنز کتاب منزل لاہور
اشاعت	:	اول



# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۸	فصل ۲۲ - فرضیت نماز	۰	سب سے پہلے
۸۹	فصل ۲۳ - بدن کا پاک ہونا	۹	فصل ۱ - پانی کے احکام
۹۰	فصل ۲۴ - کپڑوں کا پاک ہونا	۱۵	فصل ۲ - کنہ پیش کے مسائل
۹۲	فصل ۲۵ - جگہ کا پاک ہونا	۱۹	فصل ۳ - آدمیوں اور جانوروں کا جو ٹھکانا
۹۳	فصل ۲۶ - کستر کا چھپانا	۲۵	فصل ۴ - نجاستوں کا بیان
۹۶	فصل ۲۷ - نماز کا وقت ہونا	۲۶	فصل ۵ - استنجا کا بیان اور پیشاب پاخانہ کی احتیاطیں
۹۷	فصل ۲۸ - استقبال قبلہ	۵۱	فصل ۶ - شرائط نماز
۹۹	فصل ۲۹ - نیت نماز	۵۲	فصل ۷ - وضو کا بیان
۱۰۳	فصل ۳۰ - اوقات نماز	۵۳	فصل ۸ - فرائض وضو کے باقی مسائل
۱۱۲	فصل ۳۱ - نمازوں کا مختار وقت	۵۶	فصل ۹ - وضو کی سنتیں
۱۱۳	فصل ۳۲ - مکروہ و ممنوع اوقات	۵۹	فصل ۱۰ - وضو کے مسخیات و مکروہات
۱۱۶	فصل ۳۳ - ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا	۶۰	فصل ۱۱ - وضو کے متفرق مسائل
۱۱۷	فصل ۳۴ - اذان و اقامت	۶۲	فصل ۱۲ - وضو کے اذکار
۱۲۴	فصل ۳۵ - انگلیں دھو کر چومنا	۶۴	فصل ۱۳ - وضو کے فضائل
۱۲۶	فصل ۳۶ - اذان اور تکبیر کتنے کا گلاب اور	۶۶	فصل ۱۴ - مسواک
	تودن کے فضائل	۶۷	فصل ۱۵ - پیٹھی پر مسح
	فصل ۳۷ - نماز کے ارکان	۶۸	فصل ۱۶ - مونوں پر مسح
	فصل ۳۸ - تکبیر تحریر	۷۲	فصل ۱۷ - ثواب وضو
۱۳۲	فصل ۳۹ - دعائے افتتاح	۷۴	فصل ۱۸ - قرآن کو بے وضو چھونے کی ممانعت
۱۳۴	فصل ۴۰ - قیام کا بیان	۷۷	فصل ۱۹ - معذور کا وضو اور نماز
۱۳۶	فصل ۴۱ - قراءت	۷۸	فصل ۲۰ - غسل کا بیان
۱۴۹	فصل ۴۲ - آمین یا لا خفاء	۸۳	فصل ۲۱ - تیمم کا بیان
۱۵۱	فصل ۴۳ - قراءت صلوٰۃ اور تلاوت قرآن میں کرنا		



صفحہ	مضمون	صفحات	مضمون
۲۴	فصل ۴۰ - دعائے قنوت	۱۵۴	فصل ۴۴ - صحت قرائت کا اہتمام
۲۵	فصل ۴۱ - قنوت نازلہ	۱۵۵	فصل ۴۵ - صا د کا مخرج اور اس کی آواز
۲۶	فصل ۴۲ - تین رکعت وتر ایک سلام سے		فصل ۴۶ - قرائت کی غلطیاں
۲۷	فصل ۴۳ - وتر کی دوسری رکعت میں تہجد کے لیے بیٹھنا	۱۶۴	فصل ۴۷ - تلاوت قرآن کے فضائل
۲۸	فصل ۴۴ - وتر کے بعد دو رکعت نفل	۱۶۷	فصل ۴۸ - رفع یدین
۲۹	فصل ۴۵ - ۱ سجدة سہو	۱۷۱	فصل ۴۹ - رکوع
۳۰	فصل ۴۶ - مفسدات نماز	۱۷۴	فصل ۵۰ - توجہ
۳۱	فصل ۴۷ - نماز کے تخریمی مکروہات	۱۷۵	فصل ۵۱ - ۱ سجدة
۳۲	فصل ۴۸ - نماز کے مکروہات تنزیہی	۱۸۰	فصل ۵۲ - جلسہ
۳۳	فصل ۴۹ - نماز نذر کرنے کے مواقع	۱۸۱	فصل ۵۳ - سجدة تلاوت
۳۴	فصل ۵۰ - نماز کے وقت سترہ کھانا کھانا	۱۸۷	فصل ۵۴ - تبدیل ارکان
۳۵	فصل ۵۱ - نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ	۱۸۹	فصل ۵۵ - جلسہ استراحت
۳۶	فصل ۵۲ - نماز کے وہ مسائل جن میں عورت مرد سے خلعت بنے	۱۹۱	فصل ۵۶ - قعدہ
۳۷	فصل ۵۳ - مسجد کی تعمیر اور اس کی نگرانی	۱۹۳	فصل ۵۷ - نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب
۳۸	فصل ۵۴ - ۱ سجدة نماز کے منوعات و مکروہات	۱۹۵	فصل ۵۸ - رفع سبابہ
۳۹	فصل ۵۵ - مسجد جانے اور جماعت کا انتظار کرنے کی فضیلت	۲۰۰	فصل ۵۹ - نماز میں مومنوں کا حق
۴۰	فصل ۵۶ - مساجد کے درجات و فضیلت کا تفاوت	۲۰۴	فصل ۶۰ - ۲ سجدة
۴۱	فصل ۵۷ - نماز باجماعت کی فضیلت اور تاکید	۲۰۸	فصل ۶۱ - ۱ سجدة
۴۲	فصل ۵۸ - جماعت کی حکمتیں اور فائدے	۲۱۰	فصل ۶۲ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم نماز سے نکلتا
۴۳	فصل ۵۹ - ترک جماعت کے عذرات اور مجبوریات	۲۱۵	فصل ۶۳ - فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ذکر بعد از دعا
۴۴	فصل ۶۰ - جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں	۲۱۸	فصل ۶۴ - واجبات نماز
۴۵	فصل ۶۱ - امام اور مقتدی کے اتحاد مکان کی شرط	۲۱۹	فصل ۶۵ - نماز کی سنتیں
۴۶	فصل ۶۲ - امام کے ضروری صفات	۲۲۰	فصل ۶۶ - نماز کے آداب و مستحبات
۴۷	فصل ۶۳ - ۱ بکبر الصوت کی آواز کا اتباع	۲۲۲	فصل ۶۷ - نماز پڑھنے کی پوری ترکیب
۴۸		۲۲۴	فصل ۶۸ - رکعات نماز
۴۹			فصل ۶۹ - نماز پڑھنے کا



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۷۷	فصل ۱۱۷ - شرکت نماز کے لیے دوڑنے کی مذموم عادت	۳۳۹	فصل ۹۴ - امام اور مقتدیوں کا موقف
۳۷۸	فصل ۱۱۸ - نرض نماز کی دوسری جماعت	۳۴۰	فصل ۹۵ - جماعت میں نشستوں کا حق
۳۸۰	فصل ۱۱۹ - جماعت ہوجانے کے بعد نریضہ صلوٰۃ ادا کرنا	۳۴۲	فصل ۹۶ - پہلی صف کی فضیلت
۳۸۱	فصل ۱۲۰ - چند اہم انتباہات	۳۴۳	فصل ۹۷ - جماعت کے قیام اور امام کے تکبیر تحریر یہ کہنے کا وقت
۳۸۲	فصل ۱۲۱ - امام سے مقتدیوں کی کینہ توڑی	۳۴۵	فصل ۹۸ - صفوں کے سیدھا کرنے اور مل کر کھڑا ہونے کی تاکید
۳۸۳	فصل ۱۲۲ - جماعت کے بعض ضروری احکام	۳۴۷	فصل ۹۹ - صف میں خالی جگہوں کا پڑ کرنا
۳۸۴	فصل ۱۲۳ - جماعت کے متفرق مسائل	۳۴۸	فصل ۱۰۰ - نماز میں پیر پھیلانے کی بدعت
۳۸۶	فصل ۱۲۴ - نوافل کی جماعت	۳۴۹	فصل ۱۰۱ - خوانین کا شریک جماعت ہونا
۳۸۷	فصل ۱۲۵ - نفل پڑھنے والے کے پیچھے مقررہ کا اقتداء	۳۵۰	فصل ۱۰۲ - مرد کے اقتدار میں عورتوں کی جماعت
۳۸۸	فصل ۱۲۶ - دوسری نمازوں کو نفل کر کے جماعت میں شامل ہونے کے احکام	۳۵۱	فصل ۱۰۳ - تکبیر اولی پانے کی اہمیت
۳۹۰	فصل ۱۲۷ - فجر کی سنت مؤکدہ	۳۵۲	فصل ۱۰۴ - متابعت امام کا لزوم
۳۹۵	فصل ۱۲۸ - سلام کے بعد مقدم راس پر ہاتھ رکھنا	۳۵۴	فصل ۱۰۵ - کن امور میں امام کی متابعت لازم ہے اور کن میں نہیں
۳۹۷	فصل ۱۲۹ - نریضہ کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر دعا مانگنا	۳۵۶	فصل ۱۰۶ - امام کو مقتدی کی تذکیر و یاد دہانی
۴۰۰	فصل ۱۳۰ - دعا اور اذکار کا ثورہ کا جہر	۳۵۷	فصل ۱۰۷ - نماز میں آیات قرآنی کا جواب
۴۰۲	فصل ۱۳۱ - سلام کے بعد امام کی رخ گردانی	۳۵۸	فصل ۱۰۸ - قرأت فاتحہ خلف امام
۴۰۳	فصل ۱۳۲ - فرائض کے بعد دعا کا اذکار	۳۵۹	فصل ۱۰۹ - امام کو لقمہ دینا
۴۰۵	فصل ۱۳۳ - اذکار مستنونہ کا نعتوں کے متصل پڑھنا	۳۶۰	فصل ۱۱۰ - لاحق کی نماز
۴۰۷	فصل ۱۳۴ - نعت اور نوافل کا گھر میں جا کر ادا کرنا	۳۶۲	فصل ۱۱۱ - مسبوق لاحق کی نماز
۴۰۸	فصل ۱۳۵ - نرض نماز کی جگہ سے مہل کر سنت اور نفل ادا کرنا	۳۶۵	فصل ۱۱۲ - مسبوق کی نماز
۴۰۹	فصل ۱۳۶ - سنت اور نفلوں کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر دعا مانگنا	۳۶۹	فصل ۱۱۳ - نماز میں وضو پڑھنا اور نپا کرنا
		۳۷۰	فصل ۱۱۴ - امام کا اپنا قائم مقام مقرر کرنا
		۳۷۲	فصل ۱۱۵ - تعداد رکعات میں نمازیوں کا باہمی اختلاف
		۳۷۴	فصل ۱۱۶ - ہلکی نماز پڑھانے کی تاکید



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶۲	فصل ۱۶۰ - غیر عربی زبان میں خطبہ جمعہ	۴۱۰	فصل ۱۳۷ - نماز کے بعد نمازیں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا
۴۶۳	فصل ۱۶۱ - منظوم خطبہ جمعہ	۴۱۱	فصل ۱۳۸ - نماز کے مسائل شنی
۴۶۵	فصل ۱۶۲ - دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا	۴۱۳	فصل ۱۳۹ - نماز میں تفکر اور حضور قلب
۴۶۶	فصل ۱۶۳ - سنین جمعہ	۴۱۶	فصل ۱۴۰ - تکان یا سستی کے وقت عبادت سے دست بردار ہو جانا
۴۶۷	فصل ۱۶۴ - جمعہ کے دن نماز طہر پڑھنا	۴۱۷	فصل ۱۴۱ - نفل عبادت کے معنی رکھنے کی پسندیدگی
۴۶۸	فصل ۱۶۵ - نماز احتیاط الطہر	۴۱۹	فصل ۱۴۲ - قضا نمازیں پڑھنا
۴۶۹	فصل ۱۶۶ - حجۃ الوداع اور قضا کے عمری	۴۲۳	فصل ۱۴۳ - میت کی قضا نمازوں کا فدیہ
۴۷۰	فصل ۱۶۷ - نماز جمعہ کے متفرق مسائل	۴۲۵	فصل ۱۴۴ - بیمار کی نماز
۴۷۱	فصل ۱۶۸ - عید الفطر اور عید الاضحیٰ	۴۲۷	فصل ۱۴۵ - نماز غوث
۴۷۲	فصل ۱۶۹ - نماز عید کی چھ فرض تکبیروں کا اثبات اور بارہ کی نفی	۴۲۸	فصل ۱۴۶ - مسافر کی نماز
۴۷۳	فصل ۱۷۰ - تکبیرات تشریق	۴۳۴	فصل ۱۴۷ - پندرہویں شعبان کا قیام
۴۷۵	فصل ۱۷۱ - نخیۃ الرضو اور نخیۃ المسجد	۴۳۵	فصل ۱۴۸ - سجدہ شکر اور سجدہ تعظیمی
۴۷۷	فصل ۱۷۲ - نماز ضحیٰ داؤا بین	۴۳۷	فصل ۱۴۹ - نماز تراویح کی رکعات
۴۷۹	فصل ۱۷۳ - نماز تہجد	۴۳۸	فصل ۱۵۰ - تراویح کے مختلف مسائل
۴۸۰	فصل ۱۷۴ - نماز تہجد	۴۵۱	فصل ۱۵۱ - فضائل جمعہ
۴۸۱	فصل ۱۷۵ - نماز حاجت	۴۵۲	فصل ۱۵۲ - فرضیت نماز جمعہ
۴۸۲	فصل ۱۷۶ - نماز استخارہ	۴۵۳	فصل ۱۵۳ - نماز جمعہ کے شرائط وجوب
۴۸۳	فصل ۱۷۷ - صلوۃ التسبیح	۴۵۴	فصل ۱۵۴ - نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں
۴۸۴	فصل ۱۷۸ - نماز طلب باران	۴۵۵	فصل ۱۵۵ - فرضیت جمعہ کے لیے سلطان کی شرط
۴۸۷	فصل ۱۷۹ - نماز کسوت و خسوف	۴۵۷	فصل ۱۵۶ - جمعہ کے دن غسل کرنا اور اجلا لباس پہننا
۴۸۸	فصل ۱۸۰ - کعبہ معلیٰ میں نماز پڑھنا	۴۵۸	فصل ۱۵۷ - پہلی اذان پر کاروبار چھوڑنے اور مسجد جانے کی تاکید
۴۸۹	فصل ۱۸۱ - نماز جنازہ	۴۵۹	فصل ۱۵۸ - امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد نماز کا کلام کی ممانعت
۴۹۱	فصل ۱۸۲ - غائب پر نماز جنازہ	۴۶۱	فصل ۱۵۹ - خطبہ جمعہ
۴۹۲	فصل ۱۸۳ - مسجد میں نماز جنازہ		
۴۹۳	فصل ۱۸۴ - شہید کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین		



# دیس

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَبْسُرُ لَنَا سُبَابَ الْعِبَادَةِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامَ عَلَى رَسُولِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ عَلَى مَا أَسْرَشَدْنَا إِلَى أَبْوَابِ السَّعَادَةِ

بعد ازیں معلوم ہوا کہ عالم انسانیت آج تک جس قدر علوم و فنون سے روشناس ہوا، علم دین ان میں سب سے اعلیٰ و اشرف علم ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبیل سے فرمایا تھا کہ اے کبیل! علم دین مال و دولت سے کہیں بہتر ہے۔ علم دین تمہاری حفاظت کرتا ہے لیکن مال کی تم حفاظت کرتے ہو۔ علم دین حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال خرچ ہوتے ہوئے ختم ہو جاتا ہے لیکن علم دین کو جتنا زیادہ خرچ کیا جائے وہ اسی قدر زیادہ ترقی کرتا اور پھلتا پھولتا ہے۔

علم دین جس کی حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہ مدح و توصیف فرمائی، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس فقہی پر مشتمل ہے۔ چنانچہ حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم دین تین ہیں۔ آیت محمدیہ سنت قائمہ اور فریضہ عادلہ۔ اور جو کچھ ان تینوں کے سوا ہے وہ فالتو ہے۔ (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ) فریضہ عادلہ سے مراد اجماع امت اور قیاس فقہی جو کتاب سنت سے مستنبط ہو۔ اجماع اور قیاس فقہی کو فریضہ عادلہ اس لئے فرمایا کہ کتاب و سنت کی طرح ان دونوں پر بھی عمل واجب ہے۔ حدیث کا مطالبہ یہ ہے کہ اصول و اہل دین چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔ اور جو علوم ان چار کے سوا ہیں وہ زائد و غیر اہم ہیں۔

معلوم ہوا کہ ان چار اہل شرعیہ کا زبدہ و خلاصہ علم فقہ ہے۔ علم فقہ کی نسبت خود شارع علیہ السلام



نے فرمایا کہ جس کسی کے ساتھ خدا نے منعم کھلائی چاہتا ہے اس کو دین میں فتنہ بنادیتا ہے (بخاری و مسلم) اور فرمایا کہ شیطان پر ایک فتنہ ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہے۔ (ترمذی و ابن ماجہ) اور فرمایا کہ منافق میں یہ دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں حسن خلق اور نقتیہ ہونا (ترمذی)

ظاہر ہے کہ پاکستان کا سوادِ اعظم حنفی فقہ کا پیرو ہے۔ اور سوادِ اعظم کے دیندار طبقہ کی سب سے اہم ضرورت حنفی فقہ کے مطابق مسائل نماز کا جانتا ہے۔ نماز جو حیاتِ ایمانی کے لیے روح کا حکم رکھتی ہے اس پر آج تک اردو زبان میں سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں لیکن کوئی ایسی کتاب راقم السطور کی نظر سے نہیں گزری جو اس کے تمام ضروری مسائل کی جامع ہو۔ اور جامعیت کے ساتھ ایسے لا طائل جزئیات سے خالی ہو۔ جن سے نمازیوں کی زندگی میں شاذ و نادر ہی سابقہ پڑتا ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر بہت دنوں سے اس ناچیز کی خواہش تھی کہ اس موضوع پر ایک جامع کتاب مرتب کی جائے لیکن اپنے دوسرے علمی اور تصنیفی مشاغل کی شدت اہتاک نے اس خواہش کو کبھی قوت سے فعل میں نہ آنے دیا۔ آخر شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے اسی قسم کی ایک تالیف مدون کرنے کی فرمائش کر کے راقم کی اس پُرانی خواہش کو عملی شکل میں لانے کا موقع فراہم کر دیا چنانچہ کتاب ”عماد الدین“ کی تدوین شروع ہوئی۔ دعا ہے کہ موثق حقیقی مجھے بیچ دال کو راہ صادق و ثواب پر چلا کر اتمام و تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

ابوالقاسم دلاوری عفی عنہ  
انارکلی۔ لاہور

مؤرخہ  
۲۔ شعبان ۱۳۷۲ھ



## مقدمہ

**نماز کی اہمیت | سوال :- نماز چھگانہ کی اہمیت کیا ہے ؟**

**جواب :-** نماز چھگانہ ہر مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر فرض عین ہے۔ یہ ایک قدیم عبادت ہے۔ کسی رسول کی شریعت اس سے کبھی خالی نہیں رہی۔ نماز چھگانہ کو تمام بدنی عبادتوں پر ثمرت، فضیلت حاصل ہے۔ اوائل میں اُمت تھمادی صلح اور عرصہ نمازوں کی مامور تھی۔ شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے ان کا اتنی طرح و قدر کیا اور ان کو ٹھیک وقتوں پر پڑھا اور ان کا رکوع اور شروع کامل کیا، حتیٰ سحائے و تلوائی نے اس کی محفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور جو کوئی ایسا نہ کرے خدا سے بے نیاز اس کی بخشش کا وعدہ نہیں کرتا۔ چاہے لڑا سے بخش دے اور چاہے نو محراب کر دے۔۔۔

سوا کا احمد و ابو داؤد و ترمذی مالک و نسائی رحمہ۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا یعنی پوری پابندی کے ساتھ عبادت ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ رواہ البخاری و مسلم

**فضائل نماز | سوال :- نماز چھگانہ کی خاص فضیلتیں کیا ہیں ؟**

**جواب :-** حضرت البربرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان تمام معیروں گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان صادر ہوں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ رواہ مسلم۔ اور فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر کے آگے نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے بدن پر میل کھیل کا کچھ اثر نہ جائے گا۔ صحابہؓ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! نہیں ہے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے۔ خدا کے آمرزگار ان کی بدولت گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ رواہ البخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میں نے ہار گاہ نبوی میں گزارش کی یا رسول اللہ! خدا کے عزیز کے نزدیک عملوں میں سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے؟ فرمایا کہ وقت کے اندر نماز پڑھنا۔



عرض کی کہ اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ فرمایا۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں عرض پیرا ہوا کہ پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ روادۃ البخاری وسلم۔ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں باہر تشریف لے گئے۔ بہت جھڑکا زمانہ تھا۔ آپ نے دو ٹبیاں پکڑ لیں۔ ان کے پتے گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر! جب بندہ اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح محو ہوتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے گر رہے ہیں۔ روادۃ احمد۔ اور فرمایا۔ جو کوئی اپنے گھر میں طہارت کر کے فریضہ صلوٰۃ ادا کرنے کیلئے مسجد کو جاتا ہے اس کے ایک قدم پر ایک گناہ محو ہوتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ روادۃ سلم۔

### ترک نماز پر وعیدیں | سوال :- ترک نماز پر کیا کیا وعیدیں وارد ہوئی ہیں؟

جواب :- حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے اور کفر کے درمیان ترک نماز ہے۔ روادۃ سلم۔ یعنی نماز بندے اور کفر کے درمیان بمنزلہ دیوار کے ہے کہ اس کے باعث کفر تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب نماز ترک کی تو گویا دیوار درمیان سے اٹھ گئی اور اس کی وجہ سے مسلمان کفر کے پاس پہنچ گیا۔ اور حضرت عبداللہ بن شقیقؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ سمجھتے تھے۔ روادۃ الترمذی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرتا ہے قیامت کے دن نماز اس کیلئے نور اور ایمان کی دلیل اور ذریعہ نجات ہوگی اور جو کوئی اس کی محافظت اور پابندی نہیں کرتا اس کے لئے نور اور دلیل ایمان اور ذریعہ نجات نہ ہوگی۔ اور وہ قیامت کے دن قارون اور فرعون اور ہامان اور ابلیس بن خلف کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہوگا۔ روادۃ احمد والدارمی والبیہقی فی الشعب۔ اور حضرت ابوذرؓ اور عیسیٰؑ کا بیان ہے کہ میرے خلیل یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی کہ کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ ربزہ ربزہ کرے جاؤ یا تو راتش کر دیتے جاؤ۔ اور نماز کو دانستہ کبھی نہ چھڑانا۔ کیونکہ جس نے دیدہ دانستہ نماز کو ترک کیا اس سے عہد اسلام بری ہوا۔ (یعنی وہ اسلام سے بے واسطہ ہوا) اور شراب کبھی نہ پینا کیونکہ شراب تمام برائیوں کی کنجی ہے۔ روادۃ ابن ماجہ۔ اور فرمایا کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان عہد یہی ایک نماز ہے۔ جو جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے اپنا کفر آشکارا کر دیا۔ روادۃ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔

### تارک صلوٰۃ کے کفر و اسلام کا مسئلہ | سوال :- نماز پنجگانہ ادا نہ کرنے والا دائرہ اسلام میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب :- تارک نماز کے باب میں صحابہ کرامؓ اور دوسرے سلف صالح کے یقین مسلک ہیں ایک جماعت کا تو



یہ قول ہے کہ بے نماز کافر اور مرتد واجب القتل ہے۔ دوسری جماعت کے نزدیک وہ کافر تو نہیں لیکن محارب اور زانی کی طرح قتل کیا جائے۔ تیسری جماعت ان حضرات کی ہے جو کہ بے نماز کے کفر کے قائل ہیں اور نہ قتل کے بلکہ انہوں نے بے نماز کو اس وقت تک قید میں رکھنے اور زبرد کو پکڑنے کا حکم دیا ہے جب تک ثابت نہ ہو جائے۔

**سوال :-** تارک نماز کافر اور واجب القتل قرار دینے والے کون کون حضرات ہیں ؟

**جواب :-** صحابہ میں سے حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاذ بن جبل، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابودرداء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور غیر صحابہ میں سے امام سعید بن جبیر تابعی، امام ابراہیم نخعی تابعی، امام یحییٰ بن یزید، امام شعبی تابعی، امام عبداللہ بن مبارک، امام اسحق بن راہویہ، امام ابوداؤد طیالسی، امام عبدالرحمن اوزاعی، امام ابوبکر بن ابی شیبہ، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔  
**سوال :-** عامۃ المسلمین کے بموجب مقتدا محبوب جانی سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا تکفیر بے نماز کے متعلق کیا فتویٰ ہے ؟  
**جواب :-** انہوں نے بھی بے نماز کو کافر، خالیج از اسلام اور واجب القتل ہی ٹھیکر لیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب غنیۃ الطالبین باب ۱۵ - فصل ۲۰ - صفحہ ۶۶۷ طبع ۱۳۰۹ھ

**سوال :-** جو حضرات تارک نماز کی تکفیر کرتے اور ان کے واجب القتل ہونے کے قائل ہیں کیا ان کے نزدیک بے نمازیوں کے شہری حقوق دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ؟

**جواب :-** نہیں۔ ان کے نزدیک کسی مسلمہ سے بے نماز کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ وہ کسی مسلمان کی جائداد کا وارث نہیں ہو گا۔ اور نہ کسی دوسرے کو اس کا ترکہ ملے گا۔ اس کی جائداد ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ اس کو پابندی نماز کے لئے تین دن کی حاکمیت دی جائے گی۔ اگر اس میں عداوت ہو یا بندہ صلوٰۃ ہو گیا تو بہتر ورنہ اس کی گردن مار دی جائے گی۔ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔

**سوال :-** دوسرے گمہ میں کون کون بزرگ شامل ہیں اور بے نماز کی نسبت ان کا کیا فتویٰ ہے ؟

**جواب :-** دوسری جماعت امام سفیان ثوری، امام کچول تابعی، امام دیکتھ بن الجراح، امام حماد بن زید، امام مالک، امام شافعی وغیرہم پیش کرتے ہیں کہ تارک نماز کافر نہیں مگر وہ قتل کیا جائے۔ کفر و زنداد کی بنا پر نہیں بلکہ زانی اور محارب کی طرح بطور حد خنجر و خوار کے حوالے کیا جائے۔ ان کے نزدیک بے نماز کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

**سوال :-** تیسرے گمہ میں کون کون بزرگ داخل ہیں ؟

**جواب :-** امام زہری تابعی رحمہ اللہ، حضرت سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی حضرت امام

جانبہ ۲ اور ان کے شاگرد امام داؤد و ظاہری رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہم۔



**سوال** سب نمازی کے متعلق حالیں شریعت کے تفسیرے گردہ کا کیا فیصلہ ہے ؟

**جواب** :- اللہ دین کا تفسیر اگر وہ نہ تو تارک نماز کے کفر کا قائل ہے اور نہ اسے گردن زدنی ہی قرار دیتا ہے

بلکہ حکم دیتا ہے کہ بے نمازی کو قید کیا جائے اور اس کو تعزیراً اتنا مارا جائے کہ لو لہمان ہو جائے۔ اس کے بعد یا تو وہ تائب ہو کہ نماز کا پابند ہو جائے یا اسی حالت میں مر جائے (تفسیر منہجی لفتح المفتی در مختار)

**سوال** :- سود خوری بڑا جرم ہے یا ترک نماز ؟

**جواب** :- ترک نماز اور سود خوری دونوں کبیرہ گناہ ہیں لیکن حیثیتوں سے ترک نماز

کا جرم بڑھا ہوا ہے اور دوسری حیثیتوں سے سود خوری کا۔ اس لحاظ سے کہ سود حقوق العباد میں داخل ہے اور ارشاد نبوی ہے کہ انسان کے بدن کا جو گوشت مال حرام سے پیدا ہوا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا سود بڑھا ہوا ہے اور اس اعتبار سے کہ نماز تمام اعمال و عبادات کی اصل ہے اور عامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے نماز کو ڈھایا اس نے مثلے دین کو منہدم کیا۔ ترک نماز کا جرم سود خوری سے فائق ہے ۔

**سوال** :- بے نمازی کی گواہی مقبول ہے کہ نہیں ؟

**جواب** :- تارک صلوٰۃ کی گواہی عند الشریع معتبر نہیں ۔

**سوال** :- سود خوار اور تارک صلوٰۃ کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے یا نہیں ؟

**جواب** :- نماز جنازہ بے نماز اور سود خوار دونوں پر پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ اگرچہ یہ دونوں انتہا درجہ کے فاسق ہیں مگر دائرۃ اسلام میں داخل ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گراہی ہے کہ صَلُّوا عَلٰی کُلِّ بَشَرٍ وَخَافِرِہَا زَبْرَنَیْکَ دیکھو نماز جنازہ پڑھو البتہ اگر نہ جروتو بیخ کے لئے اہل علم و فضل ان کی نماز جنازہ سے کنارہ کش رہیں تو زیادہ مناسب ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و فضائل اور خود کشی کرنے والوں پر نماز نہ پڑھنی تھی اور علیہا فقہائے عقیقہ نے قاطع طریق اور باغی اور والدین میں سے کسی ایک کے قاتل پر بغض ان کی اہانت کے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ (در مختار) اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ اہل علم و فضل اور مقتدا حضرات فصحاء جیسے بے نماز یا بے نماز نہ پڑھیں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو (نہجی شرح مسلم) یعنی عوام الناس نماز جنازہ پڑھ لیں ۔

**سوال** :- اگر بے نماز دائرۃ اسلام میں داخل ہے تو پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا

مطلب ہے مَنْ تَرَکَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی وہ بلاشبہ کافر ہو گیا ۔

**جواب** :- حدیث کے لفظ فَقَدْ کَفَرَ میں کفر سے کفر ان نعت مراد ہے اور کفر جو ایمان کا مقابل ہے مراد نہیں



**سوال :-** شوہر اپنی بیوی کو ادائے نماز چکانے کا حکم کرتا ہے سو وہ نہیں پڑھتی قصداً قصداً کرتی ہے اس لئے وہ اس سے ناراض رہتا ہے اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے ؟

**جواب :-** مولانا عبدالحی لکھنوی نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ اگر وہ عورت زبانی نصیحت نہیں مانتی اس سے یہ نیت تنبیہ و زجر ہم خوابی ترک کرے اور اس کو تنبیہ مارنا بھی درست ہے مگر نہ اس طور پر کہ اس کو زیادہ تکلیف ہو اور طلاق دے دینا بھی درست ہے مگر ضروری نہیں۔ اور اگر وہ کسی طرح سے نہ مانے تو اس کو اپنی زوجیت میں باقی رکھنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ شوہر زوجہ نصیحت کے بری الذمہ ہو گیا۔ عدم قبول نصیحت کا وبال اس عورت پر ہوگا۔

**سوال :-** بندوں کے افعال و اعمال کے متعلق جو احکام ہیں انکے کتنے اقسام ہیں ؟

**احکام الہی کے اقسام**

**جواب :-** ان کی آٹھ قسمیں یہ ہیں :- فرض واجب سنت مستحب حرام

مکروہ نحری مکروہ تنزیہی مباح

**سوال :-** فرض کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں ؟

**جواب :-** فرض وہ ہے جو قطعی دلیل سے ثابت ہو اور اس کے ثبوت میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہ ہو اس کی فرضیت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج اور اس کو بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ فرض کی دو قسمیں ہیں۔ فرض عین اور فرض علی الکفایہ۔ فرض عین اس کام کو کہتے ہیں جس کا ادا کرنا ہر شخص پر ضروری ہو اور بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور مجرم ہو۔ جیسے پنج وقتی نماز اور نماز جمعہ وغیرہ۔ اور فرض کفایہ وہ ہے جو ایک آدمی کے ادا کر لینے سے سب کے ذمہ سے اتر جائے اور اگر کوئی مسلمان بھی ادا نہ کرے سب گناہگار ہوں جیسے نماز جنازہ وغیرہ۔

**سوال :-** واجب کی کیا تعریف ہے اور اس کا کیا حکم ہے ؟

**جواب :-** واجب وہ ہے جو قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ اس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے بشرطیکہ کسی تاویل اور شبہ کے بغیر چھوڑے۔ اس کا منکر، منکر فرض کی طرح کافر نہیں بلکہ فاسق ہے

**سوال :-** سنت کیا ہے اس کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر قسم کی تعریف کیا ہے ؟

**جواب :-** سنت وہ فعل ہے جس کو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ۔ سنت مؤکدہ وہ فعل ہے جس کو حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ علیہم الرضوان نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو۔ لیکن اس کے تارک پر کسی قسم کی زبرد اور توبیخ نہ کی ہو عمل کے لحاظ سے اس کا حکم بھی واجب کا سا ہے یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور چھوڑنے کی عادت کرنے والا فاسق اور



گناہگار ہے ایسا شخص حضرت شیخ المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ ہاں اگر کبھی ترک ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

**سوال :-** سنت مؤکدہ کے پھوڑنے والے اور واجب کے تارک میں کیا فرق ہے ؟

**جواب :-** ترک واجب میں بہ نسبت ترک سنت مؤکدہ کے گناہ زیادہ ہے ؟

**سوال :-** سنت غیر مؤکدہ کسے کہتے ہیں ؟

**جواب :-** سنت غیر مؤکدہ وہ ہے جس کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب الہدی علیہم الرضوان نے اکثر کیا ہو۔ اور کبھی کبھی بلا عذر چھوڑ بھی دیا ہو۔ سنت غیر مؤکدہ پر عمل کرنے والا ثواب کا مستحق ہے لیکن تارک پر کسی قسم کا گناہ یا عتاب نہیں۔ سنن غیر مؤکدہ کے کرنے میں مستحب سے زیادہ ثواب ہے۔ ان سنتوں کو سنن زائدہ اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔

**سوال :-** حرام اور مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی سے کیا مراد ہے ؟

**جواب :-** حرام وہ فعل ہے جس کی مخالفت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا ترکب فاسق اور عذاب کا مستحق ہو۔ حرام کا منکر کافر ہے۔ مکروہ تحریمی اس کام کو کہتے ہیں جس کی مخالفت دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ مکروہ تنزیہی وہ کام ہے جس کے کرنے میں عذاب تو نہیں لیکن برائی ضرور ہے۔

**سوال :-** مباح کس کام کو کہتے ہیں ؟

**جواب :-** مباح وہ فعل ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں کوئی گناہ عائد نہ ہوتا ہو لیکن مباح کا کام حسن نیت سے کار ثواب اور قبح نیت سے حرام اور موجب عذاب بن جاتا ہے۔

**سوال :-** اجتہادی مسائل میں ایک مجتہد نے دوسرے امام کے فرض اور حرام کو تسلیم نہیں کیا اس صورت میں یہ بیان کہاں تک صحیح ہے کہ فرض اور حرام کا منکر کافر ہے ؟

**جواب :-** فرض اور حرام دو قسم کے ہیں اعتقادی اور عملی۔ اعتقادی وہ ہے جس پر عمل کے ساتھ اعتقاد بھی فرض ہو جیسے مطلق سرکاش۔ مسح سر کی فرضیت پر اربعہ کا اتفاق ہے اگر کوئی مطلق مسح سر کی فرضیت کا منکر ہو تو وہ بالافتاء کافر ہے۔ جس فرض اور حرام کے منکر پر کفر کا حکم دیا جاتا ہے وہ اعتقادی ہے نہ کہ عملی۔ عملی فرض وہ ہے کہ جس پر صرف عمل کرنا ہی فرض ہو اور اس کے فوت ہو جانے سے محض عمل کی صحت فوت ہو جیسے مسح سر کی مقدار کا اختلاف کہ حنفیوں کے نزدیک پونہ تھائی سر سے کم کا مسح صحت و فو کا مائع ہے اور مالکیوں اور حنبلیوں کے نزدیک سارے سر سے کم کا مسح و فو کی صحت کا مائع ہے اس کا یا ہی انکار موجب کفر نہیں۔



# فصل اول۔ پانی کے احکام

سوال ۱۔ کن پانیوں سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے ؟

جواب ۱۔ کنوئیں یا چھتے یا نل کا پانی۔ مینہ یا بھگی ہوئی برت یا ادلوں کا پانی۔ ندی تالے اور دریا کا پانی۔ سمندر کا پانی اگرچہ کھاری ہو۔ تالاب یا بڑے حوض کا پانی۔ اگر کسی پاک چیز کے ملنے سے پانی کے رنگ و بو یا مزے میں فرق آگیا ہو مگر اس کا پتلا پن نہ گیا ہو تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔ جس پانی میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ مزے یا بو میں فرق آگیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی۔ نہ پانی کے پتلے پن میں فرق آیا جیسے ہتے ہوئے پانی میں ربیت ملی ہو یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اس کا بہت تخفیف سا رنگ پانی میں آگیا۔ یا صابون جو نہ یا اسی طرح کی کوئی اور چیز گر پڑی تو ان سب صورتوں میں اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ لیکن اگر زعفران کے گرنے سے پانی کا رنگ اتنا شہخ ہو جائے کہ کپڑا رنگا جاسکے تو وضو اور غسل جائز نہ ہوگا۔ یہی حکم ڈبوں کے رنگ کا ہے۔ اگر پانی میں اتنا دودھ مل گیا کہ دودھ کی رنگت غالب نہ ہو تو وضو جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ غالب اور غلب میں امتیاز اس طرح ہوگا کہ جب تک یہ کہیں کہ یہ پانی ہے جس میں کچھ دندھ مل گیا ہے تب تک وضو جائز ہے اور جب اسے لسی سے موسوم کرنے لگیں تو وضو اور غسل جائز نہ ہوگا۔ اگر درختوں کے پتے گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگی اور رنگ اور مزہ بھی بدل گیا تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے جب تک کہ پانی پتلا ہے اور اگر پتے کثیر مقدار میں گر کر پانی کو گاڑھا کر دیں تو جائز نہ ہوگا۔ پانی میں پاک چیز کے گرنے سے اس کے ایک دو صفت بدل جانے پر بھی غسل اور وضو جائز رہتا ہے ہاں جب تینوں صفت بدل جائیں اور پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل ناجائز ہو جاتا ہے۔ اگر مسافر کو جنگل میں کہیں ٹھوڑا سا پانی ملا تو جب تک اس کے ناپاک ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو اس سے وضو اور غسل جائز ہوگا۔ محض اس دہم پر کہ شاید یہ اس کے استعمال سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ اگر کسی نے اس پانی کی موجودگی میں تیمم کر لیا تو درست نہ ہوگا۔ اگر پانی میں کوئی ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل کچیل صاف ہو اور اس کے پکانے سے پانی گاڑھا نہ ہوا ہو تو اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ جیسے غسل میت کے لئے پانی میں بیری کے پتے پکاتے ہیں لیکن اگر پتے اتنے زیادہ ڈال دیں کہ پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔ واضح ہے کہ جس پانی سے وضو جائز ہے اس سے غسل بھی جائز ہے اسی طرح بالعکس بھی۔

سوال ۲۔ کن پانیوں سے وضو جائز نہیں ؟



جواب :- (۱) وہ پانی جس کا رنگ بڑا مزہ کسی پاک چیز کے مل جانے کے بعد بدل کر گاڑھا ہو گیا ہو (۲)۔  
 یا کسی پھل یا درخت یا پتوں کا ٹھوڑا ہوا پانی، شوربا، کشید کیا ہو، عرق، گنے، کارس، نر، بوز کا پانی ان سب چیزوں سے وضو  
 نہیں ہو سکتا (۳) البتہ پانی جو قلیل مقدار میں ہو اور اس میں کوئی ناپاک چیز نہ لگی ہو۔ یا کوئی جانور مر گیا ہو (۴) وہ پانی جو پیر  
 نجاست کا اثر غالب ہو۔ (۵) حرام جانوروں کا جو ٹھٹھا پانی (۶) مستعمل پانی جس سے کوئی شخص وضو یا غسل کر چکا ہو۔ (۷) مستعمل  
 پانی پاک ہے مگر وہ وضو اور غسل کے کام نہیں آ سکتا۔

سوال :- کن جانوروں کا جو ٹھٹھا پانی پاک ہے ؟

جواب :- آدمی اور حلال جانوروں کا جو ٹھٹھا پانی پاک ہے۔ جیسے گائے، بیل، بھیر، بکری، بھینس، کبوتر، فاختہ وغیرہ  
 سوال :- کن جانوروں کا جو ٹھٹھا پانی پلید ہے ؟

جواب :- کتے، سگ، سور، اور شکاری جو پاؤں کا جو ٹھٹھا پانی ناپاک ہے۔ اسی طرح اس بلی کا جو ٹھٹھا بھی ناپاک ہے  
 جو چوہا یا کوئی اور جانور کھا کر فوراً پانی پی لے۔ شرابی شراب پی کر فی الفور پانی پیئے تو وہ پانی بھی ناپاک ہے۔  
 سوال :- کن جانوروں کا جو ٹھٹھا پانی مکروہ ہے ؟

جواب :- بلی جس نے فی الفور چوہا نہ کھایا ہو اور چوہے، چھپکلی، پھرنے والی مرغی، نجاست خور گائے  
 کوٹے، چیل، شکرے اور تمام حرام جانوروں کا جو ٹھٹھا مکروہ ہے۔

سوال :- ایسے پانی کے استعمال کا کیا حکم ہے جس کے یقینوں وصف رنگ بڑا اور مزہ نجاست پڑنے  
 کے باعث تبدیل ہو چکے ہوں ؟

جواب :- البتہ پانی وضو اور غسل کے کام تو آ ہی نہیں سکتا۔ جانوروں کو بھی اس کا پلانا جائز نہیں  
 مٹی وغیرہ میں ڈال کر اس سے گارا بنانا بھی درست نہیں اور اگر تینوں اوصاف میں بدلے تو اس کا جانور  
 کو پلانا اور مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکا کر نادریست ہے۔

سوال :- کن سے پانی نجاست کرنے سے ناپاک نہیں ہوتے ؟

جواب :- ندی، تالے، بادریا کا بہتا ہوا پانی اور کثیر مقدار میں ٹھیرا ہوا پانی جیسے بڑے تالاب  
 یا بڑے حوض کا پانی۔

سوال :- کثیر مقدار میں ٹھیرے ہوئے پانی کا اندازہ کیا ہے ؟

جواب :- جو حوض دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اسے وہ درجہ اور بڑا حوض کہتے ہیں۔ ہاتھ سے



مراد کسی سے لیکر ہاتھ کی درمیانی انگلی کے سرے تک ہے یا بیس ہاتھ لمبا پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا چار ہاتھ چوڑا ہو۔ غرض اس کی کل لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی قریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو۔ دوسرے لفظوں میں جو پانی ہمارے رائج الوقت گز سے (جو صولہ گرو یا چھتیس انچ کا ہے) ساڑھے پانچ گز لمبا اور ساڑھے پانچ گز چوڑا ہو وہ کثیر پانی ہے۔

سوال :- تھوڑے پانی کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- جو حوض یا تالاب ساڑھے پانچ مرتبہ گز سے کم ہو اگر اس میں کوئی ایسا جانور گر کر مر جائے جس میں ہوتا ہوا خون ہو جیسے چڑیا۔ کبوتر۔ مرغی۔ بلی۔ چوہ وغیرہ تو ناپاک ہے۔

سوال :- ساڑھے پانچ گز مرتبہ یا اس سے بڑے تالاب یا حوض کا پانی کب ناپاک ہوتا ہے ؟

جواب :- جب اس میں کسی شخص چیز کا مزا یا رنگ یا بو ظاہر ہو جائے۔

سوال :- آپ نے آب کثیر کی مقدار وہ درودہ بتائی ہے شریعت میں اس کی اصل کیا ہے ؟

جواب :- امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آب کثیر وہ ہے کہ اگر اس کی ایک طرف کو حرکت دیں۔ تو دوسری طرف کا پانی متحرک نہ ہو۔ اور امام محمد نے اس کی مقدار بڑا حوض بتائی تھی اور فرمایا تھا کہ بڑا حوض وہ ہے جو میری مسجد کے برابر ہو۔ جب ان کی مسجد پانی گئی تو وہ دیواروں سمیت دس ہاتھ لمبی اور دس ہاتھ چوڑی نکلی لیکن یہ امر پائے ثبوت کو پہنچا ہے کہ انہوں نے اپنے استاد امام ابو حنیفہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ لیکن آسان اور قریب الغم مقدار وہی وہ درودہ ہے جسے متاخرین حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔

سوال :- اگر وضو یا غسل کا مستعمل پانی غیر مستعمل پانی میں مل جائے تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- اگر مستعمل پانی غیر مستعمل کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو ناجائز ہے۔

سوال :- وہ کون سے جانور ہیں کہ پانی میں ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ؟

جواب :- جو جانور پانی میں پیدا ہوتے اور پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے کھجرا، مچھلی، مینڈک وغیرہ اور وہ جانور جن میں ہوتا ہوا خون نہیں ہے۔ جیسے بھڑ۔ مچھر۔ مکھی۔ چیرنی۔ پھسکی۔ بچھو۔ شہد کی مکھی۔ ان کے مرنے سے پانی بدستور پاک رہتا ہے۔ لیکن اگر خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہوتا ہو تو اس کے مرنے سے پانی وغیرہ جو چیز ہوتا پاک ہو جائے گی۔ دریا کی مینڈک کی یہ پہچان ہے کہ اس کی انگلیوں کے بیچ میں جھلی ہوتی ہے اور خشکی کے مینڈک کی انگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔



سوال :- وہ پانی جو دھوپ میں گرم کیا گیا ہو اس سے دھو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جائز ہے لیکن اس کو دھو یا غسل میں استعمال کرنا پسندیدہ نہیں کیونکہ اس سے برص ہو جانے کا درجہ

سوال :- ہوتا ہوا پانی کون سا ہے اور وہ کیا نہیں ہوتا ہے ؟

جواب :- جس پانی میں نہایت قلیل مقدار میں نجاست پڑی ہو وہ بھی ناپاک ہے اس سے دھو اور غسل

درست نہیں ! البتہ اگر پانی جاری ہو تو وہ نجاست کے پڑنے سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ مڑا اور بو متغیر نہ ہو جائے۔ اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا یا بو آنے لگی تو جاری پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔ جاری پانی وہ ہے جو پتے اور تنکے وغیرہ کو بہا کر لے جائے خواہ کتنا ہی آہستہ بہ رہا ہو ۔

سوال :- اگر طے حوض میں کوئی مرنی یا غیر مرنی نجاست پڑ جائے تو پھر کیا حکم ہے ؟

جواب :- جو وہ در ... حوض اتنا گرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں تو نیچے کی زمین نہ کھلے تو وہ بھی جاری

پانی کے مثل ہے۔ اگر اس میں ایسی نجاست پڑ جائے جو بعد میں دکھلائی نہ دیتی ہو جیسے خون پیشاب شراب وغیرہ تو حوض کے چاروں طرف دھو کر نہ درست ہے۔ اور اگر ایسی نجاست پڑی ہو جو دکھلائی دیتی ہے۔ جیسے مڑا ہوا کتا تو حص طرف وہ مڑا پڑا ہو اس طرف کو چھوڑ کر باقی ہر طرف دھو کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر اتنے کبیر پانی میں اتنی نجاست پڑ جائے کہ رنگ یا مزہ بدل جائے یا بد بو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا ۔

سوال :- پھت پر نجاست پڑی ہوئی تھی مینہ برسا اور پھت کا پانی کپڑے پر پڑا تو کپڑا ناپاک ہو یا نہیں ؟

جواب :- جب تک مینہ برس رہا ہے جاری پانی کے حکم میں ہے۔ اس وقت تک پھت کے پانی سے

کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ مینہ بند ہونے کے بعد لپکا لپکا کتا ناپاک ہو جائے گا۔ اور طہارت کا یہ حکم خاص برسنے کی حالت میں اس وقت تک ہے جبکہ پانی کے اوصاف سہ گانہ میں تغیر نہ ہوا ہو اور اگر پھت کی نجاست کے اثر سے پانی میں تغیر ہو گیا ہے تو نہ لہلہا کی حالت میں بھی کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر پھت کے متفرق مقامات پر نجاست پڑی ہوئی ہے مگر پر نلے کے سرے پر نہیں اور مینہ کا پانی بغیر تغیر اوصاف تلافی کے پر نلے سے جاری ہوا تو بھی پاک ہے۔

سوال :- ایک تالاب میں ناپاک پانی موجود ہے بارش ہوئی اور پانی اوپر سے آیا اور ناپاک پانی کو

جو تالاب کے ایک کنا سے تھا نکال کر دوسرے کنا سے نکال لے گیا۔ پھر تالاب برصات کے پانی سے بھر گیا مگر پانی کا کچھ حصہ تالاب سے باہر نہیں نکلا۔ تالاب کا پانی پاک ہے یا ناپاک ؟



جواب :- تالاب کا سب پانی پاک ہو گیا ۔

سوال :- اگر مسلمان بچہ یا کوئی غیر مسلم اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے ۔ کیا پاک

رہتا ہے ؟

جواب :- پانی پاک رہتا ہے البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا ہاتھ نجاست آورد تھا تو پانی ناپاک ہو جائے گا ۔ لیکن چونکہ چھوٹے بچوں کی حالت کچھ غیر یقینی سی ہوتی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اگر کوئی اور پانی مل سکے تو اس کے ہاتھ ڈالنے ہوئے پانی سے وضو نہ کریں ۔

سوال :- اگر بینڈک پانی میں سر گرل بٹڑ جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- بینڈک کچھ اور غیرہ پانی میں سر گر بالکل گل جائیں اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں مل جائیں تو بھی پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں لیکن اس کا پینا اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں ۔

سوال :- مردار کی ہڈی کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- مردار کی ہڈی دانت ۔ مہنگ اور بال پاک ہیں ۔ اگر ان میں سے کوئی چیز پانی میں لڑ جائے تو ناپاک نہ ہوگا ۔ البتہ اگر ہڈی ۔ دانت وغیرہ پر اس مردار کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہوگی تو وہ نجس ہے اور پانی بھی ناپاک ہو جائے گا ۔

سوال :- مردار کی کھال پاک ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے ۔ لیکن سانپ اور چوہے اور بھڑکی کھال پاک نہیں ہوتی ۔

سوال :- آدمی کی کھال ہڈی اور بال استعمال میں لائے جاسکتے ہیں ؟

جواب :- آدمی کی کھال سے کوئی کام لینا اور اس کو برتن یا سمٹ گناہ ہے ۔ آدمی کی ہڈی اور بال پاک ہیں ۔ لیکن ان کو کام میں لانا جائز نہیں بلکہ ان کو عزت سے کسی جگہ گاڑ دینا چاہیے

## فصل ۲ - کنوئیں کے مسائل

سوال :- کنواں کن چیزوں سے ناپاک ہو جاتا ہے اور کن سے نہیں ہوتا ؟



**جواب :-** جب کنوئیں میں تھوڑی یا زیادہ نجاست گر پڑے یا کوئی بہتے ہوئے خون دالا جائے تو گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا جائے تو گرے کہ اس کا جو ٹھکانا پاک ہے یا وہ جائے تو گرے جس کے بدن پر نجاست لگی تھی تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ ایسے جائز جن کا جو ٹھکانا پاک نہیں اور ان کے بدن پر نجاست بھی نہ ہو گریں اور زندہ نکل آئیں تو جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ نہ دیکھیں یا لگتے نہ ہوں جائے کنواں ناپاک نہ ہوگا ۔

**سوال :-** کنوئیں کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

**جواب :-** کنوئیں کا پانی نکالنے سے پاک ہو جائے گا۔ کنوئیں کے اندر کے کنگروں اور دیوار وغیرہ کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح رستی ڈول جس سے پانی نکالا ہے وہ بھی پاک ہو جائے گا۔ ان کے دھونے کی بھی ضرورت نہیں ۔

**سوال :-** کن کن صورتوں میں کنوئیں کا سب پانی نکالا جائیگا اور سب پانی نکالنے کا کیا مطلب ہے ؟

**جواب :-** جب آدمی یا بلی یا کتا یا سونڈ یا بکری یا اس کے برابر کوئی اور جائز کنوئیں میں گر کر مر جائے یا باہر مر کر کنوئیں میں گرے تو سب پانی نکالنا پڑے گا۔ جب کوئی بہتے ہوئے خون دالا جائے تو کنوئیں میں گر کر پھول گیا یا پھٹ گیا تو سارا پانی نکالنا ہوگا خواہ جائز چھوٹا ہو یا بڑا۔ مرے ہوئے جائز کے گر جانے کا بھی وہی حکم ہے جو کنوئیں میں گر کر مرنے والے مثلاً بکری مری ہوئی گرے تو سارا پانی نکالا جائے گا بکری کا چھوٹا بچہ بکری کے حکم میں ہے جو جائز کنوئیں میں چھوٹا ہو چھوٹے حکم میں ہے جو بکری سے چھوٹا ہو مرنے کے حکم میں ہے۔ پھولا یا پھٹا ہو جائے تو بھی سارا پانی نکالنا ہوگا۔ مرغی اور بلی کی سیٹ چا پڑے تو بھی سارا پانی نکالنا چاہئے گا۔ کتا۔ بلی۔ گائے۔ بکری۔ پیشاب کرے یا کوئی اور نجاست گرے تو سب پانی نکالا جائے گا۔ اگر کوئی جاندار چیز چھوٹی ہو یا بڑی کنوئیں میں مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے تو بھی سب پانی نکالا جائے گا۔ جو یا بچہ یا مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو سب پانی نکالنا چاہیے اگر مسلمان یا کافر کنوئیں میں اُنہ اور اس کے کپڑے اور بدن پر نجاست نہیں تو کنواں پاک ہے۔ البتہ اگر نجاست لگی ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور سب پانی نکالنا پڑے گا۔ جو ہے کو بلی نے کپڑا اور اس کے دانت لگنے سے زخمی ہو گیا پھر اس سے پھوٹ کر اسی طرح خون میں لٹ پت کنوئیں میں جا کر تو سب پانی نکالا جائے گا۔ اگر کوئی جاندار چیز کنوئیں میں مر جائے اور پھول یا پھٹ جائے تو سارا پانی نکالا جائے گا خواہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی۔ اگر جو یا بچہ یا مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو سب پانی نکالنا چاہیے۔ اگر



کنوئیں میں کوئی نجاست خشک یا تر جا پڑے یا ایک قطرہ خون کا یا ایک قطرہ پیشاب کا یا شراب کا گرے تو سب پانی نکالا جائے گا۔ اگر کنوئیں میں کسی نے بکری کی حیر جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے نکلتی ہے اور اس میں رحم کا خون اور آئل وغیرہ ہوتا ہے ڈال دی تو سب پانی نکالا جائے گا۔ سب پانی نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدمی ڈول بھی نہ بھرے۔

سوال :- کتا کنوئیں میں گرا اور ڈیڑھ دو مہینے کے بعد اس کا اس وقت علم ہوا جبکہ گوشت رپوست بھی گل کر پانی میں تحلیل ہو چکا تھا۔ اب یہ کنواں کس طرح پاک ہو سکتا ہے ؟

جواب :- اس کنوئیں کو اتنی مدت تک ہانکل چھوڑ دیں کہ کتے کی ہڈیاں اور گوشت رپوست گل کر مٹی اور گارا ہو جائے۔ بعض فقہاء کے نزدیک اس کو چھ مہینہ تک چھوڑے رکھیں۔ اسکے بعد کل پانی نکال دیں ۔

سوال :- اگر کنوئیں میں گرنے والی چیز بادر جو گوشتش کے نہ نکل سکے تو پھر کیا حکم ہے ؟

جواب :- اگر وہ چیز جس کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے کسی طرح نہ نکل سکے تو وہ چیز اگر بذات خود پاک ہوتی ہے لیکن ناہیا کی لگنے سے ناپاک ہو گئی جیسے ناپاک کپڑا یا ناپاک جوتا تو اس کا نکالنا معاف ہے جیسے ہی کنوئیں کا سارا پانی نکال دیں۔ اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ بذات خود ناپاک ہے جیسے مردہ جانور چم وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ گل سڑ کر مٹی ہو گیا ہے اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ یقین ہو جائے کہ وہ چیز گل سڑ کر مٹی ہو چکی تو اس وقت سارا پانی نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا ۔

اگر کنوئیں میں اتنا بڑا سوت ہے کہ سارا پانی کسی طرح نکل نہیں سکتا۔ نکلنے کے بعد نیچے سے اور پانی برآمد ہو جاتا ہے تو اس میں جتنا پانی اس وقت موجود ہے اندازہ کر کے اسی قدر نکال ڈالیں ۔

سوال :- پانی کا اندازہ کرنے کی کیا صورت ہے ؟

جواب :- اس کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ مثلاً پانی چار ہاتھ ہے لگاتار سو ڈول نکال کر دیکھو کہ کتنا پانی کم ہوا۔ اگر ایک ہاتھ کم ہوا ہو تو پچاس لگاؤ کہ سو ڈول میں ایک ہاتھ پانی توٹا چار ہاتھ پانی چار سو ڈول میں نکل جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو لوگ اس اندازے کے ماہر ہوں ایسے دیندار مسلمانوں سے اندازہ کرالو جس قدر وہ کہیں اتنا نکلاؤ۔ اور جہاں دونوں باتیں مشکل معلوم ہوں تو وہاں امام محمد کے قوت کے بموجب نین سو ڈول نکلا دیں مگر طحطاوی نے لکھا ہے کہ یہ دوسرا قول ضعیف ہے ۔

سوال :- چوہہ (بھنگی) جس کا بدن اور کپڑے نجس تھے کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ دوسرے دن نکالا گیا۔ اب



کنواں کیونکر پاک ہو ؟

جواب :- اس صورت میں دوسو ڈول دھوا اور تین سو ڈول استحباً نکالے جائیں ۔

سوال :- اس دوسویا تین سو ڈول کا ماخذ کیا ہے ؟

جواب :- یہ مقدار معلول علت ہے امام محمدؒ نے دو تین سو ڈول کے لئے اس لئے فرمایا تھا کہ ان کے دھوا میں کنوڑ میں اسی قدر پانی ہوتا تھا پس عہد حاضر میں تین سو ڈول کا فتویٰ برسر ضعیف مسک ہے۔ راجح یہی ہے کہ علت پر نظر کی جائے۔ مگر چونکہ تین سو ڈول نکالنے میں عوام کی سہولت ہے اس پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۸۱۸

سوال :- وہ کونسی صورتیں ہیں جن میں بیس تیس ڈول پانی نکالنا ہی کافی ہے ؟

جواب :- اگر چوہا چڑیا یا ان کے برابر کوئی چیز گر کر مر گئی لیکن پھولی بھی نہیں تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے لیکن زیادہ بہتر ہے کہ تیس ڈول نکالیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ پہلے چوہا نکال لیں۔ اور اگر چوہا نکالے بغیر

پانی نکالا تو وہ محسوب نہ ہوگا۔ چوہا نکالنے کے بعد پھر آسمانی پانی نکالنا پڑے گا۔ بڑی چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون تھا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ اگر مرنے کے بعد چھوٹے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکالیں اور اگر تیس نکالیں تو اور بہتر ہے۔ اور جس میں بہتا ہوا خون نہ ہوتا ہو تو اس کے مرے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر کہوتر یا مرغی یا بلی یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر جائے اور پھولے نہیں تو چالیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ اور ساتھ ڈول نکالیں تو بہتر ہے۔ دو چوہے گر کر جائیں تو بیس سے تیس تک اور تین سے پانچ تک ہوں تو چالیس سے ساٹھ ڈول تک اور چھ یا زیادہ ہوں تو کل پانی نکالا جائے گا۔

سوال :- ڈول کن سا معتبر ہے ؟

جواب :- ہر جگہ جو ڈول رائج ہو وہی معتبر سمجھا جائے گا۔

سوال :- اگر کسی کنوئیں پر غیر معمولی بڑا ڈول پڑا ہو تو پھر کیا حکم ہے ؟

جواب :- بڑے ڈول کا حساب نکال لینا چاہیئے۔ اگر اس میں دو ڈول پانی سماتا ہے تو دو ڈول سمجھیں اور

اگر چار ڈول سماتا ہے تو چار ڈول قرار دیں۔ الغرض جتنے ڈول پانی اس میں آتا ہو اسکے حساب سے کھینچا جائے۔

سوال :- اگر کسی کنوئیں پر چھوٹے بڑے مختلف ڈول ہوں تو اس کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے کس

ڈول سے پانی نکالا جائے گا ؟



**جواب :-** ایسی حالت میں درمیانی ڈول کا اعتبار ہوگا۔ درمیانی ڈول وہ ہے جس میں انٹی تولہ کے پاک تانی سیر کے ساتھ تین سیر پانی سماتا ہو ۔

**سوال :-** کنوئیں میں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا۔ اور یہ معلوم نہیں کہ کب گرا تھا اور وہ ہنوز پھولا پھٹا نہیں ہے تو جن لوگوں نے اس کنوئیں سے وضو کیا ہے یا کپڑے دھوئے ہیں وہ کیا کریں ؟

**جواب :-** وہ ایک دن رات کی نمازیں دہرائیں اور ان کپڑوں کو دوبارہ دھوئیں اور اگر پھول گیا ہے یا پھیل گیا ہے تو تین دن اور تین رات کی نمازیں دہرائی جائیں۔ اور بعض علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ جس وقت کنوئیں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے۔ اس سے پہلے کی نمازیں اور وضو سب درست ہے۔ اگر کوئی صاحب اس پر عمل کریں تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن احتیاط پہلے بیان میں ہے۔

**سوال :-** جتنے ڈول نکالنے ہیں وہ سب ایک ہی مرتبہ نکالے جائیں یا ان کو کئی دفعہ نکالنا بھی جائز ہے ؟

**جواب :-** کئی مرتبہ نکالنا بھی جائز ہے۔ مثلاً ساٹھ ڈول نکالنے ہوں تو بیس صبح کو میں دوپہر کو اور بیس شام کو نکالیں ۔

**سوال :-** جس رسی ڈول سے ناپاک کنوئیں کا پانی نکالا جائے وہ رسی اور ڈول پاک ہے یا ناپاک ؟

**جواب :-** جب اتنا پانی نکال ڈالا جتنا نکالنا تھا تو کنواں اور ڈول اور رسی سب پاک ہو گئے ۔

**سوال :-** اگر کوئی غیر مسلم ڈول نکالنے کے لئے کنوئیں میں اتنا ادب پانی میں غوطہ لگایا تو کنواں ناپاک ہوا یا نہیں ؟

**جواب :-** اگر غیر مسلم نے کنوئیں میں اترنے سے پہلے غسل کر لیا تھا اور پاک کپڑے پہن کر کنوئیں میں اترنا تھا تو کنواں پاک ہے اور اگر اترنے سے پہلے نہیں نہایا اور اپنے بدن ہی کے کپڑے کے ساتھ اُترا تو کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے کیونکہ کافروں کا بدن اور کپڑا عموماً ناپاک ہی رہتا ہے ۔

**سوال :-** اگر کنوئیں میں چڑیا یا کبوتر کی بیٹ گر جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

**جواب :-** چڑیا اور کبوتر کی بیٹ یا اونٹ بھیڑ یا بکری کی درچار ہینگینوں سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا ۔

**سوال :-** کنوئیں میں بکری یا چوہا گر گیا اور زندہ نکل آیا تو کیا حکم ہے ؟

**جواب :-** کنواں پاک ہے کچھ نہ نکالا جائے ۔

**سوال :-** جس شخص کو نہانے کی ضرورت ہے اگر وہ ڈول نکالنے کی غرض سے کنوئیں میں اُترا اور اسکے

بدن اور کپڑے پر کسی قسم کی خواست نہیں ہے تو پھر کیا حکم ہے ؟



جواب :- کنواں پاک ہے ؟

سوال :- ایک کنوئیں میں اس قدر عقیق پانی ہے کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اس کے اندر ایک نعل جوتا کر پانی میں ڈوب گیا۔ ہر چند کوشش کی گئی مگر وہ نہ مل سکا۔ اور جس قدر بھی پانی کنوئیں سے نکالا جاتا ہے اسی قدر پانی بھراؤنا ہے۔ تو اس کا پانی کس طرح پاک ہوگا ؟

جواب :- اگر جوتے کے ناپاک ہونے کا یقین ہے تو پھر تین سو ڈول نکلوائے جائیں در نہ کنواں پاک ہے۔ جوتے کے نہ ملنے کا کوئی غم نہ کریں ۔

سوال :- پھلتے کنوئیں میں گریز تار بہت ہے کنواں پاک ہے یا ناپاک ؟

جواب :- اگر اس سے بچنا مشکل ہو تو قلیل مقدار میں عفو ہے ۔

سوال :- حرام پرندوں مثلاً زاغ و عن کرگس کی بیٹ کنوئیں میں گرے تو پانی ناپاک ہو گیا یا نہیں ؟ اور اگر ناپاک ہوگا تو کتنا پانی نکالا جائے ؟

جواب :- کنوئیں کی نسبت فقہاء نے لکھا ہے کہ حرام پرندوں کے پاخانہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے ۔

سوال :- پھپکی میں خون سائل ہے یا نہیں پھپکی کے گر کرنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- پھپکی میں خون سائل نہیں سمجھا گیا البتہ اگر رنگ بدلتی ہو جیسا کہ گر گٹ تو اس میں خون سائل ہے اس سے کنواں نجس ہو جائے گا۔ اور عام پھپکی سے نجس نہ ہوگا ۔

سوال :- اگر غیر مسلم مسلمانوں کے کنوئیں سے اپنے برتن سے پانی نکالے تو کنواں پاک رہے گا یا ناپاک اگر پاک ہے گا تو ارشاد ربانی اِنَّكَ الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ کے کیا معنی ہیں ؟

جواب :- اگر غیر مسلم اپنے برتن سے کنوئیں سے پانی نکالے اور یہاں اس برتن پر کچھ نجاست نہیں ہے۔ تو کنوئیں کا پانی پاک ہے کچھ دہم نہ کرنا چاہیئے۔ اِنَّكَ الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ سے نجاست عقیدہ مراد ہے ۔

سوال :- ڈبوں میں بند ہو کر یورپ سے جو رنگ آتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک۔ اور اس سے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- ڈبوں کے رنگ کی پاکی مشتبہ ہے اسلئے اس سے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔



## فصل ۳۔ آدمیوں اور جانوروں کا جوٹھا

سوال :- کس کس انسان کا پس خوردہ پاک ہے ؟

جواب :- آدمی کا جوٹھا پاک ہے خواہ جنب یعنی ناپاک ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو۔ کافر کا جوٹھا بھی پاک ہے مگر اس سے بچنا چاہیے۔ اسی طرح ان سب کا پسینہ بھی پاک ہے۔ البتہ اگر کسی کا ہاتھ یا منہ کسی ناپاکی سے آلودہ ہو تو اس کا جوٹھا ناپاک ہو جائے گا۔

سوال :- کن جانوروں کا جوٹھا نجس ہے ؟

جواب :- بھیڑیا۔ شیر۔ بندر۔ گیدڑ وغیرہ جتنے چیر بھاڑ کر کھانے والے جانور ہیں سب کا جوٹھا نجس ہے۔ خنزیر اور کتے کا پس خوردہ بھی نجس ہے۔ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا لیکن بہتر ہے کہ سات مرتبہ دھوئیں جن میں سے پہلی مرتبہ مانج بھی ڈالیں کہ پوری طرح صفائی آجائے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں پیئے تو چاہیئے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔ رواۃ البخاری و مسلم۔ اور مسلم کی ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں پیئے تو اس کا طور یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔ جن میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ دھویا جائے (مشکوٰۃ)

سوال :- بلی کا پس خوردہ کیسا ہے ؟

جواب :- بلی کا جوٹھا مکروہ ہے اور ہانی میسر ہو تو بلی کے جوٹھے پانی سے دھو کر لیں مگر بلی نے دودھ سالن وغیرہ میں منہ ڈال دیا تو آسودہ حال آدمی کو چاہیئے کہ ہرگز نہ کھائے پیئے اور اگر غریب و مسکین آدمی کھالے تو اس میں کچھ ہرج اور گناہ نہیں ہے۔ اگر بلی نے چوہا کھاتے ہی برتن میں منہ ڈال دیا تو وہ نجس ہو جائے گا لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب وہ اپنا منہ زبان سے چاٹ چکی ہو تو اس کا پس خوردہ مکروہ ہی ہے گا۔ نجس نہ ہوگا۔

سوال :- حلال جانوروں اور شکاری پرندوں کے پس خوردہ کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- حلال جانور جیسے بھیڑ بکری مینڈھا ونبہ گائے بھینس ہرنی اور حلال پرند جیسے چڑیا



کبوتر، فاختہ، مینا، طوطا ان سب کا جو ٹھا پاک ہے اسی طرح گھوٹے کا جو ٹھا بھی پاک ہے اور شکار کر کے نرولے پرندوں شکرے یا نہ وغیرہ کا پس خوردہ مکروہ ہے۔ لیکن جو پالنے والا اور مردار نہ کھانے پائے اس کا جو ٹھا پاک ہے۔  
سوال :- مرغی کے جوٹھے کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- کھلی ہوئی مرغیوں کا جو ٹھا جو ادھر ادھر گندی پلید چیزیں کھاتی ہیں مکروہ ہے اور جو مرغی بند رہتی ہے اس کا پس خوردہ پاک ہے ۔

سوال :- جو چیزیں گھڑوں میں ہنتی ہیں جیسے سناپ بچھو، چوہا پھسکی وغیرہ ان کے پس خوردہ کا کیا حکم ہے ؟  
جواب :- ان کا جو ٹھا مکروہ ہے اگرچہ باروٹی کتر کر کھا جائے تو بہتر ہے کہ اس جگہ سے ٹھوڑا سا ٹکڑا توڑ کر الگ کر دیں۔ پھر کھائیں ۔

سوال :- گدھے اور خچر کا جو ٹھا پاک ہے یا نہیں ؟  
جواب :- گدھے اور خچر کا جو ٹھا پاک تو ہے لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ اس سے وضو ہو سکتا ہے یا نہیں اس لئے اگر کبھی گدھے اور خچر کے پیئے ہوئے پانی کے سوا کوئی پانی نہ مل سکے تو اس سے وضو کر لیں اور تیمم بھی کریں اور وضو و تیمم میں سے جس کو چاہیں مقدم کریں ۔

سوال :- گدھے کا پسینہ کپڑے کو لگ جائے تو وہ کپڑا نجس ہو جاتا ہے یا نہیں ؟  
جواب :- جن جانوروں کا پس خوردہ ناپاک ہے ان کا پسینہ بھی نجس ہے اور جس کا جو ٹھا پاک ہے اس کا پسینہ بھی پاک ہے اور جس کا جو ٹھا مکروہ ہے اس کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔ گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے۔ کپڑے اور بدن پر لگ جائے تو دھونا واجب نہیں لیکن دھو ڈالنا بہتر ہے ۔

## فصل ۴۔ نجاستوں کا بیان

سوال :- نجاست کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کی تعریف کیا ہے ؟  
جواب :- نجاست کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی۔ نجاست حقیقی وہ ہے جو دکھائی دے اور نجاست حکمی وہ ہے جو دیکھنے میں نہ آئے اور صرف شارع علیہ السلام کے حکم سے ثابت ہو۔ جیسے بے وضو ہونا یا غسل کی حاجت ہونا۔ اور نجاست حقیقی کی بھی دو قسمیں ہیں غلیظہ اور خفیفہ۔ شد بدقسم کی ناپاکی کو غلیظہ کہتے ہیں اور



سوال :- نجاست غلیظہ اور خفیفہ کیا کیا ہیں ؟

جواب :- آدمی کا پیشاب پائخانہ۔ جانوروں کا پائخانہ۔ حرام جانوروں کا پیشاب۔ بہنا ہوا خون۔ مرغی اور  
 بطخ کی سیٹ۔ سور کا گوشت۔ اور اس کے بال اور ہڈی۔ شراب اور مزیہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔ چھوٹے دودھ پیتے بچے  
 کا پیشاب پائخانہ بھی نجاست غلیظہ ہے۔ حلال جانوروں جیسے بھیر بکری گائے بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب  
 اور حرام پرندوں کی سیٹ نجاست خفیفہ ہے۔ مرغی، بطخ اور مرغابی کے سوا اور حلال پرندوں کی سیٹ پاک ہے جیسے  
 کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ اور چمکا ڈر کا پیشاب اور سیٹ بھی پاک ہے۔

سوال :- نجاست غلیظہ اور خفیفہ کتنی کتنی معاف ہے ؟

جواب :- اگر نجاست غلیظہ اور خفیہہ گاڑھے جسم والی ہے جیسے انسان کا پاٹھانہ اور مرغی کی بیٹ تو ایک درہم یعنی ساڑھے تین ماشے تک معاف ہے۔ پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اگر پھیلاؤ میں ایک درہم یعنی روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے۔ معاف ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اگر اتنی نجاست بدن یا کپڑے پر لگی ہو اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ تحریمی ہوگی۔ پس قصداً اتنی نجاست بھی لگی رکھنا مذموم اور قبیح ہے۔ اگر پتلی چیز روپیہ کے پھیلاؤ سے زیادہ اور گاڑھی چیز ساڑھے تین ماشہ سے زیادہ ہوگی تو قطعاً نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست خفیہہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس جھٹے میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ یعنی مثلاً آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے! اسی طرح اگر نجاست خفیہہ ہاتھ میں لگی ہے تو اگر پیچھے میں لگی ہے تو پیچھے کی چوتھائی اور اگر بازو میں لگی ہے تو بازو کی چوتھائی اگر کلائی میں لگی ہے تو کلائی کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم معاف ہے اور اگر پیر کی چوتھائی ہو تو معاف نہیں ہے۔ اس کا دعونا واجب ہے۔ بے دھوئے ہوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو نماز اگرچہ ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔

سوال :- اگر کسی کا کپڑا چوتھاٹی سے زیادہ نجس ہے اور اس کے دھونے کے لئے پانی کہیں سے نہیں ملتا۔  
تو ایسی صورت میں کیا کرے ؟

جواب :- اگر اس کے پاس کوئی پاک کپڑا نہیں تو اسی میں نماز پڑھ لے اور عادی نہ کرے راہداد الفتادی  
مطبوعہ مجتبیٰ بلند اول صفحہ ۹



**سوال :-** پانی میں غلیظ یا خفیف نجاست پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟  
**جواب :-** اگر نجاست غلیظ پڑے گی تو پانی نجس غلیظ ہوگا اور نجاست خفیف پڑے گی تو پانی بھی نجس خفیف ہوگا خواہ کم پڑے یا زیادہ ۔

**سوال :-** مستعمل پانی کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟

**جواب :-** مستعمل پانی وہ ہے جس کے ذریعہ سے نہا کی دُور کی گئی ہو اور بدن پر علی وجہ القرب استعمال کیا گیا ہو نہ کہ اعضا کو ٹھنڈک پہنچانے یا صفائی اور ستھرائی کے لئے ۔ اور قربت سے مراد عبادت اور تقرب الی اللہ ہے مستعمل پانی کے بارے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ نجس ہے اور نجاست اسکی پیشاب کی نجاست کی طرح غلیظ ہے ۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بکری اور گائے کے پیشاب کی طرح نجاست خفیف ہے ۔ اور امام محمدؒ اسے ظاہر غیر طور فرماتے ہیں ۔ یعنی خود تو پاک ہے لیکن اس کو وضو میں استعمال نہیں کر سکتے ۔ گو پاک پڑا اس سے پاک ہو جائے گا اکثر علماء نے امام محمدؒ ہی کے فتوے کو اختیار کیا ہے ۔ اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ تاہم لوگوں کو جو وضو کرتے وقت وضو کا مستعمل پانی پاؤں کے پاس راکر پھینٹیں اڑاتے ہیں ۔ اس سے احتیاط و احتراز لازم ہے ۔

**سوال :-** مچھلی کا خون کیسا ہے ؟

**جواب :-** مچھلی کا خون نجس نہیں کیونکہ وہ دراصل خون ہی نہیں ہے اگر کپڑے کو لگ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ اسی طرح نکمے کھٹل اندھ مچھر کا خون بھی نجس نہیں ہے ۔ تاہم دھو دیا جائے تو بہتر ہے ۔

**سوال :-** پیشاب کی پھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں تو اس کا کیا حکم ہے ؟

**جواب :-** پیشاب کی بہت باریک پھینٹیں پڑ جائیں کہ بے تکلف دکھائی نہ دیں تو ان کا دھونا واجب نہیں ۔ ہاں اگر ان پھینٹیوں کا مجموعہ ایک درہم یعنی روپے کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا واجب ہے ۔

**سوال :-** اگر کپڑے کو دلدار نجاست لگی ہو جیسے باخانہ گوبر خون تو کپڑا کتنی دفعہ دھویا جائے گا ؟

**جواب :-** اگر نجاست دلدار ہو تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ نجاست کا دُور کرنا ضروری ہے اگر ایک مرتبہ دھونے سے دُور ہو جائے تو ایک ہی مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا ۔ اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دُور ہو تو چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے گا لیکن اگر تین مرتبہ سے کم میں نجاست دُور ہو جائے تو بھی یقیناً بار پورا کر لینا مستحب ہے ۔

**سوال :-** اگر دھونے سے بُو نہ لگتی تو پھر صابن لگانا ضروری ہے یا نہیں ؟



**جواب :-** اگر ایسی نجاست ہے کہ کئی دفعہ دھونے اور نجاست کے چھوٹ جانے پر بھی اس کی بدبو نہیں گئی یا کچھ رنگ یا دھبہ رہ گیا تو بھی کپڑا پاک ہو گیا۔ صلاون یا کھٹائی یا گرم پانی سے دھبہ چھوڑانا اور رنگ و بو دفع کرنا ضروری نہیں ۔

**سوال :-** ہر دفعہ دھونے کے بعد کپڑے کو نچوڑنا بھی ضروری ہے یا نہیں ؟

**جواب :-** اگر کپڑے کو پیشاب یا کوئی اور نجاست لگ گئی ہو جو دلدار نہیں ہے تو کپڑے کو تین مرتبہ دھوئیں۔ اور ہر دفعہ نچوڑیں۔ اور تیسری مرتبہ اپنی طاقت بھر خوب زور سے نچوڑیں۔ تب کپڑا پاک ہو گا اور اگر خوب زور سے نہ نچوڑا گیا تو کپڑا پاک نہ ہو گا۔ خوب نچوڑنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے۔ اگر دھونے والے نے اچھی طرح نچوڑ لیا لیکن اگر کوئی دوسرا شخص جو طاقت میں اس سے زیادہ ہے نچوڑے تو مزید دد ایک قطرے ٹپک سکتے ہیں تو اس کے لئے پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے۔ غرض دوسروں کی طاقت کا کوئی لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ پہلی اور دوسری دفعہ نچوڑنے کے بعد ہاتھوں کو دھو لینا بہتر ہے۔ اور اگر ہاتھ نہیں دھوئے تو تیسری بار نچوڑنے سے کپڑا بھی پاک ہو گیا اور ہاتھ بھی اور اگر کپڑے میں اتنی تری رہ گئی ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدمہ بوند ٹپکے گی تو کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں۔ پہلی یا دوسری مرتبہ ہاتھ پاک نہیں کیا اور اس کی تری سے کپڑے کا پاک حصہ بھیک گیا تو یہ بھی ناپاک ہو گیا۔ پھر اگر پہلی مرتبہ کے نچوڑنے کے بعد بھیکا ہے تو اسے دو مرتبہ دھونا چاہیئے۔ اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ کی تری سے بھیکا ہے تو ایک مرتبہ دھویا جائے۔ اسی طرح اگر اس کپڑے سے جو ایک مرتبہ دھو کر نچوڑ لیا گیا ہے کوئی پاک کپڑا بھیک جائے تو یہ دوبارہ دھویا جائے اور اگر دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد اس سے وہ کپڑا بھیکے گا تو ایک بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ کپڑے کو تین مرتبہ دھو کر ہر مرتبہ خوب نچوڑ لیا ہو کہ اب نچوڑنے سے نہ ٹپکے گا۔ پھر اس کو لٹکا دیا اور اس سے پانی پٹکا تو یہ پانی پاک ہے۔ اور اگر اچھی طرح نہیں نچوڑا تھا تو یہ پانی ناپاک ہے (مافوق)

**سوال :-** اسلام یسیر یعنی ایک آسان دین ہے لیکن کپڑا نچوڑنے کے جو تہود آپ نے سنائے انہوں نے تو کپڑا پاک کرنے کا کام بڑا لمٹھن بنا دیا ہے۔ جائے خور ہے کہ اگر شامت اعمال سے کسی پیر فانی یا خجف البدن یا بیمار کا کپڑا انجمن ہو جائے تو اس کا پاک کرنا ان کے لئے کتنا جانکاہ ہے۔ اتنی مشقت اور جانفشانی ان کی قوت برداشت سے یا ہر ہے اس لئے اللہ کی کمزور مخلوق کے لئے کوئی ایسا سہل طریقہ زیب رقم فرمائیے



جس سے ان کی یہ کٹھن منزل آسمان ہو جائے ۔

**جواب :-** کفایہ شرح ہدایہ میں فتاویٰ غانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نجس کپڑے پر پانی بہ گیا اور گمان غالب ہو گیا کہ کپڑا پاک ہو چکا ہے تو بھی جائز ہے اگرچہ اس کے بعد پھوڑا نہ ہو۔ غرض کپڑا پاک کرنے میں اعتبار دھونے والے کے ظن و گمان کا ہے۔ بجز اس صورت کے کہ کپڑا پاک کرنے والا نابالغ بچہ یا دیوانہ ہو۔ ایسی حالت میں استعمال کرنے والے کا ظن و گمان معتبر ہوگا۔ کیونکہ اسی کو اس کپڑے کی حاجت ہوگی رعاشیہ چلی علی شرح الوقایہ ۔

**سوال :-** اگر نجاست ایسی چیز میں لگی ہو جو پھوڑی نہیں جاسکتی جیسے چٹائی۔ تخت۔ زیور۔ جونی۔ برتن۔ بوتل وغیرہ۔ تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

**جواب :-** اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دنبہ دھو کر پھیر جائیں۔ جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئیں۔ جب پھر پانی ٹپکنا موقوف ہو تو پھر دھوئیں۔ اسی طرح تین مرتبہ کریں تو وہ چیز پاک ہو جائے گی ۔

**سوال :-** اگر سرکہ یا عرق گلاب یا عرق گارڈ زبان وغیرہ قسم کی کسی چیز سے جو پتلی اور پاک ہو کوئی چیز دھوئی جائے تو پاک ہو جائے گی یا نہیں ؟

**جواب :-** ہاں پاک ہو جائے گی لیکن دودھ لگی تیل وغیرہ جتنی چیز سے دھوئی جائے تو وہ چیز علیٰ حالہ ناباک رہے گی ۔

**سوال :-** اگر کوئی ایسی چیز ہو جس میں نجاست جذب نہ ہوئی جیسے کاج یا چینی کے برتن یا مٹی کا ردغنی یا پرانا استعمالی چکنا برتن یا تانبے پتیل لوہے وغیرہ دھالوں کی چیزیں تو اس کے پاک کرنے کی کیا صورت ہے ؟

**جواب :-** اسے تین مرتبہ دھولینا کافی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے ۔

**سوال :-** دری ٹاٹ وغیرہ کے پاک کرنے کی کیا صورت ہے ؟

**جواب :-** دری یا ٹاٹ یا کوئی ناپاک کپڑا اگر بہتے پانی میں رات بھر پڑا رہنے دیں تو پاک ہو جائے گا۔ بہتے پانی سے پاک کرنے میں پھوڑنا شرط نہیں۔ یہ غالب گمان ہو جانا چاہیے کہ پانی نجاست کو بہا لے گیا ہوگا۔

**سوال :-** بدن یا کپڑے میں منی لگ جائے تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

**جواب :-** بدن یا کپڑے میں منی لگ کر خشک ہو گئی ہو تو کپڑے کو کھرج کر خوب کل ڈالنے سے پاک



ہو جائے گا اور اگر ہوز تر ہو تو کپڑا دھونے سے پاک ہوگا۔  
**سوال :-** اگر پاخانہ کو برمنی خون وغیرہ دلدار نجاست جوتی مونے یا چڑے میں لگ کر خشک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

**جواب :-** جوتی وغیرہ کو زمین پر خوب رگڑ کر یا کھرچ کر نجاست چھوڑ ڈالنے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔ اور اگر سوکھی نہ ہو تو بھی اگر اتنا رگڑ ڈالیں یا گھس دیں کہ نجاست کا نام و نشان نہ رہے تو پاک ہو جائے گی۔

**سوال :-** اگر پیشاب کی تسم کی کوئی نجاست جوتی یا چڑے کے مونے میں لگ جائے تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

**جواب :-** اگر پیشاب کی طرح کی کوئی نجاست جو دلدار نہیں ہے لگی تو بے دھوئے پاک نہ ہوگا۔

**سوال :-** کپڑا اور بدن کیونکر پاک ہو سکتا ہے ؟

**جواب :-** کپڑا اور بدن صرف دھونے سے پاک ہوتا ہے خواہ دلدار نجاست لگے یا بے دل کی۔

**سوال :-** چاقو۔ چھری۔ چاندی سونے کے زیور۔ آئینہ کا شیشہ۔ لوہے تانبے مٹل۔ شیشے وغیرہ کی چیزیں نجس ہو جائیں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ بھی فرما دیا جائے۔

**جواب :-** یہ چیزیں خوب رگڑ دینے یا پونچھ ڈالنے یا مٹی سے مانج ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں لیکن اگر ان چیزوں پر نقش دھکار بنے ہوں تو بے دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ نجس چاقو چھری یا مٹی اور تانبے وغیرہ کے برتن دھکتی آگ میں ڈالنے سے بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

**سوال :-** اگر زمین پر نجاست پڑ گئی اس کے بعد زمین ایسی خشک ہوئی کہ نجاست کا نام و نشان نہ رہا۔ نہ نجاست کا کوئی دسمہ ہے نہ بدلہ آتی ہے تو کس طرح پاک ہوگی ؟

**جواب :-** سوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے لیکن ایسی زمین پر تمیم کرنا درست نہیں البتہ اس جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہیں اسی طرح جو اینٹیں یا پتھر جوئے یا گارے سے زمین میں اس طرح جمادیئے گئے ہوں کہ کھوٹے بغیر زمین سے نہ نکل سکیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ خشک ہو جانے اور نجاست کا اثر زائل ہو جانے سے پاک ہو جائیں گے اور جو پتھر اور اینٹیں زمین پر پڑ چکی ہوں جوئے وغیرہ سے ان کی جڑائی نہ کی گئی ہو وہ سوکھنے سے پاک نہ ہوں گی ان کا دھونا ضروری ہے۔

**سوال :-** مٹی کے کورے برتن کی طہارت کس طرح ہوتی ہے ؟

**جواب :-** کورا برتن نجس ہو جائے اور برتن نجاست کو چوسنے یا اس میں پانی بھر دیں جب نجاست کا اثر



پانی میں آجائے تو پانی گرا کر پھر بھر دیں۔ پھر جب نجاست کا اثر پانی میں آجائے تو گرا کر پھر بھر دیں اسی طرح تکرار کرتے رہیں۔ جب نجاست کا اثر بالکل جاتا ہے رنگ اور بدبو کچھ باقی رہے تو برتن پاک ہو جائے گا۔

**سوال :-** شہد گئی اور گھی کے پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟

**جواب :-** شہد گھی تیل دودھ وغیرہ جس قدر ہوتا تھا اس سے زیادہ پانی ڈال کر جوش دیں جب پانی جل جائے

تو دوبارہ پانی ڈال کر جلائیں اسی طرح تین بار کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ جتنا گھی تیل ہوتا تھا پانی ڈال کر ہلائیں جب پانی کے اوپر آجائے تو پانی کو کسی طرح اتار دیں اسی طرح تین مرتبہ پانی الگ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ اور اگر گھی جم گیا ہو تو پانی ڈال کر ساگ پر رکھ دیں۔ جب پگھل جائے تو پانی الگ کر دیں۔

**سوال :-** اگر زمین خالص گوبر سے یا مٹی ملے گوبر سے لپی گئی ہو تو اس پر نماز ہو جائے گی ؟

**جواب :-** ایسی زمین ناپاک ہے اس پر کوئی چیز بچھائے بغیر نماز درست نہ ہوگی۔

**سوال :-** گوبر کے کنڈے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ کا کیا حکم ہے ؟

**جواب :-** ان کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے۔ یہ راکھ یا دھواں روٹی کو لگ جائے تو کچھ مضامین

**سوال :-** نجس رنگ میں کپڑا رنگا گیا ہو تو اس کپڑے کی طہارت کا کیا طریقہ ہے ؟

**جواب :-** اس کپڑے کو اتنا دھوئیں کہ پانی صاف آنے لگے پاک ہو جائے گا چاہے کپڑے سے رنگ چھوٹے یا نہ چھوٹے

**سوال :-** کھارے نجس مٹی اور نجس پانی سے برتن بنائے تو وہ کس طرح پاک ہو سکیں گے ؟

**جواب :-** وہ برتن جب تک کچے ہیں ناپاک ہیں آگ میں پک کر پاک ہو جائیں گے۔

**سوال :-** بچھونے کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور باقی سب پاک ہے اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

**جواب :-** پاک حصے پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

**سوال :-** اگر کوئی نجس کپڑا پہن کر یا نجس چھونے پر سویا اور پسینہ آگیا تو بدن اور بدن کے کپڑے پاک ہے یا نہیں ؟

**جواب :-** کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہو گا ہاں اگر اتنا بھیگ جائے کہ بچھونے میں سے کچھ نجاست چھوٹ کر بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

**سوال :-** اگر دھتلی کی ایک تہ نجس ہو تو اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

**جواب :-** اگر دو ذرتیں مٹی ہوئی نہ ہوں تو پاک ہے کی طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر سلی ہوئی ہوں تو پاک نہ پڑھی نماز نہ ہوگی۔



سوال۔ نجس تیل بدن پر ملا یا سر میں ڈالا تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب۔ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ صابن لگا کر یا کھلی ڈال کر تیل کا چھوڑنا

ضروری نہیں۔

سوال۔ کتا یا بندر آٹے میں منہ ڈال دے تو اس آٹے کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

جواب۔ کتے نے آٹے میں منہ ڈال دیا یا بندر نے جو کھا کر دیا تو اگر آٹا گنہ صاف ہوا ہو تو جہاں منہ ڈالا

ہے اتنا نکال ڈالیں۔ باقی استعمال میں لائیں۔ اور اگر آٹا خشک ہو تو جہاں جہاں صابن لگا ہو اس کو نکال ڈالیں باقی پاک ہے۔

سوال۔ اگر پا جامہ گینا ہو اور ہوا خارج ہو تو پا جامہ پاک رہے گا یا نہیں

جواب۔ اس سے پا جامہ نجس نہیں ہوتا

سوال۔ نجس پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے کے ساتھ پاک کپڑے کو لپیٹ کر رکھ دیا یا اس کی ٹری پاک کپڑے

میں آگئی لیکن نہ تو گھس میں نجاست کا کچھ رنگ آیا اور نہ بد بو آئی تو کپڑا پاک رہے گا یا نجس ہو جائے گا؟

جواب۔ اگر یہ پاک کپڑا اتنا بھیگ گیا ہو کہ پھوڑنے سے ایک آدمہ قطرہ ٹپک پڑے یا پھوڑتے وقت

ہاتھ بھیگ جائے تو پاک کپڑا بھی نجس ہو جائے گا اور اگر اتنا نہ بھیگا ہو تو پاک رہے گا۔

سوال۔ کیا لکڑی کے ایسے تختے پر جس کی ایک طرف نجس اور دوسری پاک ہو نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب۔ اگر تختہ اتنا موٹا ہے کہ پیچ سے چر سکتا ہے تو اس کی پاک جانب پر نماز پڑھنا درست ہے اور نہ نہیں۔

سوال۔ اگر جائز میں نجاست لگی ہو یا کسی کپڑے میں نجاست لگ کر اُسی طرف رہ گئی اور اس نے دوسری

جانب اثر نہیں کیا تو اس جائز اور کپڑے پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ نماز پڑھتے وقت جائز میں دونوں ہاتھ دونوں پاؤں پیشانی اور ناک رکھنے کی جگہ کا

پاک ہونا ضروری ہے۔ باقی جگہ اگر نجس ہو تو نماز میں خلل نہیں آتا۔ اس نماز میں نجاست کے قریب سے بچنا چاہیے۔

اور اگر کپڑے میں نجاست نے دوسری طرف اثر نہیں کیا تو اس کو کوٹ کر دوسری طرف جہاں نجاست نہیں

لگی ہے نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں اگرچہ کتنا ہی دبیز ہو سوائے اس صورت کے جبکہ نجاست واضح ہو دے الگ ہو۔

سوال۔ پاخانہ پیشاب کے بعد ڈھیلوں سے استنجا کر لیا۔ پھر سخت گرمی کے وقت اس جگہ سے

پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن میں لگا تو وہ نا پاک ہو جائیں گے یا نہیں؟



جواب - اس پسینہ سے بدن اور کپڑا ناپاک نہ ہوں گے۔

سوال - اگر نماز پڑھتے وقت جیب میں انڈا ہو یا ایسی شیشی ہو جس میں قارورہ یا شراب یا خون ہے

تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب - جیب کے انڈے سے نماز ہو جائیگی اگرچہ اس کی زردی خون ہو چکی ہو لیکن اس شیشی کے ساتھ

نماز نہ ہوگی جس میں پیشاب یا شراب یا خون ہو۔

سوال - اگر کپڑے کے متفرق حصوں میں نجاست لگی ہو جس کا مجموعہ درہم کے برابر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب - کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی ہو مگر کسی جگہ درہم کے برابر نہیں البتہ مجموعہ درہم

کے برابر ہے تو درہم ہی متصور ہوگی اور زائد ہے تو زائد۔ نجاست خفیفہ میں بھی مجموعہ ہی پر حکم دیا جاتا ہے۔

سوال - درہم کے برابر یا کم و بیش کے کیا معنی ہیں؟

جواب - اگر نجاست غلیظہ یعنی گاڑھی ہو جیسے پاخانہ گوبریدہ تو درہم کے برابر یا کم۔ اس سے مراد اس کا وزن

یعنی ساڑھے تین ماٹھہ ہے اور اگر پتلی ہو جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو درہم سے اس کا طول و عرض مراد ہے۔

اور شریعت نے درہم کے طول و عرض کی مقدار کف دست کی گہرائی کے برابر بتائی ہے یعنی پھتیلی کو خوب پھیلا کر ہوا

رکھیں پھر اس پر آہستگی سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زیادہ نہ ٹھیر سکے۔ اب پانی کا جتنا پھیلاؤ ہے اس کو درہم

سمجھ لیجئے۔ اس کا قریب الفہم پھیلاؤ ہمارا رویہ ہے۔

سوال - اگر کسی نے نجاست دور کئے بغیر نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب - اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ نجاست غلیظہ لگ گئی تو اس کا دھونا اور پاک کرنا

فرض ہے۔ پاک کئے بغیر نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی اور قصد اگر بھی تو پڑھنے والا گنہگار ہوا اور اگر درہم کے برابر

ہے تو اس کا پاک کرنا واجب ہے۔ پاک کئے بغیر نماز پڑھ لی تو مکروہ تحریمی ہوئی۔ پس ایسی نماز کا لوٹنا واجب ہے

اور قصد اگر بھی تو گنہگار بھی ہوا۔ اور اگر درہم سے کم ہے تو اس کا پاک کرنا سنت ہے۔ پاک کئے بغیر نماز ہو جاتی

ہے۔ لیکن اگر اس نماز کو لوٹا لیا جائے تو بہتر ہے۔

سوال - اگر نجاست غلیظہ یا خفیفہ کا ایک قطرہ پانی میں جا پڑے تو پانی پاک رہے گا یا نہیں؟

جواب - نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے جو احکام اوپر والے قرطاس ہوئے وہ اس وقت میں جبکہ نجاست

بدن یا کپڑے میں لگی ہو۔ اگر نجاست پانی یا سر کے وغیرہ کسی تہی چیز میں گرے خواہ نجاست غلیظہ ہو یا خفیفہ تو پانی یا سر



سب کا سب ناپاک ہو جائے گا اگرچہ ایک قطرہ گرے بجز اس صورت کے کہ پانی کثیر مقدار میں یعنی کم از کم دہ درہ ہو۔  
سوال۔ انسان کے بدن سے نکلنے والی کون سی چیز نجاست غلیظہ ہے؟

جواب۔ انسان کے بدن سے جو لمبی چیز نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو تو وہ نجاست غلیظہ ہے جیسے پاخانہ پیشاب۔ جاری خون۔ پیپ۔ حیض۔ نفاس اور استحاضہ کا خون، منی، بھئی، وری اور منہ بھرتے۔  
سوال۔ ناف یا پستان سے درود کے ساتھ جو پانی نکلے اور بلغمی رطوبت اور شیرخوار بچے کی کچی کے پیشاب کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ ناف یا پستان سے درود کے ساتھ جو پانی نکلے وہ نجاست غلیظہ ہے۔ دودھ پیتے بچے اور لڑکی کا پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے۔ شیرخوار بچے نے دودھ ڈال دیا۔ اگر منہ بھرے تو وہ بھی نجاست غلیظہ ہے بلغمی رطوبت جو ناک یا منہ سے نکلتی ہے وہ ناپاک نہیں۔

سوال۔ عکاشہ بن محضن آسدی رضی اللہ عنہ کی بہن اُم قیس بنت محضن صحابیہ اپنا صغیر السن بچہ جس نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا، سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائیں۔ آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگو کر پیشاب کی جگہ پر بہا دیا اور اس کو دھویا نہیں۔  
رواہ البخاری وسلم۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیرخوار بچے کا پیشاب جس نے ابھی اناج نہیں کھا یا نجس نہیں ور نہ آپ کپڑے کو اچھی طرح مل کر دھوئے۔

جواب۔ گو اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیرخوار بچے جس نے ابھی اناج نہیں کھایا اس کے پیشاب پر پانی بہا دینا کافی ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک بہر حال دھونا ہی چاہیے یہ دونوں بزرگ حفظ نضح سے جو حدیث میں آیا ہے دھونا مراد لیتے ہیں۔ اور حدیث میں جو آگے مذکور ہے کہ کپڑے کو دھویا نہیں اس سے ان دونوں نے یہ مراد لی ہے کہ دھونے میں مبالغہ نہ کیا گیا۔ یہ دونوں امام نضح کے معنی دھونا اس لئے لیتے ہیں کہ حدیث اشتدّیٰ مَوَا مِنْ الْبُؤْلِ (پیشاب سے پاکی حاصل کرو) اور بعض دوسری حدیثیں اسی کی تائید کرتی ہیں کہ ہر ایک پیشاب دھونا چاہیے۔

سوال :- کیا مُردار کا چمڑہ کسی طرح پاک ہو سکتا ہے؟

جواب۔ ہاں وباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے چنانچہ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قریش کے چند افراد اپنی مری ہوئی بکری کو گھسیٹتے ہوئے لئے جا رہے تھے سربراہ بنی سلمہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ان سے فرمایا کہ کاش تم نے اس کا چمڑہ لے لیا ہوتا۔ انہوں نے کہا یہ مُردار ہے۔ ذبح کی ہوئی بکری نہیں ہے۔



آپ نے فرمایا کہ اس کو پانی اور کیکر کہتے پاک کر دیتے ہیں۔ یعنی دباغت سے مردار کا چمڑہ پاک ہو جاتا ہے۔ روئے  
احمد و ابو داؤد۔

سوال۔ اگر ناپاک کپڑا پورے موسم برسات میں دیوار پر پڑا رہا اور کبھی بچوڑا نہیں گیا یا ناپاک کپڑے پر اس  
قد پانی ڈالا گیا کہ ازالہ نجاست ہو گیا مگر کپڑا بچوڑا نہیں گیا تو کپڑا پاک ہوا یا نہیں؟  
جواب۔ وہ کپڑا پاک ہو گیا۔

سوال۔ خش زمین پر پاک پانی زیادہ مقدار میں بہا دیا جائے تو زمین پاک ہو جائے گی یا نہیں؟  
جواب۔ زمین پاک ہو گئی اور پانی بھی پاک ہے۔

سوال۔ حیض اور نفاس سے فارغ ہونے کے بعد عورت کو جو سفیدی آتی ہے وہ کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو بدن  
اور کپڑا پاک رہے گا یا نہیں؟

جواب۔ رطوبت فرج خارج پاک اور رطوبت فرج داخل ناپاک ہے۔ پس اگر وہ سفید پانی اندر  
سے آیا ہے تو ناپاک ہے اور قدر ویم سے زیادہ بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو دھوئے بغیر نماز نہ ہو گی۔  
سوال۔ گھوڑی اور گدھی کا دودھ پاک ہے یا ناپاک؟

جواب۔ گدھی اور تمام دوسرے حرام جانوروں کا دودھ نجس ہے۔ البتہ گھوڑی کا دودھ پاک ہے مگر  
اس کا پینا جائز نہیں۔

سوال۔ چوبے کی سنگنی گہیوں میں مل کر لیس گئی یا تیل میں جا پڑی تو آٹا اور تیل پاک ہیں یا نجس؟

جواب۔ آٹا اور تیل دونوں پاک ہیں۔ ہاں اگر اس کی وجہ سے مزے میں فرق آجائے تو نجس ہے اور  
اگر روٹی کے اندر ملی تو اس نے اس پاس سے گھوڑی سی روٹی الگ کر کے باقی کھا سکتے ہیں۔

سوال۔ اگر کوئی بت پرست یا مجوسی یعنی آتش پرست حلال جانور مثلاً بھیر مری کو ذبح کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ خشکی کا وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے شرعی ذبح کے بغیر مرجائے تو وہ مردار ہے اگرچہ  
ذبح کیا گیا ہو اسی طرح مجوسی یا بت پرست یا مرد کا ذبح اگرچہ اس نے کسی حلال جانور مثلاً بھیر مری وغیرہ کو ذبح  
کیا ہو اس کا گوشت پلوست سب ناپاک ہو گیا۔

سوال۔ دانہ چینی کو صاف کرنے کے لئے ہڈیوں کی راکھ استعمال کرتے ہیں۔ یہ ہڈیاں حلال و حرام

ہر قسم کے جانوروں کی ہوتی ہیں اس چینی کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟



جواب۔ جھلانے سے ہڈی پاک ہو جاتی ہے خواہ کسی جانور کی ہو پس دانہ چینی ظاہر و حلال ہے۔

سوال۔ لاشی کی عادت ہے کہ چلنے میں گرمی کے باعث سونڈ کے ذریعہ سے شکم کا پانی نکال کر اپنے بدن پر چھڑکا کرتا ہے اور جو لوگ لاشی پر سوار ہوتے ہیں ان کے کپڑوں پر کچھ نہ کچھ ضرور پڑتا ہے یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟  
جواب۔ یہ پانی نجس ہے۔

سوال۔ داد کے کھلانے سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟۔ اگر ناپاک ہے تو کپڑے میں اس کا داغ کہاں تک معاف ہے؟  
جواب۔ یہ پانی نجس مغلطہ ہے۔ اگر اس کا داغ پھیلاؤ ہیں ایک روپیہ سے زیادہ نہ ہو تو بخار ہو جائے گی مگر اس کا دھو ڈالنا بہتر ہے۔

سوال۔ اگر پیپ لبو وغیرہ کوئی نجاست کپڑے کو لگ جائے مگر درہم کی مقدار یعنی روپے کے پھیلاؤ سے کم ہو اور اس کی کیفیت یہ ہو کہ ابھی وہ زخم کے منہ سے نہ کر علیحدہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ کپڑے کو لگ گئی اور پھر پانی پڑنے سے وہ درہم سے بھی راند ہو گئی تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں؟

جواب۔ جو پیپ زخم سے باہر نہیں ہی وہ ناپاک نہیں ہے۔ اگر کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا اگرچہ مقدار درہم سے زیادہ ہو۔ پانی پڑ کر زیادہ ہو جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

سوال۔ گدیے اور رضائی میں نجاست غلیظہ پڑ جائے تو روئی نکال کر پاک کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب۔ روئی نکالنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو روئی سمیت تین مرتبہ دھو ڈالنا کافی ہے۔ اگر پھوٹنے میں دشواری ہو تو تین بار پانی بہا دینا اور ہر بار قطعاً طہیرہ جانا کافی ہے۔ اور اگر نچوڑنا دشوار نہ ہو تو تینوں بار نچوڑنا چاہیئے ورنہ کچھ ضروری نہیں۔

سوال۔ پھلی کا پتہ پاک ہے یا نہیں۔ اور سانپ کے تیل کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ دونوں چیزیں ناپاک ہیں۔ پھلی کا پتہ مکروہ تحریمی ہے۔

سوال۔ اگر گندھک کو شراب میں اتنا پکایا جائے کہ شراب باقی نہ رہے تو گندھک پاک ہو جائیگی یا نہیں؟

جواب۔ وہ گندھک ہرگز پاک نہ ہوگی۔

سوال۔ منہ سے اتنا خون نکلا کہ ہشوک سرخ ہو گیا۔ ایسی حالت میں لوٹے یا کٹورے کو منہ لگا کر کلی کے پے

پانی نیا تو ڈٹا کٹورا اور ان کے اندر کا کل پانی نجس ہو جائے گا یا نہیں؟



جواب۔ کل پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اس لئے ایسی حالت میں چلو سے پانی لے کر کلی کرنی چاہیے۔ اس کے بعد نافہ دھو کر دوبارہ کلی کے بٹے پانی لیں۔

سوال۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ آنکھ دیکھنے میں آنکھوں سے جو پانی بہتا ہے وہ نجس اور ناقض وضو ہے اگر وہ پانی کپڑے میں ایک دم سے زیادہ جگہ کو لگ جائے گا تو نماز نہ ہو گی کیا یہ صحیح ہے؟  
جواب۔ در مختار میں ہے کہ وہ آنسو اور پانی وغیرہ جو دیکھتی آنکھ سے نکلے نجس اور ناقض وضو ہے مگر علامہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اس کا پیپ ہونا ظاہر نہ ہو نجس اور ناقض وضو نہیں۔

سوال۔ جس پانی کے تینوں وصف رنگ بو اور مزہ نجاست کے پڑنے سے بدل چکے ہوں اس کا کیا حکم ہے؟  
جواب۔ اس کا استعمال کسی طرح درست نہیں۔ نہ جانوروں کو پلانا درست ہے۔ نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنا سکتے ہیں اور اگر تینوں وصف نہیں بدلتے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا درست ہے۔

سوال۔ نجاست کے باقی ماندہ اہم و ضروری احکام کیا ہیں؟

جواب۔ مردے کے منہ سے جو پانی بہے وہ نجس ہے۔ نجاست غلیظہ خفیفہ میں مل جائے تو مجموعہ غلیظہ بن جاتی ہے پھر دھوئے گا عاب و یسینہ پاک باقی کی سونڈ کی رطوبت اور شیر کتے چیتا اور دوسرے دھندے پو پاؤں کا عاب نجاست غلیظہ ہے چمکاؤٹکا پیشاب اور بیٹ دونوں پاک ہیں ریشم کے کپڑے کی بیٹ اور اس کا پانی ناپاک ہے آدمی کی کھال اگرچہ ناعن برابر ہودہ و دودھ سے کم پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی ناپاک ہو گیا اور خود ناعن گر جائے تو ناپاک نہیں ہوتا۔ آنکھوں میں ناپاک سرمہ یا کاجل لگایا اور پھیل گیا تو دھونا واجب ہے اور اگر آنکھوں کے باہر لگا ہو تو معاف ہے۔ گدھا یا کوئی اور نجس جانور نمک کی کان میں گر کر مر گیا اور پھر کچھ مدت کے بعد نمک ہو گیا تو وہ نمک پاک اور حلال ہے۔ مٹی میں ناپاک بھس ملا یا۔ اگر قبیل مقدار میں ہو تو پاک ہے اور اگر زیادہ ہو تو جب تک سوکھ نہ جائے ناپاک رہے گا۔ گوشت یا تلی یا کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا پاک ہے۔ ناپاک چیز کا دھواں کپڑے یا بدن کو لگے تو ناپاک نہیں۔ اسی طرح ناپاک چیز کے جلانے سے جو بخارات اٹھیں ان سے بھی کپڑا نجس نہ ہو گا۔ اگرچہ ان سے پورا کپڑا تر ہو جائے۔ لیکن اگر کپڑے میں نجاست کا اثر ظاہر ہو تو نجس ہو جائے گا۔ پاخانہ پر سے مکھیاں اڑ کر کپڑے پر بیٹھیں تو کپڑا نجس نہ ہو گا راستہ کی کپڑا اس وقت تک پاک ہے جب تک اس کے نجس ہونے کا کوئی ثبوت نہ ملے۔ پس اگر پاؤں یا کپڑے میں لگ گئی اور دھوئے بغیر نماز پڑھ لی تو ہو گئی۔ مگر پھر بھی اس کا دھو لینا بہتر ہے۔



بارش کے دن جو کچھ ٹرکوں اور ہزاروں میں ہوتا ہے وہ پاک ہے۔ ٹرک پر پانی چھڑکا جا رہا تھا زمین پر چھینٹیں اڑ کر پڑے پڑیں تو کپڑا نجس نہیں ہوا لیکن دھولیں تو بہتر ہے۔ کنوئیں کا ناپاک پانی خشک ہو جائے تو کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ تنور یا توبے پر ناپاک پانی کا چھینٹا پڑا۔ اور آئینے سے اس کی تری جاتی رہی۔ تو اب جو روٹی اس پوچھائی گئی وہ پاک ہے۔ کسی دوسرے سلمان کے کپڑے میں نجاست لگی دیکھی اور غالب گمان ہے کہ اس کو مطلع کرے گا تو وہ کپڑا پاک کر لے گا۔ تو اس کو اس نجاست کی اطلاع دینا واجب ہے۔ اتالاب یا کنواں جو کسی کی زمین میں ہو اس سے انسان اور حیوان پانی پینے کا حق رکھتے ہیں اور مالک کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں۔ البتہ پینے کے سوا کسی اور ضرورت میں مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا مثلاً اس سے کھیت کی آبپاشی کرنا درست نہیں۔ غلہ کا منے کے وقت بیل غلے پر پیشاب کر دے تو وہ ضرورت کی وجہ سے معاف ہے اس سے غلہ پاک نہ ہو گا۔ اور اگر اس موقع کے سوا کسی دوسرے وقت میں پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا۔

شیر کی چربی نجس ہے اگر طیب حاذق کی رائے میں مریض کے مرض کا علاج شیر کی چربی سے سوا کچھ اور نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن نماز کے وقت اس چربی کو دھونا نہ ہو گا۔ راستوں کی کچھڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔ پھل وغیرہ کے کپڑے پاک ہیں۔ لیکن ان کا کھانا حرام ہے۔ کھانے کی چیزیں اگر مٹ جائیں اور بوجھ لگیں جیسے گوشت حلال وغیرہ تو ناپاک نہیں ہوتیں مگر نقصان دہ ہونے کے باعث ان کا کھانا ممنوع ہے۔ عین اور رشک اور اس کا نافہ پاک ہے۔ حلال جانور کا گندا ناپاک ہے۔ سانپ کی کچلی پاک ہے۔ نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں پاک ہے۔ اگر وہ جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ پاک ہے جیسے نوشادر جو نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔ سانپ کی کچلی پاک اور اس کی کھال ناپاک ہے۔ جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ وہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری تیسری دفعہ کا۔ مردہ انسان جس پانی سے نہلا یا جائے وہ پانی نجس ہے۔ مردہ انسان کے منہ کا لعاب بھی نجس ہے۔ زندہ انسان کے منہ سے سوتے وقت جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔

دودھ دھونے وقت دو ایک سنگی دودھ میں پڑ جائے یا قھوڑا سا گوبر گر جائے تو اس سے دودھ ناپاک نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالا جائے۔ چار پانچ ہال کے رٹکے اور دیوانے کے وضو کا بچا ہوا پانی مستعمل پانی نہیں مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اور اس سے وضو یا غسل بھی نہیں ہو سکتا۔ وہ شخص جس کو نہانے کی حاجت ہو آب نہزم سے غسل نہ کرے بلکہ بے وضو بھی اس سے وضو نہ کرے۔ ماء زمزم سے ناپاک چیزوں کو



دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے۔ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دی جائے اس طرح کہ نجاست کی بوند آئے تو وہ پاک ہے۔ جن مقامات پر خدائے برتر کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے ثمود اور عاد کی قوم، اس مقام کے پانی سے وضو اور غسل مکروہ ہے۔ ناپاک چنی یا ناپاک تیل کا صابون بنایا جائے تو صابون پاک ہوگا قصہ کے مقام کو یا کسی اور عضو کو جو خون پیپ کو نکلنے سے بچس ہو گیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو صرف تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے۔

ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے پھینٹیں اڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں بشرطیکہ اس نجاست کا کچھ انراں چھینٹوں میں نہ ہو۔ وہ رطوبت جو انسان کے بدن سے نکلے اور وضو نہ توڑے وہ نجس نہیں۔ مثلاً خون جو بہ کر نہ نکلے یا تھوڑی سی کہ منہ بھر نہ ہو ناپاک نہیں۔ جب حارث میں بہنے والی رطوبت منوط صرف چپک ہو پاک ہے۔ پائخانہ اور پیشاب کے وقت چاند یا سورج کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ نہراور تالاب وغیرہ کے کنارے پائخانہ یا پیشاب کرنا مکروہ ہے اگرچہ نجاست نہراور تالاب میں نہ گرے۔ اسی طرح ایسے درخت کے نیچے بھی جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں۔ اور پھل پھول والے درخت کے نیچے جاڑوں میں جہاں لوگ دھوپ لینے بیٹھتے ہوں۔ اسی طرح مسجد اور عید گاہ کے اس قدر قریب جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو اور قبرستان یا ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں۔ علاوہ انہیں راستے میں ہوا کے رخ پر یا راستے کے قریب یا سوراخ میں یا قافلہ یا کسی مجمع کے قریب الغرض ہر ایسی جگہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں پیشاب پائخانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح ایسی جگہ بھی مکروہ ہے جہاں سے نجاست بہ کر اپنی طرف آئے۔

اکہرے کپڑے میں ایک طرف درہم یعنی ایک روپیہ کے پھیلاؤ سے کم نجاست لگی ہو اور دوسری طرف سرایت کر جائے ہر طرف درہم سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ درہم سے کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی۔ ہاں اگر کپڑا دوہرا ہو اور دونوں ہوں کو ملا کر مقدار درہم سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی۔ اور معاف نہ ہوگی۔ اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کی جگہ کوئی ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور زخم پھر جائے تو وہ ناپاک چیز خود بخود پاک ہو جائے گی (دشائی) دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا ایک طرف سے ناپاک ہو جائے اور دوسری جانب پاک ہو تو کل ناپاک منصور ہوگا۔ اس پر نماز درست نہیں۔

سوال۔ گھٹی میں چوہا گر کر گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟



جواب۔ گھی اگر جما ہوا ہو تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال ڈالیں باقی گھی پاک ہے اور اگر گھی پگھلا ہو تو تو تمام گھی ناپاک ہے۔ اس کے پاک کرنے کا طریقہ اوپر لکھا گیا ہے۔

## فصل ۵۔ استنجا کا بیان اور پیشاب پاخانہ کی احتیاطیں

سوال۔ استنجا کسے کہتے ہیں؟

جواب۔ پیشاب یا پاخانہ کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی ہو اس کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔

سوال۔ پیشاب کے بعد استنجا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب۔ پیشاب کرنے کے بعد پتھر یا مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کے قطرہ کو پائیں، پانچ سے چھٹکے یا گھریں اس کے بعد پانی سے دھو ڈالیں۔

سوال۔ پیشاب کے قطرے کو ڈھیلے سے خشک کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب۔ ڈھیلا لینا سنت فاروقی ہے۔ یُصَنَّفُ ابْنُ ابْنِ شَيْبَةَ فِي مَنْقُولٍ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ عَنْ يَسَارِ بْنِ مَعْمَرٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ إِذَا بَالَ هَسَلَحَ ذَكَرَهُ بِحَائِطٍ أَوْ حَجَرٍ وَحَمَّ يَمْسُهُ مَاءٌ لَيْفِيَّ حَفَرَتِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِشَبَابٍ كَرَنَ كَيْفَ بَعْدَ أَتَا مَتَرًا دَلَّوْرًا بِمَتَرٍ يَبْهَرُ بَعْدَ تَرْتِيبِهِ أَوْ اس كُوْ بَانِي نَه لَكَائِي أَوْرَشَاهُ وَلِي اللّٰهُ مَحْدُثٌ دَلَّوْرِي نَه اَزَالَتِ الْخَفَاءِ فِي لَكْهَائِي كَرَنَ كَرَنَ بِدِ اَهْلِ السُّنَنِ كَا اِجْمَاعٍ هَـ (مظاہر حق) اَزَالَتِ الْخَفَاءِ فِي اس كَيْ بَعْدِيَهْ بَیْ هَـ : سَوَلِيسْ فِيْهِ حَدِیْثٌ مَرْفُوعٌ اِنَّمَا هُوَ مَذْهَبٌ عَمَرُ قِيَاسًا عَلٰی اَلَا سْتَنْجَا مِنْ اَلْمَخَائِطِ اَطْبَقَ عَلٰی تَقْلِيدِهِ اَلْعُلَمَاءُ۔

سوال۔ سنت فاروقی کا اتباع کہاں تک ضروری ہے؟

جواب۔ حضرت شافع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری سنت کو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ چونکہ حضرت عمرؓ خلیفہ راشد تھے ہم پر ان کی پیروی لازم ہے۔

سوال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈھیلے سے قطرہ پیشاب کو خشک کرنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں اس لئے پیشاب کے بعد ہرگز ڈھیلا نہ لینا چاہیئے کیونکہ یہ بدعت ہے؟

جواب۔ ایسا کہنا سخت گمراہی اور بے عقلی کی بات ہے۔ پیشاب سے پاکی حاصل نہ کرنا کبیرہ گناہ اور بطلان نماز کا سبب ہے۔ جس کا مزاج قوی ہو اور اسے قطرہ نہ آنے کا یقین ہو تو اس کو پانی کافی ہے اور جس کو



قطرہ دیر تک آتا ہو اس پر لازم ہے کہ پانی سے دھونے سے پیشتر اس کو ڈھیلے سے خشک کرے۔ اگر حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھیلہ لینا ثابت نہیں ہوا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا مزاج مبارک قوی تھا۔ آپ کو پیشاب کے بعد ڈھیلہ لینے کی حاجت نہ تھی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالفرض کبھی سہل نہ لیا ہو اور آج طبیب کسی کو جلاب لینے کا حکم دے اور وہ کہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جلاب نہیں لیا اس لیے میں خلافت سنت نہیں کروں گا تو یہ اس کی جہالت ہوگی۔ انسان کو شارع علیہ السلام کی غرض معلوم کرنی چاہیے۔ حضور اقدس نے ہمیں طہارت کی تاکید کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عذاب قبر عموماً پیشاب کے قطروں سے احتیاط نہ کرنے پر ہوتا ہے۔ پس پیشاب سے پاکی کیا کرو۔ اور فرمایا کہ پیشاب سے پرہیز کرو۔ سب سے پہلی چیز جس کے باعث بندہ قبر میں گرفتار حساب ہو گا یہی قطرات پیشاب سے احتیاط نہ کرنا ہے۔ (رواۃ الطبرانی) اور جس کو اسلاف کی کسی لظیر پر اصرار ہو اس کے لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سنت کافی ہے۔

سوال۔ ڈھیلے سے استنجا نہ کرنے میں کیا خرابی لازم آتی ہے؟

جواب۔ جس کی قوت ماسکہ کمزور ہو اس کو اس طرح قطرہ آجاتا ہے جس کی بعض اوقات انسان کو خیر بھی نہیں ہوتی۔ پس جو لوگ پیشاب کر کے ڈھیلہ نہیں لیتے۔ غلبہ ہے کہ چار پانچ مرتبہ ڈھیلہ لینے کے بعد پیشاب کی نجاست قدر درہم سے زیادہ ان کے پانچامہ میں لگ جاتی ہوگی۔ جو مانع صلوٰۃ اور منافی صحت اداست ہے

سوال۔ کیا پیشاب کے بعد طہارت کے لیے ڈھیلہ لینا ہی ضروری ہے یا حصول پاکیزگی کا کوئی اور ذریعہ ہے؟

جواب۔ کتب فقہ کی رو سے ہر شخص اپنی عادت مستمرہ کے بموجب طریق عمل اختیار کرنے کا مجاز ہے۔ چنانچہ علامہ احمد طحاوی رقم طراز ہیں کہ مرد کو پاکی حاصل کرنا لازم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مخرج کو پیشاب کے اثر ترشح سے بری کیا جائے یہاں تک کہ اس تری کی بندش کے بعد بول کا اثر پوری طرح زائل ہو جائے۔ پاکی حاصل کرنے کا طریقہ اس کی اپنی عادت پر موقوف ہے جو کچھ کسی کا معمول ہو اس کے مطابق عمل میں لائے۔ پاکی حاصل کرنے کے چند طریقے ہیں۔ (۱) چلنا (۲) کھنکارنا۔ (۳) بائیں پہلو پر لیٹنا (۴) زمین پر پیر بارنا (۵) عضو تناسل کو زمی سے پھوڑنا۔ پس استنجا کسی ایک طریقہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اور وضو کا اقدام اس وقت تک صحیح نہ ہو گا جب تک قطرہ بول کے بند ہو جانے کی طرف سے اطمینان ملے نہ ہو جائے۔ (حاشیہ طحاوی رد علی مرقی الفلاح شرح نور الایضاح صفحہ ۳۶) غرض ڈھیلہ لینے کے علاوہ کھنکار کر پانی سے دھونے اور دوسرے طریقوں میں بھی پاکیزگی کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ لوگ قابل ملامت ہیں جو نہ تو ڈھیلہ لیتے ہیں۔ نہ کھنکاتے ہیں اور نہ کوئی اور طریقہ اختیار کرتے ہیں بلکہ پیشاب کر کے معاً مخرج کو پانی سے دھو ڈالتے



پر اکتفا کرتے ہیں شرعی نقطہ نظر سے استنجے کی کوئی کیفیت مخصوص نہیں اور نہ کوئی عدد مسنون ہے۔ مقصود پاکیزگی ہے وہ جس طریق سے بھی حاصل ہو جائے کافی ہے اور فقہانے جو کیفیات بتلائی ہیں انہوں نے ان کو شرعی حکم نہیں بتلایا بلکہ اپنے خیال میں جس کیفیت کو کسی نے حصول پاکیزگی کا ذریعہ سمجھا اسے لکھ دیا۔

**سوال**۔ خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بول کے بعد ڈھیلہ لیا یا نہیں اور اگر کیا تو اس کا کیا ثبوت ہے ؟  
**جواب**۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ صراحۃً ثابت نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بول کے بعد کبھی ڈھیلہ یا پتھر یا ہوا البتہ ابو داؤد اور نسائی نے حکم بن سفیان سے روایت کی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بال توضع و نضح فرجہ یعنی جب آپ پیشاب کرتے تو اندام نہانی پر پانی چھڑکتے اور وضو کرنے لگتے۔ شیخ عبدالحی دہلوی نے اس کے یہ معنی لکھے ہیں کہ آپ بول کر کے پانی سے استنجا کرتے اور پھر وضو کر لیتے تھے۔  
 (مجموع فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد سوم صفحہ ۳۴)

**سوال**۔ اگر امام نے بول کے بعد پانی سے استنجا کر لیا اور ڈھیلہ نہ لیا تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟  
**جواب**۔ بول کے بعد ڈھیلہ لینا نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت ہے۔ دونوں کو جمع کرنا یعنی ڈھیلہ لینے کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل درجے میں ہے۔ ہر شخص اپنی حالت کو جانتا ہے۔ پس اگر کسی نے پانی پر اکتفا کیا اور ڈھیلہ نہیں لیا اور اس کو اطمینان ہے کہ پانی سے استنجا کر لینے کے بعد پیشاب کا قطرہ نہیں نکلے گا۔ تو اس کو طہارت حاصل ہو گئی کیونکہ پانی نجاست کو دور کرنے والا ہے۔ لہذا فی البحر الرائق۔ پس اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ایضاً صفحہ ۳۵

**سوال**۔ ڈھیلہ نہ لینا رافضیوں اور غیر متقلد و کاشعار میں ہے۔ چونکہ ڈھیلہ نہ لینے میں ان کی مشابہت لازم آتی ہے، اس لیے اہل سنت کو لازماً ڈھیلہ لینا چاہیے ؟

**جواب**۔ کسی کام میں مخالف دین سے تشبہ اس وقت مذموم و ممنوع ہے جب تشبہ کا قصد بھی ہو ورنہ تشبہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ فی البحر الرائق اعلم ان التشبہ باہل الکتاب لا یکدر فی کل شئی فانا ناکل ونشرب کما یفعلون انما الحرام التشبہ فیما کان مذموماً و فیما یقصد بہ التشبہ یعنی بحر الرائق میں ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ ہر کام میں تشبہ ناپسندیدہ نہیں۔ پنا پتھر ہم بھی اسی طرح کھاتے اور پیتے ہیں جس طرح وہ کھاتے پیتے ہیں۔ حرام تشبہ وہ ہے جو ہوسے کاموں میں یا ان افعال میں جو حق میں تشبہ کا قصد کیا جائے۔ (ایضاً صفحہ ۳۵)

**سوال**۔ اگر کسی شخص نے پاخانہ یا پیشاب کے بعد ڈھیلہ لے لیکن پانی سے استنجا نہ کیا اور اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟



جواب: بدن کی حرارت جائزہ ۱۰۰ درجہ نچاست کو اعلیٰ یعنی سو درجہ ذکر اعلیٰ طبقہ دہرے متجاوز کر کے  
 اطراف میں پہنچا دیتی ہے۔ بجائے دو حال سے قافی نہیں۔ اول یہ کہ اگر قدر درجہ سے زائد ہو تو طہارت حاصل کرنے  
 کے لئے اس جگہ کا دعویٰ ضروری ہے۔ دوسرے بغیر نماز جائز نہ ہوگی۔ دوم یہ کہ جس قدر نچاست متجاوز ہوئی ہے وہ درجہ کی  
 مقدار سے کم ہو تو پانی سے اس کا تیزا واجب ہے۔ اگر اس کو پانی سے نہ دھویا جائے گا تو کراہت تحریمی کے ساتھ  
 نماز ہو جائے گی اور اگر وقت باقی ہو گا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہو گا۔ درجہ کی مقدار متوسط الحال کفایت  
 کی وہ پہنائی ہے جس میں پانی تیز نہ کرے۔ کما تر

سوال: اگر نچاست مخرج سے متجاوز نہ ہوئی ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نچاست اپنے جائے خروج سے متجاوز نہ ہوئی ہو تو اس کی تطہیر پانی سے یا ڈھیلے پتھر سے جسے استنجا  
 کہتے ہیں سنت مؤکدہ ہے اور دونوں کا جمع کرنا افضل ہے۔ وہ اختیار اور دوسری کتب فقہ کی عبارت اسی امر پر  
 دلالت کرتی ہے لیکن محققین حنفیہ کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کا جمع کرنا سنت مؤکدہ ہے بنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے بیت الخلا جانے کے بعد پتھر اور پانی دونوں کے استعمال پر موانعت فرمائی۔ یہ کلام تو پاخانہ جانے کے بعد استنجا  
 کرنے سے متعلق تھا۔ لیکن بول کے بعد پانی اور پتھر کے جمع کرنے کے متعلق احادیث بخیرہ میں کوئی اثر نظر سے نہیں گزرا۔  
 (مجموع فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد اول صفحہ ۹۶-۹۷)

سوال: بعض لوگ ڈھیلے کر بازو اور عام گزر گاہوں میں لوگوں کے سامنے ٹہلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کام جائز  
 ہے اس کے علاوہ انجام دینے میں کیا مضائقہ ہے؟

جواب: ہر جائز کام علاوہ کرنا وغیرہ نہیں۔ عضو تناسل کو پکڑے ہوئے لوگوں کے بیچ میں علاوہ ٹہلنا انتہا  
 درجہ کی بے حیائی کے علاوہ تشحیک، سلام کا موجب بننے کی جائز حرکت ہے۔ غیور حایان دین کا فرض ہے کہ ان جہلوں کو  
 ایسا کرنے سے باز رکھیں۔

سوال: جن لوگوں کے دل و دماغ پر مغربی تہذیب کا بھوت مسلط ہے وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ شریعت  
 اسلامی میں اس کی ممانعت ہے یا نہیں؟

جواب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کپڑے آپاک ہونے کا خدشہ ہے حالانکہ پیشاب کے قطرہوں سے بچنے کی میں  
 سخت تاکید، تہدید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ شارح علیہ السلام نے فرمایا کہ عذاب قبر ہو گا پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ  
 سے ہوتا ہے علاوہ ازیں کھڑے ہو کر نماز سنت نبوی کے بھی خلاف ہے۔ آنحضرت نے صحت العمر صرف ایک دفعہ فرمایا



عذر کے ایسا کیا تھا۔ آپ تشریف لے جاتے تھے ایک اونچی جگہ تھی جس پر لوگ کوڑا ڈال دیا کرتے تھے۔ آپ کو اس کے سوا پیشاب کرنے کی کوئی جگہ دکھائی نہ دی۔ چونکہ وہاں بیٹھنے میں گر جانے کا اندیشہ تھا۔ اور وہ جگہ ناپاک اور گیلی بھی تھی جہاں کپڑے ناپاک اور آلودہ ہونے کا خدشہ تھا۔ علاوہ ازیں آپ کی کمر میں درد تھا۔ جس کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا عرب میں سترح الاخر علاج سمجھا جاتا تھا ان وجوہ کی بنا پر آپ کھڑے ہو گئے تھے ورنہ عادت شریف ایسی نہ تھی۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص تم سے کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کو سچا نہ جاننا۔ آپ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے (احمد ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھ لیا تو فرمایا کہ اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو۔ اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ

**سوال۔** اگر کسی نے پیشاب کے بعد مٹی سے دھیلے سے استنجا خشک کرنے کے بعد بھول کر یا جلدی سے پانی سے دھوئے بغیر وضو کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

**جواب۔** اگر پیشاب نے مخرج یعنی پیشاب کے سوراخ سے تجاوز نہیں کیا تو نماز صحیح مگر مکروہ تنزیہی ہوگی۔ اور اگر مخرج سے تجاوز کر گیا تو بنا بر قول مفتی بہ دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔ مروید تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔

**اسوال۔** اللہ کو نماز میں یاد آیا کہ دھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا نہیں کیا تھا۔ تو اب وہ کیا کرے؟

**جواب۔** اگر پیشاب مخرج سے تجاوز نہیں ہوا تو پانی سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر بول کی نجاست عضو مخصوص کے سوراخ سے تجاوز ہو گئی تو اگر قدر درہم سے زائد نہیں ہوئی تو مخرج نجاست کا دھونا واجب ہے۔ اور اگر زائد ہو گئی تو دھونا فرض ہے۔ نماز میں یاد آنے کی آخری صورت میں نماز باطل ہو جائے گی۔ دوسری صورت میں مکروہ تقزیمی ہوگی۔ اور پہلی صورت میں مکروہ تنزیہی ہوگی۔ پس آخری صورت میں امام کو نماز توڑ دینی چاہیے۔ دوسری میں اس کو پورا کر کے نماز دوبارہ پڑھائے اور پہلی صورت میں نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

**سوال۔** بعض لوگ غسل خانہ میں پیشاب کرتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب۔** عبداللہ بن منفل سے مروی ہے کہ لاویٰ انام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص غسل خانے

میں پیشاب کرنے کے بعد غسل یا وضو نہ کرے۔ (یعنی عاقل سے بعید ہے کہ غسل کرنے کی جگہ پر پیشاب کرے) پھر وہیں نہائے

یا وضو کرے اس لئے کہ اس سے اکثر وسوسا پیدا ہوتے ہیں۔ رواہ ابو داؤد و الترمذی و النسائی۔ مگر ترمذی اور

نسائی نے یہ الفاظ کہ پھر وہیں نہائے نقل نہیں کئے۔ اکثر وسوسا اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ پیشاب سے وہ جگہ ناپاک



ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہاں پانی پڑتا ہے تو دل میں وسوساں پیدا ہوتا ہے کہ چھینٹیں بدن پر اور کپڑوں پر پڑی ہیں یا نہیں اور رفتہ رفتہ ہی وہم دل میں سرایت کر جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ عہد سابق میں غسل خانے پختہ نہیں ہوتے تھے۔ عہد حاضر میں غسل خانے پختہ ہیں اور ان میں بدرود بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ان میں ذرا سا پیشاب بھی نہیں رکتا سب نکل جاتا ہے۔ ایسے غسل خانہ میں پیشاب کر کے اوپر سے پانی بہا دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ واللہ اعلم۔ اور حدیث میں جو بھی وارد ہے وہ تنزیہی ہے۔ تخریجی نہیں۔

**سوال**۔ پیشاب کرنے میں پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا؟

**جواب**۔ آپ اس کے لئے کوئی نرم جگہ تلاش کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن مجھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ہماری نصیب ہوا۔ آپ نے پیشاب کا قصد کیا تو ایک دیوار کی جڑ کے پاس جا کر نرم زمین میں پیشاب کیا۔ فراغت کے بعد فرمایا کہ جب کوئی پیشاب کا قصد کرے تو اس کے لئے نرم جگہ تلاش کرے تاکہ چھینٹیں اڑ کر نہ پڑیں۔ رواة الحداد وادو۔ علی قاری لکھتے ہیں کہ حسبِ زعم خطابی آپ پیشاب کے لئے جس دیوار کے پاس بیٹھے وہ کسی کی ملک نہ ہوگی اس لئے کہ پیشاب دیوار کی جڑ کو ضرر دیتا ہے اس سے مٹی کو شور لگ جاتا ہے۔ پس جو دیوار کسی کی ملک میں ہو اس کی جڑ میں بلا اجازت پیشاب نہ کریں۔ خواہ اجازت حقیقہ ہو یا حکم۔

**سوال**۔ پیشاب کے متعلق مزید ہدایات کیا ہیں؟

**جواب**۔ خود نصیب میں بیٹھ کر اونچی جگہ پیشاب نہ کریں۔ پتھری زمین سے بھی بچیں۔ پانی میں نہ مویں خواہ ٹھیرا ہو یا ہوا یا جاری۔ نہ بیوہ دار و دخت کے نیچے۔ نہ بہتی نہر کے کنارے۔ نہ نہانے کی جگہ پر۔ نہ کھڑے ہو کر نہ پرناے کے نیچے۔ نہ نجاست پر۔ اور پیشاب کرنے وقت کسی سے ہم کلام نہ ہوں۔ بلا ضرورت نہ کھائیں۔ نہ کوئی اکیت یا حدیث یا کوئی اور تبرک کلام پڑھیں۔

**سوال**۔ بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا کیسا ہے؟

**جواب**۔ پیشاب اور پاخانہ کے وقت کعبہ معلیٰ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تخریجی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم پاخانہ میں جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرو۔ رواہ البخاری و مسلم اور در مختار میں ہے کہہ تخریماً استقبال قبلہ و استدبار ہا لا جہل بولی او غائط و پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تخریجی ہے (بول و براز کی حالت میں چاند اور سورج کی طرف منہ کرنا بھی منع ہے۔

**سوال**۔ بچے کو قبلہ رخ پیشاب کرنا کیسا ہے؟

**جواب**۔ بالغ آدمی کا بچے کو قبلہ کی طرف پیشاب کرنا مکروہ تخریجی ہے۔ کیونکہ بالغ کے بچے سے ایسا کلام کرنا



حرام ہے جو اس پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو۔ مثلاً ٹکے کو رشیم یا سونے چاندی کا دیو پہنانا حرام ہے۔ کذا فی الشامی۔  
سوال۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھیں؟

جواب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء میں جاتے وقت بسم اللہ کہے تو بنی آدم کی شرماہ اور جنوں کی آنکھوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ رواہ الترمذی گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ اور آنحضرت نے فرمایا کہ یہ بیت الخلاء شیاطین اور جنات کے حاضر ہونے کا مقام ہے۔ اس لئے جب کوئی پائخانہ کو جانا چاہے تو یہ کہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخُبَائِثِ (یا اللہ میں پاک جنوں اور ناپاک جینیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں) رواۃ فی الصحاح الستہ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ خُبُثٌ بضم تین خبیث کی جمع ہے بمعنی ایذا دہندہ جنات و شیاطین اور خُبَائِثٌ خبیثہ کی جمع ہے یعنی مویش جنات و شیاطین۔ اور پائخانہ کے لئے یہ دعا اس لئے مامور ہوئی کہ وہاں ذکر اللہ متروک رہنے کی وجہ سے شیاطین کی آمد و رفت رہتی ہے اور خُبُثٌ لبکون با بھی صحیح ہے۔ اس کے معنی کفر و شرک اور مطلق بُری چیز کے ہیں اور خُبَائِثٌ سے افعال ذمیہ اور عقائد باطلہ مراد ہیں بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ایسا مکان ہو جو پائخانہ ہی کے لئے بنا ہو تو ان کلمات کو داخل ہونے سے پہلے کہیں اور اگر مکان مخصوص نہ ہو بلکہ جنگل وغیرہ ہو تو ابتداء میں کہیں اور اگر پہلے پڑھنا بھول جائیں تو پھر بیت الخلاء میں زبان سے نہیں بلکہ دل سے کہہ لیں۔

سوال۔ بعد از فراغت بیت الخلاء سے نکلتے وقت کیا پڑھیں؟

جواب۔ نکلتے کے بعد کہیں عَفْرَ اَنْتَ (میں تیری بخشش مانگتا ہوں) رواۃ ابوداؤد و الترمذی و النسائی۔

سوال۔ نکلتے وقت بخشش مانگنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ بعض علماء نے اس کے دو سبب لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر زبانی جو اس وقت نہیں ہو سکا اس سے عفو و معذرت مقصود ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ پیشاب یا اس قسم کی دوسری مصروفیت کے سوا کسی وقت ذکر زبانی ترک نہیں فرماتے تھے تو گویا آپ نے اس ترک ذکر کو تقصیر جان کر استغفار سے اس کا تدارک فرمایا۔ دوسرا سبب یہ کہ کھانے کا مہضم ہونا اور ایذا دہندہ فضلہ کا نکلنا ایک نعمت ایزدی ہے جس کا شکر بجالانے میں کوتاہی ہوئی۔ اس لئے اس سے عفو و تقصیر چاہی۔

سوال۔ عَفْرَ اَنْتَ کے بعد کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب۔ یہ پڑھیں۔ اِنْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی وَ عَا فَا نِیْ (سب تعریف اللہ کو ہے جس نے



مجھ سے ایذا دینے والی چیز دور کی اور مجھے راحت اور عافیت بخشی (رواہ النسائی وابن السنی)

سوال - پیشاب کسے جانے آنے کے کیا اذکار ہیں؟

جواب - یہی جو اوپر مذکور ہوئے۔ حسب ارقام مولانا نقالوی پیشاب اور پاخانہ دونوں کے اذکار مشترک ہیں۔

سوال - بول و براز کے وقت آفتاب و مہتاب کی طرف منہ کرنے کی ممانعت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر

آفتاب ابر کی آٹھیں ہو تو اس طرف منہ کر کے پیشاب پاخانہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب - اگر سورج یا چاند ابر کی آٹھیں ہوں اور دکھائی نہ دیتے ہوں تو ان کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا درست ہے۔

سوال - دیہاتی عورتیں پاخانہ کے لئے مل کر باہر کھیتوں میں جاتی ہیں تو بلا حجاب ایک دوسری کو دیکھتی ہیں اور باتیں بھی کرتی ہیں؟

جواب - مردوں اور عورتوں کو حرام ہے کہ پاخانہ کے وقت اس طرح بیٹھیں کہ ایک کا ستر دوسرا دیکھے۔ ایسی حالت

میں باتیں کرنی بھی مکروہ تحریمی ہیں۔ یہ دونوں امور غضب الہی کا باعث ہیں چنانچہ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو آدمی پاخانہ کو جاتے ہوئے اس طرح نہ نکلیں کہ ایک دوسرے کے

سامنے اپنی شرمگاہ کھولنے والے ہوں اور آپس میں باتیں کرتے ہوں بلاشبہ خدائے شدید العقاب اس سے

غضب میں آتا ہے۔ (رواہ احمد والبوداؤ وابن ماجہ)

سوال - پاخانہ کے لئے کتنے ڈھیلے لینا مسنون ہے اور شتر کو داہنا ہاتھ لگانا کیسا ہے؟

جواب - علمائے حنفیہ نے فرمایا ہے کہ پیشاب کا استنجا کرتے وقت شتر کو دایاں ہاتھ لگانا مکروہ ہے

بلکہ چاہیے کہ بائیں ہاتھ میں ڈھیلے کر ستر اس پر رکھیں امام شافعیؒ کے نزدیک تین ڈھیلوں سے استنجا کرنا واجب

ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین ڈھیلے لینا شرط نہیں۔ اگر کم میں بھی پاکی حاصل ہو جائے تو کافی ہے۔ ان

کی دلیل بخاری کی یہ حدیث ہے کہ پیغمبر علیہ السلام پاخانہ کو تشریف لے گئے اور آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود صحابیؓ سے

فرمایا کہ تین پتھر لاؤ۔ انہیں پتھر کے دو ہی ٹکڑے ملے۔ وہ دو پتھرے چلے اور تیسرا گوبر کا ایک ٹکڑا شامل کر لیا پتھر

نے دو پتھرے لئے اور گوبر پھینک دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو بھی کافی ہیں۔ تین ہی واجب نہیں۔ البتہ عدد طاق

مستحب ہے۔ چنانچہ ابوسریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اسْتَجْمَعَ فَلْيُؤْتِرْ۔

(جو کوئی استنجا کرے اسے چاہیے کہ طاق ڈھیلے تین یا پانچ یا سات لے) (رواہ بخاری و مسلم اور انہی سے روایت ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استنجا کرے اسے چاہیے کہ طاق ڈھیلے لے جس نے یہ کیا اس نے اچھا کیا

اور جس نے ایسا نہیں کیا اسے کچھ گناہ نہیں اور جو پاخانہ میں جائے تو اسے چاہیے کہ پیرہہ کرے۔ اور اگر کوئی آٹھ مل



سکے تو اپنی پیٹھ کی طرف ریت جمع کر لے اور شیطان کا معمول ہے کہ وہ بنی آدم کی شرکاء سے کھیلتا ہے۔ جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس میں کچھ گناہ نہیں۔ رواۃ ابو داؤد و ابن ماجہ و الدارمی و صیلوں کے بارہ میں جو آپ نے فرمایا کہ جس نے یہ نہ کیا اس کو کوئی گناہ نہیں اس میں حنفی مذہب کی تائید ہے کہ تین ہی دھیلے لینے یا طاق لینے واجب نہیں مگر پیشی کا احتیاط ہے۔ البتہ طاق لینے مستحب ہیں۔ اور اگر آدمی پردے کے لئے کچھ نہ پائے تو ریت کا تو وہ جمع کرے۔ اور پیٹھ اس کی طرف کر کے بیٹھے کیونکہ جب پردہ نہیں ہوتا تو شیطان شرکاء سے کھیلتا ہے یعنی لوگوں کے دونوں میں اس کو رہنہ دیکھنے کا وسوسہ ڈالتا ہے اور ہوا سے بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑتی ہیں۔ اس لئے پردہ کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی نہ دیکھتا ہو اور پردہ نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ البتہ احتیاط پردہ کرنا اچھا ہے اور جہاں یقین ہو کہ لوگ دیکھیں گے تو اس حالت میں پردہ نہ کرنے میں گنہگار ہو گا۔ اور جس کو پردہ ہم نہ پہنچے تو بحالت مجبوری وہ معذور ہے اگر دوسرے لوگ دانستہ اس کا بشر دیکھیں گے تو گناہگار ہوں گے اور لپشت کی طرف ریت کا تو وہ کرنے کو اس لئے فرمایا کہ کنگے کے منہ کا پردہ دامن و غیو سے بھی کیا جاسکتا ہے بخلاف پیچھے کے کہ ادھر پردہ کرنا مشکل ہے۔

سوال۔ پاخانہ سے فاسخ ہونے کے بعد پانی سے استنجا کرنے میں پیشوائے امت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ مبارک کیا تھا؟

جواب۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پاخانہ کے لئے جانا ہوتا تو آپ کے لئے ایک برتن میں یا چمڑے کی چھاگل میں پانی لاتا آپ بعد فراغت اس سے استنجا کرتے پھر اپنے ہاتھ زمین پر ملتے۔ اتنے میں میں پانی کا ایک او برتن لاتا آپ اس سے وضو فرماتے۔ رواۃ ابو داؤد و بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ استنجا اور وضو کے لئے جدا گانہ برتن رکھنا مستحب ہے۔

سوال۔ پیشاب اور پاخانہ کے متعلق اور کیا کیا ہدایات ہیں؟

جواب۔ مستحب ہے کہ پاخانہ میں داخل ہونے کے وقت پہلے بایاں پاؤں رکھے۔ اور اگر آدمی سے باہر جانا ہو تو جنگل میں دور نکل جائے کہ کوئی اس پاس نہ دیکھے اور بہتر ہے کہ چادر دوپٹہ سے اپنا سر ڈھانکے اور ستر سے اس وقت تک کپڑا نہ اٹھائے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جائے اور کعبہ معلیٰ اور بیت المقدس اور سورج چاند اور ہوا کے رخ کی طرف پیٹھ اور منہ نہ کرے۔ بلا ضرورت لیٹ کر یا تمام کپڑے اتار کر اور برہنہ ہو کر پاخانہ پیشاب نہ کرے۔ پاخانہ کے لئے تین دھیلوں سے استنجا کرے تو گرمی کھچھرم میں پہلا ڈھیلا پیچھے کو لے جائے۔ دوسرا آگے کو دھیرا پیچھے کو اور جاڑے کے موسم میں اس کا عکس کرے لیکن عورت



ہر موسم میں پہلا ڈھیلا آگے ہی کو لائے اور باخانہ میں بغیر کسی مجبوری کے کٹی نہ کرے اور نہ کھنکارے۔ نہ حقو کے نہ ناک صاف کرے اور نہ چھینک کا جواب دے اور نہ سلام کا۔ البتہ چھینک اور سلام کا جواب دل میں دیا جاسکتا ہے۔

بعد وہ اپنا ہاتھ نثرم گاہ کو نہ لگائے۔ اور گھاٹ پر اور شارع عام پر اور درخت وغیرہ کے سائے میں جہاں لوگ آرام پاتے ہیں بالخصوص سایہ دار درخت کے نیچے پاخانہ نہ پھرے۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کاموں سے جو لعنت کا سبب ہیں بچو صحابہ کرام عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! وہ دو کام کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کی راہ میں اور سایہ کے نیچے پاخانہ پھرنا۔ رواہ مسلم۔ علماء نے فرمایا ہے کہ راہ سے عام گذرگاہ مراد ہے جہاں سے اکثر لوگ گزرتے ہوں۔ وہ راہ نہیں جہاں سے کبھی کبھی گزرتے ہوں اور سایہ سے مراد درخت ہے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے اور سو یا کرتے ہوں۔

توصیوں سے استنجا کرنے کے بعد ہاتھ دھوئے اور اعضا ڈھیلے کر کے پانی کے ساتھ بائیں ہاتھ سے استنجا کر کے پانی سے استنجا کرنے میں پہلے بیچ کی انگلی اونچی کر کے مفرد کو رگڑے۔ پھر چھب گلیا کے پاس والی انگلی سے ملے۔ پھر چھب گلیا سے۔ شہادت کی انگلی سے یہاں تک کہ خوب خاطر جمع کرے۔ استنجا سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئے۔ پاخانہ سے نکلنے وقت پہلے داہنا پاؤں نکالے اور داہنا کورہ پڑھے۔ بائیں پاؤں نکالے اور بائیں کورہ پڑھے۔ پاخانہ سے نکل کر پاؤں نکالے اور ہاتھ دھوئے۔

سوال۔ پاخانہ میں کس چیز کو ساتھ لے جانے کی ممانعت ہے؟

جواب۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے اپنی انگلی اٹا کر دیتے۔ رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی آپ انگلی اٹھا کر اس سے اپنے اناں دھو لیتے تھے کہ اس میں محمد رسول اللہ کھڑا ہوا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ استنجا کرنے والے پر واجب ہے کہ اپنے ساتھ پاخانہ میں اللہ تعالیٰ کا یا اس کے رسول کا نام اور قرآن وغیرہ نہ لے جائے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی بھی! چھو جائے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ استنجا کا ارادہ کرنے والے کو مستحب ہے کہ اپنے سے ہر اس چیز کو الگ کر جائے جس پر تعظیم کا کوئی کلام یا نام لکھا ہو خواہ حق تعالیٰ کا نام ہو یا کسی نبی کا یا فرشتے کا۔ اور اگرچہ ابو داؤد نے اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے۔ لیکن علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث قابل استناد ہے۔

سوال۔ کن چیزوں سے استنجا درست نہیں؟

جواب۔ ان چیزوں سے استنجا درست نہیں۔ کھانے کی چیزیں۔ ہڈی۔ لہد۔ گوشت اور دوسری ناپاک چیزیں۔



وہ ڈھیلے یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجا ہو چکا ہو۔ ٹیکری۔ پختہ اینٹ۔ سونا۔ چاندی۔ پتیل۔ لودا۔ وغیرہ۔ خشبہ۔  
 کوئلہ۔ بھٹا۔ وہ چیزیں جن کو جانوروں وغیرہ کھاتے ہوں۔ جیسے گھاس۔ بھس چارہ۔ ایسی چیزیں جو کاساۓ اور قیمت دار  
 ہوں خواہ ان کی قیمت تھوڑی ہو۔ یا زیادہ جیسے کپڑا وغیرہ۔ لیکن درزی لوگ کپڑا قطع کرنے کے بعد جو کتر جس پھینک دیتے ہیں۔  
 ان چند لوگوں سے استنجا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ آدمی کے جسم کے اجزاء جیسے۔ بال۔ ہڈی۔ گوشت وغیرہ۔ ایسی چیزیں جو  
 نجاست کو صاف نہ کریں۔ جیسے سرکہ وغیرہ۔ ہر قسم کا کاغذ خواہ سادہ ہو یا اس پر کچھ لکھا ہوا ہو۔ زوئی اور تمام ایسی  
 چیزیں جن سے انسان یا جانور رفع اٹھائیں۔ دوسرے کے مال سے اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر خواہ وہ چائی ہو یا کپڑا  
 یا کوئی اور چیز۔ دھتوں کے پتے۔ مسجد کی چٹائی یا کوٹا یا چھاڑو وغیرہ ان تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

سوال۔ کن چیزوں سے استنجا بلا کراہت درست ہے؟

جواب۔ ڈھیلے پتھر اور تمام وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر سکیں۔ بشرطیکہ قیمتی اور محترم نہ ہوں۔

## فصل ۲۔ شرائط نماز

سوال۔ نماز کسے کہتے ہیں اور اس کے شرائط کیا ہیں؟

جواب۔ نماز مرتبہ اعلیٰ میں عزت اسماء کی بندگی کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے جو خدا سے برتنسۃ اپنے پیغمبر  
 سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے بندوں کو سکھایا ہے۔ نماز پڑھنے سے پہلے جن سات چیزوں کی  
 ضرورت ہے اور جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی ان کو شرائط نماز کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اول نماز کی کے بدن کا پاک ہونا۔  
 دوسرے اس کے کپڑوں کا پاک ہونا۔ تیسرے جگہ کا پاک ہونا۔ چوتھے ستر کا چھپانا۔ پانچویں نماز کا وقت ہونا چھٹے  
 قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ ساتویں نیت کرنا۔

سوال۔ بدن پاک ہونے سے کیا مراد ہے اور نیت کیا ہے؟

جواب۔ بدن پاک ہونے سے مراد ہے کہ اس پر کسی قسم کی نجاست یعنی پلیدی نہ ہو۔ نجاست کی دو  
 قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی۔ ظاہری ناپاکی جو دکھائی دے نجاست حقیقی کہلاتی ہے جیسے پیشاب۔ پاخانہ۔ خون۔ شراب۔ وغیرہ۔ ظاہری  
 جو شریعت کے حکم سے ثابت ہو مگر دکھائی نہ دے اس کو نجاست حکمی کہتے ہیں۔ نجاست حکمی کی دو قسمیں ہیں۔ چھوٹی اور بڑی  
 چھوٹی کو حدث اصغر اور بڑی کو حدث اکبر اور جنابت کہتے ہیں۔ نماز کے لئے دونوں قسموں کی بڑا ستروں سے بدن کا



پاک ہونا ضروری ہے۔ چھوٹی نجاست حکیمہ سے بدن وضو کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

## فصل ۷۔ وضو کا بیان

سوال۔ وضو کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب۔ پاک و صاف برتن میں پاک پانی لے کر قبلہ نما اونچی جگہ پر بیٹھیں۔ اگر قبلہ رخ بیٹھنے کا موقع نہ ہو تو ہاتھ الٹے نہیں۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم کہیں اور تین مرتبہ گٹھوں تک ہاتھ دھوئیں پھر تین مرتبہ کلی کریں لیکن منہ کا پانی قبلہ کے رخ نہ پھینکیں اور سواک کریں سواک نہ ہو تو انگلی سے دانت مل لیں۔ اگر سوندہ دلمندہ ہوں تو غرغره کر کے اچھی طرح سانس منہ میں پانی پہنچائیں اور اگر وزہ ہو تو غرغره نہ کریں پھر تین بار ناک میں پانی ڈال کر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے ناک صاف کریں۔ پھر تین مرتبہ اس طرح چہرہ دھوئیں کہ سر کے بالوں سے کرٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سب جگہ پانی پہنچ جائے۔ دونوں ابرؤں کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے۔ پھر تین بار داہنی بائیں سمیت دھوئیں۔ پھر اسی طرح تین مرتبہ بائیں بائیں دھوئیں اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کریں اور اگر ہاتھ میں انگلی ہو تو اس کو ہلا لیں کہ کہیں سوکھا نہ رہ جائے۔ پھر ہاتھوں پر نیا پانی لے کر گادیں اور ایک تہہ سر اور کانوں کا مسح کریں۔ کانوں کے اندر کی طرف کا مسح کلمہ کی انگلی سے اور کانوں کے اوپر کی طرف کا مسح انگلی سے کریں۔ مسح سے جو کچھ ہوتی تری ہاتھوں میں لگی ہے اسی سے کانوں کا مسح کیا جائے۔ کانوں کے مسح کے بعد انگلیوں کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کریں۔ پھر ہاتھ پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار اور پھر بائیں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئیں اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پیروں کی انگلیوں کا خلال کریں۔ پاؤں کی داہنی چھنگلیا سے شروع کریں اور بائیں چھنگلیا پر ختم کریں۔

سوال۔ کیا وضو میں یہ سب کام ضروری اور لازمی ہیں؟

جواب۔ وضو میں بعض امور نہایت ضروری ہیں جن میں سے ایک بھی چھوٹ جائے تو وضو نہیں ہوتا انہیں فرائض وضو کہتے ہیں اور بعض امور ایسے ہیں جن کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ناقص درجے میں۔ وہ سنت ہیں شریعت میں جن چیزوں کے کرنے کی تاکید آئی ہے اور جن کو کوئی اکثر دفعہ چھوڑ دے تو گنہگار ہوتا ہے ایسی چیزوں کو سنت کہتے ہیں اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا اور شرع میں ان کے کرنے کی تاکید بھی



میں۔ ایسی باتوں کو مستحب کہتے ہیں۔

سوال۔ وضو میں فرائض، سنتیں اور مستحبات کیا کیا ہیں؟

جواب۔ وضو میں چار فرض ہیں۔ (۱) پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے

دوسرے کان تک ایک مرتبہ چہرہ دھونا۔ پیشانی کے بالوں سے سر کا وہ مقام مراد ہے جہاں سے اکثر آدمیوں کے بال اگلے شروع ہوتے ہیں۔ پس وہ شخص جس کے منہم سر میں بال نہ ہوں اور اس کو اصلح کہتے ہیں یا وہ شخص جس کی پیشانی پر بال ہوں اور اس کو اقرع کہتے ہیں شایان اعتبار نہیں جس کے سر کے اگلے حصے کے بال گر گئے ہوں یا جتنے نہ ہوں اس پر وہیں تک چہرہ دھونا فرض ہے جہاں تک عادتاً بال ہوتے ہیں۔ اور عادتاً جہاں تک بال ہوتے ہیں اگر اس سے پہلے کسی کے بال جھے ہوں تو ان نہ اند بالوں کا بچہ تک دھونا بھی فرض ہے

وضو کے دوسرے فرض یہ ہیں (۲) ایک ایک مرتبہ کہنیوں سمیت دونوں بائیں دھونا۔ (۳) ایک مرتبہ

چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) ایک مرتبہ ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا۔ وضو کے یہ چار فرض ہیں ان چاروں میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جائے یا بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

سوال۔ سقرآن مجید میں ہے۔ وَأَنْ جَلَّكُمُ إِلَى الْكُفَّيْنِ (یعنی وضو میں ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوؤ لیکن

شیعہ لوگ پاؤں دھونے کی بجائے ان کا مسح کرتے ہیں اس مسئلہ کی تحقیق کیا ہے؟

جواب۔ تفسیر حنفی میں ہے کہ کعب ٹخنے کو کہتے ہیں۔ لغت میں کعب کے معنی بلند سی امدار دفاع کے ہیں۔

اسی بنا پر پاؤں میں جو دونوں طرف دو اسی بھری ہوئی ہڈیاں دکھائی دیتی ہیں ان کو کعبین (دو ٹخنے) کہتے ہیں۔ جمہور

اہل لغت کا یہی قول ہے کہ شیعہ نے اس گول ہڈی کو کعب تجویز کر رکھا ہے جس پر پنڈلی کی ہڈی آکر جڑی ہے۔ حالانکہ کعبین

تشبیہ کا صیغہ ہے۔ جو اس امر کا مقتضی ہے کہ ہر پاؤں میں دو کعب ہوں۔ سو یہ بات ٹخنوں پر صادق آسکتی ہے نہ کہ

شیعوں کی تجویز کردہ ہڈی پر کیونکہ وہ ہڈی ہر پاؤں میں ایک ہے۔ علاوہ انہیں اہل زبان خصوصاً سادہ لوگ جن کی زبان

میں قرآن نازل ہوا کعبین ٹخنوں کو کہتے ہیں۔ اَنْ جَلَّكُمُ كَالْعُفَّ وَ اَنْ جَلَّكُمُ كَالْعُفَّ پر ہے جس کے صاف معنی

یہ ہونے کے کہ اپنے پاؤں بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ جیسا کہ جمہور اہل اسلام کا قول ہے اور جس پر تمام صحابہ اور اہل بیت

عمل پیرا ہے اور جس کی تائید اور تصدیق بیشمار احادیث بنوید سے ہوتی ہے علاوہ انہیں اگر مسح مراد لیا جائے تو اس کی

کوئی حد نہیں بتائی گئی ہے بخلاف دھونے کے کہ اس کے لئے پاؤں میں الی الکعبین (ٹخنوں تک یعنی ٹخنوں سمیت) کی حد

متعین کی گئی ہے اور اس بات کو تو شاید انصاف پسند شیعہ بھی پسند کریں گے کہ خدا نے جو وضو میں اعضا کا



دھونا فرمایا ہے تو صرف حصول پاکیزگی اور دفع کثافت کے لئے ہے جو بارگاہ کبریائی میں بوقت مناجات بعد نماز کی پہنچانے کا ایک فطری سبب ہے اور ظاہر ہے کہ انگٹوں اور چہرے کی نسبت پاؤں زیادہ تر زمین پر ٹکتے ہیں جو نجاست و کثافت کا محل وقوع ہے۔ پھر کیا وجہ کہ پاؤں بھی عضو خسیس کو سر جیسے عضو رئیس کے برابر کیا جائے اور مسح میں دونوں ایک حکم میں رکھے جائیں۔ حالانکہ سر بیشتر نجاسات و کثافات سے محفوظ رہتا ہے علاوہ اس کے دھونا مسح کا کام بھی دے سکتا ہے برخلاف مسح کے کہ اس میں دھونے کی سی پاکیزگی اور صفائی متصور نہیں اب دیکھ لو کہ احتیاط پیروں کے دھونے میں ہے یا مسح کرنے میں۔

## فصل ۴۔ فرائض وضو کے باقی مسائل

سوال۔ وضو و قیام میں ہے کہ اہم اہم ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی ڈاڑھی کا مسح بھی فرض ہے؟  
جواب۔ اگر کسی کی ڈاڑھی ایسی چلی ہو کہ اس کے اندر سے چہرے کی جلد دکھائی دیتی ہو تو اس جلد کا دھونا بھی فرض ہے اور اگر ڈاڑھی گھٹان ہو تو بالوں کی طرح پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے بلکہ ان ظاہری بالوں کا دھونا فرض ہے جو ظاہری بغیر ہوں اور جس قدر ڈاڑھی نیچے ٹھک رہی ہو اس کا مسح کثافت ہے۔ فرض نہیں اور مسح نہ ہوتا کہ عضو پہنچانے کا نام ہے۔  
سوال۔ دھونے کی حد کیا ہے؟

جواب۔ اتنا پانی ڈالنا کہ عضو پر پہنچ کر ایک دو قطرے ٹپک جائیں۔ دھونے کی ادنیٰ مقدار ہے۔ اس سے کم کو دھونا نہیں کہتے۔ مثلاً کسی نے بھیگا ہوا ہاتھ چہرے پر پھیر لیا یا اس قدر غوڑا پانی چہرے پر ڈالا کہ وہ چہرے سے ٹپکا نہیں تو وضو صحیح نہ ہوگا۔ وضو کرتے وقت ایڑی یا کسی اور جگہ پر پانی نہیں پہنچا اور وضو کے بعد کوئی جگہ سوکھی دکھائی دی تو وہاں پر صرف تہ ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ وہاں پانی بہانا چاہیئے۔

سوال۔ اگر وضو کرتے وقت زور سے نہ بند کر لیا اور پلک یا ہونٹ پر کچھ سوکھا رہ گیا یا اکھ کے کونے میں پانی نہیں پہنچا تو وضو ٹوٹا یا نہیں؟  
جواب۔ نہیں۔

سوال۔ بعض لوگ پاؤں کو تین کی بجائے ایک ہی دفعہ دھوتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟  
جواب۔ پاؤں کا دھونا اکثر محدثوں میں ذکر عدد کے بغیر ملتی آیا ہے لیکن تنقیہ و تطبیق کی قیہ کے ساتھ۔ لہذا بعض لوگ تین دفعہ پاؤں دھونے کے قائل نہیں ہیں۔ کذا فی شریعہ ابن الہمام اور نسائی کی ایک روایت میں آنحضرت کا دھونا



بار پاؤں دھونا مذکور ہے تبین بار دھونے کی روایتیں بھی موجود ہیں مشکوٰۃ المصابیح میں بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث کے اندر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تبین بار پاؤں دھونا مذکور ہے۔

سوال۔ اگر انگوٹھی ایسی تنگ ہے کہ پلائے اور گھمائے بغیر اس کے نیچے پانی نہیں پہنچتا۔ اگر وضو کرتے ہوئے اس کو پلا یا نہیں اور نماز پڑھ لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔

سوال۔ اگر کسی عورت یا مرد کے ناخن میں انگوٹھی لگا کر سوکھ گیا اور وضو میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو ہوا یا نہیں؟

جواب۔ وضو نہیں ہوا جب یاد آئے اور اٹا دیکھیں اس کو چھوڑا کر پانی ڈال لیں اور اگر پانی ڈالنے سے پہلے کوئی نماز پڑھی ہو تو اس کو لوٹا لیں اور دوبارہ پڑھیں۔ اگر کہنیوں سے ناخن تک کوئی جگہ ذرہ بھر بھی دھونے سے رہ جائے گی تو وضو نہ ہوگا۔ اسی طرح پلک کا ہر بال دھونا فرض ہے۔ اگر اس میں کوئی چیز جم گئی ہو تو اس کا چھوڑا نا فرض ہے۔ مگر ناخنوں کے اندر کا میل معاف ہے۔

سوال۔ کسی عورت کے ماتھے پر افشاں چنی ہو اور وہ لوہے سے پانی بہا لے کہ افشاں نہ چھوڑنے پائے تو وضو ہو جائے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ پیشانی کا سب گوند چھوڑا کر چہرہ دھونا چاہیے۔

سوال۔ جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان میں سے اگر کھوٹھی سی جگہ خشک رہ جائے تو وضو درست ہوگا یا نہیں؟

جواب۔ اگر ایک بال کے برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

سوال۔ سر پر مسح کرنے کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے یا ہاتھوں کی تری کفایت کرتی ہے؟

جواب۔ نیا پانی لینا بہتر ہے لیکن اگر کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھ کی باقی ماندہ تری سے مسح

کر لیں تو وہ بھی کافی ہے لیکن یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ جب ہاتھ سے مسح کر لیا تو پھر اس سے دوسری جگہ مسح کرنا جائز نہیں ہوتا اسی طرح اگر ہاتھ پر تری نہ تھی کسی دوسرے دھوئے ہوئے یا مسح کئے ہوئے عضو سے اس کو تری کر لیا تو اس سے بھی مسح جائز نہیں

سوال۔ وضو کرنے کے بعد سر منڈایا یا ناخن کتروائے تو سر پر دوبارہ مسح کرنا یا ناخنوں کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔

سوال۔ وضو میں آنکھوں کا اندھنی بہتہ دھونا فرض ہے یا نہیں؟

جواب۔ وضو میں آنکھوں کا اندھنی بہتہ ناک کے اندہ کا حصہ یا منہ کے اندر کا حصہ دھونا فرض نہیں ہے۔



سوال۔ وضو میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان میں کتنی مرتبہ دھونے سے فرض ادا ہو جائے گا؟  
جواب۔ ایک مرتبہ دھونا فرض ہے بین مرتبہ تک دھونا سنت ہے بین سے زیادہ دفعہ دھونا جائز اور بدعت ہے۔

سوال۔ کوئی شخص نہاتے وقت بلا قصد وضو سامنے بدن پر پانی بہائے یا حوض میں گر پڑے یا بائیں میں اعضائے وضو دھل جائیں تو وضو ہو جائے گا یا نہیں۔  
جواب۔ سوہ چار اعضا جن کا وضو میں دھونا فرض ہے دھل جائیں گے تو وضو ہو جائے گا خواہ وضو کا قصد ہو یا نہ ہو لیکن وضو کا ثواب نہ ملے گا۔

سوال۔ جاڑوں میں ماتھے پاؤں پھٹ گئے اور اس میں دیزلین یا موم روغن یا کوئی اور دوا بھری اور بغیر اس کے لکڑے اور صاف کئے اوپر پانی بہا دیا تو وضو ہو گیا یا نہیں؟ جواب : ہو گیا۔  
سوال : فرائض وضو میں دوسرے اللہ کے کیا اختلاف ہیں؟

جواب۔ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وضو میں میت یعنی ولی قصد اور ترتیب بھی فرض ہے امام مالک رحمہ کے نزدیک ہے دسپے دھونا بھی فرض ہے سہ پہلے سے یہ مراد ہے کہ چھوٹے متوسط میں دوسرا وضو دھوتے وقت پہلا وضو خشک نہ ہوا ہو۔ امام احمد رحمہ کے نزدیک بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا اور منہ اور ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص عمدتاً بسم اللہ تک کرے تو اس کا وضو نہ ہوگا اور اگر بھول کر بسم اللہ چھوٹے تو درست ہوگا لیکن اگر اغٹائے وضو میں کہیں یاد آئے تو فوراً بسم اللہ پڑھ لے امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ حنفی بھی یہ سب امور قبول لائے

## فصل ۹۔ وضو کی سنتیں

سوال۔ وضو میں کتنی سنتیں ہیں اور کیا کیا ہیں؟

جواب۔ وضو میں یہ تیرہ سنتیں ہیں۔ (۱) نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) تین بار دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) تین بار کلی کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی ڈالنا (۷) ٹواڑھی کا خدال کرنا (۸) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خدال کرنا (۹) ہر عضو کو تین بار دھونا (۱۰) ایک بار سارے سر کا مسح کرنا یعنی بھیگا ہوا ہاتھ پھیرنا (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) اعضا کا پہلے درپے دھونا کہ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھولے۔



سوال۔ نیت کے بغیر وضو ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ اگر وضو کی نیت نہ کی جیسے کہ ناری ڈالے ہیں گر جائیں یا بارش میں کھڑے رہیں اور تمام اعضائے وضو پر پانی بہ جائے تو وضو ہو جائے گا اس وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے لیکن وضو کا ثواب نہ ملے گا۔

سوال۔ وضو کی نیت کس طرح کی جاتی ہے؟

جواب۔ نیت کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں وضو کرنے وقت یہ ارادہ کریں کہ ناپاکی دور کرنے اور پاکی حاصل کرنے اور نماز جائز ہو جانے کے لئے وضو کرتا ہوں پس یہ ارادہ اور خیال کر لینا ہی وضو کی نیت ہے۔ وضو ہونے کی حالت میں نیا وضو کرنے وقت یہ نیت کریں کہ وضو کرنے کا ثواب اور فضیلت حاصل کرنے کے لئے وضو کرتا ہوں۔

سوال۔ مسواک کرنا کیسا ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ اس کو انشاء اللہ العزیز ایک مستقل عنوان کے تحت میں زیر بحث لایا جائیگا۔

سوال۔ غرغره کرنے کا کیا حکم ہے اور ناک میں پانی ڈالنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب۔ وضو اور غسل میں غرغره کرنا سنت ہے لیکن روزے میں نہیں کرنا چاہئے ناک میں پانی اس طرح ڈالیں کہ داہنے ہاتھ میں پانی لے کر ناک سے لگائیں اور سانس کے ذریعہ سے ناک میں چڑھائیں لیکن سو رو اور سانس نہ کھینچیں

سوال۔ ڈاڑھی کے مسح کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ ڈاڑھی کا مسح کرنا یعنی اس پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے۔

سوال۔ ڈاڑھی کے خلال کا کیا حکم ہے۔ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ ڈاڑھی کا خلال بھی سنت ہے۔ داہنے ہاتھ کی انگلیاں ڈاڑھی کے نیچے داخل کر کے اوپر کو نکالیں حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے کے بعد ایک چلو پانی لے کر اس کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے پھر اس کے ساتھ اپنی ریش مبارک کا خلال کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ہر در و گار نے مجھے (اپنی وحی خفی میں) ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ نہ داء ابوداؤد۔ یہ خلال مستحب ہے۔ منہ دھونے کے بعد کریں۔

سوال۔ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کس طرح کیا جائے؟

جواب۔ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر ہلائیں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں کریں۔ اس طرح کہ داہنے پاؤں میں چھ انگلیاں سے شروع کریں اور انگوٹھے پر ختم کریں اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھ انگلیاں پر ختم کریں۔ چھ انگلیاں چھوٹی انگلی کو کہتے ہیں۔



سوال۔ تمام سر اور کانوں کا مسح کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب۔ طریق مسنون یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو از سر نو پانی سے نر کر کے اور دونوں ہاتھوں کے انگلیوں اور غمادت کی انگلیوں کو علیحدہ کر کے باقی تین تین انگلیوں کے سروں کو باہم ملائیں اور پیشانی کے بالوں سے شروع کر کے گزری تاک اس طرح کھینچیں کہ بیچ کی چھ انگلیاں سر کے دونوں طرف اس سے علی ربین اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں سر سے الگ رہیں۔ اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو وسط سر کی دونوں جانب ملا کر گزری سے پیشانی کی طرف اس طرح کھینچیں کہ دونوں ہاتھوں کی چھ انگلیاں سر سے اوپر کی طرف اٹھی رہیں۔ پھر شہادت کی انگلیوں سے دونوں کانوں کے باطن کا اور دونوں انگلیوں سے دونوں کانوں کے ظاہر کا مسح کریں۔ پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت کی جانب سے گردن پر مسح کریں۔ سر کے مسح میں اس بات کا خیال رکھیں کہ تمام سر پر ہاتھ پھر جائے۔ کانوں اور گردن کے مسح کے لئے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں۔ سر کے مسح کیلئے پانی یا تھوہی کافی ہے۔

سوال۔ اگر یوں کیا کہ پہلی مرتبہ کچھ دھل گیا اور دوسری بار کچھ اور تیسری مرتبہ کسی قدر اور یعنی تین مرتبہ دھونے میں پورا عضو دھل گیا تو اس طرح وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب۔ وضو ہو جائے گا مگر سنت کے خلاف ہوگا۔ وضو میں چلوٹوں کی گنتی نہیں بلکہ پورا عضو دھونے کی گنتی ہے کہ وہ تین مرتبہ ہو۔

سوال۔ اگر دو سر اعضا وضو دھونے سے پیشتر پہلا عضو خشک ہو جائے تو وضو ہو جائے گا؟

جواب۔ پہلا عضو سوکھنے سے پہلے دوسرا عضو وضو دھو لیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وضو جائیگا مگر سنت کی مخالفت لازم آئے گی۔

سوال۔ بعض لوگ وضو میں دبیوی گفتگو بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض لوگ اندھا وضو پانی خرچ کرتے ہیں؟

جواب۔ وضو میں دنیا کی بات چیت منع ہے اور پانی خواہ کتنا زیادہ موجود ہو ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ممنوع ہے۔ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے وہ اس وقت وضو کر رہے تھے اور پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کر رہے تھے آپ نے فرمایا اے سعد! یہ کیا اسراف ہے؟ وہ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا ہاں اگرچہ تم جاری نہر کے کنارے پر بیٹھ کر ہی وضو کرو (رواۃ احمد و ابن ماجہ)

سوال۔ یہ جو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں ایک قوم ہوگی جو طہارت میں حد سے



بڑھ جائے گی نہ سوائے احمد والہود اور واہن ماجہ یہ حد سے بڑھ جانے کی کیا صورت ہے ؟  
 جواب - طہارت میں حد سے بڑھنا یہ ہے کہ وضو کرنے والا اپنے اعضا میں تین سے زیادہ مرتبہ وضو  
 یا زیادہ پانی خرچ کرے یا وضو نہ کرے اتنا سبالذہ کرے کہ حد و سوا اس کو پہنچ جائے۔ اور آپ نے فرمایا کہ وضو کا ایک  
 شیطان ہے جس کا نام زہمان ہے۔ تو پانی کے وضو اس سے پرہیز کرو۔ کذا فی سفر السجادۃ و شرحہ مگر عام طور پر  
 دیکھا جاتا ہے کہ پانی کے اسراف کی لوگوں کو عادت ہو گئی ہے۔ ورنہ اگر احتیاط سے وضو کریں تو بارہ تیرہ پچھٹا تک یعنی قریباً  
 ڈیڑھ دو گلاس پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا اہتمام رکھیں تو سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو۔

## فصل ۱۰۔ وضو کے مستحبات و مکروہات

سوال - وضو میں کیا کیا باتیں مستحب ہیں ؟

جواب - (۱) وضو میں غیر سے مدد نہ لینا۔ لیکن معذور کو مدد لینا درست ہے۔ مگر یہ ہیں۔ وضو کا ہاتھ  
 بھاری ہو یا وضو کرنے والا بوڑھا یا بیمار ہو۔ (۲) قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا (۳) پاک اور نجی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا (۴)  
 دائیں طرف سے شروع کرنا۔ لیکن بعض علماء نے اس کو سنتوں میں شمار کیا ہے۔ اور یہی قوی ہے۔ گردن کا مسح کرنا۔  
 (۵) پھنگلیا کے سرے جھگوڑوں کے سوراخ میں (۶) رات (۷) وقت نماز سے پہلے وضو کر لینا۔ (۸) اعضا کو دھونے  
 وقت ہاتھ سے ملنا (۹) انگوٹھی چھلے کو ہلانا اگر ڈھیلی ہو اور اگر سخت ہو اور بغیر بلائے پانی نیچے نہ جانا ہونو ہلا تا اور پھر انا  
 فرض ہے (۱۰) دنیا کی باتیں نہ کرنا (۱۱) پانی زور سے چہرے پر نہ مارنا (۱۲) اطمینان سے وضو کرنا۔ پھرتی نہ کرنا (۱۳) کپڑوں  
 کو ٹپکتے ہوئے قطروں سے محفوظ رکھنا (۱۴) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۱۵) دونوں ہاتھوں سے چہرہ دھونا۔  
 (۱۶) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر یا بیٹھے ہوئے قبلہ رخ پینا (۱۷) وضو کے بعد دیر کے بعد نفل تحیۃ وضو پڑھنا بشرطیکہ  
 مکروہ وقت نہ ہو (۱۸) ہر فرض نماز کے لئے تازہ وضو کرنا۔

سوال - مکروہات وضو کیا ہیں ؟

جواب - (۱) مسجد میں وضو کرنا۔ وضو کے قطروں کو مسجد میں گرانا مکروہ تحریمی ہے (۲) وضو کے لیے نجس جگہ  
 پر بیٹھنا (۳) اعضا سے وضو سے نوٹے وغیرہ میں قطرے گرانا (۴) قبلہ کی طرف وضو کرنا یا منہ کی بلغم ڈالنا یا کلی کرنا (۵)  
 وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا۔ ہاں مجبوری کے وقت کوئی ضروری بات کہ لینے میں مضائقہ نہیں۔ (۶) ضرورت



سے زیادہ یا ضرورت سے کم پانی خرچ کرنا۔ چاہیے کہ نہ تو اتنا پانی خرچ کریں کہ اسراف ہو اور نہ اتنا کم کہ وضو کی سنتیں بھی ادا نہ ہوں (۷) اسی پانی میں نگوکنا اور ناک صاف کرنا جس سے وضو کر رہے ہوں اگرچہ پانی جاری ہو (۸) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا (۹) ہلا عذر دیا ہے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۱۰) چہرے پر پانی مارنا یا چہرے پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا (۱۱) ایک ہاتھ سے منہ دھونا (۱۲) وضو میں پیر دھونے کے وقت پاؤں سے قبلہ کے رخ سے نہ پھیرنا (۱۳) وضو کرتے ہوئے ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کر لینا۔ لیکن اگر ہونٹ اور آنکھیں بند کرنے میں کچھ سوکھا رہ جائے گا تو سب سے وضو ہی نہ ہوگا۔ (۱۴) دھوپ کے گرم کئے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۱۵) کسی لٹے کو وضو کے لئے مخصوص کر لینا۔ (در مختار عالمگیری، کبیری)

## فصل ۱۱۔ وضو کے متفرق مسائل

سوال۔ کن صورتوں میں وضو کرنا فرض اور واجب ہے ؟

جواب۔ وضو نہ ہو تو نماز سجدہ تلاوت۔ نماز جنازہ اور قرآن مجید کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے طواف کعبہ کے لئے وضو واجب ہے۔

سوال۔ کن مواقع پر وضو کر لینا سنت ہے ؟

جواب۔ (۱) غسل جنابت سے پہلے (۲) جنبی کو کھانے پینے اور سونے سے پہلے (۳) اذان اور اقامت کے لئے (۴) خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین سننے کے وقت (۵) وقوف عرفہ کی حالت میں (۶) صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لئے (۷) روضہ مبارک سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت۔

سوال۔ کن صورتوں میں وضو کرنا مستحب ہے ؟

جواب۔ (۱) زبانی قرآن مجید پڑھنے کے لئے (۲) حدیث اور علم دین پڑھنے پڑھانے اور کتب دینیہ اور یہود و نصاریٰ کی محرف کتب لغات زبور اور انجیل کے چھونے کے لئے (۳) جمعہ اور عیدین کے خطبوں کے سوا اور خطبے سننے کے وقت (۴) اعضائے تناسل کو چھونے کے بعد (۵) سونے سے پہلے (۶) سوکر اٹھنے کے بعد (۷) جماع سے پہلے (۸) میت کے نہلانے اور اٹھانے کے بعد (۹) کافر سے بدن چھو جانے کے بعد (۱۰) صلیب یا بت کو چھونے کے بعد (۱۱) کسی غیر محرم کے بدن سے اپنا بدن بے حائل مس ہو جانے کے بعد (۱۲) اونٹ کا



گوشت کھانے کے بعد (۱۳) کوڑھی یا سفید داغ والے سے مس کرنے کے بعد (۱۴) منہ سے غیبت گالی یا فحش کلمہ نکل جانے کے بعد (۱۵) بغل کھچانے کے بعد جبکہ اس میں بدل ہو (۱۶) غصہ آجانے کے بعد (۱۷) قہقہہ لگانے کے بعد (۱۸) ناول میہودہ مضامین اور غواشیاء پڑھنے کے بعد (۱۹) وضو ہولے کے باوجود نماز کے لئے دوسرا وضو کرنا۔ (۲۰) ہر وقت با وضو رہنا۔

سوال۔ یاد نہیں رہا کہ وضو ہے یا جاتا رہا۔ کیا نیا وضو کئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب۔ ہاں پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کر لیں تو اچھا ہے۔ اس میں ثواب زیادہ ہے۔

سوال۔ اگر بے وضو کو اپنے وضو میں شک ہو تو نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ شک ہو کہ میں نے وضو کیا تھا یا نہیں تو وہ بلا وضو ہے۔ اس کو وضو کرنا لازم ہے۔

سوال۔ وضو میں زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف و گناہ ہے۔ اس اسراف کی حد کیا ہے؟

جواب۔ وضو میں کم از کم پانی خرچ کرنا چاہیے۔ ایک گلاس (آدھا سیڑ) سے ڈیڑھ گلاس تک پانی خرچ کر سکتے

ہیں۔ پنجاب میں وضو کے لئے مساجد میں نلکے کی ٹونٹیاں لگی ہیں جن میں وضو کرنے میں لوگ اندھا دھند پانی بگاڑ کر اسراف کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پانی خرچ کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر لوٹے سے وضو کیا جائے تو لوٹے

کی ٹونٹی نہ ایسی تنگ ہو کہ پانی بدقت گرے اور نہ اتنی کشادہ ہو کہ حاجت سے زیادہ پانی گرے۔ چلو میں پانی لیتے

وقت چلو کو اٹھانا بھڑنا چاہیے کہ پانی گرے ورنہ اسراف ہو گا۔ علیٰ ہذا جس عضو کے دھوئے کیلئے چلو میں پانی لیں اس کا صحیح

اندازہ کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ ضرورت سے زیادہ لے کر اسراف کے مرتکب ہوں۔ مثلاً ناک میں پانی ڈالنے کے لئے آدھا چلو پانی کھلی

ہو تو پورا چلو نہ لیں ورنہ اسراف ہو گا۔

سوال۔ وضو سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا مسنون ہے۔ لیکن بعض لوگ بسم اللہ سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے ہیں۔ اس موقع پر اعوذ باللہ بھی پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں؟

جواب۔ اعوذ باللہ تلاوت قرآن کے وقت پڑھنے کا حکم ہے۔ بعض لوگ اپنی خواہش سے جو چاہتے ہیں تجویز کر

لیتے ہیں۔ یہ بڑی بات ہے۔

سوال۔ وضو کے اعضائے وضو کو کپڑے سے پونچھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب۔ درست ہے۔ وضو کے بعد اعضائے وضو کو پونچھنا جائز لکھا ہے بلکہ درمختل میں اعضائے وضو کو پونچھنا

مستحب اور آداب میں بتایا ہے اس کی مؤید حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب رسول خدا



صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو اپنا چہرہ مبارک اپنے کپڑے سے پونچھتے (رواۃ الترمذی) اور دلیلی نے شرح کنز الدقائق میں لکھا کہ وضو کے بعد رومال سے پونچھنا جائز ہے چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت انس اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی نسبت مروی ہے کہ وہ وضو کے بعد پونچھا کرتے تھے اور حلیہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر اعضائے وضو کا پونچھنا بقصد تکبر تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور امام شافعی کے نزدیک وضو اور غسل کے بعد نہ پونچھنا سنت ہے۔ من کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کے بعد رومال لائیں تو آپ نے اس کو لوٹا دیا اور اپنے ہاتھ سے پانی چکانا شروع کر دیا علماء حنفیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے کسی عذر کے اعضا نہ پونچھے ہوں۔

سوال۔ حنفی فقہ کی کتابوں میں گردن کے مسح کو مستحب لکھا ہے لیکن بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے وضو کے سنن و مستحبات میں مسح رقبہ کا کوئی ذکر نہیں کیا؟

جواب۔ گردن کا مسح متعدد حدیثوں سے ثابت ہے جن میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سر کے ساتھ گردن کا بھی مسح کرے وہ روز قیامت کی شدت اور گر سنگی سے محفوظ رہے گا۔ گو یہ حدیث ضعیف ہیں لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول اور قابل عمل مانی گئی ہے۔ اس لئے مسح رقبہ کو بدعت کہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔

## فصل ۱۲۔ وضو کے اذکار

سوال۔ وضو شروع کرتے وقت کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب۔ وضو کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کریں حسب بیان صاحب جہانیر تسمیہ وضو میں ساف سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلِلّٰهِ الْمُلْكُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلِلّٰهِ الْمُلْكُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا ہی افضل ہے۔ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ اور امام ائمہ کے نزدیک فرض ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ حنفی مذہب میں وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

سوال۔ بعض کتابوں میں ہر عضو کے وضو کرنے کے وقت کی علیحدہ علیحدہ دعائیں لکھی ہیں کیا ان کا پڑھنا ضروری ہے؟

جواب۔ علامہ ابن قیم حنبلی رح لکھتے ہیں:- اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کے



سوا اپنے وضو میں کچھ پڑھا ہو اور اذکار وضو کی ہر وہ حدیث جس میں وضو کے اندر آپ کا کچھ پڑھنا مذکور ہے سراسر کذب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابند اٹھے وضو میں بسم اللہ اور اخیر میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ہ پڑھتے تھے اور سنن نسائی کی ایک حدیث میں وضو کے بعد یہ بھی منقول ہے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ اِنْ اُوْرَادُكے سوا نہ آپ سے کچھ اور پڑھنا ثابت ہے اور نہ آپ نے امت کو اس کی تعلیم دی۔ (زاوالمعاود جلد اول صفحہ ۲۹)

سوال۔ کیا علمائے حنفیہ نے احادیث بخاری سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا؟

جواب۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں کہ ”جو لوگ وضو میں ہر ہر عضو پر اذکار اور دعائیں پڑھتے ہیں آیا کوئی اصل معتمد اس کی ہے یا نہیں؟“ لکھا :-

”جو وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں ان کی کوئی سند صحیح نہیں ہے لیکن روایات قابل عمل ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲۰ ص ۲۲)“

سوال۔ اذکار وضو کے پڑھنے کی فضیلت کیا ہے؟

جواب۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ تو اس کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھولے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ رواہ مسلم و الترمذی اور ترمذی کی روایت میں شہادتین پر اس دعا کا اضافہ کیا ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ (الہی مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر اور مجھے پاکیزگی کرنے والوں میں سے بنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح) اس حدیث کو ابو داؤد و نسائی ابن ماجہ ابن ابی شیبہ اور ابن السبکی نے بھی روایت کیا ہے (حصن حصین)

سوال۔ ان کے علاوہ حدیثوں سے وضو کے بعد اور کیا کچھ پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے؟

جواب۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی لایا۔ آپ نے وضو کیا اور یہ دعا پڑھی۔



اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَصَبِّحْ لِي ذَا بَرَاءٍ وَبَارِكْ  
لِي فِي بَرَاذِي - (رداء النسائی و ابن السنی)

الہی میرے لیے میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے میرے گھر میں  
فراخی کر اور میرے لیے میرے رزق میں برکت دے۔

میں نے گزارش کی یا رسول اللہ! میں نے آپ کو ایسی ایسی دعا پڑھتے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے کچھ چھوڑ دیا ہے!

یعنی میں نے ایسی دعا کی ہے جو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی جامع ہے۔ کوئی خیر و خوبی اس سے چھوٹی نہیں۔

(حصین حصین) - وضو کے بعد یہ دعا پڑھنا بھی منقول ہے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا  
إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأُكَلِّبُكَ رِيبًا لَكَ رِيبًا تَعْرِيفُ سے وابستہ ہے۔ میں گواہی دیتا

ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے غشش مانگتا ہوں تو تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں (رداء الحاکم والنسائی)

اسی طرح مروی ہے کہ جو کوئی وضو کرے اور کہے اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأُكَلِّبُكَ  
إِلَيْكَ اس کے لئے اس کا ثواب کاغذ کے ایک پرچے میں لکھا جاتا ہے۔ پھر وہ کاغذ منہ پر کر کے زیرِ عرش رکھ دیا جاتا

ہے۔ یہ مہر قیامت تک نہیں توڑی جائے گی۔ (رداء الطبرانی فی الاوسط (حصین حصین))

سوال - اردو کی ایک کتاب میں لکھا ہے:- حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص ایک دفعہ بعد وضو

اَنَا اَنْزَلْنَاهُ پڑھے گا وہ صدیقوں میں ہوگا۔ جو دو دفعہ پڑھے گا اس کا نام شہداء کے دفتر میں لکھا جائیگا۔ جو تین  
دفعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو گروہ انبیاء کے ساتھ محشور کرے گا۔ کیا کسی حدیث میں اَنَا اَنْزَلْنَاهُ پڑھنے کی

یہ فضیلت مذکور ہے؟

جواب - ہر امر غلط ہے۔ اس معنون کی حدیث و منوع ہے یعنی کسی وضع حدیث کی من گھڑت ہے۔ علامہ علی قاریؒ نے  
فرمایا کہ وضو کے بعد اَنَا اَنْزَلْنَاهُ پڑھنے کی حدیث منوع ہے اور اس کا پڑھنا خلاف سنت ہے (فتاویٰ امہادیہ جلد اول مطبوعہ مجتہدانی دہلی ص ۱۱۱)

## فصل سوم وضو کے فضائل

سوال - وضو کرنے کا ثواب اور فضیلت کیا ہے؟

جواب - (۱) ابوماک شحری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طہور یعنی پاک رہنا نصف  
ایمان ہے (شکوۃ بحوالہ داری) پاک رہنا اس لئے آدھا ایمان ہے کہ ایمان سے بڑے چھوٹے گناہ بخشے جاتے ہیں اور وضو کرنے سے  
مغیرہ گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔ پس اس اعتبار سے طہارت نصف ایمان کے مرتبے میں ہوتی۔



اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص وضو کرے اور عمدگی سے وضو کرے یعنی سنن و مستحبات کی رعایتوں کے ساتھ اس کے (صنیرہ) گناہ اس کے بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں تک سے خارج ہو جاتے ہیں (مرواہ البخاری و مسلم) ناخنوں سے نکلنے کو حصول طہارت میں بالغتہ فرمایا گیا یعنی وضو کرنے والا گناہوں سے خوب پاک ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کی مثل اردو زبان کا ایک محاورہ ہے کہ اس کی شیخی ناک کی راہ نکال دیں گے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے وہ تمام گناہ بھڑ جاتے ہیں جو آنکھوں سے کٹے ہوئے ہیں اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جو ہاتھ سے ہوتے ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ وہ تمام گناہ خارج ہو جاتے ہیں جو پاؤں سے چل کر کٹے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک و صاف ہو کر نکل آتا ہے۔ (رواہ مسلم)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو فرض نماز کا وقت آنے پر اس کا اچھی طرح وضو اور خشوع اور رکوع کرے اور پھر یہ نماز اس کے تمام سابقہ گناہوں کا کفارہ نہ ہو جائے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے باز رہا ہو اور نماز کے ذریعہ سے یہ کفارہ ذنوب و دہائی و استمراری ہے۔ (رواہ مسلم) شیخ عبدالحی نے لکھا کہ نماز کا خشوع یہ ہے کہ نمازی ظاہر و باطن کے آداب بجا لائے، دل تڑساں ہو اور نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے اور نماز کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو اور بدن اور کپڑے اور ڈاڑھی سے کھیلے نہیں۔ دائیں بائیں طرف التفات نہ کرے اور آنکھیں بند نہ کرے۔ حدیث میں رکوع کا ذکر کیا اور سجدے کا نہ فرمایا کیونکہ رکوع خاص مسلمانوں کی نماز میں ہے یہود و نصاریٰ کی نماز میں علی العموم نہیں۔ اور اس ارشاد سے کہ جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا ہو مقصود یہ ہے کہ اس طرح کی نماز صنیرہ گناہوں کو محو کرتی ہے نہ کہ کبار ذنوب کو اور حسب روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ قیامت کے دن غشا المسحجلین کے نقب سے پکارے جائیں گے۔ وضو کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر روشن نور اترے گا۔ مفید ہوں گے پس جو شخص اپنی پیشانی کی روشنی کو طہالت دینا چاہے وہ ضرور ایسا کرے۔ (رواہ البخاری و مسلم) مجل اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ پاؤں سفید مہل روشنی کو دراز کرنے کی یہ صورت ہے کہ نمازی وضو میں پیشانی کے اوپر سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک خوب دھوئے۔

اور حضرت ابوہریرہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مومن کے زیر و دیاں تک پہنچیں گے



جہاں تک کہ وضو کا پانی پہنچتا ہے (رواہ مسلم)

## فصل ۱۲ - مسواک

سوال - حدیثوں میں مسواک کی فضیلت کیا کچھ مذکور ہے؟

جواب - مسواک کی فضیلت اور اس کے استحقاق پر بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نماز کی فضیلت جس کے لیے مسواک کی گئی ہو اس نماز پر ترگو نہ فضیلت رکھتی ہے جس کے لیے مسواک نہ کی گئی ہو۔ (رواہ ابویہنی فی شعب الایمان) یہ حدیث ضعیف ہے۔ لیکن عمل کرنے والے کے لیے ضعف میں کوئی مضائقہ نہیں اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں مشکل و بھارتنا تو اپنی امت کو نماز عشاء میں تاخیر کرنے اور صبح کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا تو رواہ البخاری و مسلم۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں کام یعنی عشاء کی نماز میں رہنا اور صبح کی تاخیر کرنا اور ہر نماز کے وضو کے ساتھ مسواک کرنا بڑی فضیلت و اہمیت رکھتے ہیں۔ شریح بن ملیک کا بیان ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو آپ کا اولین کام کیا ہوتا تھا۔ ام المومنین نے فرمایا کہ آپ گھر میں تشریف لا کر سب سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ (رواہ مسلم علی قاری) لکھتے ہیں کہ حقیقت میں یہ امت کے لیے تعلیم ہے کہ اپنے گھر کے لوگوں سے نہایت پاکیزگی کے ساتھ صحبت رکھیں یہاں تک کہ کلام کرنے اور جنسی اختلاط کے لیے مسواک کر لیا کریں تاکہ کوئی متنفس منہ کی بے مزگی کے باعث ایذا نہ پائے

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک منہ کی پاکیزگی کا سبب اور اپنے پروردگار کی رضا مندی کا باعث ہے۔ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی دن میں یا رات کو سو کر بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے۔ (رواہ احمد والبیہقی اور ابویہنی) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کبھی جبریل میرے پاس آئے مجھے مسواک کی تاکید کرتے تھے یہاں تک کہ مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ چھیل ڈالوں گا۔ (رواہ احمد اور فرمایا اگر میں نکلیں تو وہ نہ سمجھتا تو امت کو حکم دیتا کہ وہ نماز عشاء و نہائی رات تک مؤخر کیا کریں اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کیا کریں



زید بن خالد کا سوال تھا کہ جب نمازوں کے لئے مسجد جمعی میں حاضر ہوتے تو حکم کی طرح ان کی مسواک ان کے کان پر ہوتی۔ مسواک کئے بغیر نماز نہ پڑھتے اور مسواک کر کے پھر کان پر رکھ دیتے۔ رواد الترمذی و ذیل حدیث من صحیح

سوال۔ مسواک کرنا مردوں کے لئے سنون ہے یا عورتیں بھی اس کی مامور ہیں؟

جواب۔ مسواک کرنے کا حکم عام ہے۔ مردوں کی کوئی تخصیص نہیں۔

سوال۔ مسواک کے مطلق اور کیا کیا ہدایات ہیں؟

جواب۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ مسواک درخت پیلو یا کسی اور تلخ درخت مثلاً نیم یا کبکد وغیرہ کی نی چلیے۔ چنگلیا کے برابر ہونی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو لیکن اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک اور شوارہ ہو۔ مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لیں کہ چنگلیا مسواک کے نیچے رہے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر انگوٹھا سرے پر نیچے ہو۔

سوال۔ اگر اچھی مسواک میسر نہ ہو یا مسواک کے استخوان میں کوئی دشواری یا محذوری ہو تو برش استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ برش استعمال کرنے کی اسی حالت میں اجازت ہے جبکہ اس بات کا مصلحتاً اطمینان ہو کہ خضر کے پتوں کا نہیں جو ولایتی برش مسواک کے نام سے بازار میں ملتا ہے اگر اس کی طرف سے یقین کا مصلحت ہو کہ کسی ایک جانور کے بالوں کا نہیں تو وہ بوقت عذر مسواک مسنون کا بدل ہو سکتا ہے۔ لیکن مشہور ہے کہ آپ کچھ سے پلاٹک کے برش آسے ہیں جن میں کسی جانور کے بالوں کا کوئی شائبہ نہیں۔ واللہ اعلم

## فصل ہاپٹی پر مسح

سوال۔ مسح کے کچھ ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ ہاتھ پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا یا کوئی اور ایسی بیماری ہو کہ اس پر پانی ڈالنا نقصان

ہو تو وضو کرتے وقت صرف جیگا ہاتھ پھیریں۔ اس ہاتھ پھیرنے کو مسح کہتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی نقصان سے تو مسح بھی نہ کریں۔ اتنی جگہ چھوڑ دیں۔

سوال۔ اگر پٹی کھول کر زخم یا پھوڑے پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے سے زخم میں زیادہ

شواری ہو تو پھر کیا کیا جائے؟



جواب۔ ایسی حالت میں پٹی کے اوپر مسح کر لیں اور اگر مسح کرنے میں کوئی نقصان یا غیر معمولی دشواری نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں۔ پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا لازم ہے۔ اور جب زخم پر مسح کرنا بھی نقصان دہ ہو تو اس وقت پٹی یا پھایا پر مسح کرنا جائز ہے۔

سوال۔ ہڈی کے ٹوٹ جانے کے وقت بانس کی کھپاچیں باندھ دیتے ہیں۔ اس پر مسح کرنا کیا حکم ہے؟  
جواب۔ اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر ان کھپاچوں کا کھولنا اور پھایا کا اکھاڑنا نقصان پہنچائے یا اس سے سخت تکلیف ہوتی ہو تو کھپاچوں اور پٹی اور پھایا پر مسح کر لینا جائز ہے۔ فص کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکیں تو پٹی کھول کر پڑے کی گدی پر مسح کریں اور اگر کھولنے باندھنے والا کوئی نہ ملے تو پٹی ہی پر مسح کر لیں۔

سوال۔ کم از کم کتنی جگہ کا مسح کرنا ضروری ہے؟

جواب۔ ساری پٹی وغیرہ پر مسح کرنا چاہیے۔ آدھی سے زائد پر بھی جائز ہے لیکن آدھی یا آدھی سے کم پر کرنا جائز نہیں۔

سوال۔ اگر پٹی وغیرہ کھل کر گزریں اور زخم بھی ابھی اچھا نہیں ہوا تو پھر کیا صورت اختیار کی جائے؟

جواب۔ اس کو پھر باندھ لیں وہی پہلا مسح کافی ہے۔ دوبارہ مسح کر لے کی ضرورت نہیں اور اگر زخم

اچھا ہو گیا ہو اور دوبارہ باندھنے کی ضرورت نہ رہی ہو تو وہ مسح جاتا رہا۔ اب اتنی جگہ کو دھو کر نماز پڑھ لیں۔  
وضو نہ پھرنا ضروری نہیں۔

## فصل ۱۶۔ موزوں پر مسح

سوال۔ بعض گمراہ فرقے موزوں پر مسح کر کے بارہ میں اہل سنت پلٹن کرتے ہیں کیا اس کا کوئی قطعی ثبوت ہے؟

جواب۔ صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بسوایت متعدد و طرُق مختلف مروی ہے کہ پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم سنہ اور حضرم موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے

کہ مسح خفین کی حدیث بتواتر ثابت ہوئی ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بعض علماء نے راویان

مسح خفین کی جو فہرست لکھی ہے وہ اتنی صحابہ کرام کے اسماء مبارکہ سے متجاوز ہے۔ اس تعداد میں حضرات عشرہ مبشرہ

بھی داخل ہیں۔ اور امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا جو سب کے سب اس کا



اعتقاد رکھتے تھے اور کئی آنے کہا کہ جو کوئی مسح موزہ کو قبول نہ کرے مجھے اس پر کفر کا خوف ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں اس وقت تک مسح موزہ کا قائل نہ ہوں جب تک میں نے اس کے آثار و اخبار ضرور نہار کی مثل نہ دیکھے۔

(مدارج النبوة)

سوال۔ وضو میں پاؤں دھونا افضل ہے یا موزوں پر مسح کرنا؟

جواب۔ موزوں پر مسح کرنا رخصت اور پاؤں کا دھونا عزیمت یعنی اولیٰ ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ جو کوئی مسح موزہ پر اعتقاد رکھے وہ مبتدع ہے لیکن جو کوئی اعتقاد رکھنے کے باوجود ازراہ عزیمت مسح نہ کرے وہ ثواب دیا جاتا ہے۔

سوال۔ موزے جن پر مسح جائز ہے۔ لازمًا چڑے کے چاہئین یا سوتی اور اونی جرابوں پر بھی مسح جائز ہے؟

جواب۔ اگر اونی یا سوتی موزوں میں یہ چند شرائط پائے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

(۱) اتنے موٹے اور گارے ہوں کہ جوتی کے بغیر صرف اُن کو پہن کر بارہ ہزار قدم یعنی تین میل چلیں تو نہ پھٹیں یا ان کے پہننے سے پاؤں ٹخنوں تک چھپ جائیں اور اگر ان کو پہن کر پنڈلیوں پر کچھ نہ باندھیں تو گریں نہیں۔  
(۲) ان میں سے پالی نہ چھنے (۳) ان کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے یعنی آنکھ لگا کر اُن میں دیکھیں تو کچھ دکھائی نہ دے۔

سوال۔ فل بوٹ یعنی بلبے بوٹ پر جس میں ٹخنے چھپے رہتے ہیں مسح جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ چونکہ فل بوٹ میں جو مسح کی ساری شرطیں پائی جاتی ہیں اس لئے اس پر مسح جائز ہے لیکن (۱) وہ جوتی کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں (۲) عام طور پر پچیس ہوتے ہیں (۳) ان کو پہن کر نماز پڑھنا سوراوہ بھی ہے ان سے گانہ و جودہ کی بنا پر ان کو پہنے ہوئے بغیر کسی مجبوری کے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

سوال۔ چڑے کے موزوں پر مسح کب جائز ہے؟

جواب۔ جب وضو کر کے ان کو پہن لیں تو اس کے بعد جب وضو ٹوٹے گا تو وضو کرتے وقت ان پر مسح کرنا درست ہوگا۔ اگر وضو کئے بغیر موزے پہن لئے تو ان پر مسح درست نہ ہوگا اتنا کہ پیر دھو لینے چاہئیں۔

سوال۔ ایک دفعہ کے پہنے ہوئے موزوں پر کتنی مدت تک مسح جائز ہے؟

جواب۔ مقیم آٹھ پہر تک یعنی ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور سفر ہو تو تین دن اور تین رات تک مسح جائز ہے۔



سوال۔ مسح کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب۔ داہنے ہاتھ کی انگلیاں پانی سے بھگوئیں اور تین درمیانی انگلیاں پاؤں کے پنجے پر رکھ کر اوپر ٹخنے کی طرف کھینچیں۔ انگلیاں پوری پوری رکھیں۔ ان کے سرے رکھنا کافی نہیں۔ اگر پوری انگلیوں کو موزے پر نہیں رکھا اور وہ کھڑی رہیں تو مسح درست نہیں ہوا۔ البتہ اگر انگلیوں سے برابر پانی ٹپک رہا ہو جس سے یہ کرتین انگلیوں کے برابر پانی موزے کو لگ جائے تو درست ہو جائیگا۔ مسح ہمیشہ پاؤں کے اوپر کی طرف کیا جاتا ہے۔ تلووں پر یا ایڑی کی طرف مسح کرنے سے مسح نہیں ہوتا۔

سوال۔ موزوں پر مسح صرف وضو میں کیا جاتا ہے یا غسل میں بھی؟

جواب۔ موزوں پر مسح وضو میں جائز ہے غسل میں نہیں۔

سوال۔ مسح کا حساب کس وقت سے کیا جاتا ہے؟

جواب۔ وضو کر کے موزے پہننے تھے۔ اس کے بعد جب وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جائے گا جس وقت موزہ پہنا ہے اس وقت کا اعتبار نہ کریں گے۔ جیسے مثلاً ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا۔ پھر غروب آفتاب کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک ہر نماز کا وضو کرتے وقت مسح کرنا درست ہے اور مسافرت میں تیسرے دن کے غروب آفتاب تک کر سکتے ہیں۔ جب آفتاب غروب ہو گیا تو مسح کرنا درست نہ رہا۔

سوال۔ اگر کوئی پانی برستے وقت باہر نکلا یا بھیگی گھاس میں چلا جس سے موزے بھیگ گئے تو مسح ہوا یا نہیں؟

جواب۔ ہاں ہو گیا۔

سوال۔ موزے اتارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ موزوں کے اتارنے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر کسی کا وضو ٹوٹ نہیں تو تاہین اس نے موزے اتار ڈالے تو مسح جاتا رہا۔ اب وہ دونوں پیر دھو ڈالے۔ پھر سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک موزہ اتار ڈالا تو دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہو گیا۔

سوال۔ اگر مسح کی مدت پوری ہو گئی تو پھر کیا کرنا چاہیے؟

جواب۔ اگر مسح کی مدت پوری ہو گئی تو بھی مسح جاتا رہا۔ اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھولیں۔ پھر سے وضو کا دہرانا واجب نہیں۔ ہاں اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اتار کر پورا وضو کریں۔



سوال۔ اگر پانی میں پاؤں جاڑا تو مسح پر اس کا کچھ اثر ہوا یا نہیں؟

جواب۔ موزے پر مسح کرنے کے بعد کہیں پانی میں پاؤں ڈب گیا اور موزے کے اندر پانی چلا گیا اور سارا یا آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح جاتا رہا۔ دوسرا موزہ بھی اتار دیں اور دونوں پاؤں اچھی طرح سے دھو لیں۔ سوال۔ موزہ پھٹ گیا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ جو موزہ اتنا پھٹ گیا ہو کہ چلنے میں پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں۔ کم میں درست ہے۔ اور اگر موزہ کی سیون کھل گئی لیکن اس میں سے پاؤں دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے۔ البتہ اگر چلتے وقت پاؤں تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہو اور دونوں دکھائی نہ دے تو مسح درست نہیں۔ اگر ایک موزہ میں دو انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے اور دوسرے میں سے ایک انگلی کے برابر تو اس میں کچھ حرج نہیں مسح جائز ہے ایک ہی موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہو اور سب ملا کر اگر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہو تو مسح جائز نہیں اور اگر اتنا کم ہے کہ سب ملا کر بھی تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

سوال۔ سفر پیش آ جانے پر مسح کی کیا صورت ہوگی؟

جواب۔ اگر کسی نے موزے پر مسح کرنا شروع کیا اور ابھی ایک دن رات نہیں گزرا تھا کہ سفر اختیار کرنا پڑا تو تین دن رات مسح کرتا رہے اور اگر سفر سے پہلے ہی ایک دن رات گزر جائے تو مدت ختم ہو چکی۔ پاؤں دھو کر کھڑے موزے پہنے۔ مسافر گھر پہنچ گیا تو اگر ایک دن رات پورا ہو چکا ہے تو اب موزے اتار دے اب موزوں پر مسح درست نہیں اور اگر ہنوز ایک دن رات پورا نہیں ہوا تو ایک دن رات پورا کر لے۔

سوال۔ اگر سوتی یا اونی جراب پر پورا چمڑا چڑھا دیا گیا یا ساری جراب پر چمڑا نہ چڑھا ہو بلکہ مردانہ جوتی کی شکل پر چمڑا لگا ہو تو پھر جراب پر مسح درست ہے یا نہیں؟

جواب۔ ان دونوں صورتوں میں سوتی یا اونی جراب پر بھی مسح درست ہے۔

سوال۔ اگر تیمم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو اس کے بعد وضو کرتے وقت موزوں پر مسح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ ایسی حالت میں موزوں پر مسح نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ مسح کی یہ لازمی شرط ہے کہ موزے طہارت

کامل کی حالت میں پہنے ہوں اور تیمم طہارت کاملہ نہیں۔ خواہ وہ تیمم صرف غسل کا ہو یا وضو اور غسل دونوں کا

سوال۔ اگر پیر میں کسی اونچی جگہ پر رکھ کر خود بیٹھ جائیں اور پیروں کے سوا باقی جسم کو دھو لیں اس کے بعد پیروں پر مسح کر لیں

تو یہ مسح جائز ہوگا یا نہیں؟



جواب۔ غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں۔ خواہ غسل فرض ہو یا سنت۔

## فصل ۱۔ نواقض وضو

سوال۔ نواقض وضو یعنی وہ چیزیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کتنی اور کیا کیا ہیں؟

جواب۔ وضو شکن چیزیں نو ہیں۔ (۱) پاخانہ پیشاب کرنا یا آگے پیچھے کی راہوں سے یا کسی اور چیز مثلاً خون، کیچڑ، سنگریزہ کا نکلنا (۲) ریح یعنی ہوا کا پیچھے سے خارج ہونا (۳) لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو جانا (۴) بدن کے کسی مقام سے خون یا پیپ کا بہ نکلنا (۵) منہ بھر کے قے کرنا (۶) نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنہ (۷) بجاعت کرنا (۸) بیہوش ہو جانا (۹) جنون یعنی دیوانگی طاری ہونا۔

سوال۔ پاک چیز بدن سے نکل کر کتنی مقدار میں بہ جائے تو وضو ٹوٹتا ہے؟

جواب۔ کوئی ناپاک چیز بدن سے نکل کر اس مقام کی طرف جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے ٹھوڑی سی بھی بہ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کسی نے فصدی یا نکیر بھوٹی یا چوٹ لگے سے خون بہ نکلا یا پھوڑے پھنسی سے یا بدن کے کسی حصہ سے خون یا پیپ خارج ہو کر بھی تو وضو ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون یا پیپ زخم کے منہ ہی پر ہے۔ اس نے اس سے آگے تجاوز نہیں کیا تو وضو نہیں گیا۔ اگر کسی کے سوئی چھگ گئی اور خون نکلا مگر آگے نہیں بہا تو وضو نہیں ٹوٹا اور جو ذرا بھی بہ پڑا تو وضو جاتا رہا۔

سوال۔ آنکھ کے اندر کوئی مادہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا اور اس کا پانی بہ کر آنکھ میں پھیل گیا مگر باہر نہیں نکلا۔ تو یہ حکم ہے؟

جواب۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ آنکھ کے اندر کا حصہ نہ وضو میں دھونا فرض ہے نہ غسل میں ہاں مگر آنکھ کے باہر پانی نکل پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر کان کے اندر کوئی مادہ ٹوٹ جائے تو جب تک خون یا پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں پانی پہنچانا غسل کرتے وقت فرض نہیں ہے تب تک وضو نہیں ٹوٹتا اور جب ایسی جگہ پر آجائے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ پھوڑے کا چھلکا لپٹنے سے اس میں خون یا پیپ دکھائی دینے لگی لیکن وہ اپنی جگہ پر پھیر رہا ہے اور پھوڑے سے باہر نکل کر نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر بہ پڑی تو وضو جاتا رہا۔ اگر پھوڑے پھنسی کا خون خود بخود نہ نکلا بلکہ اسے دبا کر نکالا گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

سوال۔ اگر زخم یا پھوڑے پر پیپ یا خون ظاہر ہوا اسے پونچھ ڈالا۔ پھر ظاہر ہوا پھر پونچھ لیا۔ بار بار کیا کیا



خون بہنے نہ پایا تو اس سے وضو بحال رہا یا ٹوٹ گیا ؟

جواب - یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر خون پونچھا نہ جاتا تو بہ جانے کے لائق تھا یا نہیں۔ اگر اتنی مقدار میں تھا کہ بہہ سکتا تھا تو وضو ٹوٹ گیا۔ ورنہ نہیں۔

سوال - اگر تھوک میں خون کی آمیزش ہو تو اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟

جواب - اگر خون کم ہو اور رنگت سفیدی یا زردی مائل ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے اور رنگت سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

سوال - چونک نے بدن کا خون پیا اور بھگئی یا چھرنے کا تو اس سے وضو ٹوٹتا یا نہیں ؟

جواب - چونک کے خون پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ چھڑانے کے بعد اس کے کاٹے ہوئے زخم سے خون نہ بہے۔ کیونکہ وہ اتنا خون چوس لیتی ہے کہ اگر وہ خون اس کے شکم میں نہ جاتا تو یقیناً بہ جاتا۔ البتہ چھڑا پسو کے کاٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ اتنی قلیل مقدار میں خون پیتے ہیں جو بہنے کے لائق نہیں ہوتا۔

سوال - کان سے بہنے والا پانی نجس اور ناقض وضو ہے یا نہیں ؟

جواب - کان میں درد ہو تو جو پانی کان سے بہے وہ نجس ہے اگرچہ کچھ پھوڑا اور پھنسی نہ معلوم ہوتی ہو۔ اگر کان سے نہ کہ اس جگہ تک آجائے جس کا دھونا غسل کرنے وقت فرض ہے تو اس سے وضو ٹوٹ جائیگا اور اگر کان سے زخم یا زرد پانی بغیر کسی درد کے نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں ہے۔

سوال - قے میں کیا چیز نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے اور اگر تھوڑی تھوڑی قے کئی مرتبہ ہوئی تو کیا حکم ہے ؟

جواب - قے میں پت یا خون یا کھانا یا پانی خارج ہو اور منہ بھر کے ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر خالص بلغم نکلے تو نہیں ٹوٹتا۔ اگر ایک متلی سے کئی بار قے ہوئی اور اس کا مجموعہ اس قدر ہے کہ منہ بھر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر ایک متلی سے تھوڑی قے ہوئی۔ پھر وہ متلی جاتی رہی اور دوبارہ متلی پیدا ہو کر تھوڑی سی قے ہوئی تو ان دو مرتبہ کی قے سے وضو نہ ٹوٹے گا۔ یاد رہے کہ اگر قے منہ بھر کے نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں۔

سوال - قے میں بہتا ہوا خون گرے اور منجھ خون گرے ان دونوں کا کیا حکم ہے ؟

جواب - اگر قے کا خون پتلا اور بہنے والا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ کم ہو یا زیادہ منہ بھر کے ہو یا نہ ہو اور اگر جگہ ٹوٹے ٹوٹے گرے اور بھر منہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور کم ہو تو نہ ٹوٹے گا۔

سوال - کس نیند سے وضو ٹوٹتا ہے اور کس سے نہیں ٹوٹتا ؟



جواب۔ لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گئے اور ایسی غفلت ہو گئی کہ اگر دو ٹیک نہ ہوتی تو گر پڑتے تو وضو جاتا رہا اور اگر بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے بدون تکیہ سو جائیں تو وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ حالت نماز میں سوئیں یا بغیر نماز کے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی چار زانو بیٹھے ہوئے سو گیا یا دونوں پاؤں ایک جانب کر کے متحد کو زمین پر چسپاں کر کے سویا تو وضو نہیں ٹوٹا۔ بیٹھے بیٹھے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑا۔ اگر گرتے ہی فوراً آنکھ کھل گئی تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر گرنے کے ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو وضو جاتا رہا اور اگر بیٹھے بیٹھے جھومتا رہا اگر انہیں تسبیحی وضو نہیں ٹوٹا۔ اگر بیٹھے کر سو جائے میں دونوں سرین خوب نہ جھے ہوں یا اکڑوں بیٹھے کر سو یا یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا اس طرح دو زانو بیٹھا کہ پیٹ راتوں پر رکھا ہو اور دونوں سرین جھے نہ ہوں یا اس طرح چار زانو ہے کہ سر راتوں یا پینڈیلیوں پر ہے یا اس ہیئت پر سو گیا جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں تو ان سب صورتوں میں وضو جاتا رہا۔

سوال۔ رکوع یا سجدہ کی حالت میں سونا ناقض وضو ہے یا نہیں؟

جواب۔ حالت رکوع میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور سجدے میں مردوں کا اپنی ہیئت مسنون پر سونا ناقض وضو نہیں۔ مردوں کی ہیئت مسنون سے یہ مراد ہے کہ سجدہ میں باہوں کو زمین سے اور پہلو کو راتوں سے اور راتوں کو پینڈیلیوں سے جدا رکھے۔ اگر یہ اعضا آپس میں ملے ہو گئے تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ یہ ہیئت مسنون مردوں کے لئے ہے اور اگر عورت سجدے میں اپنی زنانہ ہیئت مسنون پر سو جائے گی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حالت سجدہ میں مردوں کے سو جانے پر بھی نقیض وضو کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ عہد حاضر میں مردوں کے قوی بھی ایسے مضبوط نہیں جیسے پہلے لوگوں کے تھے۔ اس لئے جب مرد بھی حالت سجدہ میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

سوال۔ آشوب چشم میں آنکھوں سے اشک رواں ہوں تو وہ ناقض وضو ہیں یا نہیں؟

جواب۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ در مختار میں ہے کہ وہ پانی جو دمکتی آنکھ سے نکلے ناقض وضو ہے لیکن علامہ ابن الہمام صاحب فتح القدر کے نزدیک جب تک اس کا پیپ ہوتا ظاہر نہ ہو ناقض وضو نہیں اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ رمد کے مریض کی آنکھوں سے اشک رواں ہوں تو اس کو ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ قیح یا زرد پانی ہو۔ قیح بالفتح ریم کو کہتے ہیں اور وہ خون متعفن ہے جو سفید مائل بزرگی گاڑھا ہو جاتا ہے۔



سوال۔ اگر کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو یا عورت کو ہاتھ لگائے تو وضو بہتے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

جواب۔ اپنے اندام نہانی کو بدون پردہ چھونے یا کسی عورت کو بے پردہ ہاتھ لگانے سے امام اعظم رحمہ

نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن دوسرے آئمہ کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ پس اولیٰ اور مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ان سے بچیں۔ یعنی نہ تو وضو کے بعد کپڑا حائل ہوئے بغیر اندام نہانی کو چھوئیں اور نہ بیوی کو ہاتھ لگائیں۔

سوال۔ اگر تمباکو وغیرہ نشہ کی کوئی چیز کھالی اور اتنا نشہ ہو گیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا تو وضو ریا یا نہیں؟

جواب۔ اگر اتنا نشہ ہو گیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ڈگسکتے ہیں تو وضو جاتا رہا۔

سوال۔ ہنسنے سے کن صورتوں میں وضو ٹوٹتا ہے؟

جواب۔ اگر کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اتنے زور سے ہنسی آگئی کہ پاس والے نمازیوں نے بھی اگر کوئی ہوں تو

سن لی تو وضو بھی ٹوٹ گیا اور نماز بھی۔ اور اگر اپنے کو تو آواز سنائی دی لیکن پاس والے نہ سن سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر ہنسی میں فقط دانت کھلے آواز قطعاً نہیں نکلی تو نہ نماز گئی اور نہ وضو۔

سوال۔ حجامت جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کی ادنیٰ حد کیا ہے اور ندی وغیرہ کے خارج ہونیکا حکم ہے؟

جواب۔ مرد کے پیشاب گاہ سے جب عورت کا اندام نہانی مل جائے اور کچھ کپڑا وغیرہ چھ میں حائل نہ

ہو تو دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ کسی کو کوئی قطرہ نکلے یا نہ نکلے عورت کو ہاتھ لگانے سے یا عورت کے

خیال میں غلطاں و بیچاں رہنے سے آگے کی راہ سے کوئی قطرہ نکل آئے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس

قطرے کو جو جوش و بیجان میں نکلتا ہے ندی کہتے ہیں۔ جو بے سدا ریا پانی آگے کی طرف سے آتا ہے وہ نجس ہے

اور اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ غرض منی ندی و دی سب کے خروج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال۔ وضو کے بعد کسی کو برہنہ دیکھ لیا یا اپنا سر کھل گیا یا برہنہ عمل یا ہونیکا توبہ وضو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب۔ یہ وضو درست ہے۔ وضو ہر آلے کی ضرورت نہیں۔

سوال۔ وضو کے بعد ناخن کٹانے یا زخم کے اوپر کی مرمرار کھال نوچنے سے دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب۔ ان دونوں صورتوں میں نہ تو وضو دہرانے کی ضرورت ہے اور نہ اتنی جگہ کے پھر تر کرنے کا حکم ہے

سوال۔ بھر منہ کے بعد کلی کرنے کے لئے پانی کے کسی برتن کو منہ لگا کر پانی ریا تو برتن پاک رہا یا نہیں؟

جواب۔ پانی کا وہ برتن ناپاک ہو گیا۔ اس لئے ایسے موقع پر پانی چلو سے لینا چاہیے۔ طفل شیرخوار جو دودھ ڈالتا

ہے اس کا بھی بوی حکم ہے کہ اگر وہ دودھ بھر منہ ہو تو نجس ہے ورنہ نہیں۔ اگر ماں بھر منہ دودھ کے دھوئے بغیر نماز پڑھے گی



نہ ہمارے ہوگی۔

سوال۔ وضو کرنے کا یقین ہو لیکن وضو کا ٹوٹنا یاد نہ ہو تو وضو بحال سمجھا جائے گا یا نہیں؟

جواب۔ وضو بحال سمجھا جائے گا۔ اس سے نماز بھی باطل نہیں ہو سکتی ہے تاہم دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

سوال۔ اگر غیر مختون مرد کے عضو تناسل سے پیشاب، ودی، مذی، منی، کبر، پتھری کوئی چیز لگی مگر ابھی ختنہ کی کھال سے خارج نہیں ہوئی تو اس سے وضو ٹوٹ گیا یا نہیں؟

جواب۔ ٹوٹ گیا۔

## فصل ۱۸۔ قرآن کو بے وضو چھونے کی ممانعت

سوال۔ کیا قرآن پاک کو بلا وضو ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے؟

جواب۔ ہاں بالغ مردوں اور عورتوں کو بے وضو قرآن مجید کا چھونا درست نہیں ہے۔ بنی صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کو بخران کا عامل مقرر کر کے بھیجا تھا۔ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ اس خط میں جو آپ نے عمرو بن حزم کے نام بھیجا تھا یہ بھی درج تھا کہ پاک یعنی با وضو آدمی کے سوا قرآن کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ رواد مالک والدارقطنی۔ ہاں بے وضو کو نہ بانی پڑھنا درست ہے اور اگر کلام مجید کھلا ہو رکھا ہو تو اس کو ہاتھ لگائے بغیر دیکھ دیکھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

سوال۔ اگر قرآن جزدان میں ہو یا اس پر چوٹی پڑھی ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب۔ اگر قرآن جزدان میں ہو تو بے وضو اس کو چھو سکتے ہیں اور اگر کسی چوٹی چڑھی ہو تو جائز نہیں۔

قرآن کو رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآن کا جائز ہے۔ جو کتا کسی نے پہن رکھا ہے اس کی آستین سے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ چادر کا ایک کونہ سوٹ سے پر ہو تو دوسرے کونے سے چھونا حرام ہے کیونکہ کرت اور چادر آدمی کے اسی طرح تابع ہیں جس طرح چوٹی قرآن کی تابع ہے۔ ہاں چادر کو بدن سے الگ کر لیں تو پھر چادر سے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

سوال۔ بے وضو شخص حدیث تفسیر اور فقہ کی کتابوں کو اور دھرم کو جس پر کوئی سورت لکھی ہو چھو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ کتب تفسیر حدیث و فقہ کو بے وضو چھونا مکروہ ہے۔ البتہ ان کو آستین سے چھو سکتے ہیں۔



اور اُس درہم کا چھونا بھی جائز نہیں جس پر قرآن کی کوئی سورۃ لکھی ہو۔ ہاں یہ درہم کسی ٹھیلی میں ہوں تو اُس ٹھیلی کو اٹھا سکتے اور چھو سکتے ہیں۔

سوال۔ جنبی کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب۔ جنبی یعنی اُس شخص کو جسے غسل کی حاجت ہے قرآن پڑھنا جائز نہیں اگرچہ آیت سے بھی کم ہو۔ البتہ آیات و عائدہ کو دعا اور ثنا کے طور پر پڑھنا صحیح تر قول میں جائز ہے۔ جنبی کو مسجد میں جانا بھی جائز نہیں البتہ جنبی کو بسم اللہ اور تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے حیض اور نفاس والی عورتیں ان جملہ امور میں مثل جنبی کے ہیں۔ اگر کاغذ یا کسی اور چیز مثلاً کپڑے بھٹی وغیرہ پر قرآن مجید کی ایک آیت ہی لکھی ہو تو اُس پورے کاغذ اور کپڑے وغیرہ کا چھونا مکروہ تحریمی ہے خواہ اس حصہ کو چھوئیں جس پر آیت درج ہے یا اُس حصے کو جو سادہ ہے۔ اس تختے اور ورق کا اٹھانا بھی ممنوع ہے جس میں آیت قرآنی لکھی ہو اور اگر آیت سے کم ہو تو اس کا چھونا مکروہ نہیں۔ کذا فی الطحاوی۔

سوال۔ نابالغ لڑکے کی کو بلا وضو قرآن چھونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ جائز ہے۔

سوال۔ تورات، زبور، انجیل کو بے وضو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟

جواب۔ قرآن مجید کے سوا دوسری آسمانی کتابوں کے صرف اُس مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں کچھ لکھا ہے۔ سادے مقامات کا چھونا مکروہ نہیں۔ یہی حکم قرآن مجید کی منسوخ التلاوة آیتوں کا ہے۔

سوال۔ پتھر اور دیواروں پر قرآن پاک کا لکھنا کیسا ہے؟

جواب۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز مثلاً پتھر وغیرہ کے قرآن مجید کا لکھنا مکروہ ہے۔

## فصل ۱۹۔ معذور کا وضو اور نماز

سوال۔ معذور کسے کہتے ہیں؟

جواب۔ ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ اس پر پورا وقت ایسا گزر گیا کہ دشواری سے نماز فرض ادا نہ کر سکا وہ معذور ہے۔



سوال۔ معذور کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب۔ اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وقت میں وضو کرے اور اخیر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے اس بیماری کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا جیسے قطرے کا مرض یا دست آنا یا ہوا خارج ہوتے رہنا یا پھوڑے یا ناسور سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان ناف یا پستان سے پانی نکلنے رہنا۔ یہ سب بیماریاں ناقض وضو ہیں لیکن ان میں سے کسی کی حالت میں جب پورا ایک وقت ایسا گزر گیا کہ صاحب مرض طہارت کے ساتھ کسی طرح نماز نہیں پڑھ سکتا تو وہ معذور ہے۔

سوال۔ معذور کا وضو کب ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب۔ فرض نماز کا وقت گزر جانے کے بعد معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے کسی نے عصر کے وقت وضو کیا تو غروب آفتاب کے ساتھ ہی اس کا وضو جاتا رہا۔ نماز مغرب کے لئے اسے تازہ وضو کرنا پڑیگا۔

سوال۔ معذور نے طلوع آفتاب کے بعد وضو کیا تو یہ وضو کب تک صحیح سمجھا جائے گا؟

جواب۔ جب تک ظہر کا وقت ختم نہ ہو یہ وضو نہ جائے گا کیونکہ ہنوز کسی فرض نماز کا وقت نہیں گیا۔

سوال۔ معذور کے لئے کپڑا دھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ کپڑا دھونے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر دھونے کی صورت میں خدشہ ہے کہ نماز ہی کے اندر پھر ناپاک ہو جائے گا تو اس کا نہ دھونا جائز ہے اور اگر سمجھتا ہے کہ فراغت نماز تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا۔ تو دھو لے۔

## فصل ۲۰۔ غسل کا بیان

سوال۔ بڑی نجاست حکم کون سی ہے؟

جواب۔ وہ پھر لکھا گیا تھا کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور حکمی۔ وہ ناپاکی جو حکم شریعت سے ثابت

ہو مگر دکھائی نہ دے اس کو نجاست حکمیہ کہتے ہیں۔ نجاست حکمی کی دو قسمیں ہیں سب وضو ہونا اور غسل کی حاجت ہونا۔ وضو کا بیان گزر چکا۔ اب غسل کا بیان ملاحظہ ہو۔

سوال۔ غسل کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟



جواب - اس کی تین قسمیں ہیں - فرض - سنت - مستحب -  
سوال - کن کن صورتوں میں غسل کرنا فرض ہے ؟

جواب - مجامعت سے مرد اور عورت دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے - اس فرضیت غسل کے لئے حشفہ یعنی مرد کی سپاری کا عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جانا شرط ہے - شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے - انزال ہو یا نہ ہو - بشرطیکہ دونوں مکلف اور بالغ ہوں - اگر ایک بالغ ہو تو اس پر غسل فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں - مگر وہ بھی غسل کا مامور ہے - مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر غسل فرض ہے اور نابالغ کو بھی نہانے کا حکم ہے لڑکا نابالغ ہو اور عورت بالغہ تو عورت پر غسل فرض ہے لیکن لڑکے کو بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا - منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا - فرضیت غسل کا دوسرا سبب ہے - اگر شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی مثلاً زیادہ بوجھ اٹھانے یا زیادہ بلندی سے گرنے کے باعث یا کسی کی مار پیٹ کے صدمہ سے منی خارج ہو گئی تو غسل واجب نہیں اگرچہ اس سے وضو جاتا رہے گا - اگر منی اپنے غرت سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس شخص نے اپنے عضو تناسل کو زور سے پکڑ لیا جس کی وجہ سے باہر نہ نکل سکی - پھر جب شہوت جاتی رہی تو چھوڑ دیا - اب منی باہر نکلی تو اگرچہ اس کا خروج شہوت سے نہ ہوا لیکن چونکہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی لہذا غسل فرض ہے -

کسی نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد بدن یا کپڑے پر منی پائی تو غسل فرض ہے احتلام یا دھواں نہ ہو اور اگر احتلام یا دھواں لیکن بدن یا کپڑے پر اس کا کچھ اثر نہ ہو تو غسل واجب نہیں - اگر عورت کو ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے یا عورت کے تصور سے شہوت ہوئی اور چپ سا نکلا اس چپ کو مذی کہتے ہیں - مذی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے - اور اگر عورت کے ساتھ بوسہ و کنار کرنے سے منی شہوت کے ساتھ کود کر نکلی اور لذت ہوئی تو غسل فرض ہوا - نیند سے بیدار ہونے کے بعد کسی نے نائے پر مذی کی تراوت پائی تو اسے چاہیے کہ احتیاطاً غسل کرے - اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہو اور اس کی منی سوراخ سے باہر نکل کر اس کھال کے اندر رہ جائے جو ختنے میں کاٹ دی جاتی ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا اگرچہ منی اس کھال سے باہر نہ نکلی ہو - سارا بدن نجاست آلودہ ہو یا بدن کے کسی حصہ پر نجاست لگی مگر نجاست کا مقام مخفی ہے یعنی یہ یاد نہیں کہ نجاست کہاں لگی تھی تو اب سارے بدن کا غسل واجب ہے -

اگر کافر مشرف بایمان ہو اور حالت کفر میں اس کو حدیث اکبر ہو - یعنی اس پر نہانا فرض ہوا ہو اور وہ نہایا نہ ہو یا نہایا ہو مگر وہ غسل شرعاً صحیح نہ ہوا - تو اس پر اسلام لانے کے بعد نہانا فرض ہے - اگر کوئی لڑکا پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے اور اسے پہلا احتلام ہو تو اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے - اور اس کے بعد جو احتلام ہو یا پندرہ برس کی



عمر کے بعد محتکم ہو تو اس پر غسل فرض ہے۔ سلمان مرد کی لاش کو نہلانا مسلمانوں پر واجب علی الکفایہ ہے۔ جو خون ہر ہمینے عورتوں کو آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں جب یہ خون بند ہو جائے تو عورت پر غسل کرنا واجب ہے اور جو خون بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ اس کے بند ہونے پر بھی غسل کرنا واجب ہے۔

سوال۔ غسل فرض نہ ہونے کے چند مواقع پہلے معلوم ہوئے ان کے علاوہ وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں غسل فرض نہیں

جواب۔ مادی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا لکن مادی وہ رطوبت ہے جو عیجان شہوت کے وقت عضو تناسل کے منہ پر نکل آتی ہے۔ راہ اس کی منی کی راہ سے اونچی ہے۔ ودی وہ لحد اور رطوبت ہے کہ کبھی پیشاب کے ہمراہ نکلتی ہے اور کبھی پیشاب کے آخر میں نکل آتی ہے ہمسکا اور سدنی کا ایک ہی سوراخ اور راہ ہے۔ اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو خروج منی سے اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ اگر کسی کو سونے سے پہلے شہوت کا غلبہ اور عضو قائم تھا۔ بیداری کے بعد اس کا اثر پایا اور بنا برطن غالب وہ مادی ہے اور احتلام یا د نہیں تو غسل واجب نہیں جب تک اس کے منی نہ ہوگا لگمان غالب نہ ہو۔ استخاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ استخاضہ ایک بیماری ہے جس میں عورتوں کو حیض اور نفاس کے ایام کے بغیر رحم سے خون جاری ہوتا ہے۔

سوال۔ کن صورتوں میں غسل مستون ہے۔

جواب۔ جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد سے نماز جمعہ سے پہلے تک ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ فرض

ہو۔ (۲) عید الفطر اور عید اضحیٰ کے دن فجر کے بعد ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عید کی نماز واجب ہے۔ (۳) حج کا احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا (۴) حج کرنے والے کے لئے عرفات میں وقوف کرنے کی خاطر غسل کرنا۔

سوال۔ غسل مستحب کون کون سے ہیں؟

جواب۔ (۱) کافر کا مشرت باسلام ہونے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے بشرطیکہ جنبی نہ ہو۔ اور اگر جنبی ہو تو

غسل فرض ہے (۲) میت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کا غسل کر لینا (۳) شعبان کی پندرہ صویں رات

(شب براءت) میں غسل کرنا (۴) مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے (۵) شب عرفہ میں یعنی ذوالحجہ

کی نویں رات کو غسل کرنا (۶) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے دسویں ذوالحجہ کی صبح کو بعد طلوع فجر غسل کرنا (۷) طواف

زیارت کے لئے (۸) کنکری پھینکنے کے وقت (۹) سورج گرہن، چاند گرہن اور طلب باران کی نمازوں کے لئے

(۱۰) خوف دشمن کے وقت (۱۱) کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لئے (۱۲) سفر سے واپس آنے والے کے لئے وطن پہنچنے کے

بعد غسل مستحب ہے (۱۳) نئے کپڑے پہننے سے پہلے (۱۴) مقتول کے لئے مستحب ہے کہ اپنے قتل کئے جانے سے پہلے



غسل کرے (۱۴) رٹ کا یا رٹ کی پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک جوانی کی کوئی علامت اس میں ظاہر نہ ہو۔  
تو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۵) پچھنے لگوانے اور حیض اور مستی و ماہی ہوشی دفع ہونے کے بعد (۱۶) دن کے  
وقت تاریکی یا سخت آندھی وغیرہ کے وقت نئے کپڑے پہننے سے پہلے (۱۷) عورت مستحاضہ کے لئے خون  
بند ہو جانے پر۔

سوال بے غسل یعنی جنبی کے بعض احکام پہلے گزر چکے ہیں دوسرے احکام کیا ہیں؟  
جواب۔ اسے مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ البتہ سخت مجبوری کے وقت جائز ہے۔ مثلاً اس کے گھر کا  
دروازہ مسجد میں ہو اور مسجد کے سوا نکلنے کا کوئی اور راستہ نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ تیمم کر کے مسجد میں سے چلا جائے  
بے غسل شخص کو دینی مدرسہ، عید گاہ یا خانقاہ میں جانا جائز ہے حیض اور نفاس کی حالت میں بیوی سے  
مجامعت کرنا قطعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ البتہ اس کا بوسہ لینا اور اس کا جو کھا پانی پینا اور اس کے  
ساتھ کھانا پینا اور اس کے ساتھ لیٹ کر سونا جائز ہے۔ یہودی حائضہ عورت سے سخت پرہیز کرتے اور اس  
سے دور دور رہتے تھے۔ اسلام نے اس کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے لئے حائضہ سے علیحدہ ہو کر سونا مکروہ ہے۔

سوال۔ غسل کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ اول دونوں ہاتھ گٹھن تک دھوئیں۔ پھر استنجے کی جگہ کو دھوئیں۔ دونوں ہاتھوں اور استنجے کی جگہ  
پر نجاست ہو یا نہ ہو دونوں حالتوں میں ان دونوں کو پہلے دھونا چاہیے۔ پھر جہاں جہاں نجاست لگی ہو اس کو دھو ڈالیں  
پھر وضو کریں۔ اگر کسی چوکی یا پتھر وغیرہ اوپچی جگہ پر غسل کرتے ہوں تو نہانے وقت پیر بھی دھوئیں اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں غسل  
کے بعد دوبارہ پیر دھونے پڑیں گے تو وضو میں پیر نہ دھوئیں۔ پھر وضو کے بعد سر پر پانی ڈالیں اور ہاتھوں سے پانی سے بندھ کر صابون  
لگانا ہو تو صابون استعمال کریں۔ ورنہ یوں ہی مل کر میل اتاریں۔ پھر تین مرتبہ دھوئے پر اور تین مرتبہ پانی سے  
پیر پانی بہائیں۔ پھر تمام بدن پر تین بار پانی ڈالیں۔ پھر چائے غسل سے الگ ہو جائیں اور وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے  
تھے تو اب دھو لیں۔

سوال۔ غسل میں فرض کتنے اور کیا ہیں؟

جواب۔ غسل میں یہ تین فرض ہیں (۱) کلی کرنا اس طرح کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے (۲) ناک میں پانی  
ڈالنا کہ جہاں تک ناک نرم ہے بخون پانی پہنچ جائے اور (۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا۔

سوال۔ غسل میں سنتیں کیا ہیں؟



**جواب** - غسل میں پانچ سنتیں ہیں۔ (۱) دونوں ہاتھ گٹھوں تک دھونا۔ (۲) استنجا کرنا اور جس جگہ بدن پر حاجت لگی ہو اسے دھونا (۳) ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا (۴) غسل سے پہلے وضو کر لینا۔ (۵) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

**سوال** - غسل کے متعلق دوسرے احکام کیا ہیں؟

**جواب** - اگر غسل کی حاجت ہو اور دیر یا میں غوطہ دگالیں یا بارش میں کھڑے ہو جائیں اور تمام بدن پر پانی بہہ جائے تو غسل پڑھنا ہوگا۔ اگر کسی جگہ پر پانی نہ آئے تو غسل نہ پڑھے۔ لیکن افضل یہی ہے کہ غسل خانہ میں اور ستر کی حالت میں بھی کھڑا ہونے سے اجتناب کرے۔ اگر غسل کے وقت بدن نچکا ہو تو کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا نا جائز ہے اور ستر چھپا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں۔ غسل کے وقت ہاتھیں کرنا مذموم ہے۔ غسل کے بعد کسی کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالیں اور بدن دھالنے میں عجلت سے کام لیں یہاں تک کہ اگر وضو کرتے وقت پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن دھالیں پھر دونوں پیر دھوئیں۔ بعض لوگ نہاتے وقت کلمہ پڑھتے ہیں یہ عمل سنت کے خلاف ہے۔ اگر غسل کے بعد معلوم ہو کہ فلاں جگہ سوکھی رہ گئی ہے تو پھر نہانے کی ضرورت نہیں۔ فقہ حنفی پانی لیکر اس جگہ پر بہا دینا چاہیے۔ لیکن سوکھی جگہ پر صرف گیلہ یا تھو پھیر لینا کافی نہیں اور اس بات کو ذہن نشین رکھیں کہ اگر بدن میں بال بھر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا۔

اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ غسل میں کچھ نہیں کی تھی یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تھا تو اب بھی بریں اور ناک میں پانی ڈال لیں۔ اعادہ غسل کی ضرورت نہیں۔ اگر موغیر ختن ہو تو غسل میں کھال کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے۔ عجلت کو پیشاب کی جگہ سے کسی کھال کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر پانی پہنچایا تو غسل ہوگا۔ عجلت سے کھال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سارے بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر ایک بال کی جڑ میں بھی پانی نہیں پہنچے گا۔ تو غسل نہیں ہوگا اور اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کا بھگونا معاف ہے۔ البتہ سب جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر کھولے بغیر سب جڑوں میں پانی نہ پہنچ سکے تو بالوں کو کھول کر جڑوں کا بھگونا ضروری ہے۔ کان اور ناف میں بھی پوری احتیاط کے ساتھ پانی پہنچانا چاہیے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ اگر پان کھانے میں ڈلی کا کوئی ٹکڑا اونٹوں میں پھنس گیا تو اس کو خلال سے نکال ڈالنا چاہیے۔ اگر اس کی وجہ سے دانتوں کے بیچ میں پانی نہیں پہنچے گا تو وضو نہیں ہوگا۔ اگر ہاتھ کی انگوٹھی ایسی ڈھیلی ہو کہ ہلائے بغیر نیچے پانی نہ پہنچ جائے تو ہلاتا ضروری نہیں۔ گو مستحب یہی ہے کہ ہلا لیں۔

**سوال** - غسل میں مکروہ کتنے ہیں؟

**جواب** - یہ چار ہیں۔ (۱) ستر کھلا ہونے کی حالت میں کلام کرنا (۲) پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا (۳) پرہیز



غسل کرتے وقت پہلے کی طرف منہ کرنا۔ (۴) سنت کے خلاف غسل کرنا۔

سوال۔ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو غسل کے بعد نماز کے لئے پھر وضو کیا جائے یا نہیں؟

جواب۔ غسل کے اندر وضو بھی ہو گیا۔ پھر وضو کرنا بیکار اور طریق مسنون کے خلاف ہے۔

سوال۔ غسل کے لئے کتنا پانی کافی ہے؟

جواب۔ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہاتھ سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے بعض دوسری روایات میں کم و بیش بھی مذکور ہے۔ صاع چاند کا اور مد دو رطل کا اور رطل بیس اشترار کا اور اشترار ساڑھے چار شتال کا اور شتال ساڑھے چار ماٹھے کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک صاع (پاکستان کے انٹی تولہ کے سیرے) تین سیرے چھٹا تک کا اور ایک مد ساڑھے تیرہ چھٹا تک کا ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو اور غسل میں حتی الامکان کم سے کم پانی خرچ کرتے اور زائد از ضرورت پانی خرچ کرنے سے منع فرماتے۔ امام محمد باقر رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں اور میرے والد (حضرت علی بن حسین معروف بامام زین العابدین) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور چند اور آدمی بھی وہاں موجود تھے۔ ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نسبت دریا کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ غسل کے لئے پانی کا ایک صاع کافی ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے تو اتنا پانی کفایت نہیں کرتا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اتنا پانی اس بزرگ سستی کو تو کافی ہوتا تھا جس کے قدم سے زیادہ بال تھے یا شاید یہ کہا کہ جو ہم سے بہتر تھے اور اس سے انہوں نے حضرت سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی تھی۔ رواہ بخاری و مسلم۔ امام محمد باقر راوی کا بیان ہے کہ میں شخص نے کہا تھا کہ مجھے اتنا پانی کفایت نہیں کرتا وہ حسن بن محمد بن حنفیہ تھے۔

## فصل ۲۱۔ تیمم کا بیان

سوال۔ تیمم کے کہتے ہیں اس کے جو ان کی کیا صورت ہے؟

جواب۔ تیمم لغت میں قصد کے معنی میں ہے۔ اور شرع میں بدن کو نجاست تکلیف سے پاک کرنے کے لئے

پاک مٹی کا یا اس چیز کا جو قائم مقام خاک کی ہو قصد کرنا مراد ہے۔

جب پانی نہ مل سکے یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے یا مرض کے بڑھ جانے کا خدشہ ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔

سوال۔ پہلی امتوں کو بھی تیمم کرنا درست تھا یا نہی امت اس کے ساتھ مخصوص ہوئی؟



جواب۔ امت محمدی جن خصوصیتوں سے تواریکی گئی ان میں تیم بھی داخل ہے چنانچہ حسب روایت حدیثی

واللہ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو پہلی امتوں پر تین چیزوں کی فضیلت حاصل ہے پہلی امتوں میں جماعت کی قیادت تھی جس طرح چاہتے نماز پڑھ لیتے لیکن صفوف ملائکہ کی طرح ہماری بھی صفیں بنائی گئیں (۲) ہمارے لئے تمام زمین سجدہ گاہ قرار دی گئی (۳) جب ہمیں پانی نہ ملے تو ہمارے لئے زمین کی مٹی ہی پاک کرنے والی بنا دی گئی۔ رواہ مسلم۔

سوال۔ کیا خاص مٹی ہی سے تیم کر سکتے ہیں یا کسی اور چیز سے بھی؟

جواب۔ امام شافعی کے نزدیک مٹی کے سوا کسی چیز سے تیم نہیں ہو سکتا لیکن امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور

امام محمدؒ کے نزدیک ایسی ہر چیز سے بھی تیم ہو سکتا ہے جو زمین کی جنس سے ہو اور زمین کی جنس سے وہ چیز مراد ہے جو زم نہ ہو اور جلانے سے راکھ نہ ہو۔ جیسے ریت پتھر چونا وغیرہ۔

سوال۔ پانی نہ ملنے کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب۔ جب پانی ایک میل شرعی دور ہو یا پانی پر دشمن کا قبضہ ہو یا گھر سے باہر کنواں موجود ہے مگر خوف ہے کہ

باہر نکلے تو دشمن یا چور ہلاک کر دے گا یا کنوئیں کے پاس کوئی درندہ یا سانپ متلا رہا ہے یا کھوڑا پانی اپنے پاس موجود ہے مگر ڈر ہے کہ اگر اسے وضو میں خرچ کر دیا تو پیاس سے تکلیف ہوگی۔ یا کنواں موجود ہے مگر ڈول سی نہیں یا پانی موجود ہے مگر کسی عارضہ کی وجہ سے اسے لے نہیں سکتے تو یہ سب صورتیں پانی نہ ہونے کے حکم میں داخل ہیں۔

سوال۔ میل شرعی کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ میل شرعی انگریزی میل سے بڑا ہے۔ انگریزی میل سترہ سو ساڑھے گز کا ہے لیکن شرعی میل اس سے

دو سو بیس گز بڑا یعنی ایک ہزار نو سو اسی گز کا ہوتا ہے۔

سوال۔ بیمار ہو جانے کا خوف کب معتبر ہے اور پانی کے ایک میل شرعی دور ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ جب اپنے سابقہ تجربوں کی بنا پر گمان غالب ہو یا کسی طبیب حاذق کے بتانے سے معلوم ہو کہ پانی کا

استعمال بیماری کا موجب ہو گا یا موجودہ مرض بڑھ جائے گا۔ تو تیم درست ہے جب آدمی کسی ایسے مقام پر ہو جہاں پانی

موجود نہیں لیکن اسے کسی کے بتانے سے یا اپنی انکل سے گمان غالب ہو جائے کہ پانی ایک میل کے اندر مل سکے گا تو پانی

لا کر منہ کرنا ضروری ہے لیکن جب بتانے والا بھی نہ ہو اور کسی طریقہ سے بھی پانی کا کھوج نہ ملے یا کھوج ملے لیکن وہ

ایک میل یا اس سے زیادہ دور ہو تو پھر تیم کر لینا جائز ہے۔

سوال۔ اگر کہیں سے اتنا کھوڑا پانی مل گیا جس سے وضو نہیں ہو سکتا تو تیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟



جواب۔ اگر یہ پانی انٹا ہو ایک دفعہ چہرہ ایک ایک دفعہ دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور ایک ایک دفعہ دونوں پاؤں دھل سکتے ہیں اور سب کا مسح ہو سکتا ہے تو تیمم درست نہیں کی وغیرہ وضو کی سنتیں چھوڑ کر فرائض وضو پر اکتفا کریں۔  
سوال۔ کتنے دن تک تیمم کرنے کی اجازت ہے؟

جواب۔ اس کی کوئی مدت مقرر نہیں جب تک تیمم کرنے کا عذر موجود ہے برابر تیمم کرتے رہیں۔ کسی ویم ایسے دورہ کو دل میں جگہ نہ دیں۔ جتنی پاکیزگی وضو اور غسل کرنے سے ہوتی ہے اتنی ہی تیمم سے بھی ہوتی ہے۔

سوال۔ اگر پانی قیمتہ بکتا ہو لیکن خریدنے کے لئے دام موجود نہ ہیں تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب۔ اگر دام نہ ہو تو تیمم درست ہے۔ اگر رقم ضروریات سفر سے زائد ہو تو پانی خریدنا واجب ہے البتہ اگر پانی اتنا کہ اس قیمت تک رہا ہو کہ اتنے دام کوئی لگا نہیں سکتا تو تیمم درست ہے اور اگر یہ وغیرہ راستے کے خرچ سے زیادہ رقم موجود نہیں تو بھی تیمم درست ہے۔

سوال۔ بعض لوگ ریل گاڑی کے سفر میں ہندوؤں سیکٹوں کا پانی نہیں لیتے اور ریل کے ڈبے کے پاخانہ اور غسل خانہ کے پانی سے بھی کراہت کرتے ہیں اس لئے تیمم کہہ کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ ایسا کرنا جائز نہیں۔ ہندوؤں اور سیکٹوں کا پانی پاک ہے اور پاخانے اور غسل خانے کا پانی بھی پاک ہے اگرچہ اس سے طبعی کراہت ہو۔ اس پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں۔

سوال۔ تیمم کے دوسرے ضروری مسائل کیا ہیں؟

جواب۔ اگر کہیں اتنی سردی پڑتی ہو کہ نہانے سے ہلاکت یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور نحاف وغیرہ کوئی گرم کپڑے ایسے موجود نہیں کہ غسل کر کے اس میں گرم ہو سکیں تو تیمم کر لینا درست ہے۔ اگر کسی کے نصف سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چھیک نکلی ہو تو اسے تیمم کی اجازت ہے۔ کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا ہے کہ کہیں پانی نہیں مل سکتا اس وجہ سے راہ میں پیاس کے مابین سخت تکلیف یا ہلاکت کا خوف ہے تو تیمم کر لینا جائز ہے۔ اگر سفر میں یقین ہو کہ کوئی ساتھی وضو کے لئے پانی نہ دے گا تو بے مانگے بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے لیکن اگر ادائے نماز کے بعد کسی ساتھی سے پانی مل گیا تو تیمم سے پرہیز ہوئی نماز نہ پڑائی جائے گی۔ اگر میدان میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور پانی وہاں سے قریب ہی تھا تو بے خبری میں نماز اور تیمم درست ہے۔ بعد میں معلوم ہونے پر دہرانا ضروری نہیں۔ اگر سفر میں پانی بالکل ناپید ہے۔ البتہ زعم کا پانی زعم میں بھرا ہوا ہے تو زعمیوں کو کھول کر آب زعم سے نہانا اور وضو کرنا واجب ہے اگر غسل میں مضرت ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمم اور وضو کی جگہ وضو کرنا چاہیے۔



## سوال۔ تیم میں کون کون سے فرض ہیں؟

جواب۔ تین فرض ہیں۔ (۱) میت کرنا (۲) دھوؤں ہاتھ مٹی پر مار کر منہ پر پھیرنا (۳) دھوؤں ہاتھ مٹی پر مار کر دھوؤں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ملنا۔ یا دوسرے کہ وضو اور غسل دھوؤں کے لئے تیمم جائز ہے۔ صرف وضو کے لئے نہیں۔  
سوال۔ تیمم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب۔ آدمی کو چاہیے کہ پہلے نیت کہے کہ میں ناپاکی دفعہ کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں پھر دھوؤں ہاتھ پاک زمین پر یا مٹی کے بڑے ڈھیلے پر مار کر بھاڑ دے۔ دیا وہ مٹی لگ جائے تو منہ سے پھونک دے اور دھوؤں ہاتھوں کو پھر سے پر اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے۔ ایک ہال بھر جگہ بھی چھوٹ جائے گی تو تیمم صحیح نہ ہوگا۔ پھر دوسری مرتبہ دھوؤں ہاتھ مٹی پر مارے اور انہیں بھاڑ کر پہلے بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نیچے رکھ کر کھینچتا ہوا کہنی تک لے جائے۔ اس طرح دھوئے میں بائیں ہاتھ داہنے ہاتھ کے نیچے جانب پھر جائے گا۔ پھر بائیں ہاتھ کی بیخالی داہنے ہاتھ کے اوپر کی طرف کہنی سے انگلیوں تک کھینچتا ہوا لائے اور بائیں ہاتھ کے انگلیوں کی اندرونی جانب کو داہنے ہاتھ کے انگلیوں کی بیخالی پر پھیرے۔ پھر اسی طرح دائیں ہاتھ کو بائیں پر پھیرے پھر انگلیوں کا خلال کرے۔ تیمم میں بھی ڈاڑھی کا خلال سنون ہے۔

مٹی پر ہاتھ مار کر ان کو بھاڑنا اس لئے ضروری ہے کہ سہاوا ہوں اور چہرے پر مجھوت لگ جائے اور چہرہ بد نما ہو عورتوں کو چاہیے کہ چوڑیوں اور گنگن وغیرہ کے درمیان اور نیچے بھی ہاتھ پھیریں۔ اگر ناخن برابر بھی کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے نہ بجائے گی تو تیمم نہ ہوگا۔ انگوٹھی چھلے آنا نہ لینے چاہئیں تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے۔

سوال۔ پاک مٹی کے علاوہ کن کن چیزوں پر تیمم کرنا جائز ہے اور کن چیزوں پر جائز نہیں؟

جواب۔ ریت، پتھر، گچ، چونا، مٹی کے کچے یا کھے برتن جو روغنی نہ ہوں اور مٹی کی کچی یا کچی دشتیں اور مٹی یا اینٹوں یا پتھر یا پونے کی دیوار اور گبرو اور مٹائی مٹی بڑا تال سرکہ پر تیمم کرنا جائز ہے اور ان چیزوں پر تیمم کرنا جائز نہیں چاندی سونہ یا نیا پتیل المونیم کڑی لوہا شیشہ راتگ جست گیسوں۔ جو اور تمام غلے، کپڑا، راکھ۔ دوسرے لفظوں میں جو چیزیں آگ میں بکھل جاتی ہیں۔ یا جل کر راکھ ہو جاتی ہیں ان پر تیمم ناجائز ہے۔ جن چیزوں پر تیمم جائز بتایا گیا ہے ان کا غبار آلود ہونا شرط نہیں ہے پتھر یا اینٹ یا مٹی کے برتن دھلے ہوئے ہوں جب بھی ان پر تیمم جائز ہے۔ جن چیزوں پر تیمم ناجائز ہے اگر ان پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اُٹھنے لگے یا اس چیز پر ہاتھ رکھ کر کھینچنے سے نشان پڑ جائے تو ان پر بھی تیمم جائز ہے۔



کافی پیش تاجے کے برتنوں اور تکیہ یا بستر وغیرہ کپڑے پر تیمم کرنا درست نہیں البتہ اگر وہ اتنے گرد آلود ہوں کہ ہاتھ مارنے سے خوب گرد اڑتی ہو اور پختیلیوں میں لگ جاتی ہو تو تیمم درست ہے اور اگر ہاتھ مارنے سے بخود اڑتی ہو تو تیمم درست نہیں۔ پکی اینٹ اور پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تو بھی ان پر تیمم درست ہے۔ ہاتھ پر گرد کا لگنا ضروری نہیں ہے۔ سوال۔ نجس زمین پر جو سوکھ چکی ہو تیمم درست ہے یا نہیں؟

جواب۔ نجاست آلود زمین دھوپ سے سوکھ گئی اور اس کی بدبو جاتی رہی تو گو وہ زمین پاک ہو گئی اور اس پر نماز درست ہے لیکن اس پر تیمم روا نہیں۔

سوال۔ مس قرآن کے پٹے جو تیمم کیا گیا ہو اس سے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ اگر قرآن مجید کے چھوٹے پٹے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں لیکن اگر نماز کے پٹے تیمم کیا تو اس سے دوسرے وقت کی نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اور کلام پاک کو بھی چھو سکتے ہیں لیکن یاد رہے کہ پانی کی موجودگی میں قرآن کے چھوٹے پٹے تیمم کرنا درست نہیں۔

سوال۔ غسل اور وضو دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کافی ہے یا نہیں؟

جواب۔ کسی کو نہانے کی بھی ضرورت ہے اور وضو بھی نہیں ہے تو دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کافی ہے۔

سوال۔ اگر پانی کا انتظار کے بغیر تیمم سے نماز پڑھ لی تو ہو گئی یا نہیں۔ اور پانی کی موجودگی فراموش ہو گئی تو کیا حکم؟

جواب۔ اگر سفر میں آگے چل کر بانی غلنے کی امید ہو تو بہتر ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھیں اور پانی کا انتظار کر لیں لیکن اتنا انتظار بھی نہ کریں کہ وقت مکدہ ہو جائے اور اگر پانی کا انتظار کے بغیر اول وقت میں نماز پڑھ لی تو بھی درست ہے۔ ۱۔ سبب کے ساتھ پانی بندھا تھا لیکن یاد نہ رہا اور تیمم کے نماز پڑھ لی نیچے یاد آیا تو اب نماز کا لوٹانا واجب نہیں۔

سوال۔ ریلوے اسٹیشن پر پانی کا ٹل قریب ہے لیکن خدشہ ہے کہ ریل گاڑی سے نیچے اتر کر وضو کرنے

لگے تو گاڑی چل دے گی۔ ایسی حالت میں تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ ہاں تیمم جائز ہے۔

سوال۔ تیمم کے دوسرے ضروری احکام کیا ہیں؟

جواب۔ کسی کا کپڑا یا بدن بھی ناپاک ہے اور وضو بھی کرنا ہے اور پانی منقوع کے لئے ناکافی ہے تو کپڑا یا

بدن دھو لے اور وضو کی بجائے تیمم کرے۔ نہانے کی ضرورت تھی اس لئے غسل کیا لیکن بدن کا بخور اس وقت بھی



خشک ہی تھا کہ پانی ختم ہو گیا۔ چونکہ بدن ہنوز پاک نہیں ہوا اس لئے تیمم کر لینا چاہیے۔ اس کے بعد جب کہیں پانی میسر ہو اتنی سونگھی جگہ دھو۔ دوبارہ نہانے کی ضرورت نہیں۔ ایک وقت کی نماز کے لئے تیمم کیا۔ تو دوسرے وقتوں کی نمازیں بھی اس سے پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح فرض نماز کے لئے جو تیمم کیا ہے اس سے تمام دوسری عبادتیں بھی جا دو ہیں۔ جب تک پانی نہ ملے تیمم جائز ہے اگرچہ پہلے اور سال ہی کہوں نہ گزر جائیں۔ اگر نلادت قراکن یا مسجد میں جائے یا اذان کہنے کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز نہیں ہے اور اگر نماز جنازہ یا مسجد ملاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز ہے۔

سوال۔ تیمم ٹوٹنے کے ضروری مسائل کیا ہیں؟

جواب۔ پانی ملنے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور جس قدر چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے وہ سب ناقض تیمم بھی ہیں۔ اگر تیمم کر کے آگے کو چلے اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا۔ اگر وضو کی بجائے تیمم کیا ہے تو وضو کے موافق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا اور اگر غسل کی بجائے تیمم کیا ہے تو جب غسل کے موافق پانی ملے گا تو تیمم ٹوٹ جائیگا۔ اگر کم پانی ملا تو تیمم نہیں ٹوٹا۔ اگر راستے میں پانی ملا لیکن اس کو پانی کی موجودگی کا علم نہیں ہوا تو تیمم نہیں ٹوٹا۔ اسی طرح اگر راستے میں پانی ملا اور معلوم بھی ہو گیا لیکن ریل پے آنے کا موقع نہ ملا تو بھی تیمم نہیں ٹوٹا۔ اگر بیماری کی وجہ سے تیمم کیا ہے لیکن افاقہ ہو جانے کے بعد جب وضو اور غسل نقصان نہ کرے تو تیمم ٹوٹ جائیگا۔ اب وضو اور غسل کرنا واجب ہے۔ پانی نہ ملنے کے باعث تیمم کیا پھر ایسی بیماری لاحق ہو گئی جس میں پانی نقصان دہ ہے۔ اتنے میں پانی مل گیا تو اب وہ تیمم جو پانی نہ ملنے کی بنا پر کیا تھا ٹوٹ گیا۔ اب بیماری کے باعث از سر نو تیمم کریں۔

سوال۔ اگر کوئی پانی یا پاک مٹی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم نہ کر سکے تو کیا کرے؟

جواب۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو نماز قضا کر دے لیکن نمازیوں کی مشابہت میں کھوڑی دیر تک بیٹھ جائے۔ حضرت

امام ابو حنیفہ رحمہ کا یہی مسلک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اقل ص ۱۲۵)

## فصل ۲۲۔ فضیلت نماز

سوال۔ نماز کب اور کیونکر فرض ہوئی؟

جواب۔ اوائل اسلام میں صبح اور عصر کی صرف دو نمازیں طبعی جاتی تھیں شب معراج میں پچاس نمازوں

کا حکم ہوا بعد میں حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر پانچ تک تخفیف کر دی گئی لیکن فرمان ہوا کہ باری تعالیٰ کا قول

سہل نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ پانچ پچاس ہی حکم میں ہیں۔ اب مومن پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور پچاس کا ثواب پاتا ہے۔



سوال - نماز کسی شخص پر کب فرض ہوتی ہے۔

جواب - نماز وقت آنے پر اسلام، عقل و بلوغ اور حیض و نفاس سے پاکی کی حالت میں فرض ہوتی ہے۔ کافر کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے یا لڑکے لڑکی کے بالغ ہونے یا مجنون اور بیہوش کے ہوش میں آنے کے بعد اگر تکبیر تحریمہ کہنے کا وقت بھی باقی ہو تو نماز فرض ہو جاتی ہے۔ اور حیض و نفاس کے بند ہونے کے بعد بقدر غسل اور تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت باقی ہو تو عورت پر نماز پڑھنا فرض ہے۔

سوال - رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا کیا مطلب ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے؟

جواب - شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ نماز تمام عبادتوں میں افضل و اشرف اور اتم و اکمل عبادت ہے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آپ کو جو خوش دلی اور فرحت و مسرت نماز میں ہوتی تھی اور آپ اس میں جو ذوق و شہود پاتے تھے وہ آپ کو کسی دوسری عبادت میں حاصل نہ ہوتا تھا۔ آنکھ کی ٹھنڈک حصول مقصد میں فرح و سرور سے کنایہ ہے اور قرۃ قرینہ قاف سے مشتق ہے جو فکر و ثبات کے معنی میں ہے کیونکہ آنکھیں نظارۃ محبوب سے قرار پاتی اور آرام حاصل کرتی ہیں اور محبوب کے سوا کسی دوسری طرف التفات نہیں کرتیں اور قاعدہ کی بات ہے کہ خوشی اور سرور کی حالت میں آنکھوں میں سکون و قرار رہتا ہے۔ اور وہ غیر محبوب کی طرف دیکھتے ہیں پریشان اور ہر جانب نگراں رہتی ہیں۔

## فصل ۲۳ - بدن کا پاک ہونا

سوال - نماز پڑھنے سے پہلے کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟

جواب - نماز پڑھنے سے پہلے سات چیزیں ایسی ضروری ہیں؟ کہ ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی وہ سات چیزیں یہ ہیں۔ اول بدن کا پاک ہونا۔ دوسرے کپڑوں کا پاک ہونا۔ تیسرے جگہ کا پاک ہونا۔ چوتھے منہ کا چھپانا۔ پانچویں نماز کا وقت ہونا۔ چھٹے قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ ساتویں نماز کی نیت کرنا۔

یہ وہ شرطیں ہیں جن کے پائے جانے سے فریضہ نماز ادا ہو جائے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔ بہت سی جگہیں ایسی ہیں کہ جن میں ترک واجب ہو گا یا نماز کسی مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا ہوگی۔ اس کے باوجود کہا جائے گا کہ نماز ہو گئی یعنی سر سے فرض اتر گیا۔



سوال۔ بدن پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ بدن پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس پر کسی قسم کی پلیدی نہ ہو۔ نہ تو بدن پر کوئی ظاہری ناپاکی ہو جو دکھائی دیتی ہے جیسے پیشاب پاخانہ خون ریم وغیرہ اور نہ نجاست کھلی ہو جو محض خلعت کے حکم سے ثابت ہوتی ہے اور دیکھنے میں نہیں آسکتی جیسے بے وضو ہونا یا غسل کی حاجت ہونا

سوال۔ اگر نمازی کے پاس گندہ انڈا یا پیشاب کی شیشی ہو تو نماز ہو جائے گی؟

جواب۔ سہیطانہ جس کی زردی خون ہو گئی ہو نمازی کے پاس ہو تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا کیونکہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہوئی خارج میں اس کا کچھ اثر نہیں لیکن اگر پیشاب کی شیشی نمازی کے پاس ہو تو نماز نہ ہوگی اگرچہ شیشی کا منہ بند ہو کیونکہ وہ پیشاب ایسی جگہ میں نہیں جہاں پیشاب پیدا ہوا۔

سوال۔ امام کی جیب میں ناپاک کپڑا ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب۔ نہیں ہوگی۔

## فصل ۲۲۔ کپڑوں کا پاک ہونا

سوال۔ نماز پڑھتے وقت جو کپڑے پہن رکھے ہوں نماز جائز ہونے کے لئے کہاں تک ان کی نجاست معاف ہے؟

جواب۔ کپڑوں میں سے کسی پر نجاست غلیظہ کا ایک درہم سے زیادہ نہ ہونا اور نجاست خفیفہ کا چوتھائی

کپڑے تک نہ پہنچنا نماز جائز ہونے کے لئے لازمی شرط ہے۔ پس اگر نجاست غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم اور نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن مکر وہ ہوگی اس لئے کم از کم نجاست کو بھی دھو ڈالنا چاہیئے۔

سوال۔ اگر کسی کا کپڑا چوتھائی سے زیادہ نجس ہو اور دھونے کے لئے پانی ناپید ہے تو اس سے نماز پڑھنا

جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ اگر اس کے پاس کوئی اور پاک کپڑا نہیں ہے تو اسی میں نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کی ضرورت

نہیں۔ در مختار کے شروط الصلوٰۃ میں ہے۔ ولو کان رجلاً طاهر الأصلی فیہ حتماً اذ الریح کا لکل حد امداد الفتاویٰ

سوال۔ اگر کپڑی کے ناپاک کنارے کو الگ کر کے پاک کنارہ باندھ کر نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب۔ جو کپڑا نمازی کے بدن سے ایسا متعلق ہو کہ اس کے حرکت کرنے سے وہ بھی متحرک ہو جائے



کپڑے کا پاک ہونا شرط ہے۔ پس عامہ کا پاک کندنہ باندھ لینے سے نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ نازی کے ہلنے سے عامہ ضرور ہلے گا۔  
سوال۔ کسی کا کپڑا دھو بی کے پاس سے جاتا ہے اور دھوئی کسی دوسرے کا کپڑا اس کو بدل کر دیدے تو اس کپڑے کو لینا اور اس سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب۔ اگر اپنا کپڑا جو گم ہوا اس کپڑے سے اچھا تھا یا ساوی ہے تو اس کو استعمال میں لانا اور اس سے نماز پڑھنا درست ہے اور اگر اپنا خراب تھا اور یہ اچھا آیا تو درست نہیں۔ کامل تحقیق و تفتیش کے بعد بھی نشان نہ ملے تو اگر خود حاجت مند ہے تو استعمال کرے ورنہ صدقہ کر دے۔

سوال۔ اگر مرنے ریشمی لباس یا ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس میں جاندار کی تصویر ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟  
جواب۔ مرد کا ریشمی لباس پہن کر یا مرد اور عورت میں سے کسی کا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔

سوال۔ اگر کوئی ایسی ہئیت و وضع میں نماز پڑھے جو عرفاً تواضع و خشوع کے خلاف ہو یا ایسے لباس میں نماز پڑھے جو حکمتین کا شعار ہو تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟

جواب۔ ایسی وضع و لباس میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ویکرہ للمصلی کل ما هو من اخلاق الجہلۃ  
عموماً لان الصلوۃ مقام التواضع والتذلل والخشوع (کبیری شرح منیہ صفحہ ۳۰۵)

سوال۔ اگر امام کے سر پر عامہ کی بجائے ٹوپی ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟  
جواب۔ نہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص بدون عامہ کے گھر سے نہ نکلتا ہو تو ایسے شخص کے لیے نماز ہی بلا عامہ مکروہ ہے خواہ اہم ہو یا نہ ہو۔ غرض کراہت اس کے لیے ہے جو بلا عامہ سمجھوں میں نہ جاتا ہو اور جو بلا عامہ جاتا ہو۔ اس کے لیے مکروہ نہیں۔

سوال۔ فتاویٰ مغرائب میں لکھا ہے۔ بعد صلی مع قلنسوة ولبس فوقھا عمامۃ او شئی اخر یکرہ (کسی شخص نے ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھی اور ٹوپی کے اوپر پگڑی یا کوئی اور چیز نہیں ہے تو نماز مکروہ ہے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عامہ کے بغیر اہم اور مستندی سب کی نماز مکروہ ہوتی ہے؟

جواب۔ فتاویٰ مغرائب کوئی غیر معروف کتاب ہے۔ معلوم نہیں اس کا یہ بیان کہاں تک مستند ہے۔  
سوال۔ مند الفرموس ویلمی میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بلا عامہ کی ستر رکعت کے برابر ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عامہ باندھ کر نفل یا فرض نماز ادا کرنا بلا عامہ کی



پانچ سو میں نمازوں کے مساوی ہے اور بگڑی باندھ کر نماز جمعہ پڑھنا بلا حجامہ کے شتر جموں کے برابر ہے۔ ان حدیثوں سے بگڑی باندھ کر نماز پڑھنے کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

جواب۔ کتاب مسند الفردوس کی روایتیں تو موضوع اور من گھڑت ہیں اس لئے ان سے استدلال صحیح نہیں البتہ رافضی الحروف نے بعض بڑے بڑے مستند علماء مثل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی رحمہما اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز پڑھانے کے وقت بگڑی باندھ لیتے تھے۔

## فصل ۲۵۔ جگہ کا پاک ہونا

سوال۔ نماز کی تیسری شرط جگہ کا پاک ہونا ہے۔ جگہ پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ یہ مطلب ہے کہ نماز کے دونوں قدموں اور گھٹنوں اور ہاتھوں اور سب سے کی جگہ پاک ہو۔

سوال۔ ناپاک زمین یا فرش پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھ لیں تو نماز ہو جائے گی؟

جواب۔ اوپر دئے کپڑے میں نیچے کی نجاست کی بویارنگ ظاہر نہ ہو تو نماز جائز ہے۔

سوال۔ نماز کی جگہ پاک ہے لیکن اس پاس نجاست پڑی ہے جس کی بوی نماز پڑھنے وقت آتی ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب۔ نماز ہو جائے گی لیکن مجبوری کے بغیر ایسی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

سوال۔ بعض مقامات پر صاف اور چٹائی چار بناتے ہیں۔ بلا دھوئے اور پاک کئے ان پر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب۔ وہ صفیں پاک ہیں ان پر نماز جائز ہے۔ لا ینقضہ لا یزول بالشک۔

سوال۔ جس چیز پر نماز پڑھی جائے اگر اس کی دوسری جانب ناپاک ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب۔ اگر لکڑی کے تختے یا بچھی ہوئی اینٹوں یا پتھر پر یا ایسی کسی موٹی یا سخت چیز پر نماز پڑھیں۔ بشرطیکہ

اس کا وہ رخ جس پر نماز پڑھی پاک ہو تو نماز ہو جائے گی دوسرا رخ ناپاک ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر تپلے کپڑے پر

نماز پڑھی اور اس کے دوسرے رخ پر نجاست تھی تو نماز نہ ہوگی۔

سوال۔ اگر کپڑا دھرا ہو۔ اس کی اوپر کی تہ پاک اور نیچلی تہ ناپاک ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب۔ اگر دونوں نہیں آپس میں سلی ہوئی نہ ہوں اور اوپر والی اتنی موٹی ہو کہ غچے کی نجاست کا رنگ

یا بوجھوس نہ ہوتا ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر دونوں تہیں سلی ہوئی ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ اس پر نماز نہ پڑھیں۔



سوال۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غمرہ طلب فرمایا اور زمین  
 حرارت اور اس کی اینداز سے بچنے کے لئے اس پر سجدہ کیا۔ غمرہ چھوٹی سی چٹائی کو کہتے ہیں جو برگ خرماسے  
 کی جاتی ہے۔ لیکن آپ نے یا آپ کے اصحاب نے مصلا اور جانماز پر کبھی نماز نہ پڑھی بلکہ آپ ننگے پیر یا جوتی پہنے  
 پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہود اپنی جوتیوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ تم لوگ اس کلام میں ان کا خلاف کرو اور  
 مالک سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی عالم نے مسجد نبوی میں مصلا پھوسا تو امام مالک نے ان کے اٹھوا دینے کا  
 ارادہ فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہماری مسجد میں یہ ایک بدعت ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ جلد اول ص ۱۱۰)  
 سوال یہ ہے کہ مصلا اور جانماز پر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح نماز پڑھنا ثابت ہے۔ حدیث بیئنتہ المقدسہ سے  
 واضح ہوتا ہے کہ آپ نے زمین پر نماز پڑھی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس رات کو برسات ہوئی  
 نہ کی چھت شاخ خرماسہ بنی ہوئی تھی اور چھت ٹکی تھی اور میں نے آنحضرت کو اکیسویں شب کی صبح کو دیکھا کہ آپ  
 پیشانی مبارک پر پانی اور مٹی کا نشان تھا۔ رواہ البخاری و مسلم۔ گو بہت زیادہ تو اصرار زمین پر نماز پڑھنے میں  
 لیکن جانماز اور مصلا پر بھی بلا کراہت درست ہے۔ چنانچہ شعبہ صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم بوریہ اور دباغت دسٹے ہوئے پوسٹین پر نماز پڑھ لیتے تھے۔ رواہ ابوداؤد اور حضرت انس رضی  
 اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمرہ یعنی چھوٹے سٹیلے پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاصغر۔ اور  
 ابومنین حضرت سیمونہ سے بھی مروی ہے کہ آپ غمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ رواہ البخاری و ابوداؤد۔

## فصل ۲۶۔ ستر کا چھپانا

سوال۔ مرد کا ستر کتنا ہے اور عورت کا کتنا اور دونوں کے لئے نماز میں بدن کا کتنا کتنا حصہ چھپانا فرض ہے؟  
 جواب۔ مرد کو ناف سے گھٹنوں تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے اتنا ستر چھپانا نماز کے اندر بھی فرض ہے  
 باہر بھی لوگوں سے مخفی رکھنا فرض ہے اور عورت کو نماز میں دونوں تنہیں اور دونوں پاؤں اور چہرے کے سوا تمام  
 بدن ڈھانکنا فرض ہے۔ گو عورت پر نماز میں چہرہ چھپانا فرض نہیں۔ لیکن غیر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا خصوصاً  
 ان عورت کو جائز نہیں۔



سوال۔ اگر نماز میں ستر کا کوئی حصہ بلا قصد کھل جائے تو نماز صحیح ہوگی یا ٹوٹ جائے گی؟

جواب۔ اگر کسی عضو کا چھائی حصہ کھل جائے اور اتنی دیر تک کھلا رہے جتنی دیر میں بین مرتبہ سبتخان

رُزِیَ الْعَظِیْمَہ کہہ سکیں تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر کھلتے ہی فوراً ڈھانک لیا تو نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا یہ اس صورت میں ہے کہ ایک جگہ سے چوتھائی عضو کھل جائے اور اگر دو جگہ سے فقوڑا فقوڑا کھلے تو اس صورت میں اگر ایک عضو میں دو جگہ کھلا رہے تو اگر دونوں کو ملا کر اس عضو کا چوتھائی ہو جائے تب بھی نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر ایک عضو میں ایک جگہ سے اور دوسرے عضو میں دوسری جگہ سے فقوڑا کھل رہا ہے تو ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اس کے دونوں جگہ ملا کر اس کی چوتھائی کے برابر ہوگئی تب بھی نماز باطل ہوگئی۔

سوال۔ اگر کوئی شخص اندھیرے میں ننگا نماز پڑھے یا قصداً چوتھائی عضو کھولے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر کسی کے پاس بالکل کپڑا نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب۔ اگر کسی نے کپڑا ہوتے ہوئے ننگے بدن نماز پڑھی تو اندھیرے میں ہو یا اُجالے میں نماز نہ ہوگی اور اگر قصداً چوتھائی عضو کھولے تو عضو کے کھولتے ہی نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر کسی کے پاس کسی طرح کا کپڑا نہ ہو کسی اور چیز مثلاً درختوں کے پتوں یا ٹاٹ وغیرہ سے بدن ڈھانکے اور جب کچھ بھی ستر ڈھانکنے کو نہ ملے تو بدن نماز پڑھ لے لیکن اس حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود کو اشارے سے ادا کرے۔

سوال۔ بغیر کُتَمے کے صرف تہبند یا پاجامے سے یا بنیان یا نیم آستین کی حد سے نماز ہو جاتی یا نہیں اور رومال سے پیٹ یا پیچھ کو چھپا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب۔ ان تمام صورتوں میں نماز مکروہ ہوتی ہے اور اگر حالت نماز میں ناف کے نیچے کا حصہ جیسا کہ مگر مایں اکثر عمام کو دیکھا جاتا ہے کھلا ہوگا تو سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔

سوال۔ محمد بن منکدر تابعی کا بیان ہے کہ حضرت جابر صحابی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ صرف ایک درخت کے ساتھ نماز پڑھی جس کے دو کنارے گردن سے باندھ کر گرہ لگا دی تھی اہل انہوں نے اپنے دوسرے کپڑے ایک سر پایہ پر رکھ دئے تھے۔ ایک شخص نے اس کو مذہوم اور غیر شرف سمجھ کر حضرت جابر سے کہا کہ آپ کپڑوں کے ہوئے صرف ایک تہبند میں نماز پڑھ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ مجھ کو تمہارے جیسا کہ جاہل دیکھ کر معلوم کرے کہ نماز ایک کپڑے میں بھی جائز ہے۔ اس کے بعد فرمایا عہد نبوی میں ہم میں کون ایسا تھا جس کے دو کپڑے ہوں؟ رواد البخاری۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف تہبند یا پاجامے میں بھی نماز ہو جاتی ہے؟



جواب - مشکوٰۃ المصابیح میں اس حدیث سے اگلی روایت یہ ہے :- ابی بن کعب صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔ اور اس کو محبوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اُس وقت تھا جبکہ کپڑوں کی کمی تھی۔ لیکن اب جبکہ خدا نے وسیع لئے کثرت کی بخشی ہے تو دو کپڑوں میں از کیا ہے۔ رواہ احمد۔ چونکہ لوگ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بہر حالت میں مذموم خیال کرتے تھے اس لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ تعلیم جواز کی غرض سے ایسا کیا اور ساتھ ہی یہ ظاہر کر کے کہ عہد نبوی میں اکثر لوگوں کو ایک ہی کپڑا میسر تھا۔ لہذا دیا کہ حالت مجبوری میں ایک کپڑے پر اکتفا کرنا کچھ بھی مذموم نہیں۔

سوال - خشکے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب - اگر کاہلی سے پڑھے تو مکروہ ہے اور ٹوٹی یا پگڑی کے میسر نہ آنے کی وجہ سے یا از راہ عجز و انکسار پڑھے تو جائز ہے۔

سوال - اکثر آدمی موسم گرما میں صرف تہ بند باندھ کر باقی جسم نکار کھتے ہیں۔ بعض اوقات حرکت کرنے میں ان کی رانیں دوسروں کے سامنے کھل جاتی ہیں۔ اس کی برائی دیکھ کر پاس بیٹھنے والوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب - خلوت میں رانوں کے کھل جانے میں کوئی گناہ نہیں لیکن اگر دوسروں کے سامنے وہ برہنہ ہوا یا رانیں کھلیں تو وہ گنہگار ہوا۔ اگر ناف سے گھٹنوں تک بدن اچھی طرح ڈھکا ہو اور باقی جسم دوسروں کے سامنے برہنہ ہو تو مروت و وقار کے خلاف ہونے کے باعث خلاف اولیٰ ہے اگر دوسروں کے سامنے خشک ہوا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال - حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ پہنا ہے یا نہیں اور لٹچا پے کراٹم پاجامہ پہنتے تھے یا نہیں؟

جواب - علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ خریدی اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے پاجامہ پہنا۔ زاد المعاد کی عبارت یہ ہے - واشترى من اویل الظاهر اذہ اقما اشتراھا لبلیسھا وقد روی فی غیر حدیث اللہ لبس السراویل وکانوا یلبسون السراویلات باذنہم (زاد المعاد مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۵) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم بھی آپ کی اجازت سے پاجامہ پہنتے تھے۔

سوال - نماز کی کپڑے پاجامہ پہننا افضل ہے یا نہ بند؟

جواب - تہ بند باندھنے والوں کو ہم روز ساجد کے استنجا خانوں میں اس حالت میں پانے ہیں کہ پیشاب کے بعد استنجا کرتے وقت ان کی رانیں اور سرخیں کھلی ہوتی ہیں حالانکہ دوسروں کے سامنے ستر کا کھولنا قطعاً حرام ہے۔



برخلاف اس کے پاجامہ میں کتھر زیادہ ہے اس لئے پاجامہ پہنتا ہی افضل ہے۔

سوال۔ بعض عورتیں برہنہ غسل کرتی ہیں اور دوسری عورتوں سے پردہ نہیں کرتیں کیا ایسا کرنا گناہ ہے؟  
جواب۔ کسی عورت کے لئے برہنہ نہیں کہ دوسری عورت کا جسم ناف سے گھٹنوں تک دیکھے خواہ بیٹی ہو یا ہو۔ ہاں اگر چھوٹی لڑکی ہو تو کچھ ہرج نہیں لیکن جب سات برس کی ہو جائے تو اس سے عورتوں کو یہاں تک کہ بہن کو بھی پردہ کرنا چاہیئے اور اس کو بھی دوسری عورتوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔

سوال۔ مرد اور عورت کے اعضائے ستر کا جو حصہ نماز میں کھل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے قابل دریافت یہ ہے کہ عورتوں کے ٹگے ہوئے بالوں کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ عورت کے ٹگے ہوئے بال ایک علیحدہ عضو ہیں۔ اگر ان کی چوتھائی برہنہ ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے۔  
سوال۔ عورت کی آواز ستر میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب۔ نازل میں لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی داخل ستر ہے شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اگر عورت قراءت بالبحر کرے گی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال۔ عورتوں کو نماز میں پیروں کا پھپھانا ضروری ہے یا نہیں۔ ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے جب تک عورت کے دونوں قدم نہ چھپے ہوں نماز نہیں ہوئی۔

جواب۔ اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن معتبر اور مستند یہی ہے کہ نماز میں پشت و کمر کا ڈھکنا فرض نہیں ہے۔ اگر دونوں قدم کھل جائیں تو نماز ہو جاتی ہے۔ حدیث میں جو قدموں کا ڈھکنا مروی ہے اس سے افضلیت مراد ہے۔ بہتر یہی ہے کہ قدم بھی ڈھکے ہوں۔

سوال۔ باریک کپڑوں سے عورت کی نماز ہو جاتی ہے نہیں؟  
جواب۔ اگر عورت نے ایسا باریک کپڑا اوڑھ رکھا ہو کہ بدن یا بالوں کا رنگ جھلکتا ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

## فصل ۲۷۔ نماز کا وقت ہونا

سوال۔ آپ نے نماز کی پانچویں شرط وقت ہونا بتائی ہے نماز کیلئے وقت شرط ہونے سے کیا مراد؟  
جواب۔ ادائے نماز کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ کسی نماز کا جو وقت شریعت نے مقرر کیا ہے وہ



وقت میں ادا کی جائے اگر وقت سے پہلے پڑھی گئی تو نماز قطعاً ہوگی اور اگر بعد از وقت پڑھی گئی تو ادا نہیں بلکہ قضا ہوگی۔

سوال۔ نماز کتنے وقتوں کی فرض ہے !

جواب۔ دن رات کے پانچ وقتوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء۔ ان کے علاوہ ایک نماز وتر ہے جو واجب ہے۔

سوال۔ فرض اور واجب کسے کہتے ہیں !

جواب۔ مقدمۃ الکتاب میں ہر ایک کی تعریف کر دی گئی تھی۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال۔ پانچ نمازوں کے کون کون سے وقت ہیں ؟

جواب۔ آئندہ چل کر اوقات نماز پر انشاء اللہ العزیز ایک مستقل فصل سپرد قلم ہوگی۔

## فصل ۲۸۔ استقبال قبلہ

سوال۔ قبلہ اور استقبال قبلہ کے کیا معنی ہیں ؟

جواب۔ قبلہ اُس رخ کو کہتے ہیں کہ جس کی طرف نماز میں منہ کیا جائے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کو استقبال قبلہ کہتے ہیں۔ نماز کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔

سوال۔ مسلمانوں کا قبلہ کون سا ہے ؟

جواب۔ اہل اسلام کا قبلہ خانہ کعبہ ہے جو ملک عرب کے شہر مکہ معظمہ میں کوٹھے کی شکل کا ایک گھر ہے جس کو کعبۃ اللہ۔ بیت اللہ اور بیت المحرم بھی کہتے ہیں۔

سوال۔ مسلمانوں کو اپنی توجہ پر بجا طور پر ناز ہے لیکن بعض غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ کعبہ کو سجدہ کرنا توحید کے منافی اور براہِ شرک ہے۔

جواب۔ کعبہ کو سجدہ کرنا واقعی شرک ہے۔ لیکن کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتا بلکہ مسلمان خدا کے حکم کے بموجب کعبہ کی طرف رخ کر کے خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔

سوال۔ کعبہ معلیٰ کس طرف ہے ؟



جواب - کعبہ مغربی پاکستان، ہندوستان، برصغیر مشرقی پاکستان اور متحدہ دوسرے ممالک سے پچھیم کی طرف ہے کیونکہ یہ تمام ممالک مکہ معظمہ سے مشرق کی طرف واقع ہیں۔

سوال - استقبال کعبہ کی شرط میں اہل مکہ اور غیر مکہ واسے برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

جواب - فرق ہے۔ اہل مکہ کے لئے عین کعبہ کی سیدھے میں منہ کرنا اور غیر مکہ والوں کے لئے کعبہ کی سمت منہ کرنا شرط نماز ہے۔ (کبیری)

سوال - اگر بیمار کا منہ کعبہ شریف کی طرف نہ ہو اور اس میں ہلنے کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر بیمار کے لئے اداۓ نماز کی کیا صورت ہے؟

جواب - اگر بیمار کے پاس کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو بیمار کو کعبہ رخ کر سکتا ہو اور اس سے بیمار کو زیادہ تکلیف ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اس کا چہرہ کعبہ کی طرف کر دیا جائے اور اگر دوسرا آدمی نہ ہو یا مریض کو سخت تکلیف ہوتی ہو تو جس طرف مریض کا منہ ہو اسی طرف نماز پڑھ لے۔

سوال - کسی ایسی جگہ میں جہاں قبلہ کا رخ معلوم نہیں ہوتا نماز کس طرح پڑھیں؟

جواب - اگر وہاں کوئی ایسا آدمی نہیں مل سکتا جس سے قبلہ کا رخ معلوم کر سکیں تو دل میں سوچ بچار کریں دل جس طرف کی گواہی دے اس طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ اگر سوچ بچار کئے بغیر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی بلکہ اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ نماز قبلہ ہی کی طرف پڑھی تھی تب بھی نماز نہیں ہوئی اگر بتلانے والا نہ ملا اور دل کی شہادت پر نماز پڑھ لی اور بعد میں معلوم ہوا کہ جدھر نماز پڑھی ہے اُدھر قبلہ نہیں ہے تو بھی نماز ہو گئی۔ اگر بے رخ نماز پڑھی لیکن پھر نماز ہی میں قبلہ کا پتہ چل گیا تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائیں۔ اب معلوم ہو جانے کے بعد قبلہ کی طرف نہ پھریں گے۔ تو نماز نہ ہوگی۔

سوال - ایک شخص کی ٹانگ کسی جانب کو نہ ہو اور سب سمتوں میں تذبذب ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب - اسے احتیاطاً ہر سمت کو ایک ایک مرتبہ نماز پڑھنی ہوگی۔

سوال - اگر انکل اور بھتیجی کے بعد ایک سمت کو ایک رکعت پڑھی۔ پھر اس کی رائے دوسری جانب بدلی۔

اب دوسری رکعت دوسری طرف پڑھ لی اسی طرح تہی لی رائے پر چاروں سمتوں کی طرف چار رکعتیں پڑھیں تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب - اس کی نماز ہو گئی۔



سوال۔ کشتی یا ریل گاڑی میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کی اور اثناء نماز میں کشتی اور ریل گاڑی کا رخ قبلہ کی طرف سے پھر گیا تو اب نمازی کیا کرے؟

جواب۔ نماز کی قبلہ کی طرف پھر جائے۔ اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے وہ بھی قبلہ کو منہ پھیرتا رہے اور اگر نماز کی کے پاس مال ہے اور اندیشہ صحیح ہے کہ اگر مال کی طرف سے روگردانی کرے گا تو چوری ہو جائے گی اور کوئی شخص موجود نہیں جس کی نگرانی میں دے سکے تو یوں ہی نماز پڑھے۔

سوال۔ کعبہ شریف میں نماز پڑھنے میں منہ کدھر کیا جائے گا؟

جواب۔ کعبہ معلیٰ میں نماز کی کو اختیار ہے کہ جہدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے۔ کعبہ شریف کے اندر فرض اور نفل تمام نمازیں درست ہیں۔

## فصل ۲۹۔ نیت نماز

سوال۔ نماز کی ساتویں شرط نیت ہے۔ اس نیت سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال۔ نیت میں کس چیز کا ارادہ کیا جاتا ہے؟

جواب۔ اس فرض نماز کا جس کے ادا کرنے کا قصد ہو۔ مثلاً ظہر کی نماز پڑھنی ہو تو یہ ارادہ کرے کہ آج کی نماز ظہر پڑھتا ہوں یا قضا نماز ہو تو یہ نیت کرے کہ فلاں دن کی نماز ظہر پڑھتا ہوں اگر امام کے اقتداء میں نماز پڑھی جائے تو اس کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔

سوال۔ نفل نماز کی نیت کس طرح کی جائے؟

جواب۔ نفلی نماز کی نیت اسی قدر کافی ہے کہ نفل نماز پڑھتا ہوں۔ نماز پنجگانہ کی سنتوں اور تراویح کے لئے بھی اسی قدر نیت کافی ہے۔

سوال۔ نیت کا لفظاً کہنا کیسا ہے؟

جواب۔ نیت کا زبان سے کہنا مستحب ہے۔ اگر زبان سے نہ کہیں تو بھی نماز میں کچھ خلل نہیں آتا

سوال۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علمائے مسلمین میں سے کسی کے نزدیک بھی لفظی



نیت مشروع نہیں۔ نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی زبان سے نیت کی اور نہ خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کرام اور اسلافِ اُمت اور ائمہ اسلام میں سے کسی سے نیت لفظاً ادا کی۔ کیونکہ وضو غسل نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ عبادات میں جو نیت واجب ہے اس کا محل بالاتفاق دل ہے۔ علماء اس پر متفق ہیں کہ نیت قصد اور ارادہ کا نام ہے جس کا محل دل ہے نہ کہ زبان۔ اور اگر کسی نے دل سے نیت کی تو وہ آئمہ اربعہ اور پہلے پچھلے تمام دوسرے آئمہ المسلمین کے نزدیک صحیح ہو گئی۔ اس مسئلہ میں کسی ایسے عالم نے خلافت نہیں کیا جن کا اقتدایا جاتا اور ان کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ لیکن بعض متاخرین نے جو آئمہ کے پیرو ہیں کہا ہے کہ لفظی نیت واجب ہے۔ لیکن یہ قول صریحاً خطا اور خلفائے اسلام کے اجماع کے خلاف ہے کبھی مسلمان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی صحابی سے نقل نہیں کیا کہ ان میں سے کسی نے کبھی تکبیر تحریمہ سے پہلے لفظوں میں سرّاً یا جہراً نیت باندھی ہو اور کسی نے کبھی اس کا حکم دیا ہو۔ اب فقہائے متاخرین میں یہ نزاع برپا ہے کہ نیت قلبی کے ساتھ لسانی نیت مستحب ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے پیروؤں کی ایک جماعت نے اس کو مستحب بتایا ہے اور مقلدین امام مالک و امام احمد رحمہما اللہ کی ایک گروہ نے نہ صرف مستحب ہونے سے انکار کیا ہے۔ بلکہ اس کو بدعت مکر وہ قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ امام ابن تیمیہ جلد اول صفحہ ۳۸) اور خود شیخ عبدالحق دہلوی حنفی لکھتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے زبانی اور لفظی نیت مروی نہیں اور حضرات محدثین رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ نیت کے الفاظ زبان پر لانا بدعت اور مکر وہ ہے کیونکہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ آپ کے اصحاب نے کبھی زبان سے نیت کی اور تلفظ بہ نیت کے بارہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بدعت ہے کیونکہ یہ فعل منقول نہیں اور بعض کے نزدیک مستحب ہے کیونکہ لفظی نیت قلبی نیت کے استحضار میں مذکور اور عبادت لسانی اور قلبی کے درمیان جمع کی موجب ہے اور قواعد شرع اور ضرورت عقل سے معلوم ہوا ہے کہ جس عمل میں دل زبان کے ساتھ جمع ہو۔ اتم و اکمل ہوتا ہے۔ لیکن یہ سخن ناسد اور فاضل کے مقابلہ میں قیاس ہے۔ اس کو تلبیہ اور تسبیحات رکوع و سجود پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں۔ (مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۳۹۹) اسی طرح شیخ عبدالحق دہلوی رحمہم اللہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نیت کا پکار کر کہنا مشروع نہیں اور حضرات محدثین نے کہا ہے کہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ آپ نے نیت زبان سے کہی ہو۔ پس طریق سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع یہ ہے کہ نمازی دلی نیت پر اکتفا کرے۔ آپ کا اتباع جیسے کسی فعل کے کرنے میں لازم ہے اسی طرح اس نقل میں



بھی لازم ہے جو آپ نے کبھی نہ کیا ہو اور چاہیے کہ اس چیز پر دوام نہ کرے جو شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں اور جو کوئی ان امور پر دوام کرے جو آپ سے ثابت نہیں ہوئے وہ شخص مبتدع ہے۔ (مظاہر حق جلد اول صفحہ ۱۹) اس کا کیا جواب ہے؟

جواب۔ واقعی نیت لسانی بچہرو یا بستر بدعت مخترعہ ہے۔ نہ اس کا ثبوت حدیث نبوی سے ہے اور نہ اصحاب خیر القرون کے قول و فعل سے۔ لیکن شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** (عملوں کی صحت کا مدار نیتوں پر ہے) پس نیت نماز کی لازمی شرط ہے اور تجربہ ثناء ہے کہ عوام الناس کو نیت لسانی سے روک دیا جائے تو وہ لسانی اور قلبی دونوں نیتوں سے محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ نیت قلبی کا التزام ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ البتہ لسانی پر عمل پیرا ہوں تو زبان کے ساتھ عموماً دل بھی موافقت کرتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ عوام کو زبانی نیت کی مخالفت کرنا ان کے فتنان نماز کو مستلزم ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان دو بلاؤں میں گرفتار ہو تو ان میں سے آہون و اکیسر کو اختیار کرتا ہے اور فریضہ صلوٰۃ سے عہدہ برآ ہونے کی محرومی کے مقابلہ میں ارتکاب بدعت ان کے لئے زیادہ آسان تھا اس لئے علمائے متاخرین نے ان کے قصد و ارادہ کو متوجہ کرنے کے لئے انہیں ازراہ شفقت تالفظ بہ نیت کی ہدایت کی تاکہ فقہان و عدم نیت فریضہ صلوٰۃ سے محرومی کا باعث نہ ہو۔ گو اب وہ ایک احداث کے مرتکب ہیں لیکن اس سے وہ ادائے فریضہ کی محرومی سے تو مامون ہیں اور سچ پوچھو تو عوام کے لئے نیت لسانی بدعت بھی نہیں کیونکہ بدعت وہ فعل ہے جو دین میں داخل کیا گیا ہو لیکن ان کا یہ فعل احداث فی البین نہیں بلکہ احداث للبدین ہے اور احداث للبدین ہرگز بدعت نہیں ہو سکتا۔ ہمارے پاس احداث للبدین کے بہتیرے نظائر و امثال موجود ہیں۔

سوال۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ مکتوبات جلد اول مکتوب ایک سو چھیاسی میں رقم فرمایا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک نیت نماز میں یہ بھی مستحسن ہے کہ ارادہ قلب کے باوجود زبان سے بھی ہی جائے حالانکہ آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے نیت لسانی نہ بروایت صحیح ثابت ہوئی ہے اور نہ بروایت ضعیف اور نہ اصحاب کرام و تابعین عظام نے کبھی زبان سے نیت کی تھی۔ بلکہ جو بھی اقامت کہی جاتی تھی تکبیر تحریمہ کہہ دیتے تھے۔ پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ اس بدعت کو لوگ حسنہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ فقیر جانتا ہے یہ بدعت رفع سنت کی بجائے سرے سے رافع فرض ہے



کیونکہ اس کو جائز رکھنے کی وجہ سے اکثر لوگ زبانی نیت پر اکتفا کرتے ہیں اور غفلت قلبی سے پاک نہیں رکھتے پس اس ضمن میں فرایض نماز میں سے ایک فرض کہ نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ فساد نماز ہے۔ اس کا جواب کیا ہے؟

جواب۔ مولانا تھاقویؒ نے لکھا کہ یہ حضرت مجددؒ کی خاص رائے ہے۔ چنانچہ فقرہ ”یہ فقیر جانتا ہے“ اس میں صریح ہے۔ دوسرے سب کے لئے منع فرماتے بھی نہیں بلکہ خاص اُن کے لئے جو اس پر کفایت کر کے قلب سے بالکل ارادہ ہی نہیں کرتے۔ چنانچہ اخیر کی عبارت اس میں صریح ہے۔ پس قول فقہاء و قول مجدد صاحب میں کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال۔ فرض اور وتر کی نیت کس طرح کی جائے گی؟

جواب۔ فرض اور وتر کی نیت میں تکبیر تحریرہ سے پہلے نیت کی تعیین اور یہ جانتا کہ نماز ظہر پڑھتا ہوں یا عصر شرط ہے۔ اور مقتدی کے لئے اقتدا کی نیت لازم ہے اور عدد رکعات کی نیت شرط نہیں تعیین نیت سے یہ مراد ہے کہ نمازی عزم کرے کہ آج کی ظہر یا فرض الوقت پڑھتا ہوں اور مطلق فرض کی نیت کافی نہیں۔ نماز جمعہ کے لئے فرض الوقت کی نیت جائز نہیں بلکہ نماز جمعہ کی نیت ضروری ہے۔ دوسرے وقتوں میں فرض الوقت کی نیت جائز ہے۔ نیت کے وقت یہ جانتا ضروری ہے کہ نماز ظہر پڑھتا ہوں یا عصر یا عشاء پس اگر بالفرض کوئی پوچھ بیچے کہ کون سی نماز پڑھتے ہو تو وہ سوچے اور تامل کئے بغیر فی الفور بتا سکے کہ فلاں نماز پڑھتا ہوں اور اگر دل و دماغ میں یہ تمہیں مستحضر نہ ہو تو نیت صحیح اور جائز نہ ہوگی۔

سوال۔ سنن اور نوافل کی نیت کس طرح کی جاتی ہے؟

جواب۔ اگرچہ نفل اور سنت اور تراویح کے لئے بلا تعیین مطلق نماز پڑھنے کی نیت بھی جائز ہے لیکن پھر بھی بہتر یہ ہے کہ نماز تراویح یا سنت ظہر وغیرہ یا قیام اللیل وغیرہ کی نیت کی جائے۔

سوال۔ مقتدی کے لئے اقتداء کی نیت بھی لازم ہے یا نہیں اور امام کے لئے اپنی امامت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے یا نہیں؟

جواب۔ مقتدی کو اپنے امام کے اقتداء کی نیت کرنا بھی شرط ہے اور امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے۔

سوال۔ مقتدی کے لئے اپنے امام کی شخصیت متعین کرنے کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟



جواب۔ مقتدی کے لئے اپنے امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو ہے یا بکر ہے بلکہ اسی قدریت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ لیکن اگر امام کی شخصیت متعین کرے گا اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ مثلاً یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں حالانکہ جس امام کا اس نے اقتداء کیا وہ محمود ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

سوال۔ ان الفاظ میں فرض اور سنت کی نیت کرنا کیسا ہے؟۔ نیت کرتا ہوں میں اس نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز فجر سنت رسول اللہ منہ میرا طرف کعبہ کے ہے اللہ اکبر۔ نیت کرتا ہوں میں نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز فرض فجر۔ فرض اللہ تعالیٰ کا منہ میرا طرف کعبہ کے ہے اللہ اکبر۔ یہ نیت صحیح ہے یا اس میں کچھ اصلاح و ترمیم ہو سکتی ہے؟

جواب۔ اوپر لکھا گیا کہ نیت دل کا فعل ہے جو دل ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اگر نمازی دل میں نیت کرے اور زبان سے کچھ نہ کہے تب بھی نماز ہو جاتی ہے اور اگر دل سے نیت نہ کی اور زبان سے کوئی لمبی چوڑی عبارت پڑھ دی تو بھی نماز نہ ہوگی۔ البتہ عوام کے لئے مناسب ہے کہ دلی قصد و ارادہ کے ساتھ زبان سے بھی کچھ مختصر سے الفاظ کہہ لیں۔ مثلاً سنت فجر یا فرض فجر۔ اور یہ لمبی عبارتیں جو عوام میں رائج ہیں بالکل فضول اور سخت ناپسندیدہ ہیں۔

سوال۔ نیت کی لمبی چوڑی عبارتوں میں کوئی خاص خرابی کیا لازم آتی ہے؟

جواب۔ جو لوگ ان نیتوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ اپنی عبارتوں سے فارغ بھی نہیں ہوتے کہ اتنے میں امام قرأت شروع کر دیتا ہے یہ نہ تو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی فضیلت حاصل کرتے ہیں اور نہ ثنا پڑھتے ہیں۔ بلکہ امام سورہ فاتحہ کا بیشتر حصہ پڑھ لیتا ہے تو یہ لوگ بمشکل اپنی نیت سے فراغت پاتے ہیں۔ دیکھ لو کہ یہ نادان کتنی فضیلتوں سے محروم رہ گئے۔

## فصل ۳۰۔ اوقات نماز

سوال۔ نماز فجر کا وقت کیا ہے؟

جواب۔ سورج نکلنے سے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ پہلے پورب کی طرف یعنی جدھر سے سورج نکلتا ہے۔



آسمان کے کنارے پر کچھ سفیدی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ سفیدی اوپر کی طرف ایک ستون کی شکل میں بلند ہوتی ہے۔ اس سفیدی کو صبح کاذب کہتے ہیں۔ یہ سفیدی تھوڑی دیر میں غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد دوسری سفیدی نمودار ہوتی ہے جو پورب کی طرف سے دائیں یا بائیں جانب کو پھیلتی ہوئی اٹھتی ہے یہ سفیدی آسمان کے تمام مشرقی کنارے پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اوپر کی طرف ستون کی شکل میں نہیں اٹھتی۔ یہ سفیدی آگ آگنا بڑھتی جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اُجالا ہو جاتا ہے۔ اس سفیدی کو صبح صادق کہتے ہیں صبح صادق کے ظاہر ہونے پر نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج نکلنے سے پہلے تک رہتا ہے۔ جب سورج کا ذرا سا کنارہ بھی نکل آیا تو فجر کا وقت ختم ہو گیا۔

سوال۔ نماز فجر کا افضل وقت کیا ہے؟

جواب۔ صبح کی روشنی میں ایسے وقت نماز فجر پڑھیں کہ قراءت مسنون تراتیل کے ساتھ پڑھ سکیں اور اگر طہارت یا نماز میں فساد ظاہر ہو تو دوبارہ بھی احادہ طہارت کے ساتھ قراءت مسنون پڑھی جاسکے۔ غرض نماز فجر روشنی ہی میں شروع ہو اور روشنی ہی میں ختم کی جائے۔

سوال۔ حدیث صحیحہ میں ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز صبح غلّس یعنی اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح پڑھا چکے تو عورتیں اس طرح اپنی چادر میں لپیٹی ہوئی اپنے گھروں کو لوٹیں کہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز صبح اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔

جواب۔ آپ کے اندھیرے میں نماز صبح پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم شب بیدار تھے اس لئے اندھیرے ہی میں سجد میں آ موجود ہوتے تھے اس لئے شفیق امت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی استراحت کے خیال سے نماز صبح آدل وقت میں پڑھا دیتے تھے۔ اس کے برخلاف آپ نے امت مابعد کے لئے حکم دیا۔

اَسْمُرُوا بِاللَّجْسِ فَإِنَّهُ اعْظَمُ لِلَّجْسِ رَجْرَجٌ فِي رَوْشِي كَرَدُو۔ اس میں بہت زیادہ ثواب ہے اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ہمارے نزدیک امر فعل سے راجح تر ہے اس لئے روشنی میں نماز صبح پڑھنی چاہیے۔

سوال۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اوجات نماز سے متعلق جو حکمانہ مالک صحرو میں بھیجا اس میں لکھا تھا کہ نماز فجر ایسے وقت میں جبکہ گھنے ستارے جگمگا رہے ہوں (یعنی صبح



کی تاریکی میں پڑھی جائے اور خود ہادی امام علیہ التہیۃ والسلام جو امت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجے گئے تھے اندھیرے میں نماز فجر پڑھا کرتے تھے مگر چونکہ آپ نے امت کی سہولت کے لئے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا تھا کہ نماز فجر اسفار یعنی روشنی میں پڑھیں اس لئے امام طحاوی حنفی کے قول کے بموجب کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ نماز فجر اندھیرے میں شروع کر کے روشنی میں ختم کی جائے تاکہ آپ کی قوی اور فعلی دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے ؟

جواب۔ بہت سے حنفی اہل علم امام طحاویؒ ہی کے مسلک پر عمل پیرا ہیں۔ چنانچہ علامہ علی قاریؒ اور شیخ عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں :- امام طحاویؒ نے فرمایا ہے کہ ابتداء غلغل یعنی تاریکی میں کرے اور ختم اسفایں یعنی قراءت طویل پڑھے تاکہ پڑھتے پڑھتے صبح روشن ہو جائے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ یہ تاویل اولیٰ و احسن ہے کہ اس سے حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ شرح السنہ کی ایک حدیث سے تطبیق کی یہ وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ نماز صبح کا حکم باعتبار دو زمانوں کے ہے کہ جاڑے کے موسم میں نماز فجر کا اندھیرے میں پڑھنا بہتر ہے اور ایام گریما میں اسفار کرنا بہتر ہے اور اسفار کی حد ہمارے علماء نے یہ لکھی ہے کہ اتنا وقت ہو کہ اس میں قراءت سنون کہ چالیس سے ساٹھ یا سو آیتوں تک ہے تر تیل کے ساتھ پڑھ لے اور اگر فراغت نماز کے بعد طہارت میں خلل معلوم ہو تو طلوع سے پہلے وضو کرنے کے بعد نماز کا صفت مذکور پر اعادہ ممکن ہو۔ (منظاہر حق)

سوال۔ نماز ظہر کا وقت کیا ہے ؟

جواب۔ نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت ہر چیز کا جتنا سایہ ہو اُس کو چھوڑ کر جب ہر چیز کا سایہ اُس چیز سے دوگنا ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اسی دو چند سائے کو دو مثل کہتے ہیں۔

سوال۔ ظہر کا مستحب وقت کیا ہے ؟

جواب۔ موسم گریما میں اتنی دیر کر کے پڑھنا کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے اور جاڑے کے موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن اس بات کی احتیاط رہے کہ نماز ظہر بہر حال ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے۔

سوال۔ مثل اول اور دو مثلوں کا وقت معام کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

جواب۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ دو مثل کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے غروب تک جو مدت ہو اس کا سائواں حصہ جب باقی رہے تو مثل دوم ہو جائے گا اور اگر اس میں



پانچ منٹ کی تاخیر کر لی جائے تو کسی موسم میں غلطی نہ رہے گی۔ مثلاً ۱۶ جولائی کو چودہ گھنٹہ کا دن ہوتا ہے پانچ بج کر ۹ منٹ پر طلوع اور ۷ بج کر ۹ منٹ پر غروب ہوتا ہے پس ۵ بج کر ۹ منٹ پر دو مثل ہوا۔ مثل اول میں یہ تفصیل ہے کہ جنوری۔ فروری اور مارچ تین مہینوں میں تو دو مثل سے پچاس منٹ پہلے اور اپریل سے اگست تک یعنی پانچ مہینہ میں دو مثل سے ایک گھنٹہ دس منٹ پہلے مثل اول ہو جاتا ہے اور ستمبر سے دسمبر تک یعنی چار مہینہ میں دو مثل سے ۲۲ منٹ پہلے مثل اول ہوتا ہے اور یہ سب تفاوت تدریجاً ہوتا ہے۔ عمل کرنے میں اس کا لحاظ رکھا جائے۔

✓ سوال۔ نماز عصر کے وقت کی نسبت ائمہ اربعہ اور ائمہ حنفیہ کا کیا مسلک ہے؟

جواب۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز عصر کا وقت (سایہ اصلی کو چھوڑ کر) مثل ثانی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لیکن امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور خود امام ابو حنیفہ رحمہ سے بھی ایک روایت میں نماز عصر کا وقت ایک مثل کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

سوال۔ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ایک مثل کی روایت کو معمول بہا قرار دیا ہے اور ملا عابد

سندھی حنفی رحم کتاب مواہب لطیفہ شرح منہاجی حنیفہ میں لکھتے ہیں کہ نماز عصر کا وقت داخل ہونے کے بارہ میں علماء مختلف الآراء ہیں۔ جمہور کے نزدیک ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور خزائنہ الروایات نے ملتفتی البیہار سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ نے وقت ظہر کے خروج اور وقت عصر کے داخل ہونے میں شیخین کے قول کی طرف رجوع فرمایا تھا اور جن لوگوں نے شیخین کے قول کی طرف امام کے رجوع کرنے کا ذکر کیا ہے ان میں صاحب فتاویٰ شافعی اور صاحب کتاب الانیس و صاحب بحر المینہ شرح تنویر الابصار بھی داخل ہیں کتاب زیادات الہند والی علی المستدرک الشیبانی کے باب ما یجزل اکملہ و ما لا یجزل میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان سوالوں میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمایا تھا اور گھوڑے کا گوشت حرام ہونے کے قول سے (۲) اختلاف شفق سے (۳) دو مثالوں کے بعد عصر کا وقت شروع ہونے کے فتویٰ سے۔ ان کے علاوہ چند اذوال سے بھی رجوع فرمایا تھا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب۔ امام ابو حنیفہ رحمہ کا دو مثالوں کے قول سے رجوع فرمانا کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ متون کی روایات مشابہت کی ہیں اور اصل مذہب متون ہی میں



ہوتا ہے۔ اور گو بعض نے مثل دُر مختار وغیرہ کے ایک مثل کو ترجیح دی ہے مگر محققین نے اس ترجیح کو نہیں مانا۔ چنانچہ علامہ شامی نے رد المحتار میں اس پر کلام مبسوط کیا ہے (جلد اول ص ۱۷۱) اور براءۃ ذمہ یقینی بھی اسی میں ہے۔ پس یہی احوط بھی ہوا اور عصر ایک مثل پر پڑھنے میں اس کی صحت اختلافی ہوگی۔

سوال۔ نماز عصر ایک مثل پر پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی یا قابل عائد ہوگی؟

جواب۔ اس سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے لکھا کہ ایک مثل کا وقت قوی ہے لہذا

اگر ایک مثل کے بعد نماز عصر پڑھے تو ادا ہو جاتی ہے عائد نہ کرے (فتاویٰ رشیدیہ متبوع حصہ اول مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۲)

سوال۔ نماز عصر کے بارہ میں احتیاط کیا ہے؟

جواب۔ اگرچہ ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے لیکن علمائے حنفیہ کے

نزدیک اعتبار اس میں ہے کہ نماز عصر دو مثل کے بعد پڑھنی جائے تاکہ امام ابو حنیفہؒ کی اس روایت پر بھی عمل ہو جائے جس میں انہوں نے عصر کا وقت دو مثل کے بعد بتایا ہے اس طرح تمام روایتوں پر عمل ہو جائیگا

سوال۔ اگر عصر کی اذان دو مثل سے پہلے کہی جائے اور نماز دو مثل کے بعد پڑھیں تو کیسا ہے؟

جواب۔ میرے نزدیک یہ مستحسن ہے۔

سوال۔ نماز عصر کا وقت کب تک رہتا ہے اور اس کا مکروہ وقت کیا ہے؟

جواب۔ سایہ اصلی کو چھوڑ کر ہر چیز کا سایہ جب دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو کر نماز عصر کا

وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور غروب آفتاب تک رہتا ہے لیکن جب سورج بہت نیچا ہو جائے۔ دھوپ کمزور

اور پیلی پیلی ہو جائے۔ سورج سُرخ ٹمکیہ کی طرح ہو جائے اور اس پر نظر پھیرنے لگے تو اس وقت نماز عصر مکروہ ہوتی ہے۔

سوال۔ نماز مغرب کا ابتدائی اور انتہائی وقت کیا ہے؟

جواب۔ جب سورج ڈوب جائے تو نماز مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور غروب شفق

تک رہتا ہے۔ غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف آسمان کے کنارے پر جو سُرخ نمودار ہوتی ہے اسے سُرخ

شفق سے موسوم کرتے ہیں۔ پھر اس سُرخ کے غائب ہونے کے بعد ایک سفیدی ظاہر ہوتی ہے اسے شفق

ابيض کہتے ہیں پھر یہ سفید بھی غائب ہو جاتی ہے اور آسمان کا کنارہ اور آسمان کے دوسرے حصے یکساں



دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس شفق ابیض کے غائب ہونے سے پہلے تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔ عوام میں یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ جو نہی ذرا تاریکی ہوئی سمجھ بیٹھے کہ نماز مغرب کا وقت ختم ہوا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ سوال: آپ نے اوپر بتایا کہ شفق سفید تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔ لیکن مولانا شاہ عبدالعزیز نے اپنی تفسیر فرمایا ہے کہ شفق سرخ کے بعد عشاء کا وقت ہو جائیگا۔ اب سوال یہ ہے کہ شفق سفید مغرب میں افضل ہے یا عشاء میں۔ جواب: شفق اکثر ائمہ کے نزدیک اُس سرخی کا نام ہے جو غروب آفتاب کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ اہل لغت کے نزدیک شفق اسی سرخی کا نام ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک شفق اُس سفیدی کا نام ہے جو سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ میں مختلف فیہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفق سفید تک اور صاحبین کے نزدیک شفق سرخ تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے اور شرح وقایہ میں فتویٰ اسی پر لکھا ہے۔ لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ دونوں کی رعایت رکھی جائے یعنی نماز مغرب شفق سرخ سے پہلے پڑھ لیں اور عشاء سفیدی چھینے کے بعد پڑھیں تاکہ نماز بلا اختلاف ادا ہو۔ سوال: عشاء کا وقت کیا ہے۔

جواب: عشاء کا وقت شفق چھینے کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت مختار آدھی رات تک کا ہے۔

سوال: مغرب کا افضل وقت کیا ہے؟

جواب: مغرب کا افضل وقت بالاتفاق یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد فوراً پڑھی جائے۔ رافع بن خدیج صحابیؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کر کے ایسے وقت میں باہر نکلتے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے پیروں کے گرنے کی جگہ دیکھتا۔ رواۃ البخاری وسلم یعنی نماز مغرب اول وقت میں پڑھنے۔ ایسے وقت میں کہ ادا کے بعد کوئی اپنا پیروں دیکھتا تو دیکھتا کہ کہاں گرا ہے نماز مغرب میں بلا عذر دیکھ کر ناکر وہ۔ سوال: اگر متولی یا کوئی دوسرا اثر آدمی حکم دے کہ جب تک ہم مسجد میں نہ آئیں جماعت کھڑی نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص جماعت میں تاخیر کا باعث ہو وہ گناہگار ہے۔ ایسوں کا انتظار درست نہیں۔ ہاں عامہ مسلمین کا انتظار درست ہے بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہوں اس سے تکلیف نہ ہو اور افضل وقت بھی



نہ گزر جائے۔ مگر رُوعساء اور با اثر آدمیوں کا اغظار نہ کریں۔

سوال۔ گھڑیوں کے مطابق نماز کے اوقات مقرر کرنا اور سختی سے اس کی پابندی کرنا کیسا ہے اور اوقات نماز سے متعلق شارع علیہ السلام کا معمول کیا تھا۔

جواب۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اوقات معینہ پر نماز پڑھاتے تھے اس کا خلاف کسی عارض کے باعث ہوتا تھا اور افضل وقت پر تعیین اوقات کا مدار مقتدیوں کے حال کی رعایت تھا۔ گھنٹہ گھڑی یعنی انضباط اوقات سے کام لینا محض شناخت اوقات کا ایک آلہ ہے۔ پس گھڑی کے مطابق اوقات کی پابندی کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور موافق سنت ہے۔

سوال۔ ممالک قطب شمالی اور قطب جنوبی میں اوقات نماز کی پابندی کس طرح ہو سکتی ہے۔ ان ممالک میں کئی کئی مہینے تک آفتاب طلوع اور غروب نہیں ہوتا۔

جواب۔ ایسی سرزمین ہیں اندازہ کر کے نمازیں ادا کریں جیسا کہ احادیث نبویہ میں ہے کہ درجہ اکر کے ایام فتنہ میں ایک دن سال بھر کا ہو گا۔ اصحاب علیہم الرضوان نے پوچھا یا رسول اللہ اُس وقت نمازیں کیونکر ادا کی جائیں گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اندازہ کر کے نمازیں پڑھنا۔ مطلب یہ کہ ہر چوبیس گھنٹہ میں اسی قدر فصل سے نمازیں ادا کرنا جیسے عام حالات میں نمازوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ پس یہی حکم ان بلاد کا بھی ہے جہاں چھ مہینے یا کم و بیش مدت تک دن یا رات رہتی ہے۔

سوال۔ کیا یہ صحیح ہے کہ موسم گرما میں نماز ظہر میں بہت تاخیر کی جانے چاہیے؟

جواب۔ حسب بیان ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی کی شدت ہو تو نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھو اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ علیہم الرضوان نماز ظہر ٹھنڈے وقت پڑھتے تھے یہاں تک کہ ٹپلوں کے سائے زمین پر پڑنے لگتے تھے اور ٹپلے بلند نہیں ہوتے بلکہ پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے سائے بہت زیر میں زمین پر پڑتے ہیں بخلاف دراندہ چیزوں مثل مینار و غیرہ کے کہ ان کے سائے جامد دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور بعض روایتوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ صحابہؓ موسم گرما میں دیواروں کے سائے میں سے گزر کر نماز ظہر کو پڑھتے تھے۔ الغرض مبالغہ ابراد میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور ترمذیؒ نے کہا کہ اُس شخص کا قول جو



شدت گرمی میں تاخیر ظہر کا قائل ہے اتباع کے ساتھ اولیٰ ہے۔

سوال۔ بعض حدیثوں سے ظہر کا جلدی پڑھنا بھی ظاہر ہوتا ہے؟

جواب۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جس وقت گرمی ہوتی اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈے

وقت نماز پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو نماز میں جلدی کرتے رواہ النسائی اس حدیث سے ان حدیثوں کا تعارض رفع ہو جاتا ہے جن میں ظہر کا جلد پڑھنا مذکور ہے۔ اس حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ آپ سردی میں ظہر جلدی پڑھتے تھے اور گرمی میں دیر کرتے تھے۔

سوال۔ نماز عشاء کو اول وقت پڑھنا بہتر ہے یا اس میں تاخیر کرنا افضل ہے؟

جواب۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا

تو البتہ ان کو نماز عشاء میں تاخیر کرنے اور ہر نماز کے وضو میں مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ رواہ البخاری و مسلم

اور ابو ہریرہؓ اسلمی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء دیر میں پڑھنے کو مستحب رکھتے تھے رواہ البخاری

و مسلم اور ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت کے حق میں تکلیف دہ

نہ سمجھتا تو انہیں نماز عشاء کو نہائی یا نصف رات تک تاخیر کرنے کا حکم دیتا۔ رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ

اور فرمایا کہ نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھا کرو۔ تمہیں اس نماز کے ساتھ تمام امتوں پر فضیلت بخشی گئی ہے تم سے

پہلے کسی امت نے نماز عشاء نہیں پڑھی تھی رواہ ابو داؤد اور نعمان بن بشیر صحابیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نماز عشاء اُس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند غروب ہوتا ہے۔ رواہ ابو داؤد و الدارمی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک رات ہم نماز عشاء کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے

آخر آپؐ نہائی رات کے وقت بلکہ اس کے بعد تشریف لائے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ ذات گرامی کو کیا عذر پیش آیا۔

جس کے باعث آپؐ کو اتنی دیر ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز کے لئے منتظر تھے اور تمہارے سوا اہل دین

میں سے کوئی بھی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا اور اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں نماز عشاء لازماً اسی وقت پڑھا

کرتا۔ اس کے بعد تکبیر کہی گئی اور آپؐ نے نماز پڑھائی۔ رواہ مسلم۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ایک رات

آپؐ نماز عشاء کے لئے آدھی رات کے وقت تشریف لائے اور فرمایا کہ دو سرے لوگ (اپنے اپنے محلوں کی مسجدوں میں

نماز عشاء پڑھ کر) سو چکے ہیں اور تم لوگ انتظار کرنے میں نماز ہی میں ہو۔ (یعنی تمہیں نماز ہی کا ثواب مل رہا ہے) اور

اگر ضعیف کے ضعف اور بیماری کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کے لئے آدھی رات تک تاخیر کرتا۔ رواہ ابو داؤد



والنسائی۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ عشاء کا تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ خانیہ وغیرہ میں اس تاخیر کو جاڑوں کے ساتھ مخصوص بتایا ہے اور موسم گرما میں تو عشاء کا اس سے جلد پڑھنا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ مہاردا غلبہ خواب کے باعث عشاء کا وقت خارج ہو جائے کیونکہ رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ لیکن اگر عشاء میں اتنی تاخیر کی کہ آدھی رات سے زیادہ ہو گئی تو یہ تاخیر مکروہ مخزی ہے۔ عشاء کی تاخیر اس واسطے مستحب ہے کہ مکروہ قسم کی قصہ خوانی ختم ہو جائے اور نامہ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے نماز صبح سے شروع ہوا تھا۔ عشاء سے پہلے سونا فوت جماعت کے خوف کے پیش نظر مکروہ ہے اور نماز عشاء کے بعد غیر ضروری گفتگو بھی مکروہ ہے۔ البتہ تلاوت قرآن، ذکر الہی، دینی مذاکرہ، اپنی بیوی یا مہمان سے گفتگو کرنا مکروہ نہیں۔

سوال۔ بلغار میں غروب شفق سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے۔ بلغار ملک صقلیہ (سسیلی) کا ایک نہایت شدید البرد شہر منتہلے شمال میں ہے۔ اس جگہ سال کی اقصیابیالی میں عشاء کا وقت نہیں ہوتا۔ وہاں جاڑے کے شروع میں جب آفتاب راس سرطان میں حلول کرتا ہے، سو سن تو تین پر ۲۲ گھنٹے ٹھیکرتا ہے اور عرض بلد کے حساب پر محض گھنٹہ بھر کے لئے غروب ہوتا ہے۔ چنانچہ علم ہیئت میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ کذا فی الطحاوی عن الحلبي۔ وہاں نماز عشاء اور وتر کا وقت نہیں آتا۔ ایسی حالت میں وہاں کے مسلمان نماز عشاء اور وتر کے مامور ہیں یا نہیں؟ اگر مامور ہیں تو قضا کی نیت کریں گے یا ادا کی؟

جواب۔ علامہ کمال الدین ابن الہمام اور بعض دوسرے علمائے حنفیہ نے کہا کہ عشاء اور وتر کا وقت نہ پانے والے پر بھی ان نمازوں کا پڑھنا لازم ہے۔ نمازی ان کے وقت کا اندازہ کر لے یعنی غروب کے جتنی دیر بچے نماز عشاء اور وتر پڑھنے کا عام معمول ہے اسی انداز پر دونوں نمازیں پڑھے اور قضا کی نیت نہ کرے کیونکہ قضا اس کو کہتے ہیں جس کا وقت ہو مگر فوت ہو جائے۔ اور یہاں وقت ہی نہیں اس لئے قضا بھی نہیں۔ لیکن زوم نماز کا یہ مسلک درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عشاء اور وتر کا وقت نہ پانے والا ان کا مکلف ہی نہیں۔ کیونکہ فرضیت نماز کا سبب وقت ہے اور چونکہ وقت نہ آیا اس لئے نماز بھی فرض نہ ہوئی۔ مجتبیٰ میں ہے کہ مسلمانان بلغار کی طرف سے ایک استفتاء برہان الاممہ کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ اپنے شہر میں عشاء کا وقت نہیں پاتے تو ہم پر عشاء فرض ہے یا نہیں؟ برہان الاممہ نے جواب میں لکھا کہ تم لوگوں پر عشاء فرض نہیں۔ ظہیر الدین مرغینانی اور سیف السیوف خوارزمی نے بھی عدم فرضیت کا فتویٰ دیا۔ لیکن شمس الاممہ حلوانی نے عشاء اور وتر قضا کرنے کے لئے لکھ بھیجا۔ جب سیف السیوف خوارزمی کا جواب حلوانی کو پہنچا تو انہوں نے کسی کو ان کے پاس خوارزم بھیجا اور کہا کہ مجمع میں ان سے سوال کرنا کہ اس



شخص کے حق میں کیا کہتے ہو جو پانچ نمازوں میں سے ایک نماز کا انکار کرتا ہے۔ سیف السنۃ سوال کا منشاء سمجھ گئے اور فرمایا تم اس شخص کی نسبت کیا کہتے ہو جس کے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت یا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت کاٹے گئے۔ اس کے وضو میں کتنے فرض ہیں۔ جواب دیا کہ چوتھے فرض کا محل نہ ہونے کے باعث اس کے لئے تین فرض ہیں جب یہ جواب حلوانی کو پہنچا تو اس جواب کو پسند کیا اور اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔ ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور محقق کمال الدین نے فتح القدیر میں فرضیت عشر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ (غایت! لاوطار)

## فصل ۱۳۔ نمازوں کا مختار وقت

سوال۔ اول وقت میں نماز پڑھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ ابن عباس رضی کی حدیث میں جس کی ابو داؤد اور ترمذی نے تخریج کی مذکور ہے کہ جبریل علیہ السلام جب مکہ معظمہ میں تعلیم نماز کے لئے تشریف لائے تو انھوں نے خانہ کعبہ کے پاس پہلے روز بی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نمازیں ان کے شروع وقتوں میں پڑھائیں اور پھر دوسرے دن اگر پانچوں نمازیں ان کے اخیر وقتوں میں پڑھائیں اس کے بعد جبریلؑ نے آپ سے کہا کہ ہر نماز کا مختار وقت ان دونوں کے درمیان ہے پس جن احادیث بنویہ میں اول وقت میں نمازیں پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے اس سے مراد شروع اور اخیر کے درمیانی اوقات ہیں نہ کہ بالکل ابتداءئی وقت اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اول وقت سے مراد نصف اول ہے معلوم ہو کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے توابین نے جو زیادہ تعجیل صلوٰۃ کا التزام نہیں فرمایا تو اس میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جلدی نماز پڑھنے میں نمازی کم ہوتے ہیں اور جماعت بڑی نہیں ہوتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بموجب قول خدا مَدِی خَاسِتَیْقُوا الْخِیْرَاتِ (بھلائیوں کے بجالانے میں جلدی کرو) تعجیل صلوٰۃ بذاہم افضل ہے لیکن یہ سبب بعض عوارض خارجی کے کبھی تاخیر ہی اولیٰ ہو جاتی ہے۔ نماز کو اس کے مختار وقت سے مؤخر کرنا مذموم ہے اور اتنی دیر کر دینا کہ مکروہ وقت آجائے اور نہ یادہ بڑا ہے۔

سوال۔ منافق کی نماز کیا ہے؟

جواب۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کی نماز



اخیر وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ وہ منافق کی نماز ہے۔ منافق بیٹھا رہتا ہے اور آفتاب کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب غروب کے قریب ہوتا ہے تو وہ اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اس میں خود کو بہت کم یاد کرتا ہے۔ رواہ مسلم :

چار ٹھونگیں مارتا ہے یعنی جلد جلد سجدے کرتا ہے بغیر طمانینت کے جیسے مرغ جلدی سے دانے چنتا ہے۔ نماز عصر میں آٹھ سجدے ہیں یہاں چار فرمائے۔ اس لئے کہ پہلے سجدہ کے بعد جب سر اچھی طرح نہ اٹھایا تو دونوں سجدے ایک سجدے کے حکم میں ہوئے۔ اور دونوں سجدوں کو ایک رکن قرار دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس نے نماز عصر میں آفتاب کے زرو ہونے تک تاخیر کی اس نے منافق کی مشابہت اختیار کی۔ کیونکہ منافق صحت نماز کی آرزو نہیں رکھتا۔ بلکہ اس لئے نماز پڑھتا ہے کہ لوگ اسے مسلمان سمجھیں اور تاخیر کی اس لئے پرواہ نہیں کرتا کہ وہ طالب ثواب نہیں ہوتا پس مسلمان پر واجب ہے کہ نماز عصر طبعی پڑھنے میں منافق کی مخالفت کرے۔

سوال۔ کیا مغرب کی نماز اذان کے متصل ہی واجب ہے ؟  
جواب۔ نہیں۔ جب تک مستحب وقت باقی رہے تاخیر جائز ہے۔

## فصل ۳۲۔ مکروہ و ممنوع اوقات نماز

سوال۔ نفل نماز کس کس وقت میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ؟  
جواب۔ صبح صادق ہو جانے کے بعد فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے سوا نفل نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فجر کی دو رکعت فرض کے بعد بھی آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے تک نفل نماز مکروہ تحریمی ہے اسی طرح نماز عصر کے بعد بھی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے نفل نماز مکروہ تحریمی ہے۔

سوال۔ ان تین وقتوں میں کون سی نماز جائز ہے ؟

جواب۔ ان تینوں وقتوں میں فرض نماز کی قضا اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔

سوال۔ وہ کون سے تین وقت ہیں جن میں ہر نماز مکروہ تحریمی ہے ؟

جواب۔ طلوع آفتاب کے وقت سے لے کر ایک نیزہ بلند ہونے تک اور نصف النہار کے وقت



اور آفتاب متغیر ہونے سے غروب تک ہر نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر اسی دن کی نماز عصر نہ پڑھی ہو تو اسے آفتاب متغیر ہونے اور غروب ہونے کی حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں گو اتنی دیر تک نماز میں تاخیر کرنا حرام ہے اور منافق ہونے کی علامت ہے۔

**سوال۔** نماز عصر غروب آفتاب کے وقت جائز ہے۔ نماز صبح کا کیا حکم ہے۔ یعنی وہ طلوع آفتاب کے وقت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

**جواب۔** تغیر آفتاب کا وقت عبادت کفار کا وقت ہے۔ اس لئے وہ ناقص وقت ہے بر خلاف فجر کے کہ اس کا تمام وقت کامل ہے اس لئے وجوب بھی کامل ہے۔ پس طلوع ہونے سے نماز صبح باطل ہو جائے گی۔ نماز عصر اور نماز فجر کے اس فرق کی علت حدیثوں کا تعارض ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پائی اس نے پوری نماز پائی اور جس نے قبل طلوع آفتاب کے صبح کی ایک رکعت پائی اس نے بھی صبح کی نماز پائی۔ چونکہ اس حدیث اور اس حدیث میں جس میں اوقاتِ ثلاثہ میں نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا ہم نے رفع تعارض کے لئے اس حدیث کے حکم کو نماز عصر میں ترجیح دی۔ کذا فی الطحاوی۔

**سوال۔** اگر کسی نے اوقاتِ ثلاثہ میں نفل شروع کئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب۔** نفل نماز اوقاتِ ثلاثہ میں شروع کرنے سے کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا قطع کرنا اور اس کو کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے۔

**سوال۔** طلوع اور غروب سے کیا مراد ہے؟

**جواب۔** طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے کوئی ۲۰ منٹ تک ہے اور جب ڈوبنے سے پہلے سورج پر نظر ٹھہرنے لگے ڈوبنے تک غروب ہے۔ اس وقت کا اندازہ بھی ۲۰ منٹ ہے۔

**سوال۔** نصف النہار سے کیا مراد ہے؟

**جواب۔** نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی سورج ڈھلنے تک ہے جس کو ضحوة بولی جاتی ہے۔ یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک جو وقت ہو اس کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کریں۔ پہلے حصے کے اختتام پر ابتدا سے نصف النہار شرعی ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے



تک استواء اور ہر نماز کی ممانعت کا وقت ہے۔

**سوال۔** عصر اور مغرب کے درمیان آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ اور نماز فرض اور وتر کی قضا یا کوئی اور نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب۔** عصر اور مغرب کے درمیان آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ اور فضائے فرض و وتر جائز ہے اور نوافل و سنن ممنوع ہیں اور آفتاب کے متغیر ہونے کے بعد یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔  
**سوال۔** نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت وغیرہ طلوع آفتاب و استواء و غروب آفتاب کے وقت مکروہ تخریجی ہے لیکن اگر کوئی پڑھے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

**جواب۔** مکروہ تخریجی ہونے کے باوجود اگر کوئی ان اوقات مذکورہ میں پڑھے تو ادا ہو جاتا اور ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسی وقت آیت سجدہ تلاوت کی ہو اور جنازہ حاضر ہوا ہو اور اگر وقت مکروہ سے پہلے آیت سجدہ پڑھی ہو یا جنازہ آیا ہو لیکن مکروہ وقت میں ادا کیا تو ادا نہیں ہوتا۔ دوبارہ پڑھنا چاہیے۔  
**سوال۔** نماز صبح سے پہلے اور اس کے بعد اور نماز عصر کے بعد متصل ہی نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت مکروہ ہے یا نہیں؟  
**جواب۔** نہیں۔

**سوال۔** آفتاب کے متغیر ہونے کے کیا معنی ہیں؟

**جواب۔** جب آفتاب سرخ ٹکیہ کی مانند ہو جائے اور اس پر نظر پھیرنے لگے تو سمجھو کہ آفتاب متغیر ہو گیا۔

**سوال۔** اگر فریضہ تمام مکروہ وقت میں پڑھی تو اس کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟

**جواب۔** اس کا اعادہ چاہیے۔ اس سے جبر نقصان ہو جاتا ہے۔

**سوال۔** کن وقتوں میں صرف نوافل مکروہ ہیں؟

**جواب۔** صبح صادق سے نماز فجر تک کا وقت ایسا ہے جس میں صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ

کے سوا سب نفل مکروہ ہیں۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک کا وقت اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت۔ ہر فرض نماز کی اقامت کا وقت۔ خطبہ جمعہ پڑھے جانے کا وقت

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن طلوع آفتاب کے بعد سے عیدین کی نماز تک۔ عرفات اور مؤدلفہ میں جن نمازوں کو جمع کرتے ہیں ان نمازوں کے درمیان کا وقت۔ اگر کسی نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت بھی فرض کے سوا سب نوافل مکروہ ہیں۔



## فصل ۳۳ - ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا

سوال - ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب - تمام نمازیں ان کے معین اوقات پر فرض کی گئی ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْاَصْلَیَّ کَانَ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مُّؤْتٰیًا (نماز مسلمانوں پر بقید وقت فرض ہے۔ ۲۴/۱۰۳) اس کے سوا پیشتر آئیں اور حدیثیں ہیں۔ پس ان کا وک کرنا جائز نہیں جب تک کوئی دوسری دلیل مثل قرآن کے قطعی الدلائل علی الثبوت نہ پائی جائے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس ذات برتر کی قسم ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز اس کے وقت پر پڑھی ہے۔ البتہ آپ نے دو نمازیں جمع کی تھیں عرفہ میں ظہر اور عصر کی اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز۔  
رواہ البخاری وسلم۔

سوال - ایک حدیث میں راوی نے تصریح کی ہے کہ پہلی نماز کا وقت خارج ہو گیا تھا۔

جواب - اگر وہ روایت جس میں جمع کرنا مذکور ہے صحیح ہو جائے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے آخر وقت میں اور عصر کے اول وقت میں نماز پڑھی۔ ایسا ہی مغرب اور عشاء میں کیا پس جمع کرنا فعل میں ہوا ایک وقت میں نہ ہوا۔ اور راوی نے جو تصریح کی ہے کہ پہلی نماز کا وقت خارج ہو گیا تھا تو وہ قریب الخروج ہونے کے اعتبار سے کہہ دیا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاِذَا بَلَغْتَ اَجَلَکَ فَاَمْسَاکَ هُنَّ رَجَبِ اَخْتِامِ عِدَّتِ الْفَرِیْقِیْنِ تَوَانِ کُوْرُوْکُوْیْ کیونکہ عدت گزرنے کے بعد روکنے کی قدرت نہیں رہتی۔ الفرض سفر وغیرہ میں دو نمازوں کو صورت جمع کریں کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں پڑھیں کہ فی الحقیقت دونوں اپنے وقت میں ادا ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ عرفہ اور مزدلفہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ عرفہ میں ظہر و عصر اور وقت ظہر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء اور بوقت عشاء پڑھی جاتی ہیں۔

سوال - اگر حالت مرض و سفر وغیرہ میں دو نمازیں جمع کر لیں تو جائز ہے یا نہیں کیونکہ شدت مرض

اور پریشانی سفر کی صعوبتوں میں نماز کے فوت ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس کے جواز پر شاہ ولی اللہ قدس سرہ



کامسک بھی ہے جو صفی شرع پڑھتا میں فرماتے ہیں۔ مختار فقیر حوازا است وقت فدر عدم جواز بغیر عذر اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ بھی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں جواز کے قائل ہیں۔

جواب :- یہ مقلد کا دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کا مسئلہ ہے۔ اگر اپنے امام کے مذہب پر عمل کر لے میں دشواری ہو تو دوسرے امام کے قول پر عمل کر لے۔ اس قدر تنگی نہ اٹھائے کہ یہ ضرر اور حرج دین کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہی مسک اپنے اساتذہ کا ہے جیسا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی حصہ اول صفحہ ۳۲)

## فصل ۳۴۔ اذان و اقامت

سوال :- اذان کے کیا معنی ہیں ؟

جواب :- اذان کے معنی خبر کرنے کے ہیں لیکن شریعت میں نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کی جماعت کیلئے خاص الفاظ سے اعلان کرنے کو اذان کہتے ہیں۔

سوال :- اذان فرض ہے یا سنت ؟

جواب :- اذان سنت ہے۔ لیکن چونکہ اس سے اسلام کی ایک خاص شان ظاہر ہوتی ہے اس لئے اس کی بہت سخت تاکید ہے۔

سوال :- اذان کے متعلق کیا کیا احکام ہیں ؟

جواب :- اذان و اقامت ادا اور قضا نمازوں کیلئے مامور ہے مسافروں کیلئے جب جماعت ہے پڑھیں سکا ترک کر دے۔ جو کوئی گھر میں نماز پڑھے اس کے لئے محلے کی اذان کافی ہے۔ شہر میں جمعہ کے دن نماز ظہر کے لئے اذان نہ بنا کر دے۔ اذان مردوں کے لئے مسلمان ہے عورتوں کے لئے نہیں۔ اگر عورت یا غیر عاقل لڑکا اذان میں تو لڑائی جائے گی۔ جس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس مسجد میں زبا عمت پڑھی جائے تو اذان اور اقامت کا کہنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس مسجد میں کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے۔

سوال :- اذان کس وقت کہی جائے ؟



جواب :- ہر فرض نماز کی اذان اس کا وقت آنے کے بعد کہنی چاہیے مگر وقت سے پہلے کہہ دی تو وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے۔

سوال :- اذان میں کتنے امور مستحب ہیں ؟

جواب :- اذان میں سات باتیں مستحب ہیں (۱) قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونا (۲) اذان کے کلمے پھر پھر کر کہنا (۳) اذان کتنے وقت شہادت کی انگلیاں کاذن میں رکھنا (۴) اذان مسجد کے باہر اونچی جگہ پر کہنا (۵) **حَیَّ عَلَى الصَّلَاةِ** کتنے وقت بائیں جانب اور **حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ** کتنے وقت بائیں جانب منہ پھیرنا (۶) فجر کی اذان میں **حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ** کے بعد دومرتبہ **الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ** کہنا (۷) بلند آواز سے اذان کہنا۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان بلند آواز سے کہنا کر دیکھو کہ صرف جنات اور انسان بلکہ کائنات کی ہر چیز جو مؤذن کی اذان سنتی ہے قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دے گی۔ رواہ البخاری۔

سوال :- کاذن میں انگلیاں رکھ کر اذان دینے کا کیوں حکم ہوا ؟

جواب :- اس سے آواز زیادہ بلند ہوتی ہے۔ رواہ ابن ماجہ

سوال :- اذان سننے والا اذان کا کیونکر جواب دے ؟

جواب :- علقمہ بن وقاص کا بیان ہے کہ میں امیر معاویہ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں مؤذن نے آواز دی معاویہ نے یہی کلمات کہنے شروع کئے جو مؤذن کہہ رہا تھا۔ جب مؤذن نے **حَیَّ عَلَى الصَّلَاةِ** تو معاویہ نے کہا **لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** اور جب مؤذن نے **حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ** تو حضرت معاویہ نے کہا **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ**۔ اس کے بعد ویسا ہی کہا جس طرح مؤذن نے کہا۔ پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح اذان کا جواب دیتے سنا تھا۔ رواہ احمد

سوال :- **إِلَّا بِاللَّهِ** کے بعد **الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ** کہنا ضروری ہے ؟

جواب :- نہیں۔ حسب بیان علی قاری طبری نے کہا کہ لفظ **الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ** کی زیادتی روایات میں نادر ہے

سوال :- **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** کے کیا معنی ہیں ؟

جواب :- اس کے یہ معنی ہیں کہ گناہ سے نہیں بچ سکتے مگر اللہ کی توفیق سے اور اللہ کی مدد کے بغیر ہم میں طاعت بجالانے کی بھی طاقت نہیں۔ یہ کلمہ اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ جب مؤذن نے نیکی کی طرف بلایا۔ تو



سننے والا یہ جواب دیتا ہے کہ یہ ایک امر عظیم ہے اور میں ضعیف ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نصرت بخشی کے بغیر اس کا خطرہ انجام نہیں دے سکتا۔

سوال :- اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ التَّوْبَةِ کا جواب کیا دیں ؟

جواب :- کہیں صدققت و برکت (تو نے سچ کہا اور اچھا کام کیا)

سوال :- اذان سے متعلق دوسرے احکام کیا ہیں ؟

جواب :- امام نوویؒ اور غیرہ نے اذان کا جواب دینا مستحب لکھا ہے لیکن اکثر علماء نے واجب بتایا ہے۔ متعدد اشخاص اذان کہیں تو جواب اسی کا دینا لازم آتا ہے جس نے سب سے اول کی اور اگر مختلف مساجد کی طرف سے اذان کی آواز سنائی دے تو اپنی مسجد کے مؤذن کی اذان کا جواب لازم آتا ہے۔

سوال :- اگر کوئی تلاوت قرآن میں مشغول ہو تو وہ اذان کا جواب دے یا بدستور قرآن پڑھتا ہے ؟

جواب :- قرآن خوانی پھوڑ کر زبان سے اجابت اذان واجب ہے بدلیل ظاہر امر کے جو حدیث نبوی میں ہے جب مؤذن کی اذان سنو تو اس قیل کی مانند کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اس کو شرح بیان ہے اور زبان سے جواب دینے کو نہ الرائق میں محیط وغیرہ سے نقل کر کے قوی کہا ہے اور لکھا ہے کہ اذان کا سامع بہت زبانی کے وقت کسی کے سلام کا جواب نہ دے اور نہ خود کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قراءت کو مکمل کر کے اذان کا جواب دے اور اجابت کے سوا کسی فعل میں مشغول نہ ہو۔ کذا فی المذہب المختار۔

سوال :- اذان کا جواب کن لوگوں پر واجب ہے ؟

جواب :- اذان کا جواب ہر سننے والے پر واجب ہے خواہ ظاہر ہو یا مخدث اجنبی ہو یا عاقل و غیر عاقل بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔

سوال :- کن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہیے ؟

جواب :- (۱) نماز کی حالت میں (۲) پیشاب یا ٹخانہ کی حالت میں (۳) جنسی اختلاط کی مشغولی کے وقت۔ (۴) خطبہ سنتے وقت۔ خطبہ جمعہ کا ہر یا کوئی اور (۵) علم دین پڑھنے پڑھانے میں۔ مگر ان لوگوں کو چاہیے کہ فراغت کے بعد اذان کے کلمات کہہ لیں۔ بشرطیکہ زیادہ دیر نہ گزری ہو۔ کھانا کھاتے ہوئے اذان کا جواب دیں تو جائز ہے۔ ضروری نہیں۔

سوال :- اذان اور اقامت کا جواب دینے میں کیا تفصیلات ہیں ؟



جواب :- ایک شخص بارگاہ نبوی میں عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! مؤذن لوگ ہم لوگوں پر فضیلت سے گئے ہیں انہیں اذان دینے کے باعث اوروں سے زیادہ ثواب ملتا ہے، آپ نے فرمایا تم بھی کہو جیسا کہ مؤذن کہتے ہیں۔ جب جواب اذان سے فارغ ہو تو دعا مانگو تمہاری دعا مقبول ہوگی۔ رواہ البدائع۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح مؤذن کہتے تم بھی اسی طرح کہو مگر حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول و لا قوة الا باللہ کا اصل ثواب حاصل ہوگا۔ آپ نے جواب کے علاوہ دعا کرنے کو فرمایا تو اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر مؤذن کا جواب دینے کے بعد دعا کرے تو تم فضیلت میں اس سے بڑھ جاؤ گے۔ بظاہر دعا سے دعا وسیلہ مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال :- اگر کسی حادثہ کے وقت سب لوگوں کی نماز قضا ہو جائے تو اذان علی الاعلان کی جائے گی یا نہیں؟  
جواب :- اس صورت میں اعلان سے کسی جائے اور چند اشخاص کی نماز کسی خاص سبب سے قضا ہوتی تو اس کے لئے اذان آہستہ پرشیدہ طور پر کی جائے۔ اور اگر کئی نمازیں قضا ہوں اور سب ایک ہی وقت میں پڑھی جائیں صرف پہلی نماز کے لئے اذان مسنون ہے اور باقی نمازوں کے لئے اقامت کافی ہے۔  
سوال :- اذان مغرب کے بعد فی الفور اقامت (یعنی تکبیر) کہنا کیسا ہے؟  
جواب :- اذان مغرب کے بعد مؤذن دعائے وسیلہ (اللھمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ الثَّامَةِ) پڑھے کے بعد تین چھوٹی آیتوں کی مقدار چپکا کر اہلے اس کے بعد اقامت شروع کرے۔ نماز مغرب میں اذان اور اقامت کا بلا توقف ملا دینا بالاتفاق مکروہ ہے (درمختار)

سوال :- تکبیر دائیں طرف اور اذان بائیں جانب ہونی ضرور ہے یا نہیں؟  
جواب :- جس طرف اتفاق ہو اذان و اقامت درست ہے۔ کسی جانب میں کوئی کراہت نہیں۔  
سوال :- اقامت کا جواب امام اور مقتدی سب دیں یا صرف مقتدی؟ اور جو نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں موجود ہو وہ بھی جواب دے یا نہیں؟

جواب :- امام اور مقتدی سب دیں اور فارغ عن الصلوة بھی جواب دے۔

سوال :- اگر کوئی شخص اذان یا اقامت غلط کہے تو اذان یا اقامت کو لوٹائیں یا نہیں؟  
جواب :- دوبارہ کہیں۔

سوال :- میت کو دفن کرتے وقت یاد فن کے بعد قبر کے پاس اذان کہنا کیسا ہے؟  
جواب :- بدعت ہے۔ یہ اذان نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ سلف سے منقول ہے۔



سوال :- اذان کا جواب دینے کے بعد کیا پڑھنا چاہیئے ۔

جواب :- عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو وہی کلمے کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ پھر محمدؐ پر درود بھیجو کیونکہ جس نے محمدؐ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ عطا کرنے کی درخواست کرو۔ جو جنت میں ایک اعلیٰ منزل ہے وہ منزل بندگان خدا میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں جو جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کی درخواست کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ رواہ مسلم والترمذی والداؤد والنسائی۔

سوال :- اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسیلہ کس طرح مانگا جائے ؟

جواب :- طلب وسیلہ کی دعا اس حدیث میں مذکور ہے۔ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدُّخْوَةِ النَّامَةِ  
وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ابْنِ مُحَمَّدٍ  
وَالْفَضِيلَةِ وَالْعِشَّةِ مَقَامًا مَحْمُودًا  
الَّتِي رَعَدَتْهُ

اے اللہ! اس پوری پکار لعینہ اذان کے اور قائم ہونے والی نماز کے پروردگار محمدؐ کو وسیلہ اور فضیلت خاصہ عطا فرما اور آپ کو مقام محمود میں پہنچا۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے۔

اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو گئی۔ رواہ البخاری والداؤد والترمذی وابن ماجہ والبیہقی فی السنن الکبیر وابن حبان فی صحیحہ۔

سوال :- یہ دعا وَعَدْتُهُ تک ہے یا آگے بھی ہے ؟

جواب :- یہ دعا وَعَدْتُهُ تک ہی ہے۔ البتہ جمیع کی سنن کبیر میں الفاظ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ (تو اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا) کا بھی اضافہ ہے۔

سوال :- بعض لوگ وَعَدْتُهُ کے بعد دَاوُدُ قَدْ شَفَاعَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور ہم کو قیامت کے دن آنحضرتؐ کی شفاعت نصیب کر بھی پڑھتے ہیں۔ ان الفاظ کو بھی پڑھیں یا نہیں ؟

جواب :- ہرگز نہیں۔ کیونکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ شائع علیہ السلام کے کلام میں یہ اضافہ سراسر بدعت ہے۔ مزید یہاں اس اضافہ سے کلام بھی بے ربط ہو جاتا ہے۔



سوال :- پوری پکار اور فضیلت اور مقام محمود سے کیا مراد ہے اور وہ کون سا وعدہ ہے جو خدائے قدوس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کر رکھا ہے ؟

جواب :- پوری پکار سے دعوت توحید یا اذان کے کلمات مراد ہیں جو نماز کی طرف بلا تے ہیں۔ اور فضیلت سے مراد قدر اور مرتبہ ہے جو سب غلاتق سے بلند و رفیع ہو۔ اور ظاہر ہے کہ والفضیلتہ میں وسیلہ کا عطف تفسیری ہے یا ممکن ہے کہ وسیلہ کے سوا کوئی اور مرتبہ عالی ہو۔ مقام محمود سے وہ مقام مراد ہے جہاں سب کی زبان پر آپ کی تعریف کی جائے گی۔ وہ قرب اور شفاعت کا مقام ہے کہ آپ اس مقام میں کھڑے ہو کر شفاعت کریں گے۔ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا۔

سوال :- جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور اس ذات برتر کا وعدہ مل نہیں سکتا تو دعا کی کیا حاجت رہی ؟

جواب :- دعا اس لئے ہے کہ امت بھی ٹو اب پائے یا آپ نے براہ تواضع و کسر نفسی وسیلہ کی دعا کرنے کو فرمایا ہو۔ کہ وعدہ ہماری تعالیٰ کے باوجود میں خدا سے بے نیاز کی عطا بخشش کا خواستگار ہوں۔

سوال :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دعائے وسیلہ پڑھے اس کے لئے میری شفاعت راجب ہوگی یعنی وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ لیکن قابل دریافت یہ ہے کہ بہشت میں تو ہر مومن داخل ہوگا۔ خواہ وہ بلا عذاب بھی یا بعد از عذاب تو دعائے وسیلہ پڑھنے میں داخلہ جنت کی کیا خصوصیت رہی ؟

جواب :- یہاں یہ مراد ہے کہ وہ نجات یافتہ لوگوں کے زمویں داخل ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ نہ صرف زبان سے کہے بلکہ دل میں اس کا اعتقاد بھی رکھے۔

سوال :- اذان اور اقامت میں کیا فرق ہے ؟

جواب :- فرض نماز کی جماعت کھڑی ہوتے وقت یہی کلمات جو اذان میں کہے جاتے ہیں اقامت

میں بھی کہیں۔ اقامت کا جواب امام اور مقتدی سب دیں اور فارغ عن الصلوٰۃ بھی جواب دے۔

اذان اور اقامت میں فرق یہ ہے کہ (۱) اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے۔ اقامت پست آواز سے

(۲) اذان ٹھیکر ٹھیکر کر دی جاتی ہے اقامت تیزی کے ساتھ (۳) اذان مسجد کے باہر بلند جگہ پر کہی جاتی ہے لیکن

اقامت مسجد کے اندر (۴) اقامت میں حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ دو مرتبہ اذان کے کلموں

سے زیادہ ہے (۵) اقامت کہتے وقت کالوں کے سوراخ بند نہیں کئے جاتے (۶) اقامت میں حَتَّىٰ عَلَى

الصَّلَاۃِ حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ نہیں پھیرا جاتا۔



سوال :- اذان میں کس موقع پر منہ پھیرنے کا حکم ہے ؟  
جواب :- اذان میں **حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ** اور **حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ** کہتے وقت داہنی اور بائیں طرف کر

منہ پھیرنا سنت ہے مگر سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے ۔

سوال :- فرض نمازوں کے علاوہ کس کس نماز میں اقامت کہی جائے ؟  
جواب :- اقامت صرف فرض نمازوں کے لئے مسنون ہے ۔ کسی دوسری نماز کے لئے نہیں ۔

سوال :- اقامت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے مسنون ہے ؟

جواب :- نہیں صرف مردوں کے لئے ۔

سوال :- اذان اور اقامت بے وضو کہہ سکتے ہیں یا نہیں ۔ اور اگر کبھی گھر میں نماز فرض پڑھنے کا

اتفاق ہو تو دریاں اذان اور اقامت کہیں یا نہیں ؟

جواب :- اذان بے وضو کہنا جائز ہے مگر اس کی عادت کر لینا مذموم ہے اور اقامت بے وضو مکروہ ہے ۔ مسجد محلہ کی اذان و اقامت گھر میں نماز پڑھنے والے کے لئے کافی ہے ۔ لیکن اگر اقامت کہہ لے تو اچھا ہے ۔

سوال :- مسافر حالت سفر میں اذان و اقامت کہنے کا مامور ہے یا نہیں ؟

جواب :- مسافر کو آبادی سے نکلنے کے بعد اذان اور اقامت دونوں کہنی چاہئیں ۔ لیکن اگر اذان نہ کہے اور اقامت پر اکتفا کرے تو بھی مضائقہ نہیں ۔ لیکن دونوں کو چھوڑ دینا مذموم و مکروہ ہے ۔

سوال :- اذان ایک شخص اور اقامت دوسرا شخص کہہ سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- اگر اذان کہنے والا موجود نہ ہو یا موجود ہو مگر دوسرے شخص کا اقامت کہنا اسے ناگوار نہ ہو تو

جائز ہے اور اگر اس سے ناخوش ہو تو مکروہ ہے ۔

سوال :- حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو کسی کام کے لئے بھیجا اور

برادرِ صُدا نے آپ کے حکم سے اذان دی ۔ اتنے میں بلالؓ بھی آگئے ۔ جب جماعت کھڑی ہوئی تو بلالؓ تکبیر کہنے

لگے لیکن آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ جو اذان دے وہی اقامت کہے ۔ چنانچہ برادرِ صُدا یہی نے تکبیر بھی

کہی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان دینے والے کی بجائے کوئی دوسرا شخص اقامت نہیں کہہ سکتا ۔

جواب :- یہ حدیث ضعیف ہے ۔ کیونکہ اس میں ایک راوی انوثقی مجروح ہے ۔ ترمذی نے کہا اہل حدیث



کے نزدیک انور یعنی ضعیف ہے یہ بھی بن سعید قطان نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ میں انور یعنی کی حدیث قلمبند نہیں کرتا۔ دوسرا شخص مؤذن کی رضا مندی سے تکبیر کہہ سکتا ہے اس کے ثبوت میں عبداللہ بن زبیر کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ جب انھوں نے بارگاہ نبوی میں اپنا وہ خواب بیان کیا جس میں انھیں اذان کی تعلیم دی گئی تھی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ بلالؓ کو اذان سکھا دو۔ چنانچہ اس کے بعد بلالؓ نے اذان دی اور عبداللہ بن زبیر نے تکبیر کہی۔ اور حدیثوں میں یہ بھی مروی ہے کہ کبھی عبداللہ بن ام مکتومؓ اذان دیا کرتے تھے اور بلالؓ اقامت کہتے اور کبھی بلالؓ اذان دیتے اور ابن ام مکتومؓ اقامت کہتے ریدل الجہود فی حل ابی داؤد جلد اول صفحہ ۲۹۵ +

سوال: اذان کے کتنی دیر بعد اقامت کہنی چاہیئے؟

جواب: اذان مغرب کے سوا دوسرے وقتوں میں اتنا بھیرنا چاہیئے کہ جو لوگ پانچواں پیشاب یا کھانے پینے میں مشغول ہوں وہ بے سہولت فارغ ہو کر جماعت میں شریک ہو سکیں اور مغرب کی اذان کے بعد اتنا بھیرنا لازم ہے کہ تین چار آیتیں پڑھی جا سکیں۔

سوال: اقامت میں قدامت الصلوٰۃ سن کر کیا کہنا چاہیئے؟

جواب: یہ کہنا مسنون ہے۔ اَقَامَہَا اللہُ ذَا دَاہَا (اللہ تعالیٰ نماز کو قائم و دائم رکھے) دوسرے۔

## فصل ۳۵۔ انگوٹھے چومنا

سوال: بعض لوگ اذان میں کلمہ اشہد انّ محمدًا رسول اللہ سننے میں تو انگوٹھے چوم کر انگوٹھوں سے لگاتے ہیں یہ رواج یہاں تک بڑھا ہے کہ لوگ تکبیر میں بھی انگوٹھے چوم کر انگوٹھوں سے لگانے لگے ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے یہ فعل کہاں تک درست ہے؟

جواب: یہ فعل خلاف سنت اور بدعت ہے +

سوال: یہ لوگ اس فعل کی تائید میں کچھ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں مثلاً حضرت صدیق اکبرؓ نے مؤذن کی زبان سے اشہد انّ محمدًا رسول اللہ سن کر کہا سرّ ضیئت باللہ ربّنا و بالاسلام دیننا و بالمحمدؐ نبینا اور اپنی شہادت کی انگلیوں کو بوسہ دیکر انگوٹھوں سے لگا لیا اور کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کوئی اسی طرح کریگا جیسا کہ میرے دوست نے کیا ہے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی (۲) آدم علیہ السلام جنت میں



محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے مشتاق ہوئے تو حق تعالیٰ نے ان کی طرف دھی بھیجی کہ محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں وہ اجیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ حق تعالیٰ نے آدم کے دو ذل انگوٹھوں پر سورۃ محمد ظاہر فرمادی۔ انگوٹھوں نے دو ذل انگوٹھے اپنی آنکھوں سے لگائے۔ پس یہ فعل اولاد آدم کے لئے اہل ٹھیل۔ جب جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھانہ ہوگا۔ اسی طرح سات اور حدیثیں ہیں۔

جواب :- یہ تمام حدیثیں جھوٹی، من گھڑت اور وضعی ہیں۔ ان میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لفظ بھی نہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر المقال میں لکھا ہے :-

والاحادیث المتی مرادیت فی تقبیل اللغز  
وجعلها علی العینین عند سماع اسم  
صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی  
کلمۃ الشہادۃ کلھا موضوعات

مؤذن سے کلمہ شہادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کے بارہ میں جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں وہ سب کی سب موضوع یعنی بنیادی ہیں۔

قاضی محمد حسین ساکن اجڑا ضلع مالوان نے ۱۲۷۷ھ میں ایک کتاب ”بخاری المرینین“ کے نام سے لکھی تھی جو ۱۳۰۷ھ میں لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔ قاضی صاحب مرحوم اس کتاب میں بہت سے جلیل القدر علمائے ربانیوں کے لڑال درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

امام شمس الدین سخاوی اور ابن طاہر فتنی اور ابن ربیع شافعی اور زرقانی مالکی اور حسن بن علی ہندی اور شیخ فتح محمد برہانپوری اور ملا علی قاری اور امام جلال الدین سیوطی اور ابوالحسن کابلی اور ابوالحسن عبدالقادر غفاری شافعی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ الاسلام اور علامہ محمود بن احمد عینی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ابن عساکر علی محدث لکھنوی وغیرہ محدثوں کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں۔ اور انگوٹھے چومنا ممنوع اور غیر مشروع ہے اور جن فقہاء نے موضوع حدیثوں سے حجت پکڑ کر اس فعل کو جائز کیا ہے۔ ان کا قول قابل اعتبار اور لائق التفات نہیں ہے بلکہ حضور سرور دجہان صلی اللہ علیہ وسلم پر سراسر بہتان ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جو کوئی ایسی بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو تو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہیں ہے سو وہ مردود ہے۔“



## فصل ۳۶۔ اذان اور تکبیر کہنے کا ثواب اور مؤذن کے فضائل

سوال :- اذان اور تکبیر کا ثواب کس قدر ہے اور حدیثوں میں اذان دینے والے کی کیا کچھ فضیلت مذکور ہے؟  
جواب :- اذان دینے کے بے شمار فضائل ہیں۔ یہاں چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں :-

(۱) حضرت خیر المومنین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذنین کی گردنیں صوب سے نیارہ لہنی ہوں گی رواہ مسلم۔ یعنی ان کو قرب الہی میں جگہ ملے گی اور ان کا بہت کچھ اعزاز و اکرام ہوگا +

(۲) اور فرمایا کہ اذان دینے والے کی آواز کی انتہا کے بموجب اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور ہر تہ اور خشاک حیز اس کے واسطے گواہی دیتی ہے۔ رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ +

(۳) ایک مرتبہ حضرت بلالؓ اذان سے فارغ ہوئے تو پیشواے امت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی یقین اور دلی اعتقاد کے ساتھ اس کی مانند کہے وہ جنت میں داخل ہوگا رواہ النسائی یعنی اذان دینے میں یا اذان کا جواب دینے میں اس کی مانند کہے۔

(۴) اور فرمایا کہ جو کوئی بارہ برس تک اذان دیتا رہے اس کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے اور اس کے لئے ہر اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور ہر تکبیر کے عوض تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ رواہ ابن ماجہ کذا فی مشکوٰۃ بقول علی قاریؒ تکبیر کا ثواب ب نسبت اذان کے آدھا شاید اس لئے ہے کہ تکبیر صرف حاضرین مسجد کی اطلاع کیلئے ہوتی ہے اور اذان میں دُور و نزدیک والے ہر ایک کو دعوت دلی جاتی ہے یا اس لئے کہ اذان میں محنت و مشقت زیادہ اور قیامت میں کم ہے +

## فصل ۳۷۔ نماز کے ارکان

سوال :- ارکان نماز کسے کہتے ہیں؟

جواب :- ارکان جمع رکن کی ہے اور رکن اُس جُزءِ ماخلی کو کہتے ہیں کہ اس کے بغیر نماز کا وجود نہ پایا جاتا۔ پس رکن کے معنی فرض اور ارکان کے معنی فرائض ہیں۔



سوال :- نماز کے اندر کتنے اور کیا کیا فرض ہیں ؟

جواب :- نماز میں یہ چھ چیزیں فرض ہیں :- (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قرائت (۴) رکوع (۵) دونوں سجدے (۶) قعدۂ اخیرہ یعنی نماز کے اخیر میں التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ سے عیدہ در مسئلۃ تکبیر پڑھنے کی مقدار بیٹھا گزرتکبیر تحریمہ کو فرائض نماز میں شمار کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ شرط ہے رکن نہیں۔ چونکہ تکبیر تحریمہ اور ارکان نماز میں کوئی فاصلہ نہیں ہے اور اسی سے نماز کا افتتاح ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تکبیر تحریمہ کو ارکان نماز کے ساتھ بیان کرنا ہی مناسب تھا۔

سوال :- یہ تمام ارکان سب رکعتوں میں فرض ہیں یا بعض میں ؟

جواب :- ان میں سے قیام رکوع اور سجدہ تین فرض ایسے ہیں جو ہاتفاق علماء ہر رکعت میں فرض ہیں۔

سوال :- فرائض نماز سے متعلق اور کیا کیا اختلاف ہیں ؟

جواب :- امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک قرائت فرض اور نفل کی ہر رکعت میں فرض ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک قراءۃ فرائض پنجگانہ کی دو رکعتوں میں اور دو رکعتوں کی تین رکعتوں میں اور نفل کی ہر رکعت میں فرض ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قوم اور جلسہ اور ارکان میں زار پکڑنا بھی فرض ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قراءت میں فرض صرف ایک آیت ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سورۃ کوثر کے برابر تین چھٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت جو تین چھٹی آیتوں کے برابر ہو فرض ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اور ان دونوں کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سجدے میں پیشانی اور ناک دونوں کا رکھنا فرض ہے اور عند الضوۃ ایک ہاتھ کا رکھنا جائز ہے اور صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک نماز میں پیشانی کا رکھنا فرض ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ کذا فی المعالمگیریہ اور امام ابو حنیفہؒ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ کذا فی المدالمختار۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سجدے میں پیشانی ناک دونوں تھیلیوں دونوں زانوؤں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رکھنا فرض ہے۔ ارکان نماز میں ترتیب بھی فرض ہے سوائے سجدہ دوم کے۔ پس اگر ایک رکعت میں ایک سجدہ کرنے کے بعد نمازی دوسرا سجدہ بھول گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ دوسری رکعت میں اس طرح اس کی تلقین ہو سکے گی کہ وہ کی بجائے تین سجدے کر لئے ہائیں گے۔ اور اخیر میں سجدہ سہو کیا جائے گا۔ امام احمدؒ کے نزدیک قعدۂ اولیٰ اور اس میں تشهد پڑھنا فرض ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک قعدۂ اخیرہ میں تشهد پڑھنا بھی



فرض ہے۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک فرض ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز سے نکلنا فرض اور رکن ہے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب رکوع اور سجدہ کر جاتے اور قعدہ کے لئے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہنا اور رکوع میں ایک بار سبحان ربی العظیم اور سجدے میں ایک بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور قعدہ میں سمیع اللہ لمن حمدہ کہنا اور دو سجدوں کے درمیان رب اغفر لیٰ کہنا بھی امام احمدؒ کے نزدیک فرض ہے۔ لیکن دو سجدوں کے درمیان اگر بھول کر رب اغفر لیٰ نہ پڑھے تو ان کے نزدیک نماز باطل نہیں ہوتی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کے لئے بھی فرض ہے لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک فرض نہیں۔ بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔

سوال۔ ائمہ کے یہ اختلافات کس ضرورت سے معرض تسہید میں آئے؟

جواب۔ تاکہ یہ امر نمازی کے ذہن نشین رہے کہ جو چیز دوسرے ائمہ کرام کے نزدیک فرض ہے اس پر عمل پیرا ہونے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ ایک مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا ہے جس میں لا محالہ اپنے ہی امام کے صحیح مسلک کا اقتداء ناگزیر ہے۔

## فصل ۳۸۔ تکبیر تحریمیہ

سوال۔ تکبیر تحریمیہ سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ نماز شروع کرتے وقت کھڑے ہو کر جو اللہ اکبر کہتے ہیں اس کو تکبیر تحریمیہ یا تکبیر افتتاح کہتے ہیں۔

سوال۔ پہلے اللہ اکبر کو جو آغاز نماز میں کھڑے ہو کر کہا جاتا ہے تکبیر تحریمیہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب۔ اس لئے کہ اس سے وہ تمام امور جو اس سے پہلے مباح تھے حرام ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بولنا۔ کھانا پینا وغیرہ۔

سوال۔ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ جب مسجد میں آکر امام اور مقتدیوں کو رکوع میں پاتے ہیں تو اس

محوش میں کہ رکعت نہ جانے پائے حمدی سے اللہ اکبر کہہ کر جھک جاتے ہیں ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟



**جواب :-** جو لوگ اللہ اکبر کہتے ہی معاذ رکوع میں پہنچ جاتے ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر رکوع جانے سے پہلے اطمینان سے کھڑے نہیں ہوتے ان کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ تکبیر تحریمہ میں قیام یعنی کھڑا ہونا فرض ہے اور رکوع کی ادنیٰ مقدار بقدر تین تسبیح یا ایک تسبیح ہے اس لئے ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہیں اور پھر رکوع جانے سے پہلے کم از کم اتنی تسبیح کھڑے رہیں جس میں تین بار یا کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہہ سکیں۔ اور پھر اطمینان سے رکوع کریں رکعت ملے یا نہ ملے۔ اس وقت ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھنا یا بقدر ثنا کھڑے رہنا ضروری نہیں۔

**سوال :-** ہاتھوں کو اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی اٹھانا چاہیے یا مقدم مؤخر ہوں ؟

**جواب :-** شیخ عبدالحقؒ کہتے ہیں اکثر حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر یعنی اللہ اکبر کے ساتھ ہی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ یہی امام ابو یوسف کا مسلک اور فقہائے حنفیہ کی ایک جماعت مثل طحاریؒ و قاضی خان کا مختار ہے۔ اور بعض حدیثوں میں رفع یدین سے تکبیر کی تاخیر بھی مروی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔ اور عائشہؓ مشائخ اسی مسلک کے پیرو ہیں اور بدایہ میں اس کو اصح بتایا ہے اور کہتے ہیں کہ رفع یدین میں حق جل جلالہ کے غیر کی کبریائی کی نفی اور تکبیر میں حق سبحانہ کی کبریائی کا اثبات ہے اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے۔ چنانکہ لا الہ الا اللہ میں ہے اور شرح ابن الہمام میں یہاں تیسرا قول بھی نقل کیا ہے۔ اور وہ رفع یدین سے تکبیر کی تقدیم ہے۔ اور اس کے موافق سنن کبریٰ بیہقی کی ایک حدیث بھی جو حضرت انسؓ سے مروی ہے نقل کی ہے۔ پس مجموعہ میں قول ہوئے اور ہر سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں نینوں طرح کیا ہو۔ واللہ اعلم

**سوال :-** اگر کوئی شخص اللہ کی بجائے آٹا اور اکبر کی بجائے اکبر یا اکبار کہے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

**جواب :-** لفظ اللہ کے ہمزہ یا اکبر کے ہمزہ پر مد کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔

**سوال :-** کاذن تک ہاتھ اٹھانے سے کیا مراد ہے ؟

**جواب :-** بعض حدیثوں میں جو آیا ہے کہ نمازی دوزن کاذن کے برابر ہاتھ اٹھائے اس سے یہ مراد ہے کہ انگلی کاذن کی لڑک لگیں اور شانوں تک اٹھانے میں کاذن کی برابری ثابت نہیں ہوتی اور جن حدیثوں میں شانوں تک اٹھانا مروی ہے اس سے وہ حالت مراد ہے جبکہ ہاتھ مروی کے باعث کپڑے کے اندر ہوں



اور شیخ ابن الہمام نے دروں حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ کلائیوں کو مونڈھوں کے برابر کرنے سے کاؤں کی محاذات انگوٹھوں سے ہو جاتی ہے۔ کدافی الشامی

سوال :- تکبیر تحریمہ کے وقت اپنی ہتھیلیوں کا رخ دروں رخساروں کی طرف رکھیں یا قبلہ کی طرف ؟  
جواب :- قبلہ کی طرف ۔

سوال :- تکبیر تحریمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تک ہاتھ اٹھاتے تھے ؟

جواب :- شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کاؤں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔ ان کا تمسک حدیث دائل بن حجر سے ہے جس کی مسلم اور ابوداؤد نے تخریج کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ہاتھ مونڈھوں تک بھی اٹھاتے تھے۔ چنانچہ حدیث ابو حمید ساعدی میں مذکور ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل بھی مختلف اوقات میں مختلف رہا ہو (مدارج النبوت)

سوال :- تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں باندھے جائیں ؟

جواب :- زیر ناف باندھیں۔ چنانچہ محدث ابن ابی شیبہ جو امام بخاری اور امام مسلم کے استاد تھے۔ رقمقرما ہیں۔ حدیث کی ہم کوذکیع نے انھوں نے روایت کی موسیٰ بن عمیر سے انھوں نے روایت کی علقمہ بن دائل بن حجر سے انھوں نے روایت کی اپنے والد محترم دائل بن حجر سے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں ایسا دایہا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔

اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ ذکیعؒ تو بانی ہرے امام ہیں موسیٰ بن عمیرؒ کی ابو حاتم نے توثیق کی اور نسائی نے ان سے روایت کی اور علقمہؒ بزرگ ہیں جن سے بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہ نے احادیث کی تخریج کی اور ابن حبان نے ان کو ثقہ بتایا ۔

سوال :- اس حدیث میں انقطاع ہے کیونکہ علقمہ نے اپنے والد دائل بن حجر کو نہیں دیکھا بلکہ وہ ان کی وفات کے چھ مہینہ بعد متولد ہوئے تھے ۔

جواب :- یہ کسی ایک محدث کا قول ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اپنے والد کے بعد متولد ہونے والے ان کے بھائی عبد الجبارؒ تھے لیکن علقمہ نے اپنے باپ سے روایت کی اور ان سے حدیثیں سنیں۔ کمالی حنفی علیٰ من طالع سنن النسائی و جامع الترمذی ۔



سوال :- حضرات غیر مقلدین یمنے پر ہاتھ باندھتے ہیں کیا یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے ؟

جواب :- حافظ ابن قیمؒ اعلام المؤمنین میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے اپنے استاذ سفیان ثوری سے اور انھوں نے عاصم بن کلیب سے اور عاصم نے اپنے باپ کلیب سے اور کلیب نے دائل بن حجر صحابیؒ سے روایت کی۔ حضرت دائلؒ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے سینے پر اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھنا۔ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری کے شاگردوں میں مؤمل بن اسماعیل کے سوا کسی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا۔ اور مؤمل بن اسماعیل اس زیادت میں منفرد ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے گو مؤمل کی توثیق کی ہے تاہم بخاری نے اس کو منکر الحدیث بتایا ہے اور ابو حاتم نے اس کو صدوق کثیر الخطا لکھا ہے۔ الغرض یہ حدیث تو ضعیف ہے لیکن ممکن ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی اور حدیث سے ثابت ہو جائے۔

سوال :- نماز پڑھتے وقت ہاتھ کہاں اور کیونکر باندھیں ؟

جواب :- سر داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ثبات کے نیچے اس طرح باندھے کہ بائیں ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگلی سے پکڑے یعنی چھنگلی اور انگلی سے پکڑے۔ حلقہ کمر کے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے اور باقی تین انگلیاں اس پر پھیلائے اور عورت اپنی دائیں پٹھیلی کو بائیں پٹھیلی پر رکھ کر سینے پر باندھے۔

سوال :- اس وقت دونوں پیروں میں ایک دوسرے سے کتنا فاصلہ چاہیئے ؟

جواب :- چار انگلی کا۔ کدانی الکبیری

سوال :- بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو دونوں پاؤں کے درمیان ٹخنے

آپس میں ملا دیں۔ کیا یہ قول مفتیؒ ہے ؟

جواب :- مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے معایہ میں لکھا ہے کہ الصاق کعبین سے مراد دونوں ٹخنوں کا بالمقابل رکھنا ہے نہ کہ الصاق حقیقی۔ ان لوگوں کا امام حسین نے ٹخنے ملانے کا حکم دیا زاہریؒ ہے اور زاہریؒ کی نسبت نافع الکبیر اور نوادہ بہیہ میں لکھا ہے کہ وہ فقہ میں امام جلیل لیکن نقل روایات میں متساهل تھا۔ علامہ ازہریؒ معتزلی الاعتقاد حنفی القدرع تھا۔ اور صاحب رد المحتار نے تنقیح فتاویٰ الحامدیہ کی کتاب الا جاردہ میں لکھا ہے کہ زاہری ضعیف روایتیں نقل کرتے ہیں مشہور ہے اسی بنا پر ابن دہیان وغیرہ نے کہا کہ زاہری دوسروں کے خلاف کوئی بات کہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔



## فصل ۳۹۔ دُعائے استفتاح

سوال :- جب اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھیں تو کیا پڑھیں ؟

جواب :- یہ ثنا پڑھیں۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ تراہ الترمذی دالود اور النسائی دابن ماجہ مرفوعاً و مسلم عن عمر بن الخطابؓ کہ یہ دعا اللہ پاک ہے اور ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں ساتھ تیری تعریف کے اور بابرکت ہے نام تیرا اور بلند ہے بزرگی تیری اور تیرے سوا کوئی (حقیقی معبود نہیں) طیبی شافعی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن مشہور ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی ثنا پڑھا کرتے تھے۔

سوال :- فرض نمازوں میں ثنا کے علاوہ بھی کچھ پڑھا جاتا ہے ؟

جواب :- یہ دعا پڑھیں :-

رَجَعْتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝  
إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ رَبِّي أَكْبَرُ  
أُحَرِّتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ اللَّهُمَّ أَنْتَ  
الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ  
ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي فَاغْفِرْ لِي  
ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا  
أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا  
يَهْدِنِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي  
سَيِّئَاتِي لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَاتِي إِلَّا أَنْتَ لَبِّكَ  
وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ

میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے  
آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ میں حق کی طرف  
متوجہ ہونے والا ہوں دین باطل سے بیزار ہوں۔  
مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز اور میری  
عبادت، میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا خاصاً آپ العالمین  
کے لئے ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اسی تو حیدر  
اور اخلاص کا مجھ کو حکم ہوا ہے اور میں مسلمان نہیں  
سے ہوں۔ الہی! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود  
نہیں تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔  
میں نے (بندگی اور اطاعت میں تصور کرنے کی وجہ سے)  
اپنی جان پر ظلم کیا۔ میں نے (تیرے اس فرمان پر کہ  
جو کوئی گناہوں کا معترف ہو کر میری درگاہ میں



لَيْسَ إِلَيْكَ أَقَابُكَ فَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَ  
تَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

رواہ مسلم والبوداؤد والترندی والنسائی

داہن ماجہ

آئے ہیں اس کو بخش دیتا ہوں) اپنے گناہوں کا اعتراف  
کیا پس میرے تمام گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں  
کو کوئی نہیں بخشتا۔ مجھ کو اچھی عادتوں کی راہ دکھا کہ اچھی  
عادتوں کی راہ تیرے سوا کوئی نہیں دکھاتا اور جو اسے بُری  
عادتیں دُر کر۔ تیرے سوا میری بُری عادتوں کو کوئی دُر

نہیں کر سکتا۔ میں تیری خدمت اور سجا آوری حکم کے لئے حاضر ہوں۔ تمام بھلائیوں تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہیں۔  
تیری طرف بُرائی کی نسبت نہیں کی جاتی۔ میں تیری بخشش ہوئی قوت کے ساتھ قائم اور موجود ہوں اور میں تیری طرف رجوع  
کرتا ہوں تو ہر برکت اور بلند ہے (یعنی کوئی عقل تیری کنہ ذات و صفات کو نہیں پہنچ سکتی) تجھ سے بخشش مانگتا  
ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں ۛ

سوال :- کیا ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اور یہ طویل دُعَا وَجَّهْتُ وَجْهِيَ فَرَضَ تَمَازِیْمِ پڑھنے کا حکم  
ہے یا سنن و نوافل میں ؟

جواب :- شرافع کے نزدیک ان دعاؤں اور اذکار کا جو حدیثوں میں استفتاح نماز کے بارہ میں مردی  
میں فرائض اور غیر فرائض سب میں کُلاً یا جُزئاً پڑھنا مستحب ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور  
امام احمدؒ کے نزدیک فرض نمازوں میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پراکتفا کریں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دُعا اذکار  
و دعائیں نوافل میں پڑھا کرتے تھے لیکن حنفیوں میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نمازوں  
میں بھی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ دُعاؤں پڑھیں۔ ان کے نزدیک نمازی کو اختیار ہے کہ  
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد پڑھے یا پہلے لیکن مشہور یہی ہے کہ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ کہ سُبْحَانَكَ  
لِلَّهِمَّ کے بعد پڑھنا چاہیے۔ (مدارج النبوة)

سوال :- تکبیر تحریمہ اور قنوت فاتحہ کے درمیان حنفی امام عام طور پر اتنی دیر نہیں بٹھرتے کہ کوئی سُبْحَانَكَ  
لِلَّهِمَّ اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ دُعا پڑھ سکے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی حنفی معتزلی امام ابو یوسفؒ کے قول کے  
وجہ دُعا پڑھنا چاہے تو کیا کرے ؟

جواب :- اگر وقت ہے تو وَجَّهْتُ وَجْهِيَ کا کچھ حصہ بھی پڑھ لے ورنہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پر  
اکتفا کرے طویل دُعَا وَجَّهْتُ وَجْهِيَ جو اہل درج بُرئی حضرت علیؓ کی روایت سے ہے۔ حضرت جابرؓ کی



روایت جس کی نسائی نے تخریج کی اس سے بہت مختصر ہے۔ ملاحظہ ہو شکرۃ المصابیح باب مَا لِقُوا بَعْدَ التَّكْبِيرِ فصل سوم۔ دعائے مندرجہ صدر کو بھی دَاخَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ تک پڑھ لینا کافی ہے۔ تنجید اور دوسرے نوافل میں پوری دعا پڑھیں۔

سوال :- امام نے بالجہر قراءت شروع کر دی تو اب مقتدی ثنا پڑھے یا نہ پڑھے ؟

جواب :- مقتدی ثنا نہ پڑھے اگرچہ دور ہونے یا بہرہ ہونے کے باعث امام کی آواز نہ سنتا ہو۔

## فصل ۲۰۔ قیام کا بیان

سوال :- قیام کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا مقدار ہے ؟

جواب :- قیام کھڑے ہونے کو کہتے ہیں اور اس سے ایسا سیدھا کھڑا ہونا مراد ہے کہ گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچ سکیں۔ فرض اور واجب نمازوں میں اتنا کھڑا ہونا فرض ہے جس میں بقدر فرض قراءت پڑھی جاسکے بجاری یا زخم یا خوف دشمن یا کسی دوسرے قوی عذر کی وجہ سے کھڑے نہ ہو سکیں تو فرض اور واجب نمازوں کا بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

سوال :- نفل نماز میں قیام کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- نفل نماز میں قیام فرض نہیں اس لئے بلا عذر بھی بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے لیکن بلا عذر بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے میں نصف ثواب رہ جاتا ہے۔

سوال :- جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو نظر کہاں رکھیں ؟

جواب :- مستحب یہ ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو اپنی نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھیں۔ رکوع میں جائیں تو پیروں پر نگاہ رکھیں۔ سجدے میں ناک پر اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھیں۔

سوال :- ایک پاؤں پر کھڑا ہونا اور دوسرے کو اٹھا لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- مکروہ تحریمی ہے اور اگر عذر اور مجبوری سے ایسا کیا تو بلا کراہت جائز ہے ؟

سوال :- ایک بیمار یا ضعیف العمر آدمی اتنا کمزور ہے کہ مسجد تک جاتے اور سیڑھیاں چڑھنے میں اتنا

تھک جاتا ہے کہ کھڑے ہو کر جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتا اور اگر گھر میں نماز پڑھے تو قیام مفروض کی



طاقت رکھتا ہے ایسا شخص اگر مسجد میں جانے کی بجائے گھر ہی میں نماز پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں ؟  
**جواب :-** ایسے شخص کے لئے مسجد جا کر نماز یا جماعت ادا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قیام فرض ہے اور جماعت واجب - واجب کے لئے فرض کو ترک نہ کرے - گھر میں کھڑا ہو کر پڑھے - گھر میں جماعت پیشتر ہو تو جماعت سے دیر نہ پڑھے۔

**سوال :-** وہ کون سے عذرات ہیں جن کی بنا پر فرض نماز بھیڑ کر پڑھنا جائز ہے ؟  
**جواب :-** وہ تین عذرات ہیں - بیماری، شیخوخت اور برہنگی یعنی ستر ڈھانکنے کے لئے کپڑا پیشتر نہ آنا - ان عذرات کے سوا کوئی شخص فرض نماز یا ملحق بفرض نماز بھیڑ کر پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔

**سوال :-** ملحق بفرض نماز کون سی ہے ؟

**جواب :-** دتر اور سنت فجر اور نماز نذر

**سوال :-** معمولی تکلیف اور خفیف سی علالت میں نماز بھیڑ کر پڑھنا کیسا ہے ؟

**جواب :-** کھڑے ہونے میں معمولی سی تکلیف ہوتی ہو تو بھیڑ کر نماز پڑھنا جائز نہیں قیام کی نسبت اس وقت ساکت ہوگی کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہو یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہو یا چوتھائی ستر کھلتا ہو - اگر قیام سے مرض کے شدت اختیار کرنے کا یا دیر میں اچھا ہونے کا خدشہ ہو یا ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو تو بھیڑ کر پڑھنا جائز ہے - اگر کچھ دیر کے لئے ہی کھڑا ہو سکتا ہو اگرچہ اسی قدر کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ لے اور پھر بھیڑ جائے۔

لیکن آج کل لوگوں کی عام عادت ہو گئی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا کوئی خفیف سی تکلیف ہوئی تو بھیڑ کر نماز پڑھنے لگے حالانکہ ذہنی لوگ اس حالت میں بھی کتنی کتنی دیر تک کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے اور بے تکلف چلتے پھرتے ہیں - ایسے لوگ بھیڑ کر نماز پڑھیں تو نہیں ہوتی۔

**سوال :-** اگر مسافر گھوڑے پر سوار ہو اور کوئی آدمی ساتھ نہ ہو اور نہ کوئی پاندھنے کی جگہ ہو اور گھوڑے کے بھاگ جانے کا بھی خدشہ ہو تو فرض نماز گھوڑے پر پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

**جواب :-** اُترنے سے گھوڑے کے بھاگ جانے کا خوف ہو یا رات کی تاریکی میں جان کا اندیشہ ہو - یا گھوڑے کے چوری ہو جانے کا گمان غالب ہو تو گھوڑے پر ہی نماز پڑھ لینا درست ہے اور اگر محض دھم یا ضعیف سا گمان ہو تو اُتر کر زمین پر نماز پڑھے پھر اگر گھوڑا بھاگنے کو ہو تو نماز قطع کر کے اس کو پکڑ لے۔



## فصل ۴۱ - قراءت

سوال :- قراءت سے کیا مراد ہے۔ اور نماز میں کتنی قراءت ضروری ہے ؟

جواب :- قراءت قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں۔ نماز میں قرآن کی کم از کم ایک آیت پڑھنا امام و منفرد پر فرض ہے۔ اور سورۃ فاتحہ یعنی الحمد پڑھنا واجب ہے۔ سورۃ فاتحہ کو اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد شروع کریں۔ نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ قراءت کے تابع ہیں اور مقتدی پر قراءت نہیں اس لئے اعوذ باللہ اور بسم اللہ کا پڑھنا بھی مقتدی کے لئے مستنون نہیں۔ ہاں جس مقتدی کی کوئی رکعت رہ گئی ہو تو جب وہ اپنی باقی ماندہ رکعت پڑھے تو اعوذ اور بسم اللہ پڑھے۔ قعود صرف پہلی رکعت میں ہے اور بسم اللہ ہر رکعت کے اوّل میں مستنون ہے۔ اور فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نماز و تراویح و سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا بھی واجب ہے۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے سوا ہر نماز کی ہر رکعت میں خواہ وہ نماز فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

سوال :- مقتدی کے لئے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو قراءت جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- مقتدی کو کسی نماز میں قراءت جائز نہیں۔ سورۃ فاتحہ نہ کوئی اور آیت آہستہ کی نماز میں جہری نماز میں

سوال :- اگر کسی جاہل کو قرآن کی ایک آیت بھی یاد نہ ہو تو وہ نماز کس طرح پڑھے ؟

جواب :- اس پر جلد سے جلد سیرتیں یاد کرنا فرض ہے۔ قراءت فرض کی مقدار یاد کر لینا فرض اور واجب کی مقدار واجب ہے۔ اگر وہ بقدر ضرورت بھی نہ سیکھے گا تو سحرت مجرم اور گنہگار ہوگا اور جب تک اسے بقدر ضرورت قرآن کی سورتیں یاد نہیں ہوتیں وہ قراءت کی بجائے سبحان اللہ یا الحمد للہ پڑھ سکتا ہے۔

سوال :- کس کس نماز میں قراءت آمانہ سے اور کن نمازوں میں آہستہ کرنی چاہیئے ؟

جواب :- امام کو فجر کی دو دنوں رکعتوں میں اور مغرب کی اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ قضا ہوں یا ادا اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے دتر میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔ منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کو فجر کی دو دنوں رکعتوں میں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے کہ بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ پڑھے۔ امام اور منفرد کو ظہر اور عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب و عشاء کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں، ان میں قراءت آہستہ دل میں چاہئے اور جو نفیس رات



کو پڑھی جائیں، ان میں آواز سے یا آہستہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ منفرد اگر فجر، مغرب اور عشا کی قضاوں میں پڑھے تو انہیں بھی اسکو آہستہ قراءت کرنا واجب ہے۔ اگر رات کو قضا پڑھے تو منفرد آواز سے یا آہستہ پڑھنے کا مجاز ہے۔

سوال :- فجر مغرب اور عشاء کے نفلوں میں عورت بھی جہر سے قراءت کرے یا نہیں ؟

جواب :- عورت پر تمام نمازوں میں اتخاف واجب ہے۔ کیونکہ خوانین کی آواز بھی عورت ہے۔

سوال :- زور سے پڑھنے اور آہستہ پڑھنے کی حد کیا ہے ؟

جواب :- زور سے پڑھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نمازی کی آواز اس کے پاس والے شخص کے کان میں

پہنچ سکے۔ آہستہ پڑھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ خود اپنے کان بھی نہ سنیں۔

سوال :- اگر کوئی اتنا آہستہ پڑھے کہ اس کے اپنے کان بھی نہ سنیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

جواب :- کرخی کا قول ہے کہ صرف تصحیح حدود کافی ہے۔ گو خود بھی نہ سُنے۔ اور ہندوانی نے کہا کہ جب تک اپنے کان نہ سنیں نماز نہ ہوگی۔ گو بعض علماء کے نزدیک کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی نماز ہو جائے گی۔ لیکن اصح و اسح ہندوانی کا قول ہے اور اسی میں احتیاط ہے۔

سوال :- اگر کوئی شخص زبان کو حرکت نہ دے۔ محض خیال میں سب کچھ پڑھ جائے تو اس کی نماز

ہوگی یا نہیں ؟

جواب :- محض خیال دوڑا لینے سے نماز نہیں ہوتی۔ زبان سے الفاظ کا پڑھنا ضروری ہے۔

سوال :- ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت بالجر کیوں مامور نہیں ؟

جواب :- بنی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تمام نمازوں میں جہر فرماتے تھے۔ لیکن جب مشرکین مکہ نے قرآن خوانی پر اللہ جل شانہ کو اور حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینی شروع کیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تَجْهَرُنَّ بِصَلَاتِكَ وَلَا تَخَافُتْ بِهِمَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا۔ یعنی نہ تمام نمازوں میں جہر کرنا اور نہ سب میں آہستہ پڑھنا۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک طریق اختیار کرنا کہ رات کی نمازوں میں جہر کرنا اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھنا۔ اس کے بعد آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے۔ کیونکہ کفار ان دو وقتوں میں دریدہ دہنی پرست رہتے تھے۔ اور چونکہ مغرب کے وقت کھانا کھانے میں مصروف اور عشاء اور فجر میں محو خواب ہوتے تھے ان تینوں نمازوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازیں مدینہ منورہ میں قائم ہوئیں۔ اور وہاں کفار مغلوب تھے۔ اس لئے آپ ان میں بھی قرآن پکار کر پڑھتے تھے۔



کذا فی الخطاری۔

سوال :- اگر سب سے نمازوں میں عصر اور عصر میں قنوت بآواز کی جائے تو کیا حکم ہے ؟

جواب :- ظہر اور عصر میں قنوت بآواز کرنے سے سجدہ سہولاً لازم آتا ہے۔

سوال :- اگر کوئی شخص نماز عشاء و سورج نکلنے کے بعد قنوت کرے تو قنوت آہستہ چاہیے یا

آواز سے ؟

جواب :- اگر جہری نماز قنوت کی جائے تو نمازی کو اختیار ہے کہ قنوت آہستہ کرے یا آواز سے

اور علامہ طحطاویؒ نے لکھا ہے کہ مغرب اور عشاء اور فجر کے مسبق کا بھی یہی حال ہے یعنی وہ بھی آہستہ پڑھنے اور پکار کر پڑھنے میں مختار ہے۔

سوال :- اگر امام نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھی اور سورہیں ملانا بھول گیا تو

کیا کرے ؟

جواب :- ضم سورہ بھول گیا یا دالستہ ترک کیا تو واجب اور بقول بعض مستحب ہے کہ پچھلی دو

رکعتوں میں سورہوں کو مع الحمد کے جہر سے پڑھے اس لیے کہ اگر سورہوں کو پکار کر پڑھے گا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں ستر اور جہر جمع ہوگا۔ حالانکہ ایک رکعت میں دونوں کا جمع کرنا مذموم ہے۔

سوال :- بعض لوگ نماز میں بڑی تیزی سے قرآن پڑھتے ہیں۔ اس بارہ میں کیا حکم ہے ؟

جواب :- فقہاء نے لکھا ہے کہ فرض نماز میں قنوت ٹھیک ٹھیک کر کریں کہ تمام حرکت یا ہم میسر ہوں۔

نماز تراویح میں نہ ٹھیک ٹھیک کر پڑھیں نہ تیز بلکہ متوسط رفتار رہنی چاہیے اور نماز تہجد میں نمازی اتنا تیز پڑھ سکتا ہے کہ سمجھ میں آئے۔ تہجد گزاروں کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے اس لیے ان کا ورد تیز پڑھنے سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ مگر تیزی کے یہ معنی ہیں کہ زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ ہی میں نہ آئے غرض زیادہ تیز پڑھنا بوجہ ترک ترتیل کے حرام ہے۔

سوال :- نماز صبح کی پہلی رکعت دوسری سے کتنی لمبی ہونی چاہیے ؟

جواب :- فقہاء نے لکھا ہے کہ فجر کی دوسری رکعت پر پہلی رکعت کی قنوت بقدر تیسرے حصے

کے زیادہ کی جائے۔ یعنی پہلی رکعت میں اتنی قنوت کرے کہ اس کی زیادتی دوسری رکعت کی قنوت سے دونوں قنوتوں کے مجموعہ کا ثلث ہو جائے مثلاً رکعت اول میں چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری میں بیس



تو دونوں میں ساٹھ آیتیں ہوں۔ اس طرح اوّل میں دوسری سے بیس زائد ہیں۔ اور وہ ساٹھ کی تہائی ہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ دوسری رکعت سے پہلی رکعت کی قرات بقدر نصف زیادہ ہونی چاہیے مثلاً پہلی رکعت میں ۴۵۔ اور دوسری میں پندرہ پڑھیں تو پہلی میں تیس زائد ہونگی۔ اور وہ کل قرات کی نصف ہیں۔

سوال ۱۔ اگر دوسری رکعت کی قرات پہلی سے بہت کم کر دی جائے مثلاً پہلی رکعت میں بعد فاتحہ کے ساٹھ آیتیں پڑھیں اور دوسری میں دس تو یہ مکروہ ہے۔ یا نہیں؟  
جواب ۱۔ اس میں کوئی گراہت نہیں۔

سوال ۲۔ کسی حالت میں نماز کے اندر زیادہ طویل قرات کی اجازت ہے یا نہیں؟  
جواب ۲۔ یہ نمازیوں کی پسند پر موقوف ہے۔ اگر مقتدی ملول نہ ہوں تو قرات طویل ہی پسندیدہ ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ امام خوش آواز اور اچھا قاری ہو تو مقتدی طویل قرات کو پسند کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات نماز مغرب میں سورہ طور پڑھا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا نماز صبح میں سورہ یوسف پڑھنے کا عام معمول تھا۔

سوال ۳۔ اگر جہری نمازیں فجر مغرب اور عشاء تہا پڑھی جائیں تو کیا قرات بالجہر پڑھنا واجب ہے؟

جواب ۳۔ واجب نہیں۔ مگر ان تینوں نمازوں کا آواز سے پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ یہ جہر کسی دوسرے کے لئے تکلیف دہ اور عبادت میں خلل انداز نہ ہو۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی نماز سب لوگوں کی قضا ہو گئی ہو تو امام کو جہر سے پڑھنا چاہیے۔ منفرد کو اختیار ہے کہ آواز سے پڑھے یا آہستہ۔

سوال ۴۔ فرض نمازوں میں کتنی کتنی قرات مسنون ہے؟

جواب ۴۔ سفر کی جلدی میں سورہ فاتحہ کے بعد جو لسنی سورت چاہیں پڑھ لیں اور حضر یعنی وطن کی اقامت میں مسنون قرات یہ ہے۔ نماز فجر اور نماز ظہر میں طوال مفصل نماز عصر اور نماز عشاء میں اوساط مفصل اور نماز مغرب میں قصار مفصل۔ قرآن کے پچیسویں پارہ کی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک جو سورتیں ہیں ان کو طوال مفصل کہتے ہیں۔ اور سورہ طارق سے سورہ لہ یکون تک کی سورتوں کو اوساط مفصل کہتے ہیں۔ اور سورہ اذا زلزلت سے آخر قرآن مجید تک کی سورتیں قصار مفصل کہلاتی



ہیں۔ یہ قراءت امام اور منفرد دونوں کے لئے مستنون ہے لیکن حالت اقامت میں کبھی ضرورتاً قراءت مسنونہ تک کی جائے تو جائز ہے ۔

سوال :- ان سورتوں کو مفصل کیوں کہتے ہیں ؟

جواب :- فصل جدا ہونے کو کہتے ہیں۔ چونکہ سورہ حجرات سے نسبتاً چھوٹی سورتیں شروع ہو گئی ہیں اور درمیان میں بسم اللہ ہونے کے باعث ایک دوسری سے جدا ہیں۔ اس لئے ان کو مفصل کہتے ہیں۔ مفصلوں میں تین قسم کی سورتیں ہیں۔ درازہ اوسط درجہ کی اور چھوٹی۔ حجرات سے بروج تک درازہ ہیں اس لئے طویل مفصل کہلاتی ہیں۔ بروج سے لم یکن تک اوسط درجہ کی ہیں۔ اس لئے ان کو اوسط مفصل کہتے ہیں۔ اور باقی سورتیں چھوٹی ہونے کی وجہ سے قصار مفصل کے نام سے مشہور ہیں۔

سوال :- اس قراءت کے مسنون ہونے کا کیا ثبوت ہے ؟

جواب :- یہ قراءت اثر سے ثابت ہے۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعرطی حاکم بصرہ کو لکھ بھیجا تھا کہ فجر اور ظہر میں طویل مفصل پڑھا کر دو۔ عصر اور عشاء میں اوسط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل۔ کذا فی الشامی۔ اور سلیمان بن لیسا کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے فلاں بزرگ وغالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، کے عمو کسی کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بہت مشابہ ہو۔ سلیمان کا بیان ہے کہ میں بھی اس بزرگ کے پیچھے نماز پڑھتا رہا۔ وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں درازہ اور دو کچھلی ہلکی کرتے تھے۔ نماز عصر ہلکی کرتے اور مغرب میں مفصل کی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے۔ عشاء میں اوسط مفصل اور صبح میں طویل مفصل پڑھا کرتے تھے۔ رواۃ النساء (مشکوۃ)

سوال :- طویل مفصل اوسط مفصل اور قصار مفصل کی جو قراءت متعین فرمائی گئی ہے یہ پہلی رکعت میں

معتبر ہے یا دونوں میں یعنی پہلی رکعت میں طویل مفصل پڑھیں تو دوسری میں بھی طویل مفصل کی سورت ہی پڑھنا لازم ہے یا اوسط مفصل کی کوئی سورت بھی پڑھ سکتے ہیں ؟

جواب :- یہ پہلی رکعت میں معتبر ہے۔ نماز فجر کی پہلی رکعت میں طویل مفصل کی سورت پڑھی تو

دوسری میں اوسط کی سورت پڑھ سکتے ہیں ؟

سوال :- جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے اگر وہی سورت دوسری رکعت میں پڑھی تو



تو کیسا ہے ؟

جواب :- ایسا کرنا مکروہ تہنزیہی ہے ؟

سوال :- قرآن میں سورتوں کی جو ترتیب ہے اس میں تقدیم و تاخیر کرنا کہاں تک رد ہے ؟  
مثلاً پہلی رکعت میں اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ اور دوسری میں اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھی تو یہ ممنوع ہے یا نہیں ؟  
جواب :- قرآن میں سورتیں جس ترتیب سے درج ہیں نماز میں اسی ترتیب سے ان کی قرائت ہونی چاہیئے۔ پس پہلی رکعت میں اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ اور دوسری میں اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھنا مکروہ ہے۔  
لیکن بھول سے ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ قرائت معکوس مکروہ و ممنوع ہے۔ البتہ ختم قرآن کے بعد سورہ بقرہ سے شروع کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔ کیونکہ یہ سلف صالح کا معمول تھا۔ بچوں کی سہولت کے لئے پارہ عم خلاف ترتیب قرآنی پڑھنا بھی جائز ہے۔

سوال :- پہلی رکعت میں اَلَمْ تَرَ کيف اور دوسری میں سُبْحًا وَالْعَصْرُ پڑھی تو نماز مکروہ ہوئی یا نہیں ؟

جواب :- مکروہ نہیں ہوئی۔ کیونکہ سورتوں کی ترتیب کے خلاف پڑھنا بالقصد مکروہ ہے نسیاناً نہیں۔

سوال :- مسند امام احمد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتوں میں (کبھی) مفصل کی نو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اسود نے کہا پہلی رکعت میں اَلْحَمْدُ التَّكَاثُرُ اور اَنَا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدَرِ اور اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ اور دوسری رکعت میں وَالْعَصْرُ اور اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ اور اَنَا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ اور تیسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تَبَّتْ يَدَا ابْنِي لَهْفٍ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے۔ جس ترتیب سے اس نماز میں سورتیں ذکر کی گئی ہیں اس ترتیب سے پڑھنا صحیح ہے یا مقدم اور مؤخر کرنا درست ہے۔ اس طور پر کہ پہلی میں دوسری تیسری اور پہلی اور دوسری میں چوتھی چھٹی اور پانچویں اور تیسری میں ساتویں آٹھویں اور نویں سورت موافق حدیث پڑھیں یا اسی طرح پڑھنا مسنون رہے گا۔ جس طرح روایت میں مذکور ہے ؟

جواب :- مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ قبل جمع قرآن ترتیب سُورِ اختیاری تھی

یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں اس ترتیب میں اختلاف تھا۔ یہ خود دلیل ہے کہ کسی خاص ترتیب کی رعایت واجب نہ تھی ورنہ صحابہ اس کو نہ چھوڑتے۔ اس کے بعد ترتیب موجودہ پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ اور اجماع کا اتباع



ضروری ہے۔ اب اس کی مخالفت نہ چاہیئے۔ اور مقربے کے عمل مرفوع کے خلاف پراجماع ہو جانا اس مرفوع کی منسوخیت کی علامت ہے۔ اس لئے اب اگر یہ سورتیں پڑھیں تو بے ترتیب حال پڑھیں۔

سوال :- فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت پڑھی جائے تو سجدہ سہولاً لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب :- نہیں۔ کیونکہ ان رکعتوں میں ضم سورت کا ترک واجب نہیں مستحب ہے۔

سوال :- کہتے ہیں کہ گزشتہ نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا افضل ہے لیکن اگر اس کی جگہ تین دفعہ سبحان اللہ کہ لیں یا تین تسبیح کا انداز خاموش رہ کر رکوع کو چلے جائیں تو بھی جائز ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :- حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تسبیح بھی مروی ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے سکوت بھی جائز رکھا ہے۔ لیکن محیط وغیرہ میں قراءت فاتحہ کو سنت بتایا ہے اور مبسوط اور شرح مختصر کو غنی میں حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں قراءت فاتحہ واجب ہے اور اگر کوئی اس کا پڑھنا بھول جائے گا تو سجدہ سہولاً واجب ہوگا اور شیخ کمال الدین ابن الہمامؒ نے بحیثیت دلیل اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور خاموش رہنے کے بارے میں بعض نے کہا کہ مکروہ نہیں اور دوسروں نے کہا کہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے رکبیری شرح مینۃ المصلیٰ مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۲۱ غرض احتیاط اسی میں ہے کہ الحمد کے سوا کچھ اور نہ پڑھیں۔

سوال :- کسی سورت کو بے ضرورت اور اچھوڑ کر دوسری رکعت شروع کرنا کیسا ہے؟

جواب :- مکروہ ہے۔

سوال :- کسی سورت کا کسی نماز میں مقرر کر دینا کہ اس میں ہمیشہ وہی پڑھیں بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- کسی سورت کا کسی نماز یا نمازوں میں مقرر کر دینا ہمیشہ وہی پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ اکثر دیہاتی ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ قل هو اللہ پڑھنے کے عادی ہیں۔ اور متعدد سورتیں یاد کر کے کراہت سے نکلنے کی رت العمر کو شش نہیں کرتے۔ لیکن تعین کی کراہت اس صورت میں ہے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کی تعین ثابت نہ ہو۔ اور جہاں شارع علیہ السلام کی طرف سے تعین ثابت ہے وہاں کچھ



کر اس بات نہیں بلکہ مسنون ہے اور مطلق تعین بھی کر دہ نہیں بلکہ تعین دائمی اور التزامی ناپسندیدہ ہے اور جو بات شرع سے ثابت نہ ہو اس کے التزام میں یہ خرابی ہے کہ عوام اسے فرض واجب اور لازمی سمجھنے لگتے ہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ کسی مقتدا سے صادر ہو۔

سوال :- مسنون قرائتیں کیا کیا ہیں ؟

جواب :- نماز تہ کی پہلی رکعت میں **سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى** اور دوسری میں **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ** اور تیسری رکعت میں **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ وتر کے بعد کے دو گانہ نفل کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد **اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ وَدُوسِرَى** میں سورہ کافرون پڑھنا مسنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر اور سنت مغرب کی پہلی رکعت میں **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ** اور دوسری میں **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** پڑھتے تھے۔ جمعہ کے دن فجر کے فرض کی پہلی رکعت میں **الم تنزل السجده** اور دوسری میں سورہ رہ پڑھتے تھے۔ فریضہ جمعہ کی پہلی رکعت میں کبھی آپ سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں **هل اناک** حدیث الغاشیہ اور کبھی پہلی میں سورہ جمعہ اور دوسری میں منافقین پڑھتے تھے۔ نماز عیدین کی پہلی رکعت میں عموماً سورہ فاتحہ اور دوسری میں اقربت الساعة پڑھنے کا معمول تھا۔ یاد رہے کہ گوشتذکرہ صدر مواقع میں بعض سورتوں کی قراءت مسنون ہے۔ لیکن ایام وجوب سے بچنے کے لئے کبھی کبھی ان قرائتوں کو بدل بھی دینا چاہیئے۔

سوال :- فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت برابر ہونی چاہیئے یا کم و بیش ؟

جواب :- الوقتادہ وغیرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو دوسری سے لنبا کیا کرتے تھے سواء البخاری وسلم۔ اس حدیث کی بنا پر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک تمام فرض نمازوں کی پہلی رکعت کو دراز کرنا چاہیئے۔ المذہب حنفیہ میں سے امام محمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور عبید الرزاق محدث نے اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے ہم گمان کرتے ہیں کہ اس درازی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہوتا تھا کہ لوگ پہلی رکعت پالیں۔ البرادیر اور ابن خزیمہ نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قراءت کی یہ درازی نماز فجر کے ساتھ مخصوص ہے جو نیند اور غفلت کا دفتہ ہے۔ ان کے نزدیک تیسری چار نمازوں کی پہلی دو رکعتوں کی قراءت برابر ہونی چاہیئے۔

سوال :- رکعت اول میں ایک سورت کا رکوع پڑھنا اور اس سورت کا یا دوسری سورت کا رکوع



دوسری رکعت میں پڑھنا یا دوسری پوری سورت دوسری رکعت میں پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورہ دھیر کا پہلا رکوع اور دوسری میں صبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنا یا ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا بلا کر بہت جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ سب صورتیں خلافت انتخاب ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک مسنون و مستحب یہ ہے کہ ہر ایک رکعت میں مفصل میں سے کوئی پوری سورت پڑھی جائے۔ پس کسی سورت کا جز پڑھنا خلافت افضل و خلافت مستحب ہے۔ جن کا مال مکروہ تنزیہی ہے۔

سوال :- اگر دوسری رکعت کی قراءت پہلی رکعت کی قراءت سے بڑی ہو جائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے ؟

جواب :- پہلی پر دوسری رکعت کا بقدر نین آیتوں کے زیادہ کرنا بالاتفاق مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ دونوں رکعتوں کی آیتیں بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب برابر ہوں اور اگر آیتیں طول و قصر میں متفادت ہوں تو محدث اور کلمات کا اعتبار ہوگا۔ یعنی اس صورت میں دوسری رکعت کے کلمات اور حمد و ثناء زیادہ نہ ہونے چاہئیں ۔

سوال :- پہلی رکعت میں قل أعوذ برب الفلق اور دوسری میں قل أعوذ برب الناس پڑھنا کیسا ہے ؟

جواب :- دوسری رکعت کی زیادتی تین آیتوں سے کم ہو تو مکروہ نہیں۔ پہلی رکعت میں سورہ فلق اور دوسری میں سورہ ناس پڑھنا خود شائع علیہ السلام سے ثابت ہے۔ حالانکہ فلق میں پانچ اور ناس میں چھ آیتیں ہیں ۔

سوال :- اول رکعت میں انا اعطینا اور دوسری میں اذا جاء پڑھیں تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں اس لئے کہ چھوٹی سورت درمیان میں چھوٹ گئی ؟

جواب :- دو سورتوں کے درمیان چھوٹی سورت چھوٹنا مکروہ ہے۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ صورت متروکہ پہلی سورت سے بڑی نہ ہو۔ ورنہ مکروہ نہیں۔ اور چونکہ صورت مسئلہ میں سورت متروکہ یعنی یا ایہا الکفر دن سورہ کثر سے بڑی ہے۔ اس لئے یہ ترک مکروہ نہیں ۔

سوال :- پہلی رکعت میں انا اعطینا اور دوسری میں اذا جاء پڑھنا کیسا ہے ؟



جواب :- گردنوں سورتیں تین تین آیتوں پر مشتمل ہیں۔ لیکن چونکہ اذا جاء کے کلمات اور حروف اذا اعطینا سے دو چند ہیں اس لئے نماز مکروہ ہوگی۔

سوال :- اول رکعت میں اذا جاء اور دوسری میں سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھنا کیا ہے؟ کیا نماز مکروہ ہوگی؟

جواب :- در سورتوں کے درمیان میں ایک سورت چھوڑنا اس صورت میں جائز ہے کہ وہ سورت پہلی سے بڑی ہو کہ اس کے پڑھنے سے دوسری رکعت پہلی سے طویل ہو جائے۔ چونکہ سورۃ ثابت یدا سورۃ اذا جاء سے بقدر دو آیت بڑی ہے۔ اس لئے اس کو چھوڑ کر قل ھو اللہ احد کے پڑھنے میں کوئی گراہت نہیں۔

سوال :- پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری میں ثابت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب :- مکروہ ہے کیونکہ درمیان میں چھوٹی سورت رہ گئی ہے۔

سوال :- بڑی چھوٹی سورتوں کا محاذ فرض نماز ہی میں ہے یا دوسری نمازوں میں بھی؟

جواب :- نقل نمازوں میں اس کی کوئی پابندی نہیں تاہم اگر نوافل میں بھی ملحوظ رہے تو بہتر ہے۔

سوال :- پہلی رکعت میں سج اسم ربک اور دوسری میں هل ائیک پڑھنا کیسا ہے؟

جواب :- گو پہلی سورت میں اُنس اور دوسری میں چھبیس آیتیں ہیں مگر جمعہ اور عیدین کی پہلی رکعت میں سج اسم اور دوسری میں هل ائیک پڑھنا خود شائع علیہ السلام سے ثابت ہے اس لئے اس میں کوئی گراہت نہیں۔ اس قرارت کو استثنائی فعل تصور کرنا چاہیے۔

سوال :- جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں الحمد مجید لا اور دوسری میں سورۃ دھر بلحاظ ہونے کے ہمیشہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب :- کسی سورت کا نماز کے معین کرنا مکروہ ہے۔ مگر چونکہ جمعہ کی نماز فجر میں ان دونوں سورتوں کا پڑھنا خود حضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لئے کبھی کبھی ان دونوں سورتوں کا پڑھنا مستحب اور باعث ثواب ہے۔ لیکن امام محمدی وغیرہ نے اس میں یہ تیندنگائی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معین سورت کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز سمجھے تو اس طرح کی تعین مکروہ ہے۔ اور اگر شائع علیہ السلام کے اتباع میں کوئی معین سورت پڑھے اور کبھی کبھی دوسری



سورتوں کو بھی پڑھ لے۔ یا معین سورت کے سوا اس کو بالفعل کوئی دوسری سورت یاد نہ ہو یا کسی معین سورت کی قرات سہل پڑتی ہو تو مکر وہ نہیں۔ اور ہدایہ میں وجہ کرامت یہ لکھی ہے کہ معین کرنے سے باقی قرآن کا چھوڑنا اور معین سورت کی انضیبت کا وہم لازم آتا ہے۔

سوال :- لاہور کے ایک امام صاحب کو دیکھا ہے کہ وہ سات آٹھ سال سے برابر نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سج اسم اور دوسری میں اناک حدیث الخاشیہ پڑھ رہے ہیں۔ ایسا کرنا بلا کرامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- قرات کی دوامی تعین مکر وہ ہے۔ امام صاحب کو کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی

پڑھنی چاہئیں۔

سوال :- سورہۃ الضحیٰ کی قرات اس طرح ہو کہ سورہۃ مذکورہ میں جس قدر الف مقصورہ ہیں۔ ان تمام کو یلے ساکنہ اور اس کے حرف عاقبل کو مکسور کر کے پڑھیں جیسا کہ الضحیٰ الخ تو کیا یہ قرات درست ہے اور اس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے؟

جواب :- اس طرح قرات کرنا امالہ ہے اور امالہ عند القراء صحیح ہے۔

سوال :- نماز میں ایک ہی آیت کا بار بار پڑھنا کیسا ہے؟

جواب :- فرض نمازوں میں عند دلنسیان کے وقت جائز ہے۔ ورنہ مکروہ ہے۔ نفل نماز میں مکروہ

بھی نہیں۔

سوال :- یوم جمعہ اور ظہر اور عصر کی نمازوں میں ان سورتوں کا پڑھنا کیسا ہے۔ جن میں آیت

سجدہ ہے؟

جواب :- مکروہ ہے۔

سوال :- اگر قرآن کی کسی آیت کی بجائے اس کا ترجمہ پڑھ لیا جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب :- کسی سورت یا آیت کا ترجمہ پڑھ لینے سے نماز نہیں ہوتی۔ البتہ کوئی تو مسلم ایسی موٹی

زبان کا ہے کہ عربی الفاظ اس کی زبان سے نہیں نکلتے۔ تا وقتیکہ وہ سیکھے اور قرآن پڑھ سکے اس سے لئے

ترجمہ پڑھنا درست ہے۔ کیونکہ وہ قرآن پڑھنے سے معذور ہے۔

سوال :- اگر کوئی شخص قرآن شریف بطور راگ پڑھے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟



جواب :- مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ اگر وہ محض تحسین صوت کرتا ہے تو عین خیر ہے اور ایسے کے پیچھے نماز جائز بلکہ افضل ہے۔ من البلاء بن عازب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حسنتوا القرآن یا صواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً۔ سواہ الدارمی اور اگر حروف کو اس قدر گھٹاتا بڑھاتا ہے کہ جس سے الفاظ و معانی متغیر اور قلط ہو جائیں تو ایسے کی نماز خود بھی نہیں ہوتی مقتدیوں کی کس طرح ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ معنی میں تغیر اور فساد آجائے اور اگر صرف حروف گھٹا بڑھا جائیں اور معنی میں فساد نہ ہو تو گو نماز ہو جائے گی مگر کراہت شدید ہوگی (امداد الفوائد)

سوال :- امام بدین نیت خوش الحانی سے قرآن پڑھتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

جواب :- سواد کہ قرآن پڑھنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اس نیت سے پڑھنا کہ لوگ ہماری تعریف کریں تو یہ ریا ہے لیکن ریا کا تعلق دل سے ہے اور اللہ کے سوا دل کا حال کوئی نہیں جانتا۔ اگر قرآن میں واقعی ریا کو دخل ہے تو اس امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ دوسری یہ نیت کہ مقتدیوں کا جی لگے گا اور محظوظ ہوں گے تو یہ نیت محمود اور یقینی عبادت ہے۔

سوال :- ایک امام صاحب جب نماز میں آیات قرآنی پڑھتے ہیں تو نماز کے اندر ہی چیخ و جیج کر دنا شروع کر دیتے ہیں اور رجہ دریافت کرنے پر جواب دیتے ہیں کہ میں خوف خدا سے دنا ہوں جس وقت قرآن شریف میں جہنم کا ذکر آتا ہے تو مجھے دنا آ جاتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ان کی طرح ایک مقتدی بھی جہنم کی آیتیں سن کر نماز میں رونے رہتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- مولانا محمد شفیع صاحب سابق مفتی غوثیہ دہلی نے لکھا کہ اگر واقع میں یہ امام یا مقتدی دینار وغیرہ کے ذکر سے روتے ہیں تو نماز میں کوئی خلل نہیں آتا تاہم امام پر لازم ہے کہ حتی الامکان ضبط سے کام لے لے اور اگر گریہ بے اختیار طاری ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں البتہ اگر کسی تکلیف یا مصیبت یا کسی دنیوی غرض سے روتا ہے تو آواز حروف نکلنے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی (امداد المفتین)

لیکن معلوم ہو کہ بعض لوگ زیاد تصنع سے بھی ایسا کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رقمبرایں کہ عہد فاروقی میں ایک شخص نماز میں دنا، نالہ و شہیدوں کرتا اور لوگوں کے سامنے اپنی ایسی حالت نہا رہتا کہ گویا دنیا



بھر کا درد اور خشوع و خضوع اسی کے حصے میں آیا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے نور فراست سے معلوم کرنے کے بعد اس کو ڈانڈا اور فرمایا اے مکار ریاکار! کیا آخرت اللہ کی کا اظہار کر کے لوگوں پر اپنی عظمت و بزرگی کا سکہ جمانا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وہ اس نماز نشی خشوع و خضوع سے باز آگیا اور اذاتہ الخفا ہوا۔ یہاں لاہور میں بھی ایک شخص حالت نماز میں گریہ و زاری کرتا اور بہت کچھ خشیت الہی ظاہر کرتا تھا اور اپنی ایسی حالت بتاتا تھا کہ گریا جانور مذکور پر اضطراب رہا ہے۔ راقم السطور نے اس کو عہد فاروقی کا یہ واقعہ سنایا تو وہ ہر توفیق الہی ریا و تصنع سے باز آگیا۔ اور پھر اسے خشوع و خضوع کا کبھی دورہ نہ پڑا۔

سوال :- کسی شخص نے نیند کی حالت میں تراویح کی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟  
جواب :- نماز نہیں ہوئی۔ بیدار ہونے کے بعد دوبارہ پڑھے۔ اور یہی حکم دوسرے ارکان کا بھی ہے۔

سوال :- جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی پڑھتے تو فرماتے سُبْحَاتِ رَبِّي الْأَعْلٰی رواہ احمد والبوداد اور فرمایا کہ جو کوئی سورۃ وَالنَّاسِ پڑھ کر اَلِیْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاکِمِیْنَ پڑھے تو کہے یٰلٰی وَآذَا عَلٰی ذَٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ اور جو کوئی سورۃ قِیَامَہ میں اَلِیْسَ ذَٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یَّجْعَلَ الْمَوْتٰی اَیُّہِمْ پینچے تو کہے یٰلٰی اور جو کوئی سورۃ مَرَسَلَات میں قَبَآئِی حٰیثُ یُنشِئُ بَعْدَہُ یَوْمَئِذٍ پینچے تو کہے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ رواہ ابوداؤد والنزہدی۔ سوال یہ ہے کہ آیتوں کے یہ جواب نماز میں بھی دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :- آیات مذکورہ کے جواب امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں دیتا جائز نہیں۔ نہ فرضوں میں اور نہ سنن اور نوافل میں بلکہ خارج از صلوٰۃ یہ آیتیں پڑھیں یا سنیں تو ان کے جواب دیں۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جوابات خارج صلوٰۃ ہی منقول ہیں۔ اگر کہیں نماز میں وارد ہے تو وہ تعلیم کے لئے ہوگا۔ یا ابتداء اسلام میں تھا۔ جبکہ نماز میں زیادہ قیود نہ تھیں۔ مثلاً باتیں کر لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ امور ممنوع ہو گئے۔

سوال :- الحمد اور کسی دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں اور اگر پڑھ سکتے ہیں تو جہری نمازوں میں آہستہ دل میں پڑھیں یا آواز سے ؟



جواب :- علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ شیخ ابن الہمامؒ وغیرہ نے الحمد اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کو رائج بنایا ہے۔ لیکن امام اور مفتدی آہستہ دل میں پڑھیں ۔

## فصل ۴۲- آمین بالاتفاق

سوال :- سورہ فاتحہ کے اختتام پر کیا کہیں ؟

جواب :- سورہ فاتحہ ختم ہونے پر آمین کہنا بالاتفاق سنت ہے خواہ نماز پڑھنے والا منفرد ہو یا امام ہو یا جہری نمازوں میں مفتدی ہو امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک آمین کا پکار کر کہنا سنت ہے۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک آمین آہستہ دل میں کہنی چاہیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ پکار کر کہنے کا معمول ابتداء میں تعلیم کے لئے تھا۔ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان سیکھ گئے تو آمین آہستہ کہی جانے لگی۔ چنانچہ مسند امام احمدؒ، مسند ابو داؤد و طبرانی، مسند ابویعلیٰ، ترمذی، تہذیب الآثار و ارتقانی، معجم طبرانی، علی، شرح موطا و اور مستدرک حاکم میں باسناد صحیح یہ حدیث موجود ہے۔

عَنْ وَاسِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرَ الْمُخَضَّرِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَخَفِيَ بِمَا هَوَتْهُ۔

دائل بن حجر حفصی رحمہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ غیر المخصرین علیہم و الضالین پر پہنچے۔ تو آپ نے آمین آہستہ کہی ۔

سوال :- اس حدیث کی سند میں ایک راوی علقمہ ہے اور علقمہ نے اپنے والد دائل بن حجر سے نہیں سنا۔ جیسا کہ تقریب میں ہے۔ - علقمہ بن واصل ابن حُجْرٍ بِصَنْمِ الْمُفْلَمَةِ وَشَكْرَتِ الْجَيْدِ الْحَصَنَةِ حُجْرٍ الْكُوفِيِّ صَدُوقٍ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ لِسِنِ سَنَدٍ ذَكَرَ مَجْرُوحٌ هُوَ أَوْ حَدِيثِ الْفَطَارِ حُجْرٍ قَابِلٌ حُجْرٍ دَرَبِي۔

جواب :- حافظ ابن حجر کا تقریب میں علقمہ کا عدم سماع لکھنا غلطی ہے۔ ان کا یہ بیان نہ صرف حمود علماء کے بلکہ خود ان کے دوسرے بیان کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں ترجمہ



علقہ میں لکھتے ہیں۔ حُکْمُ الْعَسْكَرِی عَنْ ابْنِ مَعْبُودٍ قَالَ عَلَّقَ بَنُو وَاحِلٍ سَبْعَ عَشَرَ اَبْنِیَةً یعنی عسکری نے امام یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ علقہ بن دائل نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور علقہ کی روایت اپنے باپ سے تو باجماع محدثین محققین ثابت ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی اپنی جامع میں کتاب الحدود کے باب مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ میں بعد ذکر حدیث کے جو طریق علقہ سے مروی ہے لکھتے ہیں (ترجمہ)۔ علقہ بن دائل بن حجر نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور وہ اپنے بھائی عبد الجبار بن دائل سے لے رہے ہیں۔ البتہ عبد الجبار بن دائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا اور عبارت تہذیب کی غلطی کی زیادہ توجیح کتاب القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم مؤلف مولانا محمد عبدالحی لکھنوی میں ملاحظہ ہو۔

سوال :- آئین آہستہ کہنے کے اور دلائل کیا ہیں ؟

جواب :- ایک دلیل یہ ہے کہ آئین دعا ہے اور دعا کا مستنون طریقہ یہ ہے کہ مخفی مانگی جائے عطا تالبعی نے فرمایا کہ آئین دعا ہے۔ چنانچہ امام بخاری اپنی صحیح میں لکھتے ہیں۔ قَالَ عَطَاءُ آمِينَ دُعَاءُ اور دعا کا آہستہ کہنا خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً (اپنے رب سے بتضرع و زاری اور مخفی طریق پر دعا مانگو) حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی تو آہستہ کی اِذْ خَادَىٰ رَبَّهُ فَحَدَّثَ اَخًا خَفِيًّا

ایک دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق اور امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور آمین میں جہر نہیں کرتے تھے۔ رواہ الطحاوی عن ابی دائل و اخرجه الطبرانی تہذیب الآثار کذا ذکره العینی فی شرح البخاری فی باب ترارۃ بسم اللہ۔

اور شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ آئین آہستہ کہنے میں ہم حضرت عمرؓ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے مسلک کے پیرو ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ نے پکار کر آمین کہنا اس لئے موقوف کیا کہ وہ جانتے تھے کہ جہر سے آمین کہنا منسوخ ہو چکا ہے۔

سوال :- کسی اور حدیث صحیح سے بھی آمین کے آہستہ کہنے کا ثبوت ملتا ہے ؟

جواب :- ہاں سنو! امام حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں سمرہ



بن جناب اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما میں علمی مذاکرہ ہوا۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کیا کرتے تھے (سکتے کے معنی ہیں خاموش ہو جانا۔ یعنی آپ دو موقعوں پر خاموش ہو جایا کرتے تھے) ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہوتا تھا (جس میں آپ آئین کہتے تھے) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے لگے کہ دوسرا سکتہ دلائل الصالحین کے بعد ہوتا تھا۔ (جس میں آپ آئین کہتے تھے) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے لگے کہ مجھے تو آپ کا ایک ہی سکتہ یاد ہے۔ اس پر فیصلہ ہوا کہ رئیس القراء حضرت ابی بن کوفہ سے استنباط کیا جائے۔ چنانچہ ان کے نام مدینہ منورہ چھٹی لکھی گئی۔ حضرت ابی نے جواب دیا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی یادداشت صحیح ہے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو ہی سکتے فرمایا کرتے تھے) رواہ ابوداؤد الترمذی والنسائی۔ اس حدیث کے ایک راوی سعید کا بیان ہے کہ ہم نے (اس حدیث کے اوپر کے راوی) قتادہ سے پوچھا کہ وہ دو سکتے کون سے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ پہلا سکتہ نماز میں داخل ہونے یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا دلائل الصالحین کے بعد۔ رواہ الترمذی۔ ظاہر ہے کہ دلائل الصالحین کے بعد کی خاموشی میں آپ آئین کہتے تھے۔

علاوہ ازیں ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ آئین قرآن میں سے نہیں ہے اجماعاً۔ پس یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ اس کی آواز قرآن کے ساتھ ملائی جائے جیسے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو قرآن میں لکھیں۔ واللہ اعلم۔

## فصل ۳۳۔ قراءتِ صلوٰۃ اور تلاوتِ قرآن میں کوتاہیاں

سوال :- ابنائے ملت کی طرف سے نماز کی قراءت اور تلاوت قرآن کے باب میں کیا کیا کوتاہیاں مشاہدہ میں آرہی ہیں؟

جواب :- مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بہت سی کوتاہیاں بیان کی ہیں جن میں سے چند ایک کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ مولانا موصوفت لکھتے ہیں :-

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ تصحیح قرآن کی طرف اصلاً توجہ نہیں فرماتے نہ مخالف کی خبر نہ صفا کا اہتمام نہ نقص و زیادت سے تخاصی۔ کوئی صاحبِ حق کو صحتِ ظ سے ادا کرتے ہیں۔ کوئی دالِ مضہم



پڑھ رہے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس میں اور بھی کوئی فرق نہیں۔ الف کے موقع پر زراستح  
 پڑھنا اور فتح کی جگہ الف بنادینا بعض کی عادت ہو گئی ہے۔ اسی طرح بے موقع وقف کر دینے سے اجتناب  
 نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ اس سے بعض مواقع پر معنی میں فساد ہو جاتا ہے۔ اگر سانس توڑنا ناگزیر ہو تو چاہیے  
 کہ جس لفظ پر وقف کیا ہے پھر آگے پڑھنے میں اس کا اعادہ کر لے اور اس کو تاہی میں الی علم دوسروں سے  
 پڑھے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک عالم صاحب سورۃ ناس میں الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ کو مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ  
 پڑھتے ہیں۔ پھر ان میں سے جو مساجد کے امام ہوتے ہیں۔ ان کی اس غلطی کا اثر دوسروں تک بھی دو طور سے  
 پہنچتا ہے۔ ایک یہ کہ اگر کوئی مقتدی صحیح خواں ہوا تو ان کی نماز ان امام صاحب کے پیچھے نہیں ہوتی۔ اور  
 چونکہ غلط خواں کا حکم صحیح خواں کی نسبت سے قاری کے مقابلہ میں اتنی کا سا ہے اس لئے اس خاص صورت  
 میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام کی نماز ہوتی ہے نہ دوسرے مفتدیوں کی۔ ہر چند کہ وجوب تجوید کے متعلق  
 کلام طویل و مفتضیٰ تفصیل ہے مگر اتنی قدر کے ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں کہ جس قسم کی غلطیوں کا ذکر  
 اوپر ہوا ہے ان کی تصحیح واجب علی العین ہے۔

اس بنا پر منزلی اور مجلس منتظمہ کا فرض ہے کہ جب کسی کو مسجد میں امام مقرر کریں تو کسی قاری کو اس  
 کی متعدد سورتیں سنوادی جائیں۔ اگر وہ صحت کی تصدیق نہ کرے تو کسی دوسرے ماہر کو تلاش کریں اگر اوزان  
 نہ ملے تو گراں کہ لائیں کیسی ظلم کی بات ہے کہ ہر جنوی کام کے لئے ری ہزاروی لیاقت ڈھونڈا جاتا ہے  
 حتیٰ کہ لوہار، نجار، بلکہ گانے بجانے والا تک بھی۔ لیکن خداے قدوس کے دوسرے جو سب کی طرف سے دلیل بن کر  
 کھڑا ہوتا ہے وہ چھانٹ کر الیسا دکھا جاتا ہے جس میں نہ کمال نہ جمال۔ تمام محلہ میں جو ناکارہ، اندھا، چونڈھا،  
 فاترا لحواس، گنوار، بدتمیز، جاہل غرض جو کسی مصرف کا نہ رہے اس کو امامت کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے۔

ایک کو تاہی یہ ہے کہ بعض لوگ صرف لہجہ کا نام قرائت سمجھ کر اسی کا اہتمام کرتے ہیں۔ پھر یا تو خود  
 کوئی طبعی لہجہ اختراع کرتے ہیں اور یا کسی مشاق کی نقل اتار لیتے ہیں۔ اور اتار چڑھاؤ اور صحت و وزن  
 میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ بعض ضروریات یا مستحکات قراۃ بھی فوت ہو جاتے ہیں یعنی حروف گھٹا  
 بڑھا دیتے ہیں۔ یا غٹہ یا مد حذف کر دیتے ہیں تاکہ وزن ٹھیک رہے۔ سو اس کی نسبت سرکار نبوی صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ یٰۤاَہْلَ الْعَرَبِ فَاَسْمَعُوْا اَیَّکُمْ دَلَّیْلُ اَہْلِ  
 الْعَرَبِ اَہْلُ الْعَرَبِ (قرآن مجید کو اہل عرب کے لحن و آواز سے پڑھو۔ اور اہل عرب اور یہود و نصاریٰ







خلق تھی۔ نہ کہ ارضاء خالق۔

ایک کوتاہی یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کے معنی جاننے کی رغبت قریب قریب نہ ہونے کے برابر ہے۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ جو چیز اسلام کا اصل مدار علیہ ہے جو تمام دینی علوم کا منبع ہے۔ جو فلاح داریں کی اساس ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ و خطاب کا خاص علاقہ ہے۔ امت کو نہ اس کی خبر ہے نہ خبر کا شوق ہے۔ ہمارے اس جمود و غمور کی کوئی انتہا بھی ہے۔

## فصل ۲۲۔ صحتِ قرآن کا اہتمام

سوال ۱۔ قرآن کی صحت کا کیا حکم ہے ؟

جواب ۱۔ قرآن پاک کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ہر حرف کو اس کے قاعدہ کے مطابق ٹھیک ٹھیک پڑھیں۔ ہمزہ اور عین میں 'حائے حطی' اور ہائے ہوڑ میں 'ض'۔ ظ۔ ذ۔ ز اور س۔ ص اور ث میں جو فرق ہے ٹھیک نکال کے پڑھیں۔ اور ہر ایک کو دوسرے سے میسر کریں۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے بچیں۔

سوال ۲۔ اگر کسی کی زبان سے کوئی حرف ٹھیک طرح نہیں نکلتا جیسے 'خ' کی جگہ لا پڑھتا ہے۔ یا ص کو س کی طرح پڑھتا ہے۔ یا عین نہیں نکلتا تو پھر کیا حکم ہے ؟

جواب ۲۔ ایسی حالت میں صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے۔ اگر صحیح پڑھنے کے لئے اپنی امکانی کوشش نہیں کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔ اور اس کی کوئی نماز صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر انتہائی کوشش اور امکانی محنت سے بھی صحیح پڑھنے پر قدرت نہ پائے تو معذور ہے۔

سوال ۳۔ اگر کوئی شخص کوشش کرنے سے صحیح پڑھ سکتا ہو لیکن بے پردائی اور عدم التفاتی

کی وجہ سے 'ح' کی جگہ لا اور 'ع' کی جگہ ہمزہ پڑھا کرے تو پھر کیا حکم ہے ؟

جواب ۳۔ ایسا شخص بھی گنہ گار ہے اور اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی ۔

سوال ۴۔ مقصود محض صحیح پڑھنا ہے یا پورے مبالغہ اور تکلف کے ساتھ حروفِ منہ



سے نکالنا ؟

جواب :- امام ابن جوزیؒ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں کہ ابلیس نے بہت سے نمازیوں پر حرج کے محال ج میں تلبیس ڈال رکھی ہے۔ بعض احمدیہ مکرر کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کلمہ کے بار بار اور مکرر کہتے کی وجہ سے نماز کے ادب سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی نمازی پر تشدید گئے ٹھیک نکالنے پر تلبیس ڈالتا ہے اور کبھی غیر المنصوب کا ضاد نکالنے میں تلبیس کرتا ہے اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غیر المنصوب کہتا تھا اور غایت تشدد کی وجہ سے ضاد نکالنے کے ساتھ اس کے منہ سے ٹھوک نکل پڑتا تھا حالانکہ مقصود تو حرفوں کو صحیح نکالنا ہے لیکن ابلیس ان لوگوں کو ایسی زیادتیوں کی طرف اس لئے لے جاتا ہے کہ ہم قرآن سے محروم رہ کر میالغہ فی الحروف میں متمک رہیں ۛ

## فصل ۴۵۔ ضاد کا مخرج اور اس کی آواز

سوال :- ض کا مخرج کیا ہے ؟

جواب :- ض کا مخرج زبان کا دایاں یا بائیاں کنارہ ہے جب اس کو اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگائیں تو ض نکلتا ہے۔ زبان کے بائیں کنارے سے ادا کرنے میں بہ نسبت داہنے کے سہولت رہتی ہے ض کو اصعب الحروف کہا گیا ہے اس لئے اس کو کسی ماہر قاری سے صحیح کرنا نہایت ضروری ہے۔ ض کو ظ پڑھنا یا دال یا مانند دال کے پڑھنا سخت غلطی ہے۔ بہت سے مواقع میں یہ غلطی مفسد صلوٰۃ ہے۔

سوال :- حرف ض ظا کے مشابہ ہے یا دال جملہ کے ؟

جواب :- جمہور قراء و فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ض کی آواز ظا مجملہ کی آواز کے مشابہ ہے۔ دال جملہ کے ہرگز مشابہ نہیں جیسا کہ اکثر کتب فقہ و قراءۃ میں اس کی بے شمار تصریحات موجود ہیں۔ مفتی عنایت احمدؒ نے البیان الجزیل فی التریل میں لکھا کہ ایک بلائے عظیم اس زمانہ میں یہ ہو گئی ہے کہ ض کو بصورت دال پڑھتے ہیں۔ لوگوں نے اس کو دال کا شتبہ الصوت کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ دال پڑ نہیں ضا پڑ ہے۔ سو یہ بات جملہ کتب قراءۃ اور تفاسیر کے خلاف ہے۔ ض کا بظا سے شتبہ الصوت ہونا ثابت ہے نہ دال سے ۛ

اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے رسالہ الالبقاء در ماہ شعبان ۱۳۵۳ھ میں فرمایا کہ ایک ہمارے دوست



ہیں حکیم صاحب انہوں نے تراویح میں قرآن سنانا چاہا۔ مگر پڑھتے تھے صحیح۔ چنانچہ دلائل الضالین کو جو صحیح مخرج سے ادا کیا تو مقتدی بگڑ گئے کہ ہم ان کے پیچھے تراویح نہ پڑھیں گے۔ اب مصیبت یہ ہے کہ کوئی تصحیح کے ساتھ پڑھے تو لوگ پڑھنے نہیں دیتے۔ ایک مخلوق پریشان کرنے لگتی ہے بعضوں نے تو یہ سستا نسخہ یاد کر رکھا ہے کہ دلائل الضالین کو دلائل الظالمین پڑھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ آخر یہ ظ اور ض باہم متشابہ ہیں اور گویا متحد الصفات ہیں۔ پھر دوزخ میں مغایرت کیسی۔ اسی طرح دوسروں نے یہ سستا نسخہ یاد کر لیا ہے کہ وَلَا الضَّالِّينَ کو دلائل الضالین پڑھتے ہیں اور وارادہ کے فرق کے لئے ض کو ذرا موٹا سا پڑھ دیا اور جہاں دال ہے وہاں باریک سا پڑھ دیا۔

مولانا تھانوی اسی رسالہ میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ مولانا فتح محمد صاحب اور فی تشریف لے گئے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں نے جوادل ہمارے فجر کی نماز پڑھائی تو بس قیامت اُڑے ہی رہ گئی۔ میں نے سورہ قیامت پڑھی۔ یہ خبر نہ تھی کہ قیامت نازل ہو جائے گی۔ سلام پھیرتے ہی ایک صاحب نے اعتراض جڑا کہ دُجُوہُ یَوْمَئِذٍ خَاصِرَةٌ اِلٰی سَرِیْحًا خَاطِرَةٌ میں آپ نے دوزخ جگہ ظ پڑھی ہے مولانا فتح محمد نے ہر چند فرمایا کہ نہیں بھائی میں نے ایک جگہ ظ پڑھی ہے اور دوسری جگہ ض۔ مگر وہ نہیں مانتا۔ مولانا حیران کہ اب اسے سمجھائیں کیسے۔ سمجھے تو وہ جو نن تجویر جانتا ہو۔ مگر مولانا نے ایک عجیب طریقہ سے اسے سمجھایا۔ فرمایا۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ میں نے دوزخ جگہ ایک سا پڑھا تھا یا کچھ فرق تھا؟ کہا تھا تو فرق۔ خیر وہ ہٹ دھرم نہیں تھا دوزخ اس کا بھی انکار کر دیتا۔ فرمایا۔ بس اتنا ہی ض اور ظ میں فرق ہے۔ ”صاحبو! پڑھے لکھے لوگ بھی تو کثرت سے اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور اس پر اس قدر جو دے کہ اگر کوئی اتباع کرنا چاہے تو اس کے پیچھے پڑ جائے ہیں۔

سوال :- ان کے علاوہ کچھ اور حوالے بھی مل سکتے ہیں یا نہیں؟ گواحق حق کے لئے اسی قدر کافی ہے لیکن یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ض کی آواز ظ سے ملتی ہے دال سے نہیں ملتی کچھ اور حوالے بھی زیب رقم فرمادیئے جائیں تو مزید اطمینان کا باعث ہوگا۔

جواب :- ہاں بے شمار ہیں۔ نمونہ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

در مختار میں ہے :- وَلَوْ زَادَ كَلِمَةً أَوْ لَقَصَ كَلِمَةً أَوْ حَرَفًا أَوْ قَدَّمَ أَوْ بَدَّلَ لَمْ يَكُنْ أَمَّا مَا لَيْشَقُ تَبْيِينُهُ كَالضَّادِّ فَالْكَثْرُ لَمْ يَلْمِ لِيَقْسُدْ هَذَا أَمَّا كَوْنُ أَيْكٍ



کلمہ یا حرف بڑھا گھٹا دے یا مقدم کر دے یا تبدیل کر دے تو معنی کے بدلنے کی صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بجز ایسے حروف کی تبدیلی کے کہ جن میں تمیز و شمار ہے مثلاً ص و ظ کہ ان کے بدلنے سے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔

**علامہ شامی** رد المحتار شرح درمختار میں ہے۔ **إِلَّا مَا يَشُقُّ النِّحَالُ فِي الْحَانِيَةِ وَالْخَلَامَةِ الْأَصْلِ فِيمَا** اذا ذكر حرفاً مكان حرفٍ وغير المعنى ان امكن الفصل بينهما بلا مشقة **تفسد ولا يمكن إلا بمشقة** كالتاء مع الصاد والهمجتين والصاد مع السين المهملتين و التاء مع التاء قال أكثرهم لا تفسد

**قائمی قاضی خان** میں ہے۔ **قائمی** ذکر حرفاً مكان حرفٍ ولہ یغیر المعنی فان كان الفصل بين الحرفين بلا مشقة كالتاء مع الصاد فقراء الطالحات مكان الصالحات تفسد صلوته عند الكل وان كان لا يمكن الفصل إلا بمشقة كالصاد مع التاء والصاد مع السين والتاء مع التاء اختلف المشائخ فيه قال أكثرهم لا تفسد۔

**قائمی بزاز** میں ہے۔ **قائمی** قال غیر المعصوب بالتاء والضالین بالذال او التاء قیل لا تفسد لعدم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وكثير من المشائخ افتوا به

**قائمی عالمگیری** وان غیر المعنی فان امكن الفصل بين الحرفين من غیر مشقة كالتاء مع الصاد فقراء الطالحات مكان الصالحات تفسد صلوته عند الكل وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالتاء مع الصاد والصاد مع السين والتاء مع التاء اختلف المشائخ فيه قال أكثرهم لا تفسد صلاته

**طحاوی** علامہ طحاوی رقم فرمایا ہے۔ **إِلَّا مَا يَشُقُّ تَمِيزُهُ فِي الْبِزَازِيَةِ** قال غیر المعصوب بالتاء والضالین بالذال او التاء قیل لا تفسد لعدم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وكثير من المشائخ افتوا به و اطلق البعض الفساد وقال القاضی ابوالحسن والبولاقاسم ان تعم فسدت وان جرى على لسانه او كان لا يعرف التميز لا تفسد وهو اعدل الاقوال۔



**علامہ علی قاریؒ** مقدمہ حمزویہ میں ہے۔ ان الصاد اعسر الحروف علی اللسان فلیحسن برعايتها  
 اے لا تکرر مشابهة بالطاء والذال والزاء اور علامہ علی قاری رحمہ اللہ اس  
 کی شرح میں لکھتے ہیں۔ لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثله والسنۃ الناس فیہ مختلفہ  
 فمنہم من یخرجہ طاءً ومنہم من یخرجہ دالاً مہملۃ اور مہملۃ ومنہم من  
 یخرجہ طاء مہملۃ ومنہم من یشبہہ دالاً ومنہم من یشبہہ بالطاء المہملۃ  
 لکن لما کان قویۃ من الطاء مشکلاً بالنسبۃ الی غیرہ امر الناطق بتبیینہ عنہ لفظاً  
**امام محمد غزالیؒ** امام محمد غزالیؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”کیمیائے سعادت“ کی اصل چہارم میں لکھتے  
 ہیں : فرق میان ض و ط بجا آرد و اگر نتواند روا باشد (نمازی کو چاہیے کہ ض و ط  
 طاء میں فرق کرے یعنی اس احتیاط سے پڑھے کہ ض و ط نہ ہو جائے اور اگر ایسا نہ کر سکے تب بھی  
 نماز ہو جائے گی)

**امام فخر الدین رازیؒ** امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :- المسئلة العاشرة  
 المختار عندنا ان اشتباه الصاد بالطاء لا یبطل الصلوة ویدل  
 علیہ ان المشابهة حاصلة فیہما جذاً والتمیز عسیر فوجب ان یسقط التکلیف  
 بالفرق و بیان المشابهة من وجوہ الاول انہما من الحروف المحموسۃ والثانی انہما  
 من الحروف الرخوة والثالث انہما من الحروف المطبقة والرابع ان الطاء وان  
 کان یخرجہ من اطراف اللسان واطراف الثنا یا العليا و یخرج الصاد من اول حافة  
 اللسان وما یلیہا من الاضراس الا انہ حصل فی الصاد اتساع لا جمل سرخا و قہا  
 ولہذا السبب یقرب یخرجہ الطاء والخامس ان النطق بحرف الصاد محض من العرب  
 فثبت بما ذکرنا ان المشابهة بین الصاد والطاء شديدة وان التميز عسیر و اذا  
 ثبت هذا فنقول لو کان الفرق معتبراً لوقع السؤال عنه فی زمن رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم و فی ازمة الصحابة لا سیما عند دخول الجہد فلما لم  
 ینقل وقوع السؤال عن هذا البتۃ علمنا ان التميز بین هذین الحرفین لیس  
 فی محل التکلیف (ترجمہ) سوال مسئلہ۔ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ ض و ط کا طے نہ



مشابہ ہونا نماز کو باطل نہیں کرتا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں باہم بڑی مشابہت ہے اور ان دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ اس وجہ سے یہ بات واجب ہوئی کہ ان دونوں کے درمیان فرق کرنے کی تکلیف ساقط ہو۔ اور ان دونوں کی باہمی مشابہت کا بیان کئی وجہوں سے ہے۔ اول یہ ہے کہ دونوں حروف مجرورہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ دونوں حروف رخوہ میں سے ہیں۔ تیسرے دونوں حروف مطبوعہ میں سے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اگرچہ ظا کا مخرج زبان اور ثا یا علیا کی نواک ہے اور ضا د زبان کے کتائے سے نکلتا ہے۔ مع اضراس کے جو کتارہ زبان سے متصل ہیں مگر چونکہ ضا د میں اس کے رخوہ ہونے کے باعث انبساط اور کشادگی حاصل ہے۔ اس وجہ سے ضا د کا مخرج ظا کے مخرج سے قریب ہے۔ پانچویں یہ کہ نطق بحرف ضا د عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس ہمائے اس بیان سے ثابت ہوا کہ ضا د اور ظا کے درمیان ایسی شدید مشابہت ہے کہ دونوں میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر ان دونوں حروف میں فرق اور امتیاز کرنا ضروری ہوتا تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور صحابہ کرام کے زمانہ میں بالخصوص جب کہ عجمی لوگ مشرف باسلام ہوئے تھے اس کے بارہ میں سوال واقع ہوتا۔ پس جب اس بارہ میں سوال کیا جانا منقول نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو ان دونوں حروف میں تمیز کرنے کی تکلیف نہیں دی گئی۔“

سوال :- ان تمام عبارتوں کا جواب درج ہوئی حاصل کیا ہے ؟

جواب :- تخریبات متذکرہ صدر کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ ضا د ادطا میں بلا مشقت فرق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضا د کی جگہ ظا پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہی مضمون فقہ حنفی کی بے شمار کتابوں میں مرقوم ہے۔ اس سے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچا کہ ضا د کو دوا د پڑھنا بالکل بے اصل ہے اور حسب تصریح قاضی خان ضا د کو دوا د پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

سوال :- ضا د اور وال میں کچھ مشابہت ہے یا نہیں ؟

جواب :- مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں کہ ضا د اور وال سے کچھ مشابہت نہیں ہے نہ مخرج میں نہ صفات میں بلکہ ضا د اور وال سے سات صفتوں میں اختلاف ہے۔ ولا الضالین کی جگہ ولا الدالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظا پڑھنے سے اکثر کے نزدیک نہیں فاسد ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ فی الواقع ہندو متاثر جمہور ضا د کی جگہ پر اگر ظا پڑھے گا یا ذال تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ فتاویٰ



بزاز یہ میں ہے۔ قال غیر المنعظوب بالطاء والذالین بالذال اول لطاء لا تقصد لعموم البلی  
فان العوام لا یعرفون محارج الحروف وکثیر من المشائخ افتوا به انتہی اگر کسی نے  
منعظوب کی جگہ منعظوب طاء یا ضالین کو ظالین یا ذالین یعنی ظا یا ذال سے پڑھا، کہا گیا ہے کہ عوام امتلاؤ  
کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کیونکہ عوام حروف کے محارج نہیں پہچانتے اور بہت سے مشائخ نے اسی  
پر فتوے دیا ہے (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۹۶-۱۹۷)

سوال :- سنا جاتا ہے کہ اہل عرب عموماً ضاد کو دُداد ہی پڑھتے ہیں ؟  
جواب :- جہلاء کا کوئی اعتبار نہیں۔ دہاں کے قاریوں کو دیکھو وہ لازماً اس کو مشابہ بالظا  
بتائیں گے۔ ایک مرتبہ راقم السطور نے قاری عبد الوحید خان مرحوم الآبادی سے جو زمانہ دراز تک  
دیوبند میں تجوید کے مدرس تھے دریافت کیا تھا کہ کتب فقہ و تجوید سے ضاد کھانٹنے مشتبہ الصوت ہوتا تھا  
ہوتا ہے۔ لوگ دُداد کیوں پڑھتے ہیں ؟ انھوں نے کہا کہ فقہ اور تجوید کی کتابوں سے واقعی یہی ثابت ہوتا  
ہے مگر دُداد پڑھنے کا رواج پڑ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے جہلاء سے یہ رواج پاکستان اور  
ہندوستان پہنچا ہے۔

سوال :- ض کو دال یا دُداد پڑھنے والے امام شمس پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟  
جواب :- دال یا دُداد پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے حتی الامکان بچنا چاہیے اور  
اگر پڑھ لی تو راقم آئم کے نزدیک بوجہ عموم بلوئی نماز ہو جائے گی۔ مولانا اشرف غلی لکھتے ہیں کہ عوام کا  
دال کے مخرج سے پڑھنا اور غیر متقلبین وغیرہم کا ظا کے مخرج سے پڑھنا محض غلط ہے۔ رہا جواز و نساد  
صلیۃ سوہر چند کہ اس میں روایات فقہیہ متخالف و متعارض ہیں مگر ظاہراً ان سب کی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ  
نقص سب کا ض ہی ادا کرنے کا ہے۔ صرف طریق ادا کے سمجھنے میں غلطی ہے۔ متاخرین فقہاء کے قول سے اس  
طرح کی وسعت معلوم ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اپنی قدرت کے موافق ض کو صحیح پڑھنے کی کوشش کرے یعنی  
ض اور ظ کے مخرج اور صورت دونوں میں تیز ہو۔ مگر اقرب الی الطاء ہو یعنی نکالا بھی جائے مخرج صحیح سے  
دونوں کی آواز میں تشابہ تام نہ ہو بلکہ من و جہر دونوں دجہر ہو لیکن غالب مشابہت صوت ظا کی ہو۔ باقی غی  
مشاق کی نماز بھی ہر طرح ہو جاتی ہے۔ اور مشاق کی زبان سے بھی اگر بلا قصد غلط نکل گیا تو اس کی بھی نماز  
ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر مشاق ہو کر اس قصد سے پڑھے کہ میں ظا پڑھتا ہوں یا دال پڑھتا ہوں تو اس



نماز بلا شبہ فاسد ہے فی الشامیۃ عن الخزانۃ الاکمل قال القاضی ابو عاصم ان تعبد  
ذالک تفسد وان جری علی لسانہ اولا یعرف التمییز لا تفسد وهو المختار حلیہ و فی  
البرزخیہ وهو اعدل الاقوال ویل وهو المختار انتہی۔ راجع الفتاوی جلد اول مطبوعہ کراچی  
ص ۱۴۷-۱۴۵

سوال :- دال اور طاء پڑھنے والوں میں ترجیح کس کو حاصل ہے ؟

جواب :- مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ضاد دال کی نسبت طاء سے زیادہ اشد ہے۔ اور  
قصداً ظار پڑھنا یا دال پڑھنا دونوں ناجائز ہیں۔ پس واجب ہے کہ اس کی تصحیح کا قصد کریں۔ صحیح پڑھنے  
کے قصد کی صورت میں بوجہ عموم بلوی غلطی معاف ہے۔ پس نزاع کا مفسدہ اس مفسدہ سے زیادہ اقیح  
واشنع ہے۔ ایسے امور کو تفریق بین المسلمین کا سبب بنانا دہال عظیم ہے۔ امام کو چاہیے کہ ظار پڑھنے سے  
احتراز کرے کیونکہ غلطی کے علاوہ جو دال پڑھنے میں مشترک ہے اہل اہواً و مثل ردافض خدا لہم اللہ وغیر مقلدین کا  
تشبیہ اور ان کی ہوا کا اتباع اور ان کی بدعت کی ترویج ہے۔ واللہ اعلم۔ راجع الفتاوی مطبوعہ کراچی جلد اول  
صفحہ ۱۴۶

## فصل ۴۶۔ قراءت کی غلطیاں

سوال :- وہ کون سے قاعدے ہیں جن کے جان لینے سے قراءت کی ہر غلطی کا حکم معلوم ہو سکتا ہے  
کہ اس سے نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں ؟

جواب :- متقدمین حنفیہ نے یہ قواعد مرتب فرمائے کہ غلطی یا تو اعراب یعنی زیر و پیش سکون میں ہوگی۔  
اور اسی میں داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اس کا عکس اور ہلکا سے پڑھنا اور اس کا عکس  
(۲) یا غلطی حروف میں ہوگی یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا دکرنا یا کسی حرف کا زیادہ یا کم کرنا یا مقدم مؤخر کرنا۔  
(۳) یا غلطی کلمات میں ہوگی یعنی ایک کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا کم و بیش یا مقدم مؤخر کرنا (۴) یا غلطی وقف میں  
ہوگی کہ وصل کی جگہ وقف کیا جائے اور وقف کی جگہ وصل۔

متقدمین حنفیہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسی بڑی طرح بگڑ جائیں کہ ان کا اعتقاد



کرنا کفر ہو تو اس غلطی سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر غلطی سے معنی اس درجہ نہیں بگڑتے جن کا اعتقاد کفر ہو لیکن معنوں میں بہت سا تغیر و تبدل آجاتا ہے۔ جیسے هذا الغراب (یہ کوا ہے) کی جگہ هذا الخبائث (یہ غبار ہے) پڑھنا یا بالکل بے معنی لفظ ہو جاتا ہے جیسے سرائر کی جگہ سرائل پڑھنا تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر غلطی سے معنوں میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں ہوتی البتہ مطلب سے دور پڑ جاتے ہیں۔ تو اس صورت میں دیکھنا چاہیے کہ اس جیسا کوئی لفظ قرآن میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر قرآن میں وہ لفظ ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر قرآنہ کی غلطی سے معنی نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ حالانکہ قیامین قرآن میں نہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی۔

سوال :- یہ قواعد تو متقدمین کے تھے۔ متاخرین حنفیہ کا کیا مسلک ہے ؟

جواب :- ابن مقاتل، ابن سلام، اسمعیل زاید، ابوبکر بلخی، ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین اس پر متفق رائے ہیں کہ اعراب میں غلطی کسی طرح کی ہو وہ مفسد نماز نہیں اگرچہ اس کا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر اشخاص اعراب کی تیز نہیں کر سکتے۔ اور اگر غلطی اس قسم کی ہو کہ حرف تبدیل ہو گیا ہو تو اگر دونوں حرفوں میں سرق بسہولت معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کے اتفاق رائے مفسد صلوٰۃ ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہ س پڑھنا تو اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ متاخرین کے قواعد منضبط نہیں اس لئے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔ کہ ان کے قواعد بھی درست ہیں۔ اور فتاویٰ میں اکثر فروع انہی کے قول پر محمول ہیں۔ گدافی الثامی عن شرح المینیہ۔

سوال :- وہ کون سے مواقع ہیں جن میں معنی بدل جانے کے باوجود نماز فاسد نہیں ہوتی ؟

جواب :- درمختار میں ہے کہ اگر اعراب میں غلطی ہو جیسے نَعْبُدُ کی ب کو زبر پڑھنا یا مُشَدَّد کو تَخْفِيف سے پڑھنا جیسے قَتَلُوا کی جگہ قُتِلُوا پڑھنا یا مَخْفَف کو مُشَدَّد پڑھنا جیسے اَفْعَلْنَا کو اَفْعَلْنَا پڑھنا یا ایک یا زیادہ حرف کا اضافہ کر دینا جیسے صراط الذین کی بجائے الصراط الذین یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا یا ایک حرف کو دوسرے کلمہ میں ملا دینا جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں اِيَّا پڑھ کر سَقَط کرنا اور



ک کہ لعبد میں وصل کرنا۔ یا وقت اور ابتداء کرنے کی غلطی جیسے مثلاً لا الہ پر وقت کرنا اور الا اللہ سے ابتداء کرنا۔ ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں۔ کذا فی البرازیہ

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ درختیہ کی ظاہر عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ فتاویٰ بزاز یہ ہیں سب مسائل میں عدم فساد پر فتویٰ ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزاز یہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بھی بگڑ جائیں عدم فساد کا فتویٰ مذکور ہے اور باقی صورتوں میں بصورت مفہوم بدلنے کے اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔

سوال :- اگر کسی نے رب العالمین کی یا اور ایٹاک لعبد کی ی کی تشدید ترک کی تو نماز ہوئی یا نہیں ؟

جواب :- اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

سوال :- اگر ایک کلمہ کو زیادہ کیا مثلاً من ثمرة اذا التمر میں فقط استحصد بڑھا دیا۔ یا کسی کلمہ کو ناقص کر دیا جیسے جن آء سیئۃ سیئۃ مثلاً میں جن آء سیئۃ مثلاً پڑھا یعنی دوسری سیئۃ کو چھوڑ دیا یا ایک حرف کو کم کر دیا جیسے تعالیٰ حید ربنا کو تعالیٰ حید ربنا یعنی بدل الف مقصورہ کے پڑھا یا ایک حرف کو دوسرے سے مقدم کر دیا۔ جیسے انفجرات کو انفجرت جت پڑھا یا کسی حرف کو دوسرے سے بدل دیا۔ یا اذاب کی بجائے آباب پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں ؟

جواب :- ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی جب تک معنی نہ بدل جائیں۔ واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں ٹوٹی ہے کہ لفظ غلط پڑھا ہو اور وہ لفظ قرآن میں نہ ہو۔ ورنہ فاسد نہیں ہوتی۔

سوال :- حرف کے بدلنے سے معنی مفہوم تبدیل ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسے حروف کی تبدیلی کا کیا حکم ہے جن میں امتیاز مشکل ہے۔ مثلاً ص اور س۔ ض اور ظ۔ ت اور ط۔

جواب :- ان کے بدلنے سے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن شامی میں حلیہ



سے منقول ہے کہ کوئی دانستہ ایسی تبدیلی کرے گا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار منہ سے نکل گیا یا تیز حرکت سے بے بہرہ ہے تو نماز میں فساد نہ آئے گا۔

سوال :- اگر کسی نے اِنَّ الْفَجَّارَ لَفِيْ حَبِيْثٍ (فاجر لوگ دوزخ میں ہوں گے) کی بجائے اِنَّ الْفَجَّارَ لَفِيْ جَنّٰتٍ (فاجر لوگ جنتوں میں ہوں گے) پڑھا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟  
جواب :- نماز ٹوٹ جائے گی۔

سوال :- اگر عَلِيْمٌ کی جگہ حَكِيْمٌ اور فَعِلِيْن کی جگہ غَفِلِيْن پڑھا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

جواب :- عَلِيْمٌ کی جگہ حَكِيْمٌ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے اور اِنَّا كُنَّا فَعِلِيْن یٰرْفَعِلِيْن کی جگہ غَفِلِيْن پڑھا تو نماز نہ ہوگی۔

سوال :- ہَمْزِیْمَ اِیْنِیْۃً حَمْرٰنَ میں حَمْرٰنَ کی جگہ عِیْلٰتَ پڑھا تو نماز ہوئی یا ٹوٹ گئی ؟

جواب :- اگر نسب میں غلطی کی اور منسوب الیہ قرآن میں نہیں ہے تو نماز فاسد ہوگئی جیسے عمران کی جگہ خیلان پڑھنا۔ اور اگر قرآن میں ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی جیسے عمران کی جگہ لقمان پڑھنا۔  
سوال :- قراءت میں امام نے ایسی غلطی کی جس سے معنی بدل گئے لیکن مقتدی کے بتلانے سے غلطی درست ہوگئی۔ تو نماز ہوگئی یا نہیں ؟

جواب :- جب مقتدی کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز ہوگئی۔

## فصل ۴۷۔ تلاوت قرآن کے فضائل

سوال :- قرآن پڑھنے کا ثواب کیا ہے ؟

جواب :- تلاوت قرآن تہذیب نفوس کا بہترین ذریعہ ہے اسی بنا پر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ شخص ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ رواہ البخاری۔ قرآن پڑھنے اور پڑھانے کا ثواب دنیا کے تمام نفیس مالوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ آخرت کا ثواب باقی ہے اور دنیا کا اسباب فانی۔



اسی معنی میں مخدوم انا م صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ہر روز بُطحان اور عقیق جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور بغیر کسی قطع رحمی کے بڑے کدبان دالی دو اونٹنیاں لائے۔ اصحابؓ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اس کا خواہشمند ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم مسجد میں جا کر کتاب اللہ کی جو دو آیتیں پڑھتے ہو وہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ رواہ مسلم۔

سوال :- بُطحان اور عقیق سے کیا مراد ہے ؟

جواب :- بُطحان اور عقیق مدینہ منورہ سے دو کوس پر در مقام تھے جہاں یا زرار لگتے تھے۔ اہل عرب کے نزدیک سب سے عمدہ مال اونٹ ہیں۔ اس لئے آپ نے ان کا ذکر فرمایا۔ دوسری حدیث میں حاملہ وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو دوست رکھتے ہو کہ جب تم اپنے گھروالپس جاؤ تو وہاں تین قریہ حاملہ اونٹنیاں پاؤ؟ صحابہ نے التماس کی یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اس کو پسند کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارا نماز میں تین آیتیں پڑھنا تین حاملہ قریہ اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ رواہ مسلم۔

سوال :- قرآن خوانی کے اور فضائل کیا ہیں ؟

جواب :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کا ماہر نیکو کار بزرگ لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہے۔ اور جو کوئی قرآن پڑھتا ہے اور پڑھتے میں اُکتا ہے اور قرآن اس پر مشکل ہوتا ہے اس کے لئے دو چند ثواب ہے۔ رواہ البخاری وسلم۔ یعنی نے تکلف قرآن پڑھنے والے کا مرتبہ بڑا اعلیٰ ہے کہ وہ ثواب میں ان فرشتوں کے برابر ہے جو قرآن کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں لیکن قرآن خوانی میں جس کی زبان نہیں چلتی اور اس کو یاد جو دھنت کے اداے حرمت میں دشواری ہے۔ رحمت خداوندی اس کو دو ہزار ثواب عطا فرماتی ہے۔

اور فرمایا کہ دو آدمیوں کے سوا کوئی انسان قابل رشک نہیں ایک وہ شخص جس کو (پورے یا کچھ) قرآن رکاع علم عطا فرمایا گیا ہے اور وہ رات اور دن کے مختلف اوقات میں اس کے ساتھ نماز میں قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جسے خدا نے دایم مال دے عطا فرمایا ہے اور وہ رات اور دن کے اوقات میں اسے رکاوے خیر میں) خرچ کرتا ہے۔ رواہ البخاری وسلم اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوسرے کلاموں پر کلام اللہ کی فضیلت ایسی ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے رواہ الترمذی والدارمی۔



البیاتی فی الشعب اور آپ نے فرمایا کہ جس کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔ اور فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ آلف ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے۔ میم ایک حرف ہے۔ رواہ الترمذی والدارمی

سوال :- نمازیں قرآن پڑھنا افضل ہے یا غیر نمازیں ؟

جواب :- اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازیں قرآن پڑھنا غیر نمازیں پڑھنے سے افضل ہے اور غیر نمازیں قرآن کی قراءۃ بکبیر و تسبیح سے افضل ہے اور بکبیر و تسبیح صدقہ سے افضل ہے۔ رواہ الطبرانی والدارقطنی

سوال :- مختلف حالات میں قرآن خوانی کا کتنا کتنا ثواب ہے ؟

جواب :- امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے دھن قرآن پڑھنے سے ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور غیر نمازیں یاد و تلاوت کرنے سے پچیس پچیس نیکیوں کا اور نمازیں بیٹھ کر پڑھنے سے پچاس پچاس کا اور نمازیں بحالت قیام ہر حرف کے بدلے سو سو نیکیوں کا ثواب ملتا ہے (غزینۃ الاسرار للبحین غزالی اجیاء العلوم تنبیہ الغافلین)

سوال :- اگر کاروبار سے فرصت نہ ملے تو پھر کیا کریں ؟

جواب :- مولانا اشرف علیؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگ دوام تلاوت میں کم فرصتی کا عذر کرتے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جس چیز کا انسان ارادہ کر لیتا ہے کسی نہ کسی صورت سے اس کو کر ہی لیتا ہے۔ خاص کر جبکہ کام بھی آسان ہو۔ کیا یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔ کہ چوبیس گھنٹہ میں سے آدھا گھنٹہ کہ مجموعہ روز و شب کے ساتھ پچہلپ کی نسبت رکھتا ہے نکال کر اس میں اگر ناظرہ خواں ہے تو ایک پارہ اور اگر حافظ ہے تو ایک یا دو پارہ بے تکلف پڑھ لیا کرے اور اتفاقاً ناغہ ہو جانا دوسری بات ہے اس سے زیادہ تو فضولیات و خرافات میں صرف ہو جاتا ہے جس میں نہ نفع دین نہ نفع دنیا۔ تو یہ تو قرآن مجید ان فضولیات کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا کہ فضولیات کے لئے تو فرصت ہو جایا کرے اور تلاوت قرآن مجید کے لئے نہیں ہوتی۔

سوال :- تلاوت قرآن کا اصل مقصد کیا ہے ؟

جواب :- تلاوت کا اصل مقصد تدبیر اور نصیحت حاصل کرنا ہے۔ رب حبیب نے اپنے کلام پاک



میں فرمایا۔ کِتَابُ اشْرَافِ الْکِتَابِ لَیْسَ بِتَرَوْنَ اَیَّامَهُ وَ لَیْسَ ذَکَرُ اَوَّلِ الْاَلْبَابِ ۔  
 (یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں۔  
 اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔ ۳۸ : ۲۹) یہ آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ پاک نے  
 قرآن شریف کو اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کے معانی میں تفکر و تدبیر کریں۔

سوال :- تلاوت قرآن کے آداب کیا ہیں ؟

جواب :- مولانا اشرف علی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو وضو کر کے  
 رُقبہ اگر سہل ہو ورنہ جیسا موقع ہو خشوع کے ساتھ بیٹھے اور یہ تصور کرے کہ حق تعالیٰ مجھ کو  
 فرمایش کرتے ہیں کہ ہم کو پڑھ کر سناؤ اور یہ تصور کرے کہ اگر مخلوق میں سے کوئی شخص مجھ سے ایسی  
 فرمایش کرتا تو میں کیا پڑھتا۔ تو خدا سے برتر کی فرمایش کی تو زیادہ رعایت چاہیے اور اس کے بعد  
 تلاوت شروع کرے۔ اور جب یہ تصور ضعیف ہو جائے تلاوت بند کر کے اسی مراقبہ کو پھر تازہ کرے  
 البتہ اگر تکثیر تلاوت مقصود ہو اور اتنی مہلت نہ ہو کہ مقید ہو کر بیٹھے سکے تو ان آداب میں تخفیف ہو سکتی  
 ہے مگر تجوید بقدر واجب میں تخفیف ممکن نہیں +

سوال :- تلاوت قرآن بلا وضو جائز ہے یا نہیں اور قیل طلوع و غروب آداب یعنی رسیان  
 عصر و مغرب قرآن خوانی کیسی ہے ؟

جواب :- قرآن بے وضو پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ قرآن کو نہ چھوئیں۔ طلوع و غروب کے وقت  
 تلاوت قرآن اگرچہ جائز ہے لیکن اوقات مکرمہ میں قرات قرآن کی نسبت دعا اور درود و تسبیح  
 میں مشغول ہونا افضل ہے ۔

## فصل ۴۸ - رفع یدین

سوال :- حنفی مذہب کے پیروں کو دعائے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے وقت دونوں  
 ہاتھ نہیں اٹھاتے کیا ہاتھ نہ اٹھانا حدیث صحیح سے ثابت ہے ؟  
 جواب :- ہاں۔ چنانچہ مردی ہے۔



عن علقمہ قال قال عبد اللہ بن مسعود  
مسعود ألا أصلي بكم صلوۃ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرقع یدیه  
إلا فی أول حراتہ۔

(دعا الترمذی)

علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود  
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو نماز نہ پڑھاؤں  
مثل نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ پھر  
نماز پڑھی اور اپنے دونوں ہاتھ تکبیر اولیٰ کے سوا  
کسی موقع پر نہ اٹھائے۔

اور محدث ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور اسی مضمون کی حدیث براہ بن عازب صحابی  
سے بھی منقول ہے اور اس حدیث کو بہت سے علماء اور صحابہ اور تابعین نے تسلیم کیا اور قبول فرمایا ہے  
اور یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ یعنی امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اتباع کا قول ہے۔ تمام ہوا کلام ترمذی کا  
جو صحیح ترمذی میں ہے۔

اور ابوداؤد نے تو اس امر کا جدا گانہ باب منعہ کیا ہے کہ رفع یدین (دونوں ہاتھ اٹھانا) نمازیں  
اول ہی مرتبہ ہے اور ابوداؤد نے ابوسفیان اور براہ بن عازب سے یہی حدیث اسی اسناد کے ساتھ روایت  
کی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز شروع کرنے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے قریب  
تک اٹھاتے۔ پھر ساری نماز میں دوبارہ نہ اٹھاتے۔ رواہ ابوداؤد

سوال :- صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع یدین کرنے کی  
روایتیں متعدد طرق سے آئی ہیں۔ ان کا کیا جواب ہے۔

جواب :- علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ رکوع کو جاتے اور دہاں سے سر  
اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا ادائل اسلام میں معمول رہا تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔  
سوال :- اس کا کیا ثبوت ہے کہ رفع یدین منسوخ ہو گیا۔

جواب :- علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں رقم طراز ہیں :- عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو رکوع  
اور قوے کے وقت رفع یدین کرنے دیکھ کر فرمایا یہ کام نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام  
کیا۔ پھر ترک کر دیا۔ نسخ کی دوسری دلیل یہ ہے۔ امام طحاویؒ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی۔ حدیث  
بیان کی مجھ سے ابوداؤد نے۔ انہوں نے کہا مجھ کو احمد بن عبد اللہ بن یونس نے خبر دی۔ انہوں نے کہا مجھ کو  
ابوبکر بن عیاش بن حصین بن مجاہد نے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی



سوانہوں نے تکبیر اولیٰ کے سوا کہیں رفع یدین نہ کیا۔ یہ وہی عبداللہ بن عمر ہیں جو رکوع اور قمرہ کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس کو ترک کر دیا۔ سوان کا ترک کرنا نسخ کی قطعی دلیل ہے۔ انتہی کلام العینی۔

سوال :- کیا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جو آسمان عظمت کے ہر دماہ تھے رفع یدین کیا کرتے تھے ؟

جواب :- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور میں نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے اقتداء میں بھی نماز پڑھی۔ ان تینوں نفوس قدسیہ نے شروع نماز کے سوا کہیں رفع یدین نہ کیا۔ اس کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے جو بخاری اور مسلم کے استاد تھے۔ اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔ کما نقلہ ابن الہمام اور دارقطنی میں ہے۔ حماد بن ابی ہیم سے اور ابی ہیم نے سلیمان سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر اور عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی۔ یہ تینوں حضرات شروع نماز میں تکبیر اولیٰ کے سوا کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

سوال :- سرکش گھوڑوں کی دُمیں اٹھانے کے متعلق مشہور حدیث کیا ہے ؟

جواب :- حضرت جابر بن عمر صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمائے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ ہم ہاتھوں کو نماز میں اٹھانے والے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کیسا ہے کہ میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ تم نماز میں اپنے ہاتھ اس طرح اٹھاتے ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔ نماز میں سکون کرو۔ یعنی ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ رواہ مسلم فی صحیحہ والبوداد والدنسائی فی سننہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ انکے علاوہ اور بھی بے شمار روایتیں ہیں۔ جن کے اندراج کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔

سوال :- اگر تنہا نوافل میں رفع یدین محض تجلو صغیرت بطور اتباع و محبت کر لیا جائے کہ یہ بھی ایک سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو حنفی کو رفع یدین کی اجازت ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- حضرت مولانا رشید احمد رکن گوہری رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ مقلد حنفی کے اتباع اپنے امام کے یہ فعل نہ کرنا چاہیے۔ کہ ان کے نزدیک یہ فعل منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا درست نہیں ہوتا۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگشتری اور لٹینی کپڑا پہن کر منسوخ فرمادیا۔ اگر کسی



مشتاق باتباع حدیث سونے کی انگشتی اور لٹنی کپڑا پہنے تو یہ کب حلال ہوگا۔ پس ایسا ہی اس فعل پر عمل کرنا حنفی کو نہیں چاہیے۔ اتباع حدیث کے لئے اور بہت سے امور ہیں۔ اس مشتاقہ فعل کے کرتے میں کیا بڑا ثواب امید کیا جاتا ہے۔ جو انجام اس کا فساد ہو۔ عدم رفع یدین بھی بہت صحابہ کا مذہب ہے۔ لہذا غیر رافع بھی حدیث اور صحابہ کا تابع ہے۔ (مقتبس)

سوال :- مولانا اسماعیل شہید دہلوی جو رفع یدین کے مسئلہ میں خاموش اور لا جواب ہوئے تھے۔ وہ

کیا واقعہ ہے۔

جواب :- مولانا شاہ محمد اسحق کا بیان ہے کہ جب مولوی اسماعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب اور مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے شاگرد تھے عرض کیا کہ حضرت! مولوی اسماعیل صاحب نے رفع یدین شروع کر دیا ہے! اور اس سے مفسدہ پیدا ہوگا۔ آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ میں تو ضعیف ہو گیا ہوں۔ مجھ سے مناظرہ نہیں ہو سکتا میں اسماعیل کو بلائے بیٹا ہوں تم میرے سامنے اس سے مناظرہ کر لو۔ مگر مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے۔ مولانا محمد اسحقؒ فرماتے ہیں میں سمجھا کہ گو اس وقت شاہ صاحب نے دفع الہتٰی فرمادی ہے۔ مگر یہ مولوی اسماعیل سے ضرور کہیں گے۔ چنانچہ جب آپ کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر صاحب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر! تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں۔ خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔ شاہ عبدالقادرؒ نے کہا میں تو کہہ دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔ مولانا شاہ محمد اسحقؒ فرماتے ہیں کہ اُس وقت بھی میرے دل میں ہی خیال آیا کہ گو اس وقت انہوں نے حامی نہیں بھری مگر یہ کہیں گے ضرور۔ شاہ عبدالقادرؒ نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب نے مولوی اسماعیل سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے مَثِّ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فُسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرٌ مِائَةً شِصِينَ (جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت سے تمسک کیا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا) ظاہر ہے کہ جو کوئی سنت منزوکہ کا اختیار کرے گا۔ عوام میں ضرور شورش ہوگی۔

مولوی محمد یعقوب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا۔ اس کو سن کر شاہ عبدالقادر

صاحب نے فرمایا۔ ہاں۔ ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم



تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت (بدعت) ہو اور مانحن فیہ میں سنت کے مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے۔ کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال بھی سنت ہے۔ جب مولوی محمد یعقوب نے یہ جواب مولوی اسماعیل صاحب سے بیان کیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ (امیر الروایات) مولانا شہاب عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر رحمہما اللہ کے برادر زادہ تھے۔

اس واقعہ پر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ مولانا اسماعیل شہید ایسے نہ تھے کہ غیر حق پر خاموش ہو جاتے ایسی حالت میں جواب نہ دینا صاف دلیل ہے تسلیم اور اتفاق کی۔ پس وہ وہو حق سکتے بعد اس کے قائل نہ رہے۔ اور یہ بہت بڑا کمال ہے۔ کہ اس سے رجوع فرمالیا۔ پہلی رائے میں ایک اجہ کے مستحق تھے دوسری رائے میں دواجر کے مستحق ہو گئے (امیر الروایات)

## فصل ۲۹ - رکوع

سوال :- رکوع کسے کہتے ہیں ؟

جواب :- نماز کا ایک فرض رکوع ہے۔ یعنی اس طرح جھکنا کہ اگر نمازی اپنے ہاتھ پھیلائے۔ تو زانوؤں کو پکڑے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رکوع میں صرف سر کا جھکانا کافی نہیں۔ یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع کے لئے اس طرح جھکے کہ پیشانی زانوؤں کے مقابل آجائے۔

سوال :- قیام سے رکوع کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے ؟

جواب :- اس قدر جھکنا کہ سر اور کمر ہوا رہ جائیں۔ ہاتھ پھیلے۔ اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے۔ اس کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں زانوؤں پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دے۔ تاکہ گھٹنے اچھی طرح گرفت میں آجائیں۔ ہاتھوں کا زانوؤں پر رکھنا اور گھٹنوں کا پکڑنا اور انگلیوں کا کشا رکھنا سنت ہے۔ اگر بڑھاپے کی وجہ سے کسی کی کمر بہت جھک گئی ہو اور وہ اتنا کھڑا ہو گیا ہو کہ بدن رکوع کی شکل اختیار کر لے تو اس کے لئے رکوع کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ وہ سر کو جھکا دے صرف سر جھکا دینے سے رکوع ہو جائے گا۔

سوال :- رکوع میں اور کون کون سے امور مسنون ہیں ؟



جواب :- رکوع میں دونوں ہنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا اور اپنی پشت کا پھیلا نا اور پشت کو سر میں کے برابر رکھنا بغیر اس کے کہ سر کو اٹھا دیا یا نیچے ڈالا جائے مسنون ہے۔ یعنی سر بھی کمر کے برابر رہے۔ دونوں ایک سطح پر ہوں علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ ہنڈلیوں کو کمان کی طرح کرنا جیسے عوام کرتے ہیں مکروہ ہے۔ یہ سب سنتیں مردوں کے حق میں ہیں۔ عورتیں رکوع میں ٹھوڑا جھکیں یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ پیٹھ سیدھی نہ کریں اور گھٹنوں پر نہ در نہ دیں۔ بلکہ محض ہاتھ رکھ دیں۔ اور انگلیاں نہ پھیلائیں۔ بلکہ ملی رکھیں ان کے لئے گھٹنوں کا پکڑنا مسنون نہیں اور اپنے گھٹنوں کو جھکالیں اور یا زردوں کو علیحدہ نہ کریں۔

سوال :- رکوع میں کیا پڑھیں اور کتنی مرتبہ پڑھیں ؟

جواب :- رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ (پاک ہے میرا پر عظیم پروردگار) تین مرتبہ کہیں۔ لیکن افضل پانچ یا سات مرتبہ کہنا ہے۔ سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ امام رکوع اور سجود کی تسبیحیں پانچ پانچ بار کہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ امام مقتدیوں کی حالت کا لحاظ رکھے کیونکہ ان میں کمزور اور بڑھے بھی ہوتے ہیں۔

سوال :- ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ رکوع و سجود میں دس دس مرتبہ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ کتاب مذکور میں ابوداؤد اور نسائی کا حوالہ دیا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

جواب :- حدیث میں پڑھنے کا ذکر نہیں بلکہ رادی کا اندازہ اور تخمینہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ رکوع و سجود میں اتنا ٹھیرتے تھے۔ جتنی دیر میں دس مرتبہ تسبیح پڑھی جائے اگرچہ دس مرتبہ سے کم کہتے تھے۔

سوال :- اکثر لوگ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کی بجائے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے ہیں۔ اس سے نماز میں کچھ خلل تو نہیں آتا ؟

جواب :- عزیز عربی زبان میں غوناک دشمن کو کہتے ہیں۔ اس لئے عزیز کہنے سے معنی بگڑا جاتے ہیں۔ علامہ شامیؒ رد المحتار میں لکھتے ہیں کہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنا سنت ہے اگر کوئی عظیم کی ط کو اچھی طرح ادا نہ کر سکے تو وہ عظیم کی جگہ کریم پڑھ لیا کرے۔ تاکہ عزیز پڑھنے کی غلطی کا مرتکب نہ ہو۔ کیونکہ عزیز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کذا فی شرح دررالبحار۔

عوام اس سے سخت غافل ہیں۔ کیونکہ ظ کی بجائے ز پڑھ جاتے ہیں رد المحتار جلد اول ص ۳۶۵ مطبوعہ مصر) لیکن اگر در البجار کے فتوے کو صحیح سمجھا جائے تو ظاہر ہے کہ ایک مرض کا معالجہ دوسرے مرض کی تولید کا باعث ہو جائے گا۔ کیونکہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْكَرِيمِ پڑھنا صراحۃً بدعت ہے۔ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ شارع علیہ السلام نے یا خیر القرون کے کسی دوسرے مقتدا نے عوام الناس پر یا عجمیوں پر اس قسم کا کوئی تقید و تشدد روا رکھا ہو۔

سوال ۱۔ رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنا کیسا ہے ؟

جواب ۱۔ ممنوع ہے۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار ہو کہ مجھے رکوع اور سجود کی حالت میں قرآن پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ رواہ مسلم

سوال ۱۔ رکوع میں سبحان ربی العظیم کے علاوہ کوئی اور اذکار بھی سنون ہیں یا نہیں ؟

جواب ۱۔ ہاں بہت سے اذکار ہیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔ رواہ البخاری و مسلم۔ اور آپ رکوع و سجود میں یہ بھی پڑھا کرتے تھے۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ رواہ مسلم۔ آپ رکوع میں یہ بھی پڑھا کرتے تھے۔ اللَّهُمَّ لَكَ رَكْعَتُ دِيكَ آمَنْتُ وَ لَكَ اسْتَلَمْتُ خَشَعْتُ لَكَ سَمِعْتُ وَ بَصَرِي وَ حُجَّتِي وَ عَظْمِي (یا اللہ! میں نے تیرے ہی لئے رکوع کیا اور تجھی پر ایمان لایا اور تیرے ہی لئے اسلام لایا۔ تیرے واسطے میری سماعت، میری بینائی، میرے مغز، میری ہڈی اور میرے پٹھے نے فرد تنی کی) رواہ مسلم دا بوداد و النسائی۔ یہ کمال خشوع و خضوع سے کہنا یہ ہے کہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے لئے فرد تنی کریں۔ کتب حدیث میں رکوع کے اور اذکار بھی مروی ہیں۔ لیکن چونکہ نمازیوں میں بیمار، بڑھے، کمزور اور کاروباری لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے امام کے لئے روا نہیں کہ ان اذکار کو فرض نماز میں پڑھے۔



## فصل ۵۰ - قومہ

سوال :- قومہ کسے کہتے ہیں اور جب رکوع سے کھڑے ہوں تو کیا کہیں ؟

جواب :- قومہ رکوع سے کھڑے ہونے کو کہتے ہیں۔ رکوع سے کھڑے ہو کر کہیں سَمِعَ

اللَّهُ لِمَنْتَ حَمْدَهُ (اللہ نے اس کا قول قبول کیا جس نے اس کی تعریف کی) اس کے بعد کہیں

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے سب تعریف ہے) امام اعظم ابو حنیفہؒ کے

مذہب میں جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی کہیں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اے ہمارے پروردگار

تیرے ہی لئے سب تعریف ہے) اور اگر اکیلا نماز پڑھتا ہو تو دونوں کہے۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ

کے نزدیک امام بھی دونوں کہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے یہی اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ لیکن امام

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کو چپکے سے کہے۔

سوال :- بعض لوگ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے ؟

جواب :- رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ مگر دائرہ کا اضافہ بہتر ہے۔ اور

اللَّهُمَّ کا بڑھانا اس سے بھی بہتر ہے۔ یعنی اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھنا سب سے افضل

ہے۔ (در مختار)

سوال :- بعض لوگ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ سے بعد حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ بھی

پڑھتے ہیں۔ یہ پڑھنا کیسا ہے ؟

جواب :- مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھا کر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ

حَمْدَهُ کہا۔ تو پیچھے کی طرف سے ایک صحابی نے کہا۔ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا

مُبَارَكًا فِيهِ (اے ہمارے رب! تیرے ہی لئے تعریف ہے بہت پاک تعریف یعنی شرک و ریا

سے پاک) جس میں برکت کی گئی ہے رکعت اور اخلاص اور حضور قلب کے ساتھ نماز کے بعد محبوب

رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ان کلمات کا پڑھنے والا کون تھا۔ ایک صحابی نے کہا میں

نے یہ کلمات پڑھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنے۔ اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ ان کلمات کا ثواب

لکھنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ رواہ البخاری لیکن اسی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ تم میں سے جو کوئی دوسروں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ نماز ہلکی کرے۔ کیونکہ نمازیوں میں بیمار کمزور اور بڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب صرف اپنے لئے (یعنی تنہا) نماز پڑھے تو جس قدر چاہے نماز کرے رواہ البخاری و مسلم۔ اسی بنا پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے حکم دیا ہے کہ امام تمام غیر ضروری اور اذکار کو چھوڑ دے۔ البتہ متفرد بالخصوص سنن و نوافل میں جس قدر مسنون اذکار چاہے پڑھے۔ بنا بریں امام کہ تو حمداً کثیراً نہیں پڑھنا چاہیے۔ ہاں مقتدی سجدہ کو جاتے جاتے پڑھ لیں تو بہت پسندیدہ ہے۔

سوال :- بعض لوگ رکوع سے کھڑے ہوتے اور سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھ سے پاجامہ اٹھاتے ہیں۔ اس کی ممانعت تو نہیں ؟

جواب :- اگر نماز میں دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کیا جائے تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ پس پاجامہ اٹھانے سے احتراز لازم ہے۔ شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اُھَرْتُ اَنْ لَا تُكْفِتَ الثَّيَّابَ وَلَا الْمَشْعَرِجَ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہم نماز میں اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔ رواہ البخاری و مسلم۔

سوال :- رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا کہاں تک ضروری ہے ؟

جواب :- یہ قیام امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک واجب اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فرض ہے۔ حاصل اس اختلاف کا یہ ہے کہ جو شخص رکوع کے بعد اچھی طرح سیدھا کھڑا نہ ہو وہ طرہین کے نزدیک نایک و واجب ہے اس لئے اس پر لازم ہے کہ دوبارہ نماز پڑھے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو یہ ترک کرنے والے کی قطعاً نماز نہیں ہوتی۔ امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ کے نزدیک بھی قوم کی طہائنت فرض ہے۔

## فصل ۱۵۔ سجدہ

سوال :- سجدہ سے کیا مراد ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے ؟



جواب :- سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں۔ سجدہ سات اعضا پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہیں سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہوں۔ پیشانی پر اور دونوں ہاتھوں پر اور گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے پخوں پر۔ راہ البخاری و مسلم سجدے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی پہلے گھٹنے زمین پر رکھے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ اور اگر کسی عذر سے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھے تو مضائقہ نہیں۔ پھر پیشانی زمین پر رکھے۔ اس طرح کہ پہلے ناک رکھے پھر پیشانی کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں ایسے طور پر رکھے کہ ہاتھ گھٹے کاؤں کی لو کے برابر ہو جائیں اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو اس طرح رکھے کہ سب قبیلہ کی طرف متوجہ رہیں اور اپنی ناک کے اس مقام سے سجدہ شروع کرے جو سخت ہے طحاوی بحر الرائق سے ناقل ہیں کہ اگر سجدہ میں ناک کے نرم مقام پر اکتفا کرے گا تو بالاتفاق سجدہ جائز نہ ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا اکثر حصہ زمین پر رکھنا فرض ہے یا کسی قدر پیشانی کا۔ اور راجح دوسرا قول ہے۔ البتہ اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہے اور پیشانی کے سب اطراف کا رکھنا بالاجماع شرط نہیں۔ اگر بعض اطراف پر اکتفا کرے گا تو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا۔ کذا فی الشامی۔

سوال :- اگر کوئی صرف پیشانی پر سجدہ کرے اور ناک نہ لگائے تو کیسا ہے ؟

جواب :- پیشانی پر اکتفا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال :- صرف ناک پر سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں رکھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمایا اور فتوے اسی پر ہے کہ بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔

سوال :- اگر کسی کی ناک اور پیشانی دونوں مجروح ہوں تو وہ سجدہ کس طرح کرے۔

جواب :- وہ سجدہ کا اشارہ کرے دعا مگیری

سوال :- سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کا زمین پر لگنا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب :- سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کا لگنا ضروری ہے۔ شامی ناقل ہیں کہ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹک جائیں تو سجدہ درست نہ ہوگا۔ اور اگر ایک اٹک ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ پاؤں کی انگلیوں کا قبل رخ رکھنا سنت ہے اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے۔

سوال :- پگڑی کے بیچ پر سجدہ کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

جواب :- اگر پگڑی کا بیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہو تو اس پر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بیچ پیشانی پر نہ ہو ۔ صرف نمازی کے سر پر ہو اور اس بیچ پر سجدہ کرے تو سجدہ نہ ہوگا کیونکہ محل سجدہ پیشانی اور ناک ہے ۔ جب یہ زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہ ہوا ۔ اور بیچ پر سجدہ کرنے کی بھی دو شرطیں ہیں ۔ ایک یہ کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو ۔ دوسری یہ کہ نمازی کو بیچ کے نیچے سے زمین کی سختی محسوس ہو ۔ بقول شامی سختی سے یہ مراد ہے کہ اگر نمازی سجدہ میں زور کرے تو سر زیاں نیچے کر نہ ہو ۔

سوال :- گھاس یا روئی کے گدیے یا روئی یا گیہوں کے ڈھیر یا چار پائی پر سجدہ درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- اگر سجدہ کے وقت ناک اور پیشانی قرار پکڑ لے اس طرح پر کہ اگر مبالغہ کیا جائے تو سر نیچا نہ ہو جائے تو درست ہے ورنہ نہیں ۔ اور اسی حکم میں وہ پیال (پرالی) ہے جو عموماً موسم سرما میں مسجدوں میں بچھاتے ہیں (عالمگیری)

سوال :- کمافی دار گدے پر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- کمافی دار گدے پر سجدے میں پیشانی نہیں جھتی اس لئے نماز نہیں ہوتی ۔

سوال :- ہر رکعت میں ایک سجدہ فرض ہے یا دونوں ؟

جواب :- دونوں سجدے فرض ہیں ۔

سوال :- نماز جمعہ یا عیدین یا کسی بڑی جماعت میں نمازیوں کی کثرت و ہجوم کی وجہ سے جگہ تنگ ہو گئی اور پچھلی صف والے شخص نے اپنی اگلی صف والے کی پیٹھ پر سجدہ کر لیا تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جائز ہے ۔

سوال :- کیا ایسی چیز پر سجدہ ہو جاتا ہے جو نمازی سے ملی ہو ۔

جواب :- ہر چیز پر جو نمازی سے ملی ہو سجدہ صحیح ہے بشرطیکہ اس کے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز نہ ہو ۔ مثلاً اس کی پھیلی صحیح تر قول میں اور اس کی زبان اگر کسی غدر سے



ران پر سجدہ کرے۔ مثلاً در و پشت کی وجہ سے زانو پر سجدہ صحیح نہیں ہے لیکن حلبی نے تصحیح کی ہے کہ گھٹنا بھی ران کی مثل ہے یعنی ہڈی سے اس پر بھی سجدہ درست ہے اور بلا عذر دونوں پر درست نہیں۔ کذا فی المخطاوی۔

سوال :- سجدہ کے لئے آستین وغیرہ منقل چیز کا بچھنا کیسا ہے ؟  
جواب :- اگر سجدہ کی جگہ پر مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی کا اثر نہ ہو تو مکروہ ہے۔ کیونکہ متکبروں کا فعل ہے۔ شامی نے کہا کہ بقصد تکبر بچھنا مکروہ تخریجی ہے۔

سوال :- سجدے کی جگہ پر چادر یا رد مال بچھنا کیسا ہے ؟  
جواب :- زلیحی کہتے ہیں کہ اگر اس غرض سے کپڑا بچھایا کہ پیشانی کو مٹی نہ لگے تو مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اگر اپنے عمامے سے خاک دور کرنے کو ہے تو مکروہ نہیں کیونکہ اس میں مال کی حفاظت ہے لیکن حلبی نے لکھا ہے کہ سجدہ کے لئے کپڑا بچھانے میں کوئی کراہت نہیں۔ کیونکہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خرما کا ایک بوریا رہتا تھا جس پر آپ سجدہ کرتے تھے۔

سوال :- اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ اس کے قدموں کی جگہ کی نسبت اونچی ہو تو سجدہ درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ اس کے قدموں کی جگہ سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو اس پر بلا عذر سجدہ جائز نہ ہوگا۔ مثلاً جماعت زیادہ ہو اور لوگ اس قدر مل کر کھڑے ہوں کہ زمین پر سجدہ ممکن نہ ہو تو انہی صفت کے نمازیوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے اور اگر زمین ہی اونچی ہو تو قدموں کے مقام سے بالشت بھر سے زیادہ بلند نہ ہونی چاہیے۔

سوال :- بعض لوگ سجدہ میں کف دست کے علاوہ کلائی اور کہنیاں بھی زمین پر بچھا دیتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- پوری بائہ بچھا دینے کی سخت ممانعت ہے۔ چنانچہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ اس طرح نہ بچھائے جیسے کتا بیٹھتے وقت اپنی پوری بائہ بچھا دیتا ہے۔ رواہ البخاری وسلم اور فرمایا کہ جب سجدہ کرو تو زمین پر اپنی ہتھیلیاں ہی رکھو اور اپنی کہنیاں زمین سے بلند رکھو۔ رواہ مسلم۔ اور فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال رکھو۔ رواہ البخاری وسلم اعتدال کے یہ معنی

ہیں کہ نمازی سجدہ میں خاطر جمعی سے پٹیرے اپنی پیچیدہ کو ہموار رکھے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور کلاٹیاں اور کمٹیاں زمین سے اور پیٹ کو رالوں سے الگ رکھے۔ اور اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ فرق سے رکھتے (یعنی دونوں بازو ہیلوؤں سے اور پیٹ کو رالوں سے الگ رکھتے) یہاں تک کہ اگر بکری کا بچہ ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا رواہ ابو داؤد۔ اور آپ سجدہ میں اپنے ہاتھوں کو اتنا کھولتے کہ بغلوں کی جگہ کی سفیدی دکھائی دیتی۔

رواہ البخاری وسلم۔ یعنی اس صورت میں کہ پیراں مبارک نہ ہین رکھا ہوتا۔

سوال: کہنیوں کو اتنا اٹھانا اور فراخ کرنا کہ بکری کا بچہ نیچے سے نکل سکے اور بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو تہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے یا جماعت نماز پڑھنے والے مقتدی بھی اپنے ہاتھ اتنے کشادہ رکھیں جواب:۔ یہ حکم منفرد کے لئے ہے۔ جماعت کی صفوں میں اپنے بازو چمٹا کر رکھے تاکہ اس کی کمٹیاں اور پاہیں ساتھ والے نمازیوں کی کہنیوں اور پاہوں سے نہ ٹکرائیں۔ اور ان کی تکلیف کا باعث نہ بنے۔ سوال:۔ عورت کس طرح سجدہ کرے؟

جواب:۔ عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کو رالوں سے اور پیٹ کو رالوں سے ملادے اسی طرح رالوں کو پینڈ لیبوں سے اور پینڈ لیبوں کو زمین سے ملائے رکھے۔

سوال:۔ سجدے میں دونوں گھٹنوں کا باہمی فاصلہ کتنا چاہیئے؟

جواب:۔ تہا نماز پڑھنے والا جتنا چاہے گھٹنوں میں فاصلہ رکھ سکتا ہے۔ مقتدی چار پانچ انگل سے زیادہ فاصلہ نہ رکھے۔ گھٹنوں میں زیادہ فاصلہ رکھنے والوں کی کمٹیاں دوسروں کی تکلیف کا باعث بنی رہتی ہیں۔

سوال:۔ سبحان ربی الاعلیٰ کے علاوہ سجدہ میں کوئی اور ذکر بھی سنون ہے؟

جواب:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ بھی پڑھا کرتے تھے اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّةَ دَجَلَةٍ وَّ اَدْلَةَ وَّ اَخْبَرَا وَّ عَلَايَتَهُ وَّ سَمَرَا۔ رواہ مسلم راہی میرے سب گناہ بخش دے۔ چھوٹے بڑے پلے پچھلے ظاہر اور مخفی) حدیثوں میں سجدہ کے اور اذکار بھی مذکور ہیں۔

سوال:۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سجدہ کی حالت میں دعا قبول ہوتی ہے۔ رواہ مسلم و ابو داؤد و النسائی۔ اس سجدہ سے نماز کا سجدہ مراد ہے۔ یا اکیلا سجدہ جو نماز سے



نہیں سجدہ ہو ؟

جواب :- حالت سجدہ میں قبولیت دعا کی بڑی امید ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بتدہ حالت سجدہ میں اپنے پروردگار سے بہت قریب ہوتا ہے۔ مگر اس سے نماز کا سجدہ مراد ہے نہ یہ کہ اکیلا سجدہ بدون نماز کے تقرب کے طور پر کیا جائے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اکیلا سجدہ بدون نماز کے تقرب نہیں۔ جیسے قیام اور رکوع اکیلا تقرب نہیں ہوتا۔ اور علماء اس میں باہم مختلف الحیال ہیں کہ تنہا سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں ؟

## فصل ۵۲۔ جلسہ

سوال :- جلسہ کسے کہتے ہیں ؟

جواب :- نماز میں بیٹھنا۔

سوال :- پہلا سجدہ کرنے کے بعد کس طرح اور کم از کم کتنی دیر بیٹھنا ضروری ہے ؟

جواب :- بایاں ہاؤں بچھا کر اس پر اس طرح بیٹھیں کہ داہنا قدم کھڑا رہے اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبیلہ رخ ہوں۔ اور بائیں پاؤں پر اس طرح رکھیں کہ انگلیوں کی پوریں گھٹنوں کے کناروں سے جائیں۔ بائیں پاؤں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں۔ کہ نہ کھلی ہوئی ہوں نہ ملی ہوئی۔ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے کم از کم بقدر ایک بار سبحان اللہ کہنے کے بیٹھنا ضروری ہے۔

سوال :- عورت کس طرح بیٹھے ؟

جواب :- عورت دونوں ہاؤں داہنی طرف نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔

سوال :- دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر کیا پڑھا جاتا ہے ؟

جواب :- سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر یہ پڑھا کرتے تھے

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَاهْبِ لِي وَاعْفِ عَنِّي وَارْزُقْنِي رواہ ابو داؤد و الترمذی

سوال :- کیا حقیقوں کو بھی یہ دعا پڑھنی چاہیے ؟

جواب :- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اس دعا کا پڑھنا فرض ہے۔ ان کے

نزدیک جو کوئی اس کو دانستہ ترک کر دے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ اس دعا کو دونوں سجدوں کے درمیان پڑھنا چاہیئے تاکہ حنفی امام احمد و حماد رحمہ اللہ کے خلاف سے بچ جائیں جن کے نزدیک اس کے دانستہ چھوڑنے والے کی نماز باطل ہوتی ہے اور ان مستون دعاؤں کے التزام میں کوئی ضرر بھی نہیں گوشتائے نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اس لئے کہ قواعد شرعیہ اس التزام کے مخالف نہیں درود المختار جلد اول ص ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ (دو سجدوں کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف رَبِّ اغْفِرْ لِي پڑھنا بھی ثابت ہے) (رواہ النسائی والدارمی کذا فی مشکوٰۃ)

سوال :- جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صغیرہ و کبیرہ تمام گناہوں سے پاک تھے۔ تو آپ اس دعا میں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے تھے ؟

جواب :- آپ اپنے لئے دعائے مغفرت اس لئے کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ظاہر کہیں اور بلو جو اس رقبہ کے اٹھ مولائے کریم کی طرف اپنی حاجت ثابت ہو اور نعمت مغفرت کا شکر ادا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ استغفار اُمت کی تعلیم کے لئے ہو۔

سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرض نمازوں میں رکوع و سجود کی تسبیحات کے سوا کچھ اور پڑھنا اور قوم میں حمداً کثیراً التسم کے اذکار اور دو سجدوں کے درمیان اللھم اغفر لی وارحمنی پڑھنا حرام ہے۔

جواب :- یہ سب جہالت و کوری کی باتیں ہیں۔ جو کوئی ان اذکار مسنونہ کا پڑھنا حرام بتائے جو بذریعہ صحیح روایات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم تک پہنچے ہیں اسے اپنے ایمان کا فکر کرنا چاہیئے کیونکہ ایسے شخص کو سوید خانہ کا خدشہ لاحق ہے۔

## فصل ۵۳۔ سجدہ تلاوت

سوال :- تلاوت کا سجدہ کب واجب ہوتا ہے ؟

جواب :- قرآن میں سجدے کی چودہ آیتیں ہیں۔ ان میں سے چار قرآن کے نصف اول میں ہیں۔ اور دس نصف دوم میں۔ جب ان میں سے کوئی آیت پڑھی جائے تو ایک سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔



اگر کوئی آیت سجدہ کو لکھے یا اس کے صحیحے کرے تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ساری آیت میں سے صرف کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔ کذا فی الخطا دی اور یہ وجوب عام ہے خواہ آیت کی تلاوت نماز میں ہو یا نماز سے خارج۔

سوال ۱۔ پوری آیت پڑھنے پر ہی سجدہ واجب ہوتا ہے یا آیت کا کچھ حصہ پڑھنے پر بھی؟  
جواب: اس میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جب حرف سجدہ پڑھا اور اس کے قبل اور بعد ایک ایک کلمہ ہے تو بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ در نہ نہیں۔ اور بعض کے نزدیک آیت سجدہ کا اکثر حصہ مع حرف سجدہ پڑھنے سے سجدہ لازم آتا ہے۔

سوال ۱۔ آیات سجدہ کون کون سی ہیں اور ان میں کیا کیا اختلافات ہیں؟  
جواب: سورہ نمل میں سجدہ رب العرش العظیم پر اور سورہ ص میں حُشْن مَآب پر اور سورہ سجدة میں لَا یَسْتَأْمُونَ پر ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے پہلی آیت کے اخیر میں لفظ تعبدون پر ہے۔ مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباسؓ سے لَا یَسْتَأْمُونَ پر سجدہ مروی ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ لَا یَسْتَأْمُونَ پر سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ سجدہ میں ایک آیت کی تاخیر نماز میں مُضَر نہیں البتہ ایک آیت کی تقدیم سے نماز ناسد ہوتی ہے۔ اور یہی دلیل سورہ ص میں بھی ہے۔ گو نہ بلجیؒ نے آداب پر سجدہ لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک سورہ حج میں صرف ایک سجدہ ہے جو اٹھادیں آیت میں اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ پر ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔ ان کے نزدیک سورہ حج کا دوسرا سجدہ ۷۷ دین آیت میں تَقْلُحُونَ پر ہے اور ایک سجدہ سورہ ص کی پچیسویں آیت میں حُشْن مَآب پر ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک سورہ ص میں سجدہ نہیں۔ غرض سجدوں کا شمار ہماری طرح امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی چودہ ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک قرآن میں صرف گیارہ سجدے ہیں۔ ان کے نزدیک سورہ نجم اور اِنَّ السَّمٰوٰتِ السَّمٰوٰتِ اور اِقْرَأْ میں سجدہ نہیں۔

سوال ۲۔ حنفیہ کے نزدیک سورہ حج کی ۷۷ دین آیت پر سجدہ نہیں لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک وہاں بھی سجدہ ہے۔ اگر کوئی حنفی اس آیت پر بھی سجدہ کر لے تو اس پر کچھ ملامت نہ نہیں؟  
جواب: مولانا قضاویؒ رقم فرمایا کہ حنفیہ کے نزدیک سورہ حج کا پہلا سجدہ واجب ہے اور



دوسرا سجدہ ثابت نہیں۔ لیکن حنفیہ نے یہ کلیہ لکھا ہے کہ مسائل اختلافیہ میں اختلافات کی مراعات افضل ہیں۔ بشرطیکہ اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ سو اس قاعدہ کی بنیاد نماز کے خارج تو دوسرے سجدہ کا کر لینا بھی بہتر ہوگا۔ البتہ نماز کے اندر چونکہ سجدہ زائدہ بغیر سبب خلافت مرفوعہ صلوٰۃ ہے اس لئے نماز کے اندر نہ کیا جائے۔ البتہ ایک خاص طریق سے کر لیا جائے تو اس مکروہ کے ارتکاب سے بھی محفوظ رہے گا۔ اور وہ طریق یہ ہے کہ سجدہ ثابتہ کی (۷، ۸) آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے تو سجدہ نمازیں یہ سجدہ بھی ادا ہو جائے گا۔

سوال :- اگر حنفی نے شافعی المذہب امام کے پیچھے نماز پڑھی اور امام نے اپنے مذہب کے بموجب سورہ حج کی ۷، ۸ آیت پر سجدہ کیا تو حنفی مقتدی اس کی پیروی کرے یا نہیں ؟

جواب :- متابعت واجب ہے اور اگر خارج نماز سے گئے گا تو اس پر سجدہ نہیں۔ کذا فی الطحاوی۔

سوال :- سجدہ کے سبب کیا کیا ہیں ؟

جواب :- سجدہ کے سبب تین ہیں :- ۱۔ اذل تلاوت اگرچہ سماع نہ پایا جائے۔ جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا۔ دوم آیت سجدہ کا استعنا۔ یہ شرط پڑھنے والے کے سوا ہے جبکہ اس کو خبر دی گئی ہو۔ اور اگر اس کو خبر نہ ہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے اور سجدہ تلاوت کا تیسرا سبب بشرط مقتدی ہونے کے اس شخص کے پیچھے ہے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتداء بھی سجدہ کے واجب ہونے کا سبب ہے۔ اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور آیت سجدہ کے وقت موجود نہ ہو یعنی اگرچہ امام نے اقتداء سے پہلے آیت سجدہ پڑھ لی ہو۔ تب بھی امام کی متابعت واجب ہونے کی وجہ سے مقتدی پر سجدہ واجب ہے۔ اقتداء سے واجب ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہیں اگرچہ آیت شنی ہو۔ کذا فی شرح المنیہ۔

سوال :- بے وضو آدمی سجدہ تلاوت کر سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- بلا وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں۔ اس کے لئے بھی وہ شرطیں ہیں جو نماز کی ہیں۔ یعنی با وضو ہونا اور سنتر کا چھپانا۔ جگہ بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا اور قبلہ رخ ہونا البتہ اس کے لئے جدا اللہ اکبر کہنا اور نیت تعیین کہ یہ فلاں آیت کا سجدہ ہے شرط نہیں۔ البتہ اتنی نیت ضروری ہے۔ کہ یہ سجدہ



تلاوت ہے ؟

سوال :- سواری پر سجدہ تلاوت کرنے کی کیا صورت ہے ؟

جواب :- اگر سواری پر حالت سواری میں شہر کے باہر سجدہ واجب ہوا ہو تو سوار پر اشارہ سے ادا ہو جائے گا۔ گو بیچ میں اتر پڑا ہو۔ اور اگر سجدہ زمین پر واجب ہوا ہو تو اس کا سواری پر ادا کرنا کافی نہ ہوگا۔ کذا فی الشامی۔

سوال :- سجدہ تلاوت کا کیا طریقہ ہے ؟

جواب :- ایک بار اللہ اکبر سجدہ کرنے کے لئے کہے اور دوسری بار سجدہ سے سر اٹھانے کے لئے اللہ اکبر کہے اور اکیلا ہو تو اللہ اکبر کہنے میں اتنا جھر کرے کہ اپنے کان سنیں اور امام اتنا جھر کرے کہ اوروں تک آواز پہنچے۔ سجدہ تلاوت کے لئے مستحب ہے کہ کھڑا ہو کر سجدہ میں جائے اور سجدہ کر کے کھڑا ہو جائے اور پھر بیٹھنا ہو تو بیٹھ جائے۔ اور اگر بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہ کر سجدہ میں جائے۔ پھر اللہ اکبر کہ کر بیٹھ جائے کھڑا نہ ہو تو بھی درست ہے۔ نماز میں تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ سجدہ تلاوت کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت نہ ہاتھ اٹھائے اور نہ تشہد اور سلام کرے۔ بعض نادان قرآن شریف ہی پر سجدہ کر لیتے ہیں۔ اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور سر سے نہیں اترتا۔

سوال :- سجدہ تلاوت میں کیا پڑھیں ؟

جواب :- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ قرآن میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ سَجِدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَنِي وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ يَحْيِيهِ وَتُوتِيهِ رِوَاہُ الْبُزْأَنِيِّ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ۔ (مترجمہ :- میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اپنی قوت اور طاقت سے اس کو پیدا کیا اور صورت بنائی اور کان اور آنکھیں کھولیں اور ایک روایت میں ابوداؤد نے اس کا کئی بار پڑھنا نقل کیا ہے اور حاکم نے ایک روایت میں قَتَبَ رَكَّ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ زیادہ کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والوں میں بابرکت اور نیک تر ہے۔

قرآن کے سجدوں کے بارہ میں ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر آیت سجدہ فرض نماز کے اندر پڑھی جائے تو تین مرتبہ یا زیادہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھیں اور اگر نفل نماز ہو یعنی سنن مؤکدہ

یا سنن نائده یا نماز تراویح ہو۔ تو سجد و جہی للذی الخ پڑھیں اور اگر وہ یاد نہ ہو تو سبحان ربی الاعلیٰ ہی پڑھیں۔

سوال :- کن کن لوگوں پر سجدہ تلاوت واجب نہیں؟

جواب :- کافر نابالغ اور دیوانہ اور حقیض و نقاس دالی عورت پر سجدہ واجب نہیں۔ خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھیں یا سنیں۔ اور سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سنتے والوں پر واجب ہو جاتا ہے سوائے اس مجنون کے جس کو افاقہ نہ ہوتا ہو کہ اس کے پڑھنے سے سنتے والوں پر سجدہ واجب نہ ہوگا اور نابالغ لڑکے کے پڑھنے سے سنتے والوں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور یہاں مجنون سے وہ مجنون مراد ہے جس کو چھ نمازوں میں یا زیادہ دیر تک جنون رہے۔ اور اگر مجنون کا جنون ایک دن رات یا اس سے کم ہو تو اس پر سجدہ لازم ہے۔ خواہ خود پڑھے یا دوسرے سے سُنے۔

سوال :- اگر تو نے یا مینا یا کسی دوسرے سجدے ہوئے پر نہ نے آیت سجدہ پڑھی یا کسی نے پہاڑ میں یا جنگل میں آیت سجدہ پڑھی اور گونج کی آواز سے ہلٹ کر دیسی ہی سنائی دی تو سنتے والوں پر سجدہ واجب ہے یا نہیں؟

جواب :- نہیں۔

سوال :- امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اس شخص پر سجدہ واجب ہے یا نہیں جو نماز سے خارج ہے۔ یعنی مثلاً وضو کر رہا ہے۔

جواب :- اس پر سجدہ واجب ہے۔

سوال :- اگر آیت سجدہ سنتے کا قصد نہ ہو یوں ہی کان میں آواز پڑ جائے تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب :- سنتے کا قصد ہو یا نہ ہو سجدہ واجب ہو جاتا ہے اس لئے تلاوت کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے۔

سوال :- اگر جنبی نے آیت سجدہ سُنی تو وہ کب سجدہ کرے اور اگر بیمار ایسی حالت میں سُنے جب

اُسے اٹھنے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب :- جنبی شخص پر ہٹانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ بیمار جس میں سجدہ کرنے کی طاقت

نہیں وہ اشارہ سے سجدہ کرے۔



سوال :- اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فی الفور سجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے ؟

جواب :- نماز میں سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد تشریف نماز ہی میں سجدہ کرنا چاہیے اور سجدے

کے بعد سورت کا باقی ماندہ حصہ پڑھ کر رکوع میں جانا چاہیے۔ اگر آیت سجدہ کو پڑھ کر فی الفور سجدہ

نہ کیا اس سے بعد دو تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کیا تو بھی مضائقہ نہیں اور اگر اس سے بھی زیادہ آیتیں

پڑھ کر سجدہ کیا تو سجدہ ادا ہو گیا۔ لیکن گنہگار ہوا۔ اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھ کر نماز میں سجدہ نہ کیا

تو نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہو گا اور تارک سجدہ گنہگار ہو گا۔ اب تو یہ استغفار کے سوا

معافی کی کوئی صورت نہیں۔

سوال :- نماز میں سجدہ والی آیت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا۔ کیا یہ رکوع سجدے کا بھی

بدل ہو سکتا ہے ؟

جواب :- رکوع میں یہ نیت کر لے کہ سجدہ تلاوت کی طرف سے بھی یہی رکوع کوتاہوں تو

سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اگر رکوع میں یہ نیت نہ کی تو رکوع کے بعد جب سجدہ کرے گا تو یہی سجدہ

تلاوت کا بھی بدل ہو جائے گا۔ چاہے کچھ نیت کرے یا نہ کرے۔

سوال :- نماز پڑھنے میں کسی پیر دنی شخص سے آیت سجدہ سُنی اب وہ کیا کرے ؟

جواب :- نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ فراغت کے بعد کرے۔ اگر نماز ہی میں سجدہ کیا تو ادا نہ ہو گا

اور گناہ بھی ہو گا۔

سوال :- اگر آیت سجدہ ایک ہی جگہ بہت دفعہ پڑھی تو سجدہ ایک مرتبہ کرنا ہو گا یا زیادہ دفعہ ؟

جواب :- ایک ہی سجدہ واجب ہے۔ خواہ بہت دفعہ پڑھ کے پھر میں سجدہ کرے یا پہلی

دفعہ پڑھ کر سجدہ کر لے۔ پھر آیت سجدہ کو بار بار پڑھتا ہے اور اگر جگہ بدل گئی تو جتنی مرتبہ جگہ بدلے گی

اتنی ہی مرتبہ سجدہ کرنا ہو گا۔ اگر ایک جگہ بدے کی کئی آیتیں پڑھیں تو ہر آیت کے لئے الگ الگ سجدہ

کیا جائے گا۔

سوال :- کوٹھڑی یا دالان یا مسجد کے ایک کونے میں کوئی آیت سجدہ پڑھی پھر دوسرے کونے

میں جا کر وہی آیت پڑھی تو اس صورت میں ایک ہی سجدہ کافی ہے یا نہیں ؟

جواب :- ایک ہی سجدہ کافی ہے خواہ ایک ہی جگہ یا بار بار پڑھے یا ادھر ادھر ٹھل کر پڑھتا ہے۔

سوال :- نماز میں ایک ہی آیت سجدہ کو تیرا دہ دفعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟  
جواب :- ایک ہی سجدہ واجب ہے خواہ سب کے اخیر میں سجدہ کرے یا ایک دفعہ پڑھنے کے سجدہ کر لے پھر اسی رکعت یا دوسری رکعت میں وہی آیت پڑھے ۔

سوال :- اگر تلاوت کے کئی سجدے کرنے ہوں تو ایک ہی مرتبہ بیٹھ کر سب کو ادا کر لینا چاہئے یا بار بار کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ ادا کریں اور کانوں تک ہاتھ اٹھائیں یا نہیں ؟  
جواب :- اگر ایک ہی دفعہ بیٹھ کر سب کو ادا کر لے تو یوں بھی جائز ہے ۔ مگر بہتر یہ ہے کہ بار بار کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ ادا کرے ۔ ہاتھ کانوں تک اٹھانے کی ضرورت نہیں ۔

سوال :- اگر سورت میں سے آیت سجدہ کو چھوڑ دیا جائے تو کیسا ہے ؟  
جواب :- ایسا کرنا مکروہ و ممنوع ہے کیونکہ اس میں سجدہ سے گویا انکار ہے ۔

سوال :- سجدہ تلاوت میں تاخیر کرنا کہاں تک جائز ہے ؟  
جواب :- امام محمدؒ کے نزدیک غیر نماز کے سجدہ تلاوت میں تاخیر جائز ہے ۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ بھی فوراً واجب ہے ان کے نزدیک تاخیر کرنے والا گنہگار ہو گا اور نماز کے اندر کا سجدہ بالاتفاق واجب ہے ۔ اس سجدہ کے جزو نماز ہو جانے کے باعث اس کا فی الفور بجا لانا واجب ہے ۔ جب تک بعد سلام کے نماز کے مخالفت کوئی فعل نہ کیا ہو ۔ اس کو بعد از نماز فوراً قضا کر لینا چاہیے ۔ جو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کا نہ ہو اس میں تاخیر کرنا مکروہ و تنزیہی ہے ۔

## فصل ۵۴۔ تعذیل ارکان

سوال :- تعذیل ارکان کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟  
جواب :- ارکان واجبہ نماز کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کو تعذیل ارکان کہتے ہیں ۔ لیکن جو ارجح رکوع اور سجدہ میں واجب ہے ۔ اسی طرح رکوع اور سجدہ سے سر اٹھانے میں یعنی قوما اور جلسہ کی تعذیل بھی واجب ہے ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ کو سیرھا کر دینی ان میں جلدی نہ کرو ( رواہ البخاری وسلم ) اور امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی



اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور سجدے سے سر اٹھاتے تو تسلی سے بیٹھ جاتے تھے۔ رواہ مسلم اور ابو مسعود انصاریؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اس وقت تک کفایت نہیں کرتی اور مقبول نہیں ہوتی جب تک رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ رواہ ابوداؤد الترمذی والنسائی۔ اور فرمایا چوری کے اقسام میں سب سے بڑی چوری وہ ہے جو نماز میں کی جائے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! نماز میں چوری کس طرح ہوتی ہے۔ فرمایا کہ رکوع و سجدہ کو پورا نہ کرے۔ رواہ مالک و احمد و الدارمی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح اللہ یمین حیدۃ کہہ کر اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے کہ آپ نے یہ رکعت جس کار کو رکوع کیا ہے ترک کر دی۔ پھر سجدہ کرتے تو دو سجدوں کے درمیان اتنا بیٹھتے کہ ہمیں یہ گمان ہوتا کہ آپ نے دوسرا سجدہ چھوڑ دیا ہے۔ رواہ مسلم

سوال :- تعدیل ارکان اور طاعت کی نسبت حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کیا فرمایا تھا۔ جو نہ تو رکوع سجود ابھی طرح ادا کرنا تھا اور نہ قومہ اور جلسہ میں تسکین و اطمینان سے کام لیتا تھا۔

جواب :- بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک دیہاتی مسجد میں آکر نماز پڑھنے لگا۔ اس نے دو رکعت پڑھی اور رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ پورا نہ کیا۔ فراغت کے بعد آکر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ صَلِّ فَإِنَّكَ لَتَتَّصِلَ (نماز دوبارہ پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی ہے یعنی تمہاری نماز نہیں ملے گی) اس نے آکر دوبارہ نماز پڑھی۔ پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کہ نماز دوبارہ پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔ اور اخیر میں عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! اب آپ خود ہی فرمادیجئے کہ کس طرح نماز پڑھوں۔ آپ نے صوفی کا طریقہ اور استقبال قبلہ اور قیام اور قرأت وغیرہ بتا کر فرمایا کہ اس کے بعد رکوع کرو۔ بیان تک کہ رکوع میں قرار و ثبات حاصل ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ۔ اور اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اسی طرح سجدہ بھی پورے اطمینان سے کرو۔ اور سجدہ کر کے اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

سوال :- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تعدیل ارکان نہ کرنے والے سے کیا فرمایا تھا؟

جواب :- شقیق رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں رکوع

سجود اور قنہ جلسہ پوری طرح ادا نہیں کر رہا تھا۔ انہوں نے نماز کے بعد اس کو بلا کر فرمایا کہ یہ کچھ بھی نماز نہیں ہے۔ جو تم نے پڑھی ہے۔ اور اگر تم ایسی نماز سے توبہ کئے بغیر مر جاؤ تو تم اس فطرت پر نہیں مرد گے جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا تھا۔ رواہ البخاری۔ دوسری روایت میں حضرت حذیفہؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کب مسلمان ہوئے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے۔ فرمایا کہ چالیس سال سے اسی نمونے کی نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ بد نصیب! چالیس سال میں تمہاری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ نہ تو تم رکوع سجود پورا کرتے ہو اور نہ تو مرد جلسہ۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔

سوال :- تعذیل ارکان کے مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کے آراء کیا ہیں؟

جواب :- شرح مہینۃ المصلیٰ میں ہے کہ رکوع سجود میں اتنا ٹھیرنا کہ تمام اعضاء اپنے ٹھکانے پر آجائیں امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ رحمہم اللہ کے نزدیک فرض ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک واجب ہے۔ اسی طرح رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا اور دونوں سجدوں میں طمانینت و سکون بھی امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک فرض اور امام اعظم ابو حنیفہؒ رحمہم اللہ کے نزدیک واجب ہے۔

سوال :- جلدی میں ایسی نماز پڑھی کہ نہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہوا اور نہ دو سجدوں کے درمیان تسلی سے بیٹھا۔ کیا ایجن میں سجدہ سہو کر لینے سے یہ کمی پوری ہو سکتی ہے؟

جواب :- سجدہ سہو اس فعل سے واجب ہوتا ہے جو بھول چوک سے سرزد ہو لیکن جو لوگ بے پردائی سے کما بے حسنی کے عالم میں عادتاً قنہ جلسہ پورا نہیں کرتے۔ اس میں سجدہ سہو نہیں ہے۔ ایسی نمازوں کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ ترک واجب سے اعادہ نماز واجب ہوتا ہے۔

## فصل دوم۔ جلسہ اشراحت

سوال :- بعض لوگ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد ذرا سا بیٹھے بغیر کھڑے نہیں ہوتے۔ ان کا یہ فعل کیسا ہے؟



جواب :- شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس کے بارہ میں دو قول ہیں اول یہ کہ آپ نہین پر بیٹھ جاتے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دیتے۔ اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ اس نشست کو جلسۃ استراحت کہتے ہیں۔ اس جلسہ کے حکم کی نسبت فقہاء میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ جائیں مگر یہ نشست بالکل سبک ہو۔ اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا یہ بیٹھنا عذر کبر سنی اور حاجت کی بنا پر تھا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مذہب میں مختار یہی ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ بیٹھنا سنت نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کا تمسک ایک حدیث سے ہے جس کو بخاری ترمذی اور نسائی نے مالک بن حویرث سے نقل کیا ہے۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بغیر پہلی اور تیسری رکعت سے نہیں اٹھتے تھے۔

لیکن حسب روایت ابن ابی شیبہ نعمان بن ابی عباس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب کو دیکھا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے بیٹھے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ حضرات عبداللہ بن مسعودؓ، علی بن ابی طالبؓ، عمر بن خطابؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا۔ اور یہ سب صحابہ کرام میں خاص امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان کو آنحضرتؐ کے اتباع میں بڑا شغف تھا۔ علاوہ انہیں یہ تمام حضرات مالک بن حویرث کی نسبت بارگاہ نبوی میں بہت زیادہ عز و شرف تھا۔ (مدارج النبوة)

اور امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ اکثروں کے نزدیک جلسۃ استراحت مستحب نہیں۔ اس عدم انتخاب کو ابن منذر نے علی مرتضیٰؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوالزنادؓ، سفیان ثوریؓ، امام نخعیؓ، امام مالکؓ، امام احمدؓ اور اسحق رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے۔ (یعنی شرح ہدایہ باب صفة الصلوة) اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھے بغیر اپنے صدر قد میں پر اٹھا کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول نقل کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرام نماز میں قدموں کی انگلیوں ہی پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ (فتح القدیر باب صفة الصلوة) عبدالرزاق اور بیہقی نے بھی یہ روایتیں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ پس جو حضرات تفصیل کے طالب ہوں وہ فتح القدیر کی طرف رجوع کریں۔ ترمذی نے

لکھا ہے کہ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ نمازیں اپنے قدموں کی انگلیوں پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پس مالک بن حویرث کی حدیث حالت کبر سنی پر محمول کی جائے گی۔ چنانچہ اسی معنی میں خود شائع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رکوع اور سجود میں مجھ سے سبقت نہ لے جایا کر۔ اس لئے کہ جس قدر میں تم سے رکوع کے وقت سبقت کر جاؤں گا۔ میرے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد تم اسی قدر پادگے اور حقیقت یہ ہے کہ میرا بدن بخاری ہو گیا ہے۔ رواہ ابوداؤد

## فصل ۵۶۔ قعدہ

سوال :- قعدہ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- نمازیں دوسری رکعت کے اخیر میں بیٹھنے کا نام قعدہ ہے۔ تین اور چار رکعت والی نمازیں دو رکعتوں کے بعد تشہد کی مقدار بیٹھنا واجب ہے۔ اور نماز کی آخری رکعت میں تشہد یعنی التحیات کے آخری الفاظ عبداً و رسولاً تک پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔ تمام نمازوں میں خواہ فرض ہوں یا واجب سنت ہوں یا نفل آخری قعدہ فرض ہے۔ دونوں تعداد میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے۔

سوال :- اگر کوئی شخص ہزار رکعت نفل ایک سلام سے ادا کرنا چاہے تو اس میں کتنے قعدے ہوں گے ؟

جواب :- پانسو تشہد ہوں گے۔ جن میں آخری تشہد قعدہ اخیرہ ہوگا۔

سوال :- پہلے اور آخری قعدہ کے حکم میں کیا فرق ہے ؟

جواب :- پہلا قعدہ واجب ہے۔ اس لئے اس کے ترک ہو جانے سے سجدہ سہولاً لازم آئیگا۔ اور آخری قعدہ چونکہ فرض ہے اس کے نہ جانے سے نماز ہی نہ ہوگی اگر پہلے قعدہ کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہولاً کیا جائے گا تو نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

سوال :- قعدہ اخیرہ فرض ہے تو اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے یا نہیں ؟

جواب :- قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک رکن اصلی ہے اور بعض کے نزدیک



شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ فرض ہے یا واجب ؟ مگر صحیح یہ ہے کہ فرض اور رکن زائد ہے۔ اور سراجیہ میں ہے کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہیں۔ شامی نے لکھا ہے کہ منکر سے اس کی فرضیت کا منکر مراد ہے۔ اس لئے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہے البتہ اگر کوئی اس کی اصل یعنی اس کے مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہو جاتا چاہیے۔ کیونکہ اس کا ثبوت بالا جماع حق ہے۔

سوال :- اگر کوئی چار رکعتیں پڑھنے کے بعد قعدہ میں بیٹھا۔ پھر یہ گمان کرے کہ تین پڑھی ہیں کھڑا ہو گیا۔ پھر یاد کرے کہ چار ہو چکیں بیٹھا اور بیٹھنے ہی سلام پھیر دیا تو اس کی نماز جوئی یا نہیں ؟  
جواب :- اگر دونوں مرتبہ کا بیٹھنا مجموعی طور پر بقدر تشہد ہو گیا تو فرض ادا ہو گیا۔ ورنہ نہیں ۔

سوال :- پورا قعدہ اخیرہ سوتے میں گزر گیا۔ بیداری کے بعد کیا کرے ؟

جواب :- بیداری کے بعد التحیات اور درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔ اور پھر سجدہ

سہو کرے۔

سوال :- پوری رکعت سوتے میں گزر گئی۔ یا قیام، قراوت، رکوع اور سجدہ میں سے کسی رکن میں آدل سے آخر تک سوتا ہی رہا۔ تو اسے بیداری کے بعد کیا کرنا چاہیے۔

جواب :- پوری رکعت نیند میں گزر گئی تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر کوئی رکن بوجہ غلبہ نوم رہ گیا تو بیداری کے بعد اس کو ادا کرے اور اخیر میں سجدہ سہو ادا کرے۔

سوال :- اگر کوئی چار رکعت والے فریضہ میں چوتھی رکعت کے سرے پر قعدہ میں نہ بیٹھا اور کھڑا ہو گیا تو کیا کرے ؟

جواب :- جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور نماز پوری کر کے اخیر میں سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا یا نماز فجر میں دوسری رکعت پر نہیں بیٹھا اور کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت کے قیام اور رکوع کے بعد اس کا سجدہ کر لیا یا مغرب میں تیسری پر نہ بیٹھا اور چوتھی کا سجدہ کر لیا تو ان سب صورتوں میں فریضہ باطل ہو گیا۔ مغرب کے سوا اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملے اور اخیر میں سجدہ سہو کر لے یہ سب نفل ہو جائے گی۔ فرض نماز پھر سے پڑھے ۔

سوال :- قعدہ میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے ؟

جواب :- مرد اپنا داہنا پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں بقدر استطاعت قبلہ رخ کرے اور بائیں پاؤں بچھا کر اس کے اوپر بیٹھے اور ہاتھوں کو زانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سر کے گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ تو کشادہ رکھے اور نہ بالکل ملائے بلکہ تھوڑی سی کھلی رکھے اور عورت اس طرح بیٹھے کہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے ۔ اور زمین یعنی مصلے پر بیٹھ کر ہاتھوں کو زانوں پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیاں خوب ملا کر رکھے ۔

سوال :- دوسری رکعت کا دوسرا سجدہ کر چکنے کے بعد قعدہ میں کیا پڑھیں ؟

جواب :- اَلْحَيَّاتُ لِلّٰہِ وَالْمَمْلُکَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ ۔

## فصل ۵ - نماز میں نبی کو خطاب

سوال :- یہ عجیب بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو مدینہ طیبہ میں مشاہدہ جمال ایزدی میں مستغرق ہیں ۔ اور ہم یہاں نماز میں السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر آپ سے اس طرح خطاب کر رہے ہیں ۔ کہ گویا آپ ہمارے سامنے حاضر و موجود ہیں ۔

جواب :- اس سوال کے جواب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں رقم فرمایا ہے :- السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کے خطاب پر دو سوال کئے گئے ہیں کہ ایک یہ کہ نماز میں بشر کو خطاب کرنا منہی عنہ اور نماز کا مفسد ہے ۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور درحقیقت یہ نماز میں ایک جماع ہے ۔ گو صغیر خطاب میں لیتے ہیں چونکہ یہ معراج کا واقعہ ہے اس کو انہی لفظوں میں محفوظ رکھا گیا جس طرح واقع ہوا تھا ۔ اس تقریر سے دوسرے سوال کا جواب بھی حاصل ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ غیبت سے خطاب کی طرف عدول کرنے میں کیا حکمت ہے ۔ حالانکہ مقتضائے سیاق لفظ غیب تھا اصل یہ ہے کہ درود میں ایک لفظ کی نگہداشت کی گئی ہے جس کی رسول خدا نے صحابہ کو تعلیم دی تھی اور کرمانی نے شرح صحیح



بخاری میں کہا کہ یہ خطاب آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان حضور و حیات میں تھا۔ آپ کے وصال کے بعد صحابہ کرام علیہم السلام اس کی بجائے یوں سلام بھیجتے تھے اَلَسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ رَیْبُہٗ الْمَبْدُؤُہُ جِلْد اَوَّلُ  
سوال :- کیا واقعی کسی حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام علیہم السلام نے وصال نبوی کے بعد اَلَسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ کی بجائے اَلَسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کہنا شروع کر دیا تھا ؟

جواب :- ہاں۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ حدیث ابن مسعودؓ کے بعض طرق میں وارد ہوا ہے کہ اَیُّہَا النَّبِیُّ کا خطاب حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان برکت اقران میں تھا۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ کے طرق سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے آپ کے وصال کے بعد تشہد میں اَیُّہَا النَّبِیُّ کی بجائے اَلَسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کو ابوہریرہؓ نے بھی اپنی صحیح میں اور سراج اور ترمذی اور ابوالنعیم اصبہانی اور بیہقی نے امام بخاریؒ کے استاذ ابوالنعیم ہکیم متعدد طرق سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابوالنعیم سے روایت کیا ہے۔ بسکی نے شرح منہاج میں ابوہریرہؓ کی روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر صحابہ سے یہ امر پائے ثبوت کہ پہنچ جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنحضرت کو اَیُّہَا النَّبِیُّ سے خطاب کرنا غیر واجب ہے بلکہ اس کی جگہ اَلَسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کہنا چاہیے۔ یہ لکھ کر علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا اَلَسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھنا بلا ریب ثابت ہے۔ اور اس کا قوی متابع بھی موجود ہے۔ چنانچہ محدث عبدالرزاقؒ نے لکھا ہے۔ مجھے ابن جریرؒ نے بخاری سے انہوں نے عطائے تابعی سے سنا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دار دنیا میں تشریف فرما تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اَیُّہَا النَّبِیُّ کہا کرتے تھے اور جب آپ اس دار دنیا سے رحلت فرما ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اَلَسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کہنے لگے۔ اور یہ اسناد صحیح ہے رفیع الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۱۳

سوال :- تو اب ہم لوگ کیا پڑھیں اَلَسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ یا اَلَسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ ؟  
جواب :- نیازمند راقم الحروف کے خیال میں اَیُّہَا النَّبِیُّ پڑھنا ہی افضل ہے۔ کیونکہ یہ تعلیم نبوی کے مطابق ہے۔ آپ کو ایہا النبی کے ساتھ اس توفیق پر خطاب کیا جاتا ہے کہ ہمارا اسلام آپ کو مرقد منور میں پہنچ جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے انسان کسی کو چٹھی بھیجتا ہے تو اس میں السلام علیکم لکھ کر خطاب کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ مکتوب الیہ سامنے موجود نہیں ہوتا بلکہ کہیں عجیب

سائنس پر ہوتا ہے لیکن فریبندہ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ مکتوب اور یہ سلام مکتوب الیہ کو پہنچ جائے گا ہمارا  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایہا البتی سے خطاب کرنا ایسا ہی ہے جیسا خود محمد رسالت میں مدینہ منورہ سے دُور  
 کے رہنے والے نمازیں آپ کو ایہا البتی سے خطاب کیا کرتے تھے۔

## فصل ۵۸۔ رفع سبَابہ

سوال :- کیا ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام تشدد  
 میں انگلی اٹھایا کرتے تھے ؟

جواب :- ہاں۔ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ عبد اللہ بن زبیر رضی سے مروی ہے کہ رسول  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں اپنا دامنا ہاتھ اپنی داہنی ران پر اور بائیں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے  
 در انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ انگڑٹھائیچ کی انگلی پر رکھتے رواہ مسلم۔ نافع کا بیان ہے  
 کہ جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی نمازیں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور انگلی کے ساتھ  
 اشارہ کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہادت کی انگلی سے  
 اشارہ کرنا شیطان کے لئے (حدید یعنی نیزہ) رنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ رواہ احمد

سوال :- انگلی اٹھانے سے پہلے انگلیاں باندھنے اور کھولنے کی کیا صورت ہونی چاہیئے ؟

جواب :- شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ شوافع کے نزدیک تہرکین پر عقد ہے جس  
 کی صورت یہ ہے کہ چھنگلیا اور اس کے پاس کی انگلی اور درمیانی انگلی کو بند کریں اور سب سے یعنی شہادت  
 کی انگلی کو کھلا رکھیں۔ پھر انگڑٹھے کے سر کو انگشت شہادت کی جڑ میں رکھیں اور ان کی سند ابن عمر رضی  
 کی حدیث ہے جس کی مسلم نے تخریج کی ہے۔ اور حنفیوں کے نزدیک نوٹے پر عقد ہو جس کی یہ  
 صورت ہے کہ مختصر اور بنصر یعنی چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کریں اور انگڑٹھے کو درمیانی  
 انگلی پر رکھیں اور سبَابہ سے اشارہ کریں یہ طریقہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن زبیر رضی سے مروی ہے۔  
 امام احمد کے مذہب میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان کے قول قدیم میں یہی طریقہ مختار ہے اور امام  
 مالکؒ کے نزدیک داہنے ہاتھ کے سبَابہ کو کھلا رکھیں اور چاروں کو بند کر کے سبَابہ سے اشارہ کریں



سوال :- کس موقع پر شہادت کی انگلی اٹھائیں اور کب گرا دیں ؟

جواب :- لا الہ کنتے دنت انگلی اٹھائیں اور لا اللہ کنتے دنت جھکا دیں +

سوال :- بعض لوگ لا اللہ کنتے ہی انگلیاں کھول کر ہاتھ کو معاً اس کی اصلی حالت پر

لے آتے ہیں کیا یہ صحیح ہے ؟

جواب :- نہیں۔ عقد و حلقہ کی ہیئت کو نماز کے اخیر تک باقی رکھنا چاہیئے۔

سوال :- بعض علمائے حنفیہ شروع میں کھول کر ہاتھ رکھتے ہیں اور اشارہ کے دنت عقد

کرتے ہیں اور بعض اول سے ہی انگلیاں بند کر لیتے ہیں۔ ان میں سے کون سا طریقہ صحیح ہے ؟

جواب :- دونوں طرح پر عمل درست ہے۔

سوال :- انگلی اٹھانے کے بارہ میں امام اعظمؒ کا مذہب مسک کیا ہے ؟

جواب :- شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ ائمہ حدیث اور فقہائے مجتہدین اور کثیر النعمان صحابہ و تابعین

کا مسک یہی ہے کہ انگلی اٹھائی جائے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے

چنانچہ متقدمین حنفیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ البتہ متاخرین حنفیہ میں اس سے متعلق خلافت ہو گیا ہے۔

اگر میں رفع سبابہ کی ساری حدیثیں لکھوں تو طوالت ہو جائے گی اس لئے یہاں اپنے علمائے مذہب کے اقوال

پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ سودمند ہو۔ مثنیٰ لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ نے اپنی امالی میں ذکر فرمایا ہے کہ چھ انگلیاں

اور اس کے ساتھ والی انگلی بند کریں اور درمیانی انگلی اور انگڑی کا حلقہ بتائیں۔ اور سبابہ سے اشارہ کریں

اور امام محمدؒ لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انگلی سے اشارہ فرماتے تھے اس لئے ہم بھی اشارہ کرتے

ہیں۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ شیخ امام عالم اجل علی متقی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس

باب میں ایک رسالہ جمع کیا ہے جس میں حنفی مذہب کی تمام روایات فقہ درج کی ہیں اور ان میں جو اختلاف

ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے اور احادیث صحیحہ قلیبند کر کے عقد و اشارات کی جانب کو ترجیح دی ہے میں نے

اس رسالے کا ترجمہ مشکوٰۃ کی دونوں شرحوں اور شرح سفر السعادت میں درج کر دیا ہے وباللہ التوفیق۔

ردار ج النبوت مطبوعہ مطبع ناصری دہلی جلد اول صفحہ ۲۰۹ - ۲۱۰

سوال :- سبابہ سے اشارہ کرتے دنت اس کو حرکت دینی چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :- مولانا عبدالحی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ الوداد دقہ عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی کہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے۔ اور بعض روایتوں میں جو جنبش دینے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد محض اٹھانا ہے۔ جو اس کی جگہ سے جنبش دینے کو مستلزم ہے۔

سوال :- انگلی سے اشارہ کرتے وقت انگلی پر نظر رکھنی چاہیے یا کسی دوسری طرف ؟  
جواب :- اشارہ کرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم انگلی پر نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ الوداد نے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے وقت نہ ڈانگلی کو جنبش دیتے تھے اور نہ آپ کا بصر اشارہ سے تجاوز کرتا تھا۔

سوال :- کیا انگلی اٹھانے پر المہار لہ اور حنفی مذہب کے تمام اکابر متفق ہیں ؟  
جواب :- شیخ ابوالمکارم نے شرح مختصر دقہ میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم اور امام محمد کے قول کے بموجب رفع سیابہ سنت ہے اور علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ ہمارے تبعوں اماموں کی روایتیں اس کے سنت ہونے پر متفق ہیں۔ اور محیط میں ہے کہ نماز کی سنتوں میں سے ہے دہتے ہاتھ کی انگشت شہادت کا الخیات میں اٹھانا۔ امام اعظم اور امام محمد اور امام شافعی اس پر متفق ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل وغیرہم سے یہی مروی ہے اور اسی پر فتوے لے گئے۔ کذا فی الدر۔ اسی طرح بے شمار روایتیں ہیں۔ اختصار کے لئے انہی پر اکتفا کیا گیا۔

سوال :- حنفی فقہ کی عام مستند کتابوں میں کیا لکھا ہے ؟  
جواب :- مولانا عبدالحی مرحوم لکھتے ہیں کہ اشارہ بالسیابہ کا استتار حنفی علماء سے مدح و محبت کو پہنچا اور معتمد علیہ بھی لایا گیا ہے اور یہ حقیقت اس شخص پر واضح ہو جائے گی جو نوازل الفقیہ ابی الیث اور ذخیرہ اور قبئہ اور رفع القدیم اور بحر الرائق اور نہراور خانیہ اور مختصر شرح قدوری اور درختہ اور اس کے حاشی اور مواہب الرحمن اور اس کی شرح برہان اور محیط اور شروح مجمع البحرین اور مراقی الفلاح اور درر البحار اور اس کی شرح غریب الاذکار اور تنزیہین العبارہ اور تحفہ اور نیایہ وغیرہ کتب کا مطالعہ کرے اور ہمارے بعض مشائخ پر نہایت تعجب ہے جنہوں نے رفع سیابہ کے عدم استتار کا فتوے دیا بلکہ اس پر کڑیہت کا حکم لگایا ہے۔ یاد ہو جائیکہ ان کے پاس اپنے قول کی کوئی دلیل نہیں۔ نہ کوئی سند ہے۔ نہ روایت نہ درایت۔



سوال :- بعض معترضین کہتے ہیں کہ انگلی اٹھانا وقار کے خلاف ہے۔

جواب :- حضرت حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو وقار کے خلاف کہنا کمال نادانی اور

بے ادبی ہے۔ اتنی روایتوں کو جو متواتر کے قریب ہیں پس پشت ڈالنا اور ان کے مقابلہ میں اپنی سخن پسندی کے لئے ایسی سنت کو ترک کرنا جو شیطان کے لئے نیزے سے بھی سخت ہے۔ نفسانیت کا کمال اور انتہا درجہ کی جرأت دہشیا کی ہے۔

سوال :- حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ حنفی تھے باوجود اس کے انہوں نے رفع سبابہ کے مسئلہ میں حنفی حنفیہ کا خلاف کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب :- اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مجدد رحمہ اللہ کے پاس صحیح اور معتبر کتب حنفیہ کا ذخیرہ کم تھا اور نہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے اور افسوس ہے کہ اس مسئلہ میں ان کا کشف صحیح بھی کام نہ دے سکا مولانا مرزا شمس الدین معروف بہ منظر جان جاناں شہید دہلوی رحمہ اللہ مقامات منظری (کے پندرہویں مکتوب) میں ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا ہیں :- (ترجمہ) :-

”حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوبات کے ایک مکتوب میں رفع سبابہ سے منع فرمایا ہے۔ اور تم ان سے محبت کا دعوے نہ کھنکھنے کے باوجود انگلی اٹھاتے ہو حالانکہ محب کو محبوب کا اتباع لازم ہے۔“ مخدوما! اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں پر کتاب و سنت کا اتباع فرض کیا ہے چنانچہ فرمایا :- مَا كَانَتْ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ أُولَٰئِكَ سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَٰؤُلَاءُ تَبَعًا لِمَا أَحْمَدُكُمْ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کامل ہیں اپنے طریقے کی بنا کتاب و سنت کے اتباع پر رکھی ہے اور علماء نے رفع سبابہ کے اثبات میں رسالے جو احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ پر مشتمل ہیں تصنیف فرمائے ہیں بیان تک کہ حضرت مجددؒ کے فرزند اصغر حضرت بھٹی نے بھی اس باب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ اور انگلی اٹھانے کی نفی میں ایک حدیث بھی ثبوت کو ہمیں پہنچی اور حضرت مجددؒ کا ترک رفع بنا پر اجتہاد واقع ہوا ہے سنت نبویؐ جو نسخ سے محفوظ ہو مجتہد کے اجتہاد پر مقدم ہے اور سنت رفع کے ثبوت کے بعد اس کا ترک محض اس حجت پر کہ حضرت مجددؒ نے اس کو ترک کیا تھا معقول نہیں ہے۔ خود حضرت مجددؒ نے ترک سنت پر بیڑی تحریر فرمائی ہے۔ اور اگر آپ سوال کریں

کہ کیا حضرت مجدد علم دامن کے باوجود ثبوت رفع کی حدیثوں سے بے خبر تھے تو میں کہتا ہوں کہ ان کے زمانہ مبارک تک یہ کتابیں اور رسالے ان اطراف میں مشہور نہ ہوئے تھے۔ اگر یہ کتابیں اور رسالے حضرت مجدد کی نظر سے گزرے ہوتے تو آپ ہرگز ترک رفع نہ فرماتے کیونکہ آپ اتباع سنت کے بڑے مدین تھے اور اگر کہو کہ آپ کو کشف سے اس مسئلہ کی حقیقت کیوں نہ معلوم ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ کشف امور طریقت میں معتبر ہے۔ احکام شریعت میں محبت نہیں۔ باوجود اس کے حضرت مجدد نے اس مکتوب میں کشف سے احتجاج نہیں کیا ہے۔

سوال ۱۔ لطف اللہ نسفی نے اپنی کتاب خلاصہ کیدانی میں انگلی اٹھانے کو حرام لکھا ہے۔  
جواب ۱۔ مؤلف خلاصہ کیدانی کی نسبت مشہور ہے کہ اخیر میں انکا دماغ غراب ہو گیا تھا۔ اگر یہ کتاب احتمال حواس کی حالت میں لکھی تو معذور تھے۔ اور اگر سلامتی حواس میں لکھی تھی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ سنت نبوی کو حرام بتلانے والا دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے گیا یا نہیں۔

## فصل ۵۹۔ نماز میں مومنوں کا حق

سوال ۱۔ نماز میں مومنوں کا کیا حق ہے؟

جواب ۱۔ تشدد میں پڑھا جاتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَوْ عَلَیْکُمْ اَلصَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَلصَّالِحِیْنَ۔ اس میں اُمت کو تنبیہ ہے کہ وہ لباس صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہوں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمامہ خلائق کی تسامیم سے مشورت و محاورہ ہو سکیں اور اس فضیل عظیم سے حرمان کے حصہ دار نہ بنیں۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ نماز میں جس طرح خدائے عزوجل کا حق ہے سب کمال کا بھی حق ہے اور جس نے نماز کو ترک کیا اس نے ان تمام مومنوں کے حق میں کوتاہی کی جو ازمنہ و گزشتہ میں گزر چکے ہیں۔ یا آئندہ قیامت تک منہم شہود میں جلوہ گر ہوں گے۔

سوال ۲۔ کلمہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کتنے کاثرہ کیا ہے؟

جواب ۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نماز اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ عَلَیْکُمْ اَلصَّالِحِیْنَ کہتا ہے تو اس کی برکت آسمان اور زمین کے ہر صالح بندے کو پہنچتی ہے



رواہ البخاری و مسلم

سوال :- اَلَسَّلَامُ عَلَيْنَا رَحْمَةً مِنْهُمْ سے کون لوگ مراد ہیں اور عباد صالحین سے کون ؟

جواب :- اَلَسَّلَامُ عَلَيْنَا سے امام اور مقتدی اور ملائکہ موجودین اور صالحین سے ایسی بارگاہی ملائکہ  
صدیقین شہداء اور مومنین مراد ہیں ۔

## فصل ۶۰ - درود

سوال :- حق تعالیٰ نے سورہ احزاب کی ۵۶ دین آیت میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں ۔ اے مومنو ! تم بھی ان پر صلوٰۃ اور سلام بھیجا کرو ۔ ” صلوٰۃ سے کیا مراد ہے اور اس کا مقصد کیا ہے ؟

جواب :- اللہ کا صلوٰۃ بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور اس سے مراد رحمت خاصہ ہے جو آپ کی شانِ رفیع کے شایان ہے ۔ اور فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنا اور اسی طرح جن صلوٰۃ کے بھیجنے کے ہم مامور ہیں اس سے مراد اس رحمت خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورہ میں درود کہتے ہیں ۔ ہمارے درود سے حضور کے مراتب عالیہ میں ترقی ہوتی ہے اور ہمیں بھی اس کا ثواب ملتا ہے ۔

سوال :- اس ثواب موعود کی نوعیت کیا ہے ؟

جواب :- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے حق تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے ۔ رواہ مسلم والیوار و الترمذی والنسائی ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں ۔ اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں ۔ رواہ النسائی و ابن حبان والحاکم والبیہقی اور نسائی اور طبرانی کی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ اس کے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے قریب تر وہ ہوگا جو ان میں مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہوگا ۔ رواہ الترمذی و ابن حبان ۔ یعنی اس شخص کا رتبہ مجھ سے

نسبت زیادہ قریب ہو گا اور فرمایا کہ اللہ نے ایسے فرشتے متعین کر رکھے ہیں جو زمین پر پھر رہے ہیں وہ مجھ کو میری اُمت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ رواہ الترمذی وابن حبان والحاکم والدارمی۔ یعنی لوگ بعد اور دُوری کا خیال نہ کریں۔ جہاں کہیں سے مجھ پر درود سلام بھیجیں مجھے پہنچ جاتا ہے اور پہنچ جائے گا۔ حضرت اُبی بن کعب صحابی رضی اللہ عنہ نے گزارش کی یا رسول اللہ! میں آپ پر درود بھیجنا چاہتا ہوں۔ سو جو وقت میں نے اپنی دعا کے لئے مقرر کیا ہے اس میں سے آپ پر درود بھیجنے میں کس قدر مقرر کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ جس قدر چاہو۔ حضرت اُبی نے التماس کی کہ کیا اپنے درود کے وقت میں سے چوتھا حصہ درود پر خرچ کروں؟ آپ نے فرمایا جس قدر چاہو۔ لیکن اس سے زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ آدھا وقت درود میں خرچ کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو لیکن زیادہ کرنا تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! دو تہائی صرف کروں؟ فرمایا جس قدر چاہو۔ لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ وہ کہتے لگے کہ میں اپنے درود کا تمام وقت آپ پر درود بھیجنے میں خرچ کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس صورت میں تمہاری تمام دینی اور دنیوی کمالات کی حائلیں گی اور ساری حاجتیں پوری ہوں گی۔ اور تمہارے تمام گناہ بخشتے جائیں گے۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم۔

سوال :- کیا ہمارے ہادی مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درود کا جواب دیتے ہیں؟  
جواب :- ہاں۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیشتر اُنہی اُمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر درود سلام بھیجے گا تو حق تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دے گا۔ یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں گا۔ رواہ ابو داؤد والبیہقی فی الکبیر

سوال :- رُوح لوٹانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب :- شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں زندہ ہیں۔ لیکن یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ زندہ نہیں ہیں بلکہ جب کوئی شخص سلام کرتا ہے تو اس وقت رُوح بدن مبارک میں نے آتے ہیں۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ رُوح بھیجنے سے یہ مراد نہیں کہ وہ پہلے جسد پاک میں نہیں تھی۔ اب بھیجتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ رُوح جو مشاہدہ رب العزت میں مستغرق ہے اُس سے اُس حالت سے عالم ناسوت کی طرف متوجہ کرتے ہیں تاکہ درود سلام سنے۔ پس



اس توجہ روح کو روح لٹانے سے تعبیر فرمایا اور انبیاء علیہم السلام سب اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔  
**سوال :-** اگر کوئی آپ کے مرقد منور پر جا کر درود کے آپ اس کو سنتے ہیں یا نہیں ؟  
**جواب :-** ہاں سنتے ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا میں اس کو سنوں گا اور جو کوئی دُور سے مجھ پر درود بھیجے گا وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔

**سوال :-** کیا دعا کی قبولیت درود بھیجنے پر موقوف ہے ؟

**جواب :-** حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر دعا اس وقت تک قبولیت سے لڑکی رہتی ہے (یعنی قبول نہیں ہوتی) جب تک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد پر درود نہ بھیجا جائے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا کہ دعا آسمان اور زمین میں پھیری رہتی ہے۔ اس میں سے کچھ بھی اوپر ہیں چڑھتی جب تک تم اپنے پیغمبر پر درود نہ بھیجو۔ رواہ الترمذی۔ یعنی دعا کا قبول ہونا درود بھیجنے پر موقوف ہے۔ اور درود تو لازماً قبول ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے دعا بھی موقتہ اجابت پر جا پہنچتی ہے۔

**سوال :-** دعا درود سے پہلے ہونی چاہیے یا پیچھے ؟

**جواب :-** درود دعا سے پہلے بھی ہونا چاہیے اور پیچھے بھی۔ چنانچہ ابوسلیمان دارانی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگو تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے دعا کا آغاز کرو۔ پھر اپنی حاجت طلب کرو۔ اور درود پر اپنی دعا کو ختم کرو۔ کیونکہ خدا سے دُودنے اول و آخر کے دونوں درودوں کو تو لازماً قبول فرماتا ہے اور وہ اس سے زیادہ کریم ہے۔ کہ ان دونوں کے درمیان کی چیز کو چھوڑ دے، یعنی اول و آخر کے درود سے بیچ کی دعا بھی قبول کر لیتا ہے۔

**سوال :-** وہ کون سا دن ہے جس میں درود بھیجنا نسبتاً زیادہ پسندیدہ ہے۔

**جواب :-** وہ جمعہ کا دن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش ہوتا ہے۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان یعنی جمعہ کی فضیلت کی وجہ سے اس دن خصوصیت کے ساتھ درود پیش ہوتا ہے اور جمعہ کو آپ سے مناسبت بھی ہے کہ جمعہ دنوں کا سردار ہے اور آپ اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ مولانا شاہ محمد اسحق رحمہ



نے فرمایا کہ کثرت کا ادنیٰ درجہ انشی یا سوم مرتبہ درود بھیجا ہے۔ شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ شیخ اجل و اکرم قطب الوقت عبد الوہاب متقی گجراتی رحم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ طالب حق کو چاہیے کہ درود ایک معین تعداد میں ہر روز پڑھا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ہزار بار سے کم نہ ہو ورنہ پانچ سو مرتبہ تو لازم آتا ہے اس کی آسان صورت یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد سو سو بار پڑھ لیا کرے اور تین سو مرتبہ سے تو کسی طرح کم نہ ہونا چاہیے۔

**سوال :-** تارک درود کے خلاف کیا کیا وعیدیں وارد ہوئی ہیں ؟

**جواب :-** حضرت سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم کسی ایسی مجلس میں بیٹھی جس میں نہ تو اللہ کی یاد کیا اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجا تو یہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت کا سبب ہوگی۔ روایہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و النسائی و الحاكم۔ یعنی موقف قیامت میں ترک درود پر پچھتاؤں گے کہ اگر انہیں درود کا یہ ثواب معلوم ہوتا تو ہرگز اس سے غافل و بے پروا نہ رہتے۔ اگرچہ جنت ہی کی طرف جارہے ہوں گے۔ اور آپ نے فرمایا بڑا بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے یعنی میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ روایہ الترمذی و النسائی و ابن حبان و الحاكم۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ بخیل عرف میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بدل اموال اور ان کے صرف میں خسٹ کرے۔ لیکن سخت تر اور کامل تر بخیل وہ ہے جو حضور کا اسم گرامی سن کر آپ کی محبت اور شکر نعمت میں اتنا وقت بھی خرچ نہیں کر سکتا اور زبان کو اتنا بھی استعمال نہیں کرتا کہ آپ پر درود بھیجے حالانکہ درود کا ثواب صرف مال سے زیادہ عظیم وافر اور عتیق رقاب سے افضل اور باوجود اس کے نہایت آسان ہے اور آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو یعنی اس کا بھلا نہ ہو جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا اور اس کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کو پایا اور اُسے بخشوا لے بغیر گزر گیا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین (یا کسی ایک) کو کبر سنی کی حالت میں پایا اور انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کر لیا۔ روایہ احمد و الترمذی و الحاكم و صحیح

**سوال :-** درود پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت یا مستحب ؟

**جواب :-** عمر بھر میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض اور جتنی مرتبہ ذکر نام مبارک کا ہر واجب ہے جس وقت کوئی شرعی مانع نہ ہو اس میں درود پڑھنا مستحب ہے آخری تشہد کے سوا جس میں درود



مسنون ہے۔ نماز میں درود پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن نماز جنازہ میں مسنون ہے۔ وجوب درود میں وہ اسم مبارک مستثنیٰ ہے جو درود شریف کے ضمن میں ہو۔ کیونکہ کوئی درود نام مبارک سے خالی نہیں۔ اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو درود کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ قرات اور خطبہ میں نام مبارک آئے تو سامعین درود نہ پڑھیں کیونکہ قرات اور خطبہ کا سنتا واجب ہے۔ تلاوت قرآن میں نام مبارک آئے تو افضل یہ ہے کہ درود نہ پڑھے۔ قرات سے فارغ ہونے کے بعد اختیار ہے کہ چاہے درود پڑھے یا نہ پڑھے۔ اسی طرح نماز کی اقامت میں جب اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہا جائے تو جواب میں اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہیں اور درود نہ پڑھیں کیونکہ اس وقت ہم اشہد ان محمدًا رسول اللہ ہی کہتے ہیں۔

سوال :- پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی امام یا اہل بیت یا اصحاب کے نام کے بعد علیہ السلام یا صلی اللہ علیہ وسلم کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- علی قاری رحمہ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ انبیاء اور ملائکہ کے سوا کسی پر درود نہ بھیجا جائے۔ اور جس نے ان انبیاء و ملائکہ کے سوا کسی پر وجہ تسمیت کے بغیر درود بھیجا وہ شعی غالی ہے جنہیں ردائض کہتے ہیں۔ غرض آنحضرت کی تسمیت کے بغیر کسی پر درود بھیجا جائز نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ نے فتح الباری میں فرمایا کہ غیر بنی پر درود بھیجنا اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ تبعاً واقع ہو۔ بلا تسمیت مستقل طور پر ممنوع ہے۔ مستقل طور پر درود بھیجنا بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شعار ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی اور آپ کا مشارک نہیں ہو سکتا۔ ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا جائز نہیں۔ اگرچہ اس کے معنی صحیح ہیں۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ محمد عز وجل نے یہ فرمایا ہے اگرچہ اس کے معنی صحیح ہیں کیونکہ عز وجل خدا کے برتر کے لئے شعار ہو گیا ہے۔

سوال :- بعض لوگ پورا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنے کے بجائے صلعم یا عم یا ع یا ع لکھ

دیتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- نہیں بعض نادان ان لوگوں کے ناموں پر جن کے نام محمد یا احمد ہوتے ہیں ع یا ع لکھ دیتے ہیں یہ لکھنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ اس جگہ تو بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد نہیں ہوتی بلکہ وہ مسی

مراد ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے نام پر درود کا اشارہ کرنا سخت بیہودگی ہے۔

سوال :- نماز کے آخری قعدہ میں درود نہ بھیجنے پر کیا وعید ہے ؟

جواب :- ابن ماجہ دارقطنی اور طبرانی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی کوئی نماز نہیں جو اپنے پیغمبر پر درود نہ بھیجے۔

سوال :- نماز میں کون سا درود پڑھا جائے ؟

جواب :- اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ وَاللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

سوال :- محمد وبراہیم کے اسمائے گرامی کے ساتھ لفظ سیدنا بڑھا سکتے ہیں یا نہیں اس طرح اس درود میں آٹھ جگہ سیدنا کا اضافہ ہوگا۔

جواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف کے ساتھ سیدنا بڑھانا جائز ہے۔ لیکن چونکہ مآثر کے خلاف ہے اس لئے افضل یہی ہے کہ دونوں اسماء مبارکہ بلا اضافہ سیدنا پڑھیں۔ چنانچہ لوطاوی نے فرمایا کہ لفظ سیدنا کا ترک کرنا ہی بہتر ہے۔

سوال :- صلوة و برکت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل سے تشبیہ کیوں دی گئی۔ اس سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔ حالانکہ ہمارے آقا و مولانا حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین و الاخرین ہیں۔

جواب :- اس تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جدا مجد ہیں۔ اور فضائل میں باپ دادوں کے ساتھ تشبیہ مرغوب ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں مشبہ بہ کبھی مشبہ سے کمتر بھی ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں نور الہی کی مشابہت چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ چراغ کی روشنی کو نور الہی سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ مگر چونکہ نور چراغ وجہ شبہ میں محسوس اور دافع تر ہے اس کو مشبہ بہ کر دیا۔ اسی طرح یہاں ابراہیم اور آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت کا ہونا جملہ ملتوں میں دافع اور مشہور تھا اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی۔

سوال :- میں درودوں کا مجموعہ "دلائل الخیرات" پڑھا کرتا ہوں۔ لیکن ان درودوں سے ال ملن نہیں



ہونا کیونکہ جو برکت اور درایت اور ثواب اس درود میں ہو سکتا ہے جو خود محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہو وہ لوگوں کے بنائے ہوئے درودوں میں نہیں ہو سکتا۔ درود ابراہیم جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ہر چند کہ وہ خود حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمایا ہوا ہے مگر طویل ہے اور مجھے روزانہ ہزار مرتبہ درود پڑھنے کا اشتیاق ہے اس لئے حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیا ہوا کوئی مختصر درود حدیثوں میں ہر تو زیب رقم فرمایا جائے۔

جواب :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اس بات کا آرزو مند ہو کہ اُسے پورے پیمانے کے ساتھ درود کا ثواب حاصل ہو وہ ہم پر اور ہمارے اہل بیت پر یہ درود بھیجا کرے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاَوْحٰی وَاٰذِ وَاجِبِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَدَّيْنِہٖ وَاَهْلِ بَيْتِہٖ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ طَرَاہُ الْوَدَادِ (مشکوٰۃ) بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ درود تمام درودوں سے افضل ہے۔

سوال :- اس درود میں آل ابراہیم سے پہلے ابراہیم کا لفظ کیوں نہیں ہے ؟

جواب :- آل ابراہیم میں خود ابراہیم علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ چنانچہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا : وَاٰخِرُ قَوْلَا لَیْسَ عَزَٰوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (ہم نے تمہارے دیکھتے دیکھتے پیرانِ فرعون کو غرق کر دیا) حالانکہ خود فرعون بھی غرق ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آل ابراہیم میں خود جناب ابراہیم خلیلؑ بھی داخل ہیں ۔

## فصل ۶۱ - دُعا

سوال :- درود کے بعد کیا پڑھا جائے ؟

جواب :- نماز کے قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد عربی زبان میں دُعا پڑھیں غیر عربی میں دعا مکر وہ بلکہ بعض کے نزدیک حرام ہے۔ یہ دعا اُن دعاؤں میں سے ہونی چاہیے جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ طحاویؒ نے فرمایا کہ اگر قرآن کی دعاؤں میں سے کوئی دُعا پڑھے تو اس سے قرآن ہونے کی نیت نہ کرے کیونکہ قیام کے سوا کسی دُسرے رکن میں قراءت مکر وہ ہے۔

سوال :- غازی میں کس قسم کی دُعا کی ممانعت ہے ؟

جواب :- نماز میں محالات عادیہ اور محالات شرعیہ کی دُعا ممنوع ہے۔ ایسے الفاظ میں دعا کرنا غلط ہے۔  
 نیچے جو آدمی ایک دوسرے سے مانگا کرتے ہیں۔ مثلاً اس قسم کی دعائیں اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِيْ رِيَا لَہُ! میری شادی  
 کر دے، یا اللہ میری نوکری لگ جائے۔ الہی مجھے تعمیر مکان کے لئے روپیہ عطا فرما۔ وغیرہ الک  
 سوال :- احادیث تبریہ میں تشہد کے بعد پڑھنے کے لئے کیا دعائیں مروی ہیں ؟

جواب :- ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب اور اہل بیت کو یہ دعا اسی طرح  
 سکھا یا کرتے تھے جس طرح آپ انہیں قرآن کی سورتوں کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے کہو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
 اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ  
 الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ رواہ سلم بخاری اور سلم  
 نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی دعا نقل کی ہے۔ لیکن اس میں وَالْمَمَاتِ کے بعد اَللّٰهُمَّ  
 اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَآْثِمِ وَالْمَحْجَرِ (الہی! میں گناہ سے اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں،  
 کا بھی اضافہ ہے۔ اس اضافہ کے بعد یہ بھی ہے کہ ایک شخص عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ  
 آپ قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا جب آدمی قرضدار ہوتا ہے تو بات کرنے میں جھوٹ بولتا  
 ہے اور وعدہ کر کے اس کا خلاف کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے التماس کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی دعا  
 سکھا دیجئے جو نماز میں پڑھا کروں۔ فرمایا کہو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَ لَا  
 اَعْصِرُ الدُّوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاعْصِرْ لِیْ مَخْرَجًا مِّنْ حَشْدِكَ وَ اَرْحَمَنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ  
 الرَّحِیْمُ رواہ البخاری وسلم حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی نماز میں پڑھا کرتے تھے  
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الثَّابِتَ فِی الْاٰخِرِ وَالْاَوَّلِ اَعِزِّیْمَةِ عَلَی الرَّشْدِ وَ اَسْأَلُکَ شُکْرًا لِّعَمَلِکَ وَ  
 حُسْنَ عِبَادَتِکَ وَ اَسْأَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَ لِسَانًا صَادِقًا وَ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرٍ مَا تَعْلَمُ  
 وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ رواہ النسائی و ردی احمد نحوہ (مشکوٰۃ)  
 (ترجمہ) الہی! میں تجھ سے دینی امور میں ثبات و استقلال کا اور رشد و ہدایت میں عزیمت و التزام  
 کا خواستگار ہوں۔ اور تجھ سے تیری نعمتوں کی شکر گزاری کا اور تیری عبادت میں حسن و خوبی کا طالب  
 ہوں۔ اور تجھ سے قلب سلیم اور لسان صادق کا مستدعی ہوں اور تجھ سے ہر چیز کی بھلائی کا سوال کرتا



ہوں اور تجھ سے اس چیز کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے علم میں ہے اور تجھ سے اپنے اُن گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں۔ تیرے علم میں ہیں۔“

سوال :- والدین کی مغفرت کے لئے نماز میں کون سی دعا پڑھی جائے ؟

جواب :- رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيماً الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ط رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (فتاویٰ عالمگیری) (ترجمہ)۔ اے میرے پروردگار مجھ کو اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنادے۔ اے میرے رب! میری دعا قبول فرما۔ اے رب! قیامت کے دن میری اور والدین کی اور اہل ایمان کی مغفرت فرما۔“

سوال :- اوپر کی ادعیہ ماثورہ اور اس قسم کی دوسری دعائیں جن میں حضرت سیدالاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت ذلرب اور عذاب قبر عذاب جہنم اور فتنہ و جال سے استعاذہ فرمایا ان میں یہ اشکال ہے کہ آپ مغفور و معصوم تھے۔ ایسی حالت میں طلب مغفرت اور استعاذہ کے کیا معنی ہیں ؟

جواب :- مقصود تعلیم امت یا امتیوں کے لئے سوال ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے اس طلب مغفرت و استعاذہ کا مقصد یہ بھی بتلایا ہے کہ آپ اس میں تواضع اور اظہار عبودیت التزام خوف الہی اعظام باری تعالیٰ اور حق تعالیٰ و تقدس کی طرف اپنے افتقار و احتیاج کے طریق پر گامزن تھے۔

سوال :- تعدہ اخیر میں غیر عربی زبان کی دعا کیسی ہے ؟

جواب :- نماز کے اندر غیر عربی زبان میں دعا کہنا حرام یا مکروہ تحریمی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عجمی کو اس کی اجازت نہ دی ۔

## فصل ۲۲۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہہ کر نماز سے نکلنا

سوال :- القطار نماز یعنی نماز سے باہر نکلنے کا کیا طریقہ ہے ؟

جواب :- حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔ حتیٰ کہ دونوں طرف آپ کے

رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والترمذی۔ لیکن ترمذی کی روایت میں سفیدی رخسار کے دکھائی دینے کا کوئی ذکر نہیں۔

سوال :- اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے موقع پر نمازی نے سلام نہ پھیرا بلکہ اس کی جگہ کسی سے بات کر لی یا اٹھ کے چل دیا یا کوئی اور ایسا کام کیا جو مفسد نماز ہے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- اس سے فرض تو ادا ہو جائے گا، لیکن نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر دوبارہ نماز نہ پڑھے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔ کیونکہ السلام علیکم کہہ کر نماز سے نکلنا واجب ہے۔ اور واجب کے ترک پر نماز لوٹانا واجب ہے۔

سوال :- کتب فقہ میں خروج بطنہ نمازی کے اپنے کسی فعل کے ساتھ نماز سے نکلنے کو بھی فرائض نماز میں شمار کیا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

جواب :- درمیں نے کہا صحیح یہ ہے کہ خروج بطنہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف امام محمد رحمہم اللہ میں سے کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں ہے اور اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنے کی ضرورت امام اعظمؒ سے صراحتاً ثابت نہیں ہے۔ اس عامۃ الورد غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ احمد بن حنبل نے ان بارہ مسئلوں سے جو درختوں میں مفسدات نماز سے پہلے مذکور ہیں اور جن میں امام اعظمؒ کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہے اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک باطل نہیں ہوتی یہ نکالا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خروج بطنہ فرض ہے۔ مگر بردعی کی رائے غلط ہے کیونکہ ان مسائل میں نماز کا باطل ہونا اس وجہ سے نہیں کہ خروج بطنہ نہ پایا گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اس وجہ سے بطلان ہے کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہیں جن سے فرض اور کاد رہا جاتا ہے

سوال :- امام ادرمقندی سلام میں کیا نیت کریں ؟

جواب :- امام داہنی طرف سلام پھیرنے میں ان مقتدیوں کی نیت کرے جو داہنی طرف ہیں اور بائیں سے بائیں طرف دالوں کی۔ ان کے علاوہ کرائے کا تبین اور ان ملائکہ کی نیت کرے جو حفاظت کے لئے مقرر ہیں۔ مقتدی بھی ہر طرف کے سلام میں اس طرف کے مقتدیوں اور ملائکہ کی نیت کرے اور جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی نیت بھی کرے اور امام مقتدی کے محاذ میں ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے۔ اور منفرد صورت کرائے کا تبین اور محافظ فرشتوں کی نیت کرے ۔



## فصل ۳۳۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ذکر بعد از نماز

سوال :- کیا فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے ؟

جواب :- فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی

نے اپنی کتاب فی نقص الوعای فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء صفحہ ۴-۵ میں محمد بن یحییٰ اسلمی سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ دعا کیلئے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے نہیں اٹھاتے

تھے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ محمد بن یحییٰ اسلمی کا ہی یہ بھی بیان ہے کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو فراغت نماز سے پہلے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فراغت پانے سے پہلے دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے

تھے۔ رواہ الطبرانی درجہ ثقات (مجمع الزوائد) اور ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو ہاتھوں کو چہرے مبارک پر پھیرے بغیر دعا کو ختم نہیں کرتے

تھے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اپنے چہرے کو مسح کیے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔ رواہ الترمذی والحاکم فی المستدرک۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ

سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب زندہ جاوید اور کریم ہے اپنے بندے سے شرم کرتا ہے۔ کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کے ہاتھ خالی پھیرے۔ رواہ الترمذی والبوداؤد

احمد بن ابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی فی الدعوات الکبیر۔

سوال :- کیا فرض نماز کے سلام کے بعد دعا مانگنا بھی ان احوال میں داخل ہے۔ جن میں دعا

قبول ہوتی ہے ؟

جواب :- ہاں۔ ترمذی شریف میں مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ !

ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوة ركون سی دعا تریدہ قبول ہوتی ہے ؟

فرمایا۔ آخری رات کے نصف کی دعا اور نماز کے بعد کی دعا، اسی طرح حصن حصین میں ترمذی اور نسائی سے

نقل کیا ہے کہ فرض نمازوں کے پیچھے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور یہ وقت فرض سے متصل سلام کے بعد

ہے۔ اور اگر سنتوں اور ذکر یا ثور کے بعد مراد لیں تب بھی توقع ہے کہ یہی حکم ہو۔

سوال :- فریضہ نماز کے بعد کون کون سے اذکار سنون ہیں ؟

جواب :- اختتام نماز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ رواد البخاری وسلم۔ سلام کے بعد آپ تین مرتبہ اَسْتَخْفِرُ اللہَ اور ایک مرتبہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھا کرتے تھے۔ رواد مسلم۔ مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے پیچھے کہتے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطٰی لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ رواد البخاری وسلم۔ رتجہ (اللہ کے سوا کوئی حقیقی) معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے۔ اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔ الٰہی ! اس چیز کا کوئی مانع نہیں جو تو نے عطا کی اور کوئی اس چیز کا عطا کرنے والا نہیں جس میں تو مانع ہے اور کسی دلدست مند کو اس کا تمول / تیرے عذاب سے قائلہ نہیں رہتا۔ رواد البخاری وسلم

سوال :- حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقرائے مہاجرین کے شکوہ پر ان کی کس

طرح تسکین فرمائی تھی ؟

جواب :- یہ واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنیئے ۔ وہ کہتے ہیں کہ فقرائے مہاجرین رضی اللہ عنہم بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ ! اغنیاء بلند درجے کے گئے اور نعیم مقیم کے مستحق ہوئے۔ لیکن ہمارا کیا انجام ہوگا ؟ آپ نے پوچھا معاملہ کیا ہے ؟ انھوں نے التماس کی اے اللہ کے رسول ! اغنیاء بھی ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ مزید براں وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ غلام آزاد کرتے ہیں۔ ہم افلاس و ناداری کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتے اور ثواب سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو کوئی ایسی چیز بتا دوں جس کے باعث تم لوگ ان کے مدارج کو پا لو۔ مالدار لوگوں میں سے کوئی شخص تم سے بہتر و برتر نہ رہے گا۔ بجز ان شخص کے جو تمہارے جیسا عمل کرے۔ انھوں نے کہا بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳-۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ بیا کرو۔ چند روز کے بعد فقرائے مہاجرین دوبارہ



آستان نبوت میں حاضر ہوئے اور التماس کی یا رسول اللہ ہمارے غنی بھائیوں نے بھی وہ وظیفہ سن کر پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اور وہ ہم سے پھر گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ذَا لِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس فضل سے نوازتا ہے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ یعنی میں اس فضل الہی کو اغنیاء سے روک نہیں سکتا۔

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ غنی شاکر غریب صابر سے افضل ہے لیکن دولت مند طرح طرح کے خوفِ عصیاں کے حصار میں گھرے ہوئے ہیں اور غریب و مساکین اس سے مامون ہیں انام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ غنی اور فقیر میں سے افضل کون ہے۔ جُنَيْدٌ اور خواصؒ اور اکثر بزرگوں نے فقر و فاقہ کو افضل کہا ہے۔ لیکن ابن عطاءؒ کے نزدیک غنی شکر گزار جو غنا و ثروت کا حق ادا کرنا ہو فقیر صابر سے افضل ہے (علی قاریؒ)

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سالارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ یہ نثارے ہوئے پھر یہ کلمہ پڑھ کر سو پورے کرے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اس کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگرچہ مثل جھاگ دریا کے ہوں۔ رواہ مسلم۔

سوال :- پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کون سا ذکر بلند آواز سے پڑھتے تھے ؟

جواب :- آپ فرض نماز کا سلام پھیر کر بآواز بلند کہا کرتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الشَّانُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَكَوْكَرُ الْكَافِرُونَ رواہ مسلم

سوال :- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہمیں رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ہمراہی حاصل تھا۔ لوگوں نے آواز تکبیر پکارنی شروع کی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو یعنی آہستہ ذکر کرو نہ تم ہرے کو پکار رہے ہو۔ اور نہ غائب کو۔ تم سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو۔ جو باعتبار علم و قدرت تمہارے ساتھ ہے۔ تم

اس ذات برتر کو یاد کر رہے ہو جو تمہاری سواری کی گردن سے بھی کہیں زیادہ تم سے قریب ہے رواد البخاری سلم  
مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح والتحمید والتلیل والتکبیر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر جہر پسندیدہ نہیں لیکن  
مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ سلام پھیر کر یا راز بلند لا الہ الا اللہ الخ پڑھا کرتے تھے۔ تو اس  
رفع صوت کی کیا وجہ تھی ؟

جواب :- یہ رفع صوت حضرات صحابہ علیہم الرضوان کی تعلیم کے لئے تھا۔ حسب بیان علی قاری رحمہ  
امام محی الدین نوویؒ نے کتاب ہند میں لکھا ہے کہ اس ذکر اور دوسرے ادعیہ و اذکار کو امام اور مفرد سب  
کے لئے آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ مگر جب ان کی تعلیم کی حاجت ہو تو پکار کر پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کا پکار کر پڑھنا تعلیم ہی کے لئے تھا۔ جب لوگوں کو یاد ہو جائے تو چپکے پڑھنا افضل ہے۔

سوال :- ان کے علاوہ اور کون کون سے وظائف نماز کے سلام کے بعد پڑھے جائیں ؟

جواب :- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی اذکار کو یہ کلمات سکھایا کرتے اور فرماتے کہ  
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے پیچھے ان الفاظ کے ذریعہ سے پناہ چاہتے تھے۔ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ اَزْدِلِ الْعُمْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ  
فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ (رواد البخاری) (ترجمہ) الہی ! میں نامردی (یعنی بزدلی اور کم ہمتی  
سے نیزی پناہ چاہتا ہوں اور بخلی سے نیزی پناہ چاہتا ہوں اور (بڑھاپے کی) ناکارہ عمر سے نیزی پناہ چاہتا  
ہوں اور فتنہ دنیا اور عذاب آخرت سے نیزی پناہ چاہتا ہوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر صحابی رضی  
کو حکم دیا تھا کہ ہر نماز کے پیچھے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کریں۔  
رواد احمد والود اور والنسائی والبیہقی فی الدعوات الکبیر۔

آپ نے نماز کے بعد یہ پڑھنے کے لئے بھی ارشاد فرمایا ہے :- اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّیْ مَا قَدْ مَنِّتُ  
وَمَا اَخْرَجْتَ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ  
وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (الہی ! میرے وہ سنا بھنٹ دے جو میں نے پہلے کئے اور جو پیچھے کئے۔  
(یعنی اگلے پیچھے سب گناہ معاف کر) اور جو میں نے پوشیدہ کئے اور جو ظاہر کئے اور وہ جو میں نے اپنے  
نفس پر زیادتی کی (گناہوں کے ارتکاب سے یا لوگوں کے حقوق دینے سے) اور وہ گناہ جن کو تو میری نسبت  
زیادہ جانتے والا ہے۔ تو ہی آگے بڑھا ہونے والا ہے (یعنی مومنوں کا رُنبہ) اور تو ہی (کافروں کو رتبہ میں) پیچھے



ڈالنے والا ہے پترے سوا کوئی معبود نہیں) رواہ مسلم والوداؤد والترذی + اور ایک دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ  
 اَعِزَّنِيْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَتُشْكِرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (یا اللہ اپنے ذکر اور اپنے شکر اور حسن عبادت میں  
 میری مدد کر۔ یعنی یہ کام بحسن و خوبی اور بکثرت ادا کروں) رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم + ایک ہے: اَللّٰهُمَّ  
 اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَالْقَبْرِ (الہی! میں کفر سے اور محتاجی اور عذاب قبر سے  
 پترے پناہ مانگتا ہوں) رواہ النسائی والحاکم وابن ابی شیبہ

سوال :- فرض کے سلام کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کے بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد  
 جواب :- آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز کے پیچھے آیت الکرسی پڑھے اس کے داخلہ جنت میں  
 موت کے سوا کوئی مانع نہیں اور جو کوئی اسے لیستر پر سوتے وقت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گھر کو اور اس  
 کے ہمسایہ کے گھر کو اور ارد گرد کے کئی گھروں کو امن دیتا ہے رواہ البیہقی فی شعب الایمان وقال اسنادہ  
 ضعیف۔ گو یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا بزرگوں کا عام معمول چلا آتا ہے۔  
 سوال :- طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک اور عصر سے غروب تک ذکر الہی کرنے کا کیا ثواب ہے؟  
 جواب :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہادی امام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اس قدم  
 کے پاس بیٹھنا جو صبح سے طلوع آفتاب تک یاد الہی میں مصروف رہے مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی  
 اولاد سے چار غلام آزاد کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ رواہ ابوداؤد اور فرمایا کہ جو کوئی نماز صبح  
 جماعت سے پڑھے مگر طلوع آفتاب تک اللہ کی یاد میں بیٹھا رہے اور طلوع کے کچھ دیر بعد دو رکعت نماز  
 پڑھے اس کو حج اور عمرے کا ثواب ہوگا۔ پھر آپ نے تین بار فرمایا کہ پورے حج اور عمرے کا۔ رواہ  
 الترمذی +

سوال :- یہ سب اذکار جو اوپر زیب رقم ہوئے ہیں۔ فرض کا سلام پھیرنے کے بعد پڑھے  
 جائیں یا سنتوں اور نفلوں کے بعد نماز پوری کر کے ؟  
 جواب :- فرضوں کے سلام کے بعد۔

سوال :- لیکن حدیث سے تو مترشح ہوتا ہے کہ پیشوا سے امت صلی اللہ علیہ وسلم فرض کا  
 سلام پھیرنے کے بعد اتنی دیر نہیں بیٹھتے تھے جس میں متذکرہ عہد راذکار میں سے نصف یا ثلث ہی  
 پڑھے جاسکیں۔ چنانچہ مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدِ إِلَّا مَقْدَارَ مَا يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ كَمَا يَرَاهُ رَوَاهُ اسْمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ مقدار نہ بیٹھتے کہ اللہم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کے برابر کچھ بیٹھ سکیں ؟

(مشکوٰۃ)

جواب :- اس حدیث کا یہ مطلب نہیں جو سمجھا گیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجتہ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں :- ادلی یہ ہے کہ ان اذکار کو سنتن مؤکدہ سے پہلے ادا کرے۔ کیونکہ بعض اذکار میں تو اس کی تصریح ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو شخص نماز مغرب اور صبح کے بعد کوٹنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الخ اور جیسے رادی کا یہ قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرنے تو بلند آواز سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الخ کہتے۔ اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر دلالت ہے جیسے یہ بیان کہ نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے۔ رہا حضرت عائشہ رض کا یہ قول کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے کہ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھیں تو اس قول کے کئی احتمال ہیں۔ از انجملہ یہ ہے کہ آپ نماز کی ہدیت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے بلکہ داہنے یا بائیں رخ مڑ جاتے تھے۔ یا لوگوں کی طرف منہ کر لیتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں۔ اور از ان جملہ یہ ہے کہ آپ سوائے اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ اور از کار احیاناً چھوڑ دیتے تھے۔ اس سے یہ جتلانا مقصود ہوتا تھا کہ اذکار و ادعیہ فرض نہیں ہیں۔

(النفائس المرغوبہ)

## فصل ۴۴۔ واجبات نماز

سوال :- واجبات نماز سے کیا مراد ہے ؟

جواب :- واجبات نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا نماز میں ادا کرنا ضروری ہے اگر ان میں



سے کوئی چیز سہو چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا یا قصداً کوئی واجب چھوڑا تو نماز کا لوٹنا واجب ہے۔ اگر کوئی ایسی نماز کو نہ دہرائے گا تو فاسق اور گنہگار ہوگا۔ کیونکہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے انسان فاسق اور گنہگار ہوتا ہے۔ اسی طرح جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے مثلاً بول و برار کو بدقت رد کیا جائے یا حائض کی تصویروں والا کپڑا پہن کر نماز ادا کی جائے۔ تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے۔

سوال :- واجبات نماز کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں ؟

جواب :- واجبات نماز پندرہ ہیں :- (۱) تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا (۲) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب اور سنت اور نفل نمازوں کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں یا دو آیتیں جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہوں پڑھنا۔ سورت جس کا پڑھنا واجب ہے اس سے بہت چھوٹی سورت مثل سورہ کوثر کے مراد ہے۔ یا جو چھوٹی سورت کے قاف مقام ہو جیسے سورہ مدثر کی یہ تین آیتیں ثُمَّ تَطَرَّ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَّ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ۔ چھوٹی تین آیتوں سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کوئی شخص مغرب یا عشاء کی پہلی یا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا بھول جائے تو اسے تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھ لینی چاہیے۔ اگرچہ سجدہ سہو کر لے۔ فرض کی پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا ملانا خلاف سنت ہونے کے باعث مکروہ تنزیہی ہے۔ (۳) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں کو قرائت کے لئے معین کرنا۔ فرض قرائت کے باب میں مشہور قول در ہیں۔ اول یہ ہے کہ قرائت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتیں ہیں۔ بدائع میں اسی کی تفسیح کی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ محل قرائت بلا تعین دو رکعتیں ہیں تو اس صورت میں تعین پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے اور مذہب مشہور یہی ہے۔ (۴) سورہ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا پس دوسری سورت کا ایک حرف بھی سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھا جائے گا۔ تو سجدہ سہو لازم آئے گا۔ ثانی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہے جس میں ایک رکن ادا ہو جائے۔ اگر ادا کے رکن سے کم دیر لگے گی تو سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ (۵) قرائت اور رکعت میں اور سجدہ دل اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا۔ ترتیب رکعات کی صورت موقوف میں ظاہر ہوتی ہے۔

مثلاً چار رکعتوں میں اگر کسی کو صرف آخری رکعت ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر پہلے قرائت دالی دو گانہ کو ادا کرے۔ پھر بلا قرائت دالی کو۔ اگر پہلی رکعت کا ایک سجدہ بھول گیا تو اس کو قضا کرے اگرچہ سلام پھیرنے کے بعد ہو۔ لیکن کلام کرنے سے پیشتر قضا کرے یعنی اس وقت تک کوئی مفسدِ صلوٰۃ کام نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط الحیات یعنی عِبْدُہٗ وَ سُلُوٰۃُہٗ تک پڑھے پھر سجدہ سہو کرے۔ پھر الحیات اور دو درود ادا کر دے پڑھ کر سلام پھیرے۔ (۶) تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجدہ کو اچھی طرح اطمینان سے ادا کرنا (۷) تومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا (۸) جلسہ یعنی دوڑوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے سیدھا بیٹھ جانا لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک رکوع اور سجدہ کی طمانینت اور تومہ اور جلسہ میں اطمینان سے ٹھیرنا۔ یہ چاروں فرض ہیں ان کے نہ ہونے سے نماز درست نہیں ہوتی۔

(۹) قَعْدَةُ اُولٰی یعنی تین اور چار رکعت دالی نماز میں دو رکعتوں کے سر پر تشہد کی مقدار بیٹھنا۔ امام محمدؒ نفل میں ہر دو گانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہیں۔ لیکن صحیح تر قول یہ ہے کہ نفلوں میں بھی قعدہ اُولٰی واجب ہے نہ کہ فرض (۱۰) دوڑوں قعدوں میں تشہد یعنی الحیات پڑھنا (۱۱) امام کو نماز فجر مغرب عشاء جمع عیدین تراویح اور رمضان المبارک کے دنوں میں آذان سے قرائت کرنا اور ظہر اور عصر اور دن کے نفلوں میں آہستہ پڑھنا۔ (۱۲) السلام علیکم رحمۃ اللہ کہہ کر نماز سے علیحدہ ہونا (۱۳) نماز وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنا۔ (۱۴) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا (۱۵) ارکان کا پے پے ادا کرنا۔ پس اگر رکوع مکمل کیا یا تین سجدے کئے یا پہلے تشہد کے بعد درود پڑھا جس کی وجہ سے تیسری رکعت کے قیام میں دیر ہو گئی تو ارکان کو پے درپے ادا نہ ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم آئے گا۔

سوال ۱۔ فرض اور واجب میں عملاً کیا فرق ہے ؟

جواب ۱۔ فرض کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور واجب کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ اگر سجدہ سہو کر لیا تو نماز درست ہو گئی اور اگر سجدہ سہو نہ کیا یا کوئی واجب دانستہ ترک کیا تو نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ دوسرے المذہب جہتہ دین رحمہم اللہ نے فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں کیا ہاں بعض واجبات اور بعض شئیں کے ترک پر سجدہ سہو کے وہ بھی قائل ہیں۔



# فصل ۶۵۔ نماز کی سنتیں

سوال ۱۔ نماز کی سنتیں سے کیا مراد ہے اور ان کے تارک کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- نماز میں جو افعال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ان کی ناکید فرض اور واجب کے برابر نہیں انہیں سنت کہتے ہیں۔ ان امور میں سے کوئی کام سہواً چھوٹ جائے تو اس سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے نہ کوئی گناہ لازم آتا ہے۔ اور نہ سجدہ سہواً واجب ہوتا ہے اور قصداً چھوڑنے سے گونہ نماز نہیں ٹوٹتی اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں آتا لیکن چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ضرور ہے۔

سوال ۲۔ نماز میں کتنی اور کیا کیا سنتیں ہیں ؟

جواب :- نماز میں پچیس سنتیں ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ کا نون تک اٹھانا (۲) تکبیر کے وقت ہتھیلیوں کو اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال میں کھلی اور قبلہ رخ رکھنا۔ انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ نہ تو بالکل ملائیں اور نہ یہ نکلٹ کشادہ رکھیں (۳) تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔ (۴) امام کا تکبیر تحریمہ اور ایک رکعت سے دوسرے میں جانے کی تمام تکبیریں بقدر حاجت بلند آواز سے کہنا (۵) تکبیر تحریمہ کے بعد فی الفور اس طرح ہاتھ باندھ لینا کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر ہو۔ داہنی انگلی اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کر پکڑیں اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر چھپائیں۔ (۶) ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اَخِيْرَتَكَ پڑھنا (۷) ثنا کے بعد تَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔ (۸) عُوْذُ بِاللّٰهِ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا (۹) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا۔ (۱۰) ہر مرتبہ سورہ فاتحہ ختم کر کے آمین کہنا (۱۱) سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ اور آمین سب کو آہستہ دل میں پڑھنا (۱۲) بقدر مسنون قرائت کرنا یعنی جس نماز میں جس قدر قرآن مجید پڑھنا مسنون ہے اس کے مطابق قرائت کرنا (۱۳) رکوع اور سجود میں تین تین مرتبہ تسبیح پڑھنا (۱۴) تکبیرات انتقالی یعنی رکوع اور سجدہ وغیرہ کو جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا (۱۵) رکوع میں سُبْحَانَكَ رَبِّيَّ الْعَظِيْمُ تین بار کہنا (۱۶) رکوع میں سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں رکھنا اور ہاتھوں کی کھلی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا (۱۷) ترمیم میں امام کا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَ اور مَقْدِيْ كَارِئْنَا لَكَ الْحَمْدُ اور تنہا کا دونوں کہنا (۱۸) سجدے

میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ اور پھر پیشانی رکھتا اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی تہہ رخ رکھتا (۱۹) سجدوں میں تین بار سُبْحَاتِ رَبِّیَّ الْأَعْلٰی پڑھنا (۲۰) جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور داہنے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ رخ رہیں (۲۱) تشہد میں دونوں ہاتھ رالوں پر رکھنا (۲۲) تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰہُ پر کلمہ کی انگلی سے جسے انگشتِ سبّابہ بھی کہتے ہیں اشارہ کرتا (۲۳) قعدہ اخیرہ میں تشہد یعنی عِبْدُ اللّٰہِ وَاَسْلَمْتُ لَکَ تَبِکَ پڑھنے کے بعد درود پڑھنا (۲۴) درود کے بعد دعا پڑھنا (۲۵) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا \*  
 بعض کتب فقہ میں یہ سنن بھی مذکور ہیں (۱) رکوع میں دونوں ہاتھوں کا پہلوؤں سے جدا رکھنا (۲) حالتِ سجدہ میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانوؤں سے اور کمبلیوں کا پہلوؤں سے علیحدہ رکھنا اور ہاتھوں کی باہوں کو زمین سے اٹھا ہوا رکھنا (۳) دوسرے سجدے سے پچوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا۔ کمزوری اور بڑھاپے میں زمین پر ہاتھ کر اٹھنے میں حرج نہیں (۴) قعدہ اُدلی کے بعد تیسری رکعت کے لیے زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھنا۔ حالتِ عذر میں اس کی بھی اجازت ہے۔ (۵) امام کو سلام میں اپنے تمام مقتدیوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی اور اگر امام داہنی طرف ہو تو داہنی طرف کے سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں طرف کے سلام میں اور سامنے ہو تو دونوں طرف کے سلاموں میں امام کی بھی نیت کرنا (۶) امام کا پہلے سلام کی نسبت دوسرے سلام کو لپیٹ آواز میں کہنا۔

## فصل ۴۴ نماز کے آداب و محتاجات

سوال: نماز کے مستحبات کیا کیا ہیں؟

جواب: ۱۔ نماز میں یہ افعال مستحب ہیں: (۱) مرد کو تکبیر تحریمیہ کے وقت دونوں ہاتھ آستینوں سے باہر نکال لینا۔ عورت کپڑے کے اندر ہی رکھے (۲) حالتِ قیام: رکوع میں دونوں قدموں کے درمیان بقدر چار انگشت فاصلہ چھوڑنا (۳) منفرد کو رکوع اور سجدے میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح کہنا۔ لیکن تعداد میں طاق عدد کا لحاظ رکھے مثل پانچ سات یا نو مرتبہ کے۔ اور اگر امام رکوع و سجدہ میں کافی دیر ٹھہرتا ہو تو مقتدیوں کو بھی



تین سے زیادہ مرتبہ تسبیحات کہتا چاہیے (۴) حالت قیام میں سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں قدموں کی پیٹھ پر اور جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر اور سلام کے وقت اپنے موندھے پر نظر رکھنا (۵) اپنی طاقت بھر کھانسی کو روکنا (۶) جمائی میں منہ بند رکھنا اور کھل جائے تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ کی پشت سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے یا دونوں حالتوں میں آستین سے منہ ڈھانکنا۔ منہ بند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں اور خارج نماز کے جمائی لیٹا مکر وہ ہے اور کھڑے ہونے میں داہنا ہاتھ اس لئے کہا کہ ایک ہی ہاتھ میں حرکت ہو۔ نچلے ہونٹ کو دانتوں کے نیچے دبانے سے جمائی عموماً ٹک جاتی ہے اگر ہونٹ کو دانتوں کے نیچے دیا کر جمائی روکنے کی کوشش نہ کی تو مکر وہ ہو گا۔ کذا فی الاخلاصہ۔ جمائی کے دور کرنے کی عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اپنے دل میں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام نے جمائی نہیں لی۔ قدری اور شامی کا بیان ہے کہ ہم نے بارہا تجربہ کیا جمائی فوراً دور ہو گئی ۛ

## فصل ۴۔ نماز پڑھنے کی پوری ترکیب

سوال :- نماز پڑھنے کی پوری ترکیب کیا ہے ؟

جواب :- پاک کپڑے پہن کر پاک جگہ پر قبلے کی طرف منہ کر کے باد صوا اس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں قدموں میں تربیاً چار انگل کا فاصلہ ہے۔ پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل سے کریں۔ مثلاً یہ کہ فجر کے فرض پڑھنا ہوں اور زبان سے بھی کہہ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر دونوں ہاتھ کاڑن تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں۔ اور ہاتھوں کے انگوٹھے کاڑن کی کڑ کے مقابل ہوں۔ اور انگلیاں کھلی رہیں۔ اب اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لیں۔ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے اور انگوٹھے اور چھبھنگلیاں سے بطور حلقہ گتے کو پکڑ لیں۔ اور باقی تین انگلیاں کلائی پر رہیں۔ اب آہستہ آہستہ تینا پڑھیں۔ اس وقت نگاہ مقام سجدہ پر رہے۔ پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۃ الحمد پڑھیں۔ اور اختتام پر دل میں آمین کہیں۔ پھر کوئی اور سورت یا کوئی ایک بڑی آیت یا چھوٹی چھوٹی تین آیتیں یا دوا ایسی آیتیں جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہوں پڑھیں ۛ

لیکن اگر امام کے اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوں تو صرف سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھ کر خاموش

کھڑے رہیں۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ اور الحمد اور دوسری سورت کچھ نہ پڑھیں۔ قرائت پھیر کر نہایت صحیح صحیح پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائیں۔ اور ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر ان سے گھٹنوں کو اس طرح پکڑیں کہ ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کی سیدھ میں رہیں۔ اس وقت سر کو پیچھ کی سیدھ میں رکھیں اور پیچھ کو ایسا سیدھا اور ہموار کریں کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ رکھ دیا جائے تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرے۔ رکوع میں ہاتھ پیلوں سے علیحدہ اور پنڈلیاں سیدھی کھڑی رہیں۔ رکوع میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھیں۔ پھر سَمِعَ اللَّهُ لِحَمْدِكَ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اکیلے نماز پڑھیں یا مقتدی بھی تو اس کے بعد اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہیں۔ اور اگر منفرد ہوں اور نہ زیادہ ثواب حاصل کرنا چاہیں تو اس کے بعد حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ بھی پڑھیں بلکہ اگر مقتدی کو موقع ملے تو وہ بھی حمد اکثیر الخ پڑھ لے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جائیں۔

سجدہ میں پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک، پھر پیشانی زمین پر رکھیں۔ سجدہ میں چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگلیوں کے سرے کانوں کی نوک کے بالمقابل رہیں۔ اس وقت ہاتھوں کی انگلیاں ملائے رکھیں تاکہ سب کے سر قبلہ جانب رہیں۔ کمٹیاں پسلیوں سے اور پیٹ رانوں سے الگ رکھیں۔ صرف کف دست یعنی ہتھیلیاں زمین پر ہوں۔ کلاٹیاں اور کمٹیاں زمین سے اٹھی رہیں۔ پیشانی اور ناک کو خوب زمین پر جما دیں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے سرے قبلہ رُوحے ہوں۔

سجدے میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہیں۔ پھر پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ سے اٹھیں اور اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ اگر منفرد ہوں تو دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاعْفُ عَنِّي وَارْزُقْنِي پڑھیں اور اگر مقتدی ہوں اور امام دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر نہ بیٹھا ہو جس میں یہ دعا پڑھی جاسکے تو دوسرے سجدے کو جانتے ہوئے پڑھ لیں۔ اور اگر اتنا بھی موقع نہ ہو تو مَرِّ اللَّهُمَّ غَفْرًا کہیں۔ پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کریں۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے اٹھیں۔ اٹھنے میں پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھا کر پنجوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہاتھ باندھ لیں اور بسم اللہ اور الحمد اور کوئی دوسری سورت پڑھیں امام کے پیچھے ہوں کچھ نہ پڑھیں۔ تماموش کھڑے رہیں۔ پھر حسب سابق رکوع اور سجدہ اور جلسہ اور دوسرا سجدہ کریں۔ دوسرے سجدے سے اٹھ کر یا پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں اور داہنا پاؤں کھڑا رکھیں اور



دونوں ہاتھ رازوں پر رکھیں اور التحیات پڑھیں۔ جب اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ پڑھیں تو داہنے ہاتھ کے انگلی ٹھہرے اور درمیانی انگلی سے حلقہ باندھ لیں۔ اور چھپنگلیا یعنی سب سے چھوٹی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کر لیں۔ اور سبّابہ یعنی انگشت شہادت اٹھا کر اشارہ کریں۔ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ پڑھیں اور اَللّٰهُ پر جھکا دیں۔ اور اسی طرح اخیر تک حلقہ باندھ رکھیں۔ اگر دو رکعت والی نماز ہے تو التحیات ختم کرنے کے بعد پہلے درود اور پھر دعا پڑھیں۔ پھر داہنی اور بائیں طرف سلام پھیریں۔ اور اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہے تو تشهد یعنی التحیات کے بعد درود نہ پڑھیں بلکہ تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیں۔ اور اگر یہ نماز فرض ہے تو تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف سورہ فاتحہ پڑھیں۔ اور اگر دن یا سنت یا نفل ہے تو سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت بھی ملائیں۔ اور تیسری اور چوتھی رکعت پوری کر کے دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

## فصل ۶۸۔ رکعات نماز

سوال۔ نماز پنجگانہ میں فرض کی کتنی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب۔ فجر میں دو رکعت، ظہر اور عصر میں چار چار رکعت، مغرب میں تین اور عشاء میں چار رکعت

سوال۔ واجب کی کتنی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب۔ واجب صرف نماز وتر ہے۔ جس کی تین رکعتیں ہیں اور نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

سوال۔ کون کون سی نمازیں سنت موکدہ ہیں؟

جواب۔ دو رکعتیں فریضہ فجر سے پہلے۔ چار رکعتیں (ایک سلام سے) فرض ظہر سے پہلے اور چار

رکعتیں فریضہ جمعہ سے پہلے۔ دو رکعتیں فرض ظہر کے بعد اور چار رکعتیں فریضہ جمعہ کے بعد۔ لیکن امام ابو یوسفؒ

کے نزدیک فرض جمعہ کے بعد سنت موکدہ کی چھ رکعتیں ہیں۔ پہلے چار (ایک سلام سے) اور پھر دو۔ اور احتیاط

بھی اسی میں ہے کہ چار رکعتوں کی بجائے چھ رکعت سنت موکدہ پڑھی جائیں۔ مغرب کے فرض کے بعد اور فریضہ

عشاء کے بعد بھی دو رکعت سنت موکدہ ہیں۔ ماہ صیام میں نماز تراویح کی بیس رکعتیں بھی سنت موکدہ ہیں۔

سوال۔ کون کون سی نمازیں سنت غیر موکدہ ہیں؟

جواب: نماز عصر سے پہلے چار رکعتیں عشاء کی سنت مؤکدہ کے بعد دو رکعتیں مغرب کی سنت مؤکدہ کے بعد چھ رکعتیں بیچہ رکعتیں نماز اذان میں کھلتی ہیں۔ بعد از فریضہ جمعہ کی چھ رکعت سنت مؤکدہ کے بعد دو رکعتیں تحیۃ الرضویٰ دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں۔ نماز چاشت کی چار یا آٹھ رکعتیں۔ نماز وتر کے بعد دو رکعتیں۔ ان دو رکعتوں کے پڑھنے میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیے یہ دو رکعتیں تہجد کا بدل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی بیداری مشکل اور بھاری ہے۔ سو چاہیے کہ جب رسوئے سے پہلے (وتر سے فراغت حاصل کرو تو دو رکعت نفل پڑھ لو۔ اگر رات کو تہجد کے لیے اٹھو تو بہتر۔ ورنہ یہ دو رکعتیں ثواب میں تہجد منظور ہو گئی۔ رواہ الترمذی والدارمی۔ نماز تہجد کی چار یا چھ رکعتیں ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر تہجد کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور سنت یہی ہے۔ کہ جس کسی کو اپنی ذات پر اعتماد ہو وہ وتر تہجد کے بعد اجیرات میں پڑھے اور اگر اعتماد نہ ہو تو سونے سے پہلے پڑھ لے کہ احتیاط اسی میں ہے۔ تہجد کے علاوہ نماز استخارہ، صلوٰۃ التشییع، نماز توبہ اور نماز حاجت وغیرہ بھی سنن غیر مؤکدہ ہیں۔

سوال: عشاء کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کا عام رواج ہے اس کا ثبوت حدیث سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز عشاء پڑھا کہ میرے پاس تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعتیں ضرور پڑھتے۔ رواہ احمد والبوداد۔ ان چار یا چھ رکعتوں میں دو سولہ نفل بھی داخل ہیں۔

سوال: فریضہ عشاء سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے کا عام رواج ہے۔ حدیث سے ان چار رکعتوں کا کوئی ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوت میں لکھا کہ فریضہ عشاء سے پہلے چار رکعتیں کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزریں اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے باشندے ان کو قطعاً نہیں پڑھتے مگر کتب حنفیہ میں ان کو مستحب لکھا ہے۔ صغیری شرح منیۃ المصلیٰ میں ہے کہ حلبی نے غنیہ میں لکھا کہ عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ کسی حدیث میں مروی نہیں۔ البتہ اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ لِمَنْ شَاءَ (بہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے پھر فرمایا) کے لیے جو پڑھنا چاہے اس سے نماز کا انتخاب ثابت ہوتا ہے۔ اور چار رکعتیں اس بنا پر اختیار کی گئیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار رکعتیں ہی افضل ہیں۔ (امداد الفتاویٰ)



سوال۔ باعتبار اہمیت سنن مؤکدہ میں کیا ترتیب ہے ؟

جواب۔ شیخ عبدالحق مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ یہ کہیں مردی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں سنت فجر کے سوا کوئی اور سنت مؤکدہ پڑھی ہو۔ اور بعض روایتوں میں دو رکعت سنت ظہر بھی آئی ہیں۔ بعض کے نزدیک سنت فجر وتر کی طرح واجب ہے اور کہتے ہیں کہ سنت فجر ابتدائے عمل ہے اور وتر ختم عمل اس لیے ان دونوں کا اہتمام زیادہ تھا۔ ان دونوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ غرض سنن میں سب سے زیادہ اہم واقعات فجر کی دو رکعت ہے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت مغرب۔ اس کے بعد دو رکعت بعد از زلیفہ ظہر۔ اس کے بعد دو رکعت بعد العشاء۔ اس کے بعد چار رکعت قبل از فرض ظہر۔ کذا فی الشمنی۔

تمام سنتوں اور نفلوں کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔ سوائے چند سنتوں اور نفلوں کے کہ ان کو مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ جیسے نماز تراویح، تحنیت المسجد، سورج گرہن کی نماز وغیرہ شیخ عبدالحق سفر السعادت سے ناقل ہیں کہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم تمام سنن و نوافل اپنے آستان مبارک ہی میں پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اسی کی ترغیب و تحریک فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مکتوبہ کو چھوڑ کر مرد کی محبوب تر نماز وہ ہے جو گھر میں ادا کی جائے۔

## فصل ۶۹۔ نماز وتر

سوال۔ نماز وتر فرض ہے یا واجب ؟

جواب۔ نماز وتر واجب ہے لیکن اس کے پڑھنے کی تاکید فرضوں کے برابر ہے۔ اور اگر چھوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔ اور وتر کو بلا عذر چھوڑنا بڑا جرم ہے۔ بربدہ سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وتر حق (یعنی واجب) ہے۔ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ رواہ ابوداؤد اور خارجہ بن حذافہ سے مردی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خدائے عزیز و برتر نے ایک ایسی نماز سے تمہاری امداد فرمائی جو تمہارے واسطے شریخ اذیتوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو تمہارے واسطے نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان مقرر فرمایا ہے۔ رواہ الترمذی و ابوداؤد۔ یعنی اس کے درمیان جب چاہو پڑھو۔

سوال :- نماز وتر کی کتنی رکعتیں ہیں اور اس کے پڑھنے کی کیا ترکیب ہے ؟

جواب :- نماز وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ نماز مغرب کی طرح اس میں بھی دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھتے ہیں۔ اور التحیات پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر تیسری رکعت پڑھ کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں۔ اور التحیات درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں۔ نماز وتر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تیسری رکعت میں دُعاے قنوت اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ تیسری رکعت میں سورۃ الحمد اور دوسری سورت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ کا نل تک اٹھائیں اور پھر ہاتھ باندھ کر دُعاے قنوت آہستہ دل میں پڑھیں۔ پھر رکوع میں جائیں اور باقی نماز حسب معمول پوری کریں۔

سوال :- نماز وتر کی سنون تراست کیا ہے ؟

جواب :- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سَبَّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی اور دوسری میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تھے۔ رواہ الترمذی والبداء۔ اس حدیث کو نسائی نے عبد الرحمن بن ابی نعیم سے اور امام احمد نے ابی بن کعب سے اور دارمی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ لیکن ابی بن کعب اور ابن عباس کی روایت میں قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ کا پڑھنا مذکور نہیں۔ شیخ ابن الہمام نے فرمایا کہ احناف نے آخری روایت پر عمل کیا ہے۔ کہ تیسری رکعت میں صرف قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ہی پڑھتے تھے۔ آپ کبھی وتر میں قصار مفصل کی نو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے جن کی ترتیب مفصل کی نو سورتیں ہوتی تھیں۔ ہر رکعت میں تین سورتیں ہوتیں جن میں آخری قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ہوتی تھی۔ رواہ الترمذی۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں اس مجمل کی تفصیل اس طرح آئی ہے کہ آپ پہلی رکعت میں اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ وَادْرَاكُهَا الْتَکَاثُرُ اور دوسری میں عَصَا نُصْرًا وَكَوْثُرُ۔ اور تیسری رکعت میں کَا زُرْنَا اور تَبَّتْ اَرْضُهَا وَرُجُلُهَا فَاَکْثَرُ۔

سوال :- نماز وتر آدل شب میں پڑھنی چاہیے یا آخر شب میں ؟



جواب۔ گویا رات میں بھی نماز وتر کا پڑھنا جائز ہے لیکن پچھلی رات میں ادا کرنا افضل ہے چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدشہ ہو کہ آخر رات میں بیدار نہ ہو سکے گا وہ نماز وتر اول شب میں پڑھ لے۔ اور جس کو اخیر رات میں جاگنے کا ڈر ہو وہ نماز وتر اخیر رات میں پڑھے۔ کیونکہ آخر رات کی نماز حاضر کی گئی ہے۔ اور افضل ہے۔ رواہ مسلم

سوال۔ وتر کا سلام پھیرنے کے بعد کیا پڑھنا مسنون ہے ؟

جواب۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وتر کا سلام پھیرتے تو تین بار سبحان الہدیک القدوس کہتے۔ رواہ النسائی و ابوداؤد و ابن ابی شیبہ و الطبرانی۔ اور دارقطنی کی روایت میں سبح الملائکۃ و المردوح بھی آیا ہے۔ اور وتر کے بعد یہ پڑھنا بھی مسنون ہے۔ اللھم اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ بِرَحْمَتِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ بِمَعَاذِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحِیْیْ ثَنَاءٌ عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَنْتَ عَلٰی نَفْسِکَ (الہی ! میں تیری خوشنودی کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ یعنی چاہتا ہوں کہ تو راضی ہو غصہ نہ کرے) اور تیری عاقبت کی تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیری رحمت کی تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی) رواہ الترمذی و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ۔ آخری الفاظ کے یہ معنی ہیں کہ یہ امر میرے امکان میں نہیں کہ تیری تعریف تیرے لائق بتفصیل ادا کر سکوں۔ مختصر یہ کہ تو ویسا ہی جیسا تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ کے یہ معنی لکھے ہیں کہ تیری ذات کی تیرے آثار صفات سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس میں آیت و یحییٰ کُم اللہ نفسہ کی طرف اشارہ ہے۔

سوال۔ نماز وتر رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے اب سوال یہ ہے کہ جس شخص نے

رمضان میں نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ شامی نے قسطنطنیہ سے نقل کیا ہے کہ جس نے زلیفہ امام کے ساتھ نہیں پڑھا وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ لیکن علامہ طوطاوی نے اس کو غلط ٹھہرایا ہے۔ غرض جس طرح نزاد پرچ کو جماعت سے نہ پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح زعفران کو تنہا پڑھنے والا بھی وتر کو جماعت سے ادا کر سکتا ہے +

## فصل ۷۰۔ دعائے قنوت

سوال۔ دعائے قنوت جو وتر کی تیسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کے الفاظ کیا ہیں ؟

جواب۔ دعائے قنوت یہ ہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْثُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَ  
نُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ  
الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَ لَا نَكْفُرُكَ وَنَحْلَعُ  
وَ نَتْرُكُ مَنْ يَخْفَرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ كَعَبْدُ  
وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنُسَبِّحُ وَ اِلَيْكَ نَسْتَعِيْ  
نُخْفِدُ وَ نَرْجُوْ اَرْحَمَ رَحْمَتِكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ  
اِنَّ عَذَابَكَ يَا لَ لْغَمًّا مُّلْحِقًا ۝

رواہ ابن ابی شیبہ و البیہقی فی  
السنن الکبیر موقوفاً۔

الہی ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے مغفرت  
طلب کرتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تیرے  
اوپر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری بہتر تعریف کرتے  
ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں  
کرتے اور ہم اس شخص کو علیحدہ کر دیتے اور چھوڑ  
دیتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے۔ الہی ! ہم تیری ہی  
عبادت کرتے اور خاص تیرے لیے نماز پڑھتے اور  
سجدہ کرتے اور تیری عبادت کی طرف کوشش کرتے  
ہیں۔ اور تیری خدمت کی طرف مدد دیتے ہیں۔ تیری  
رحمت سے اُمید دار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے  
ہیں بیشک تیرا عذاب کانروں کو پہنچنے والا ہے :-

سوال۔ اللہ تعالیٰ کے وہ کون سے نافرمان ہیں جن سے مومن بندہ دعائے قنوت میں تعلق

کرنے کا اقرار کرتا ہے ؟

جواب۔ مقاطعہ ناجر کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کا غور کفر و شرک تک پہنچا ہوا  
ہے تو اس سے دوستی اور موالات حرام ہے۔ گو دنیوی معاملات اور ظاہری برتاؤ میں حسن سلوک ممنوع  
نہیں۔ اور اگر ناسن و فاجر اپنے فسق کو حلال سمجھتا ہے تو بھی اس سے ترک موالات ضروری ہے۔ اور  
اگر ناسن مسلمان اپنے گناہ کو گناہ سمجھتا ہے تو اس سے ہمیشہ کے لیے تعلق ممنوع ہے

سوال۔ متذکرہ صدر دعائے قنوت کے علاوہ وتر میں پڑھنے کی کوئی اور بھی دعائے قنوت ہے ؟



**جواب۔** شوائع کے نزدیک قنوت وتر یہ ہے۔

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ  
وَعَا فِيمَنْ قَبِلْتَ عَاقِبَتَهُ وَتَوَلَّيْتَهُ  
فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ لِي فِيهِمَا  
أَعْطَيْتَ وَقَبِلْتَ شَرَّ مَا قَضَيْتَ  
إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَ  
إِنَّهُ لَا يَزِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا  
لَعَزُ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا  
وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤَدُّ  
إِلَيْكَ۔

رواہ النزهی ابوالدین النسانی وابن ماجہ و  
الحاکم فی المستدرک ابن حبان وصحہ

الہی! مجھ کو راہ دکھا ان لوگوں میں جن کو تو نے راہ دکھائی۔ یعنی  
مجھ کو ہدایت یافتہ لوگوں میں سے کہ اور مجھ کو عاقبت دے ان لوگوں  
میں جن کو تو نے عاقبت بخشتی اور مجھ کو دوست رکھ ان لوگوں میں  
جن کو تو نے دوست رکھا۔ اور میرے لیے اس چیز میں برکت  
دے جو تو نے مجھے عطا فرمائی۔ اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچا  
جس کو تو نے مفذر کیا۔ تو حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور تجھ پر  
حکم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ شخص ذلیل نہیں ہوتا جس کو تو نے دوست  
رکھا۔ اور وہ شخص عزت نہیں پاسکتا جس سے تو نے عداوت  
کی۔ اے ہمارے پروردگار! تو بابرکت ہے اور بزرگ ہے اور ہم  
تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

نسائی کی روایت میں وَصَلَى اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ بھی آیا ہے۔ اور سیوطی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ  
میں قنوت کے بعد یہ درود بھی روایت کیا ہے۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ امام نووی رحمہ  
نے فرمایا ہے کہ اس قنوت کے بعد اسی درود کا پڑھنا مستحب ہے۔ اور امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ امام قنوت  
پڑھنے میں جمع کی صیغہ میں کہے مثلاً اَھْدِنَا اور عَافِنَا کی جگہ عَافِنَا اور اگر امام مفرد  
صیغہ میں پڑھے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ امام کو فقط اپنی ذات کے لیے دعا نہ کرنی چاہیئے۔  
سوال۔ کیا شوائع کی اس دعائے قنوت کی روایت صحیح ہے؟

**جواب۔** ابن حبان نے دعائے قنوت اللّٰهُمَّ اَھْدِنِی الخ کو صحیح بتایا ہے لیکن حافظ ابن حجر  
عسقلانی یہ لکھتے ہیں۔ لیکن کہا قال بل عرو ضعیف لاق فی اسنادہ عبد اللہ بن سعید المقرئ (السیا نہیں جس طرح  
ابن حبان نے لکھا بلکہ وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی اسناد میں عبد اللہ بن سعید مقرئ ہے)

سوال۔ کیا حنفی قنوت کی یہ دونوں دعائیں پڑھیں یا پہلی اللّٰهُمَّ اَھْدِنَا نَسْتَغْفِرُكَ پر اکتفا کریں؟  
جواب۔ لمطاردی اور شارح منیہ نے کہا بہتر یہ ہے کہ نمازی ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملا لیا

کرے اور علامہ علی قاری رقم فرمایا کہ قنوت شافعیہ اللہم اھدنی ہے اور ہمارے نزدیک اللہم امانا نستعینک ہے۔ ہمارے علمائے حنفیہ نے اس کو طریق صحیح کے ساتھ طبرانی وغیرہ سے روایت کیا ہے اور شیخ ابن الہمام البوارد سے لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قبیلہ مضر پر بددعا کرتے تھے تو جبریل علیہ السلام نے آکر آپ کو سکوت کا اشارہ کیا۔ اور کہا اے محمد! حق تعالیٰ نے آپ کو برا کہنے اور لعنت کرنے کو نہیں بھیجا بلکہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ بعد ازاں جبریلؑ نے آپ کو یہ دعا سکھائی اللہم انا نستعینک الخ۔ اور سید طہ نے بھی اس کو عمل الیوم واللیلہ میں بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ یہ دونوں قنوت پڑھے جائیں اور شیخ ابن الہمام نے فرمایا کہ علماء کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ نمازی دُعاے قنوت میں توقیت نہ کرے یعنی ایک ہی دُعا کا پڑھنا منع نہیں نہ کر دے کیونکہ منعین کرنے میں دُعا صدق و رغبت کے بغیر زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ یہ حکم اللہم انا نستعینک کے سوا دوسری دُعاؤں کے بارہ میں ہے یعنی اس کا مقرر کرنا منع نہیں۔ اس لیے کہ صحابہؓ نے اس کے پڑھنے پر اتفاق کیا ہے۔ مجاہد میں اللہم اھدنی کو بھی مستثنیٰ کیا ہے۔ یعنی اس کی توقیت بھی منع نہیں۔

سوال :- جس شخص کو کوئی بھی دُعاے قنوت یاد نہ ہو وہ کیا کرے ؟

جواب :- جس کو دُعاے قنوت یاد نہ ہو وہ اس وقت تک کہ یاد نہیں کر لیتا رَبَّنَا اِنِّیْ اِلَیْکَ نَاذِرٌ حَسَنَةٌ وَفِیْ الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ اَنَابَ النَّاسُ پڑھے اور فقیر البرالیث نے فرمایا کہ اللہم اغفر لی یتن بار بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو تین بار یا رب کہ لے۔ ذکرہ فی الذخیرۃ۔

سوال :- اگر مقتدی نے پوری دُعاے قنوت نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی کیا کرے ؟

جواب :- بقیہ دُعاے قنوت چھوڑ دے اور رکوع میں چلا جائے اور اگر مقتدی دُعاے قنوت میں سے کچھ نہ پڑھا ہو اور خوصت ہو کہ امام کے ساتھ رکوع نہ ملے گا تو قنوت کو ترک کر دے۔

سوال :- اگر نمازی قراوت کے بعد قنوت کو بھول گیا لیکن رکوع میں یاد آگیا تو رکوع میں دُعاے قنوت

پڑھے یا نہ پڑھے ؟

جواب :- نہ پڑھے۔ کیونکہ اس کا عمل قیام تھا جو جاتا رہا اور رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے تعلیم کی طرف رجوع نہ کرے کیونکہ دوبارہ کھڑا ہونے میں قنوت واجب کیلئے فرض رکوع کا چھوڑنا لازم آتا ہے اور اگر قیام کی طرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ رکوع سابق پوری قراوت



کے بعد کیا تھا۔ لیکن اس لحاظ سے کہ دعائے قنوت اپنے موقع سے ٹل گئی سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ اگرچہ دعائے قنوت پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) رکوع میں قنوت پڑھا (۲) رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ کیا۔ (۳) سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نہ کیا۔ (۴) بالکل قنوت نہ پڑھا۔ نہ رکوع میں نہ اس سے کھڑے ہو کر۔ تو چاروں صورتوں میں سجدہ سہو اس وجہ سے ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا۔ کثافی الجلی۔

سوال: مسبق نے وتر کی تیسری رکعت کا رکوع پایا۔ امام اس سے پہلے قنوت پڑھ چکا تھا۔ مسبق قنوت کب پڑھے؟

جواب: مسبق صرف اپنے امام کے ساتھ قنوت پڑھے اور اگر ایک مرتبہ امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا مشروع نہیں اور جب مسبق تیسری رکعت کے رکوع میں جماعت سے ملا تو اس کو پوری رکعت مل گئی۔ جس میں قنوت بھی داخل تھا۔ اب باقی ماندہ نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ اگر باقی دو رکعتوں میں پڑھے گا تو قنوت بے عمل ٹھیرے گا۔ کیونکہ اس کا عمل تیسری رکعت تھا۔ جو اس کو مل چکی۔ کثافی الخطاوی۔

## فصل ۱۱ - قنوت نازلہ

سوال: قنوت نازلہ سے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: جب غلبہ دشمن یا قحط یا وبا وغیرہ کوئی غیر معمولی حادثہ پیش آئے تو چاہیے کہ نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمد لا کہہ کر امام اور مقتدی سب ہاتھ باندھ لیں اور امام باذان دعا مانگے۔ اور مقتدی آمین کہتے رہیں۔ دشمن کے خلاف امام ان الفاظ میں دعائے قنوت مانگے۔  
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمَلَائِكَةِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ  
 أَصْلَحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَالصُّحُفَ عَلَى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ ۝ اللَّهُمَّ الْعَنِ الْكُفْرَةَ الْغَيْرِيَّةَ  
 يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ وَيَكْذِبُونَ رُسُلَكَ وَيُهَاقِلُونَ أَوْلِيَاءَكَ ۝ اللَّهُمَّ خَالَفَ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ  
 وَزَلَّزَلْنَا أَعْدَاءَهُمْ وَآثَرْنَا بِهُمْ يَا مُسْلِمَ الَّذِي لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْخَافِرِينَ ۝ اس کے علاوہ ائمہ عجماء اپنی زبان میں حسب ضرورت جس قدر چاہیں دعا مانگیں۔ اور مقتدی ہر فقرہ پر آمین کہیں۔ دعا

سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں بیٹھیں۔ واضح ہو کہ قنوت میں امام ابو یوسفؒ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی مقبول ہے۔

**سوال۔** کیا قنوت نازلہ سنت نبویؐ سے ثابت ہے؟

**جواب۔** عام اہل کلام کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ قنوت رکوع سے قبل ہے یا بعد؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے قنوت بعد از رکوع کبھی نہیں پڑھی مگر ہمینہ بھر جبکہ کفار نے آپؐ کے پیچھے ہوئے ستر قاریوں کو شریعت شہادت پلایا تھا۔ آپؐ نے ہمینہ بھر قنوت بعد از رکوع پڑھا۔ جس میں قائلین قرآن پر بد دعا کرتے تھے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر ایک ہمینہ تک پانچوں نمازوں میں دعائے قنوت پڑھی۔ جب آخری رکعت میں سَمِعَ اللّٰهُ لِحَمْنٍ حَمْدًا کہہ چکے تو بنو مسلم کے قبیلوں برحمتہ اللہ تعالیٰ دعا کرتے اور معتدی آمین کہتے رواہ ابوداؤد۔

**سوال۔** آپؐ لکھتے ہیں کہ قنوت نازلہ صرف صبح کی نماز میں پڑھی جائے حالانکہ فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں لکھا ہے کہ وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھیں۔ البتہ کسی مصیبت کے وقت امام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں پڑھے۔ جہری ہوں یا سہری۔ صحیح کیا ہے؟

**جواب۔** نماز جہری میں قنوت پڑھنا بحر الرائق میں شرح نقایہ سے منقول ہے مگر اشباہ میں غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر میں قنوت پڑھے اور شام میں مہینہ کی عبارت سے بھی بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک قنوت مصیبت خاص فجر کی نماز میں ہے۔ نہ کسی دوسری جہری یا سہری نماز میں بلکہ سہری نمازوں میں تو امام شافعیؒ کے سوا کوئی امام قنوت پڑھنے کا قائل نہیں۔ تاہم اگر اہل عہد بوقت مصیبت رہبر لیبثانی پانچوں نمازوں میں دعائے قنوت پڑھنا چاہیں تو ان کو منع نہ کیا جائے۔ اور مخالفت نہ کی جائے۔ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلْتَّيْكُفِّرُوا۔

## فصل ۲۷۔ تین رکعت تراویح کا سلام سے

**سوال۔** وتر کی تین رکعتوں میں دو سلام ہیں یا ایک؟

**جواب۔** احادیث اور شوافع اس بات پر متفق ہیں کہ وتر کی تین رکعتوں میں دوسری رکعت پر قعدہ



کر کے تشدد پڑھا جائے لیکن تشدد کے بعد یہ اختلاف ہے کہ حنفی تشدد کے بعد اللہ اکبر کہہ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور شافعی المذہب تشدد کے بعد درود اور دعا پڑھ کر دو گانہ پر سلام پھیر دیتے ہیں اور پھر فی الفوز کھڑے ہو کر تکبیر کہتے اور ایک اور رکعت پڑھتے ہیں۔ اور اس کو مکمل کر کے دوسرا سلام پھیرتے ہیں۔ غرض اجناس و ترکی تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھتے ہیں اور شوافع دو سلام سے۔

**سوال :-** حنفیہ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ تین وتر کو ایک ہی سلام سے پڑھنا چاہیے؟

**جواب :-** حنفیہ کے پاس بے شمار دلائل ہیں (۱) اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پہلے چار رکعت اس خوبی سے پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول کا کچھ نہ پوچھو۔ پھر مزید چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان کے بھی حسن اور طول کا کچھ نہ پوچھو۔ پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اُم المؤمنین کہتی ہیں میں نے التماس کی یا رسول اللہ! کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا۔ اے عائشہ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و قال حدیث صحیح۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ تین وتر دو سلاموں سے پڑھتے تو ایوں فرماتیں کہ پھر آپ پہلے دو رکعت اور پھر ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ (۲) اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُوتِرُ ثَلَاثًا لَا يَكْمُلُ فِيْهِنَّ رُكْعَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَ تِنِ رُكْعَتَيْنِ فِيْ نَصْلِ وَالْقَطَاعِ نَبِيْنَ كَرْتَهُنَّ (رواہ النسائی۔ (۳) اُم المؤمنین حضرت عائشہ نے فرمایا۔ كَانَتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ ثَلَاثًا لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهَا هُنَّ۔ (۴) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور سلام نہ پھیرتے مگر ان کے آخر میں) رواہ الحاكم و قال علی شراطین (۴) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ حَدَّثَنَا حَفْصٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ رَجَعْتُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهَا هُنَّ (امام حسن بصری نے فرمایا۔ کہ مسلمانوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں۔ نہ سلام پھیر جائے مگر ان کے آخر میں) (فتح القدیر باب الوتر) (۵) ثابت کا بیان ہے کہ حضرت انس صحابی رضی اللہ عنہ نے ہم کو تین رکعت نماز پڑھائی۔ انھوں نے صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا۔ رواہ الطحاوی۔

## فصل ۳۷۔ وتر کی دوسری رکعت پر تشہد کیلئے بیٹھنا

سوال۔ حضرات غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیہ تین رکعت نماز وتر پڑھتے وقت دوسری رکعت میں تشہد کے لیے بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ دوسری رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے۔ وتر کی دوسری رکعت پر تشہد کے لیے بیٹھنے کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب۔ حنفیہ اور شوافع سب ہی دوسری رکعت کے بعد تشہد کے لیے بیٹھتے ہیں۔ اگر اعتراض ہے تو ان پر بھی ہونا چاہیے۔ امام محمد بن نصر مروزی شافعی کتاب التیام لللیل میں شافعی مسلک کی تائید میں لکھتے ہیں۔

ہمارا پسندیدہ طریق یہ ہے کہ جو شخص رات کو رمضان یا کسی دوسرے مہینے میں وتر پڑھے وہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور جب تین رکعت وتر پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلی رکعت میں سورت سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھے اور دوسری میں قل یا ایھا الکفر دن پڑھے اور پھر دوسری رکعت کے اخیر میں تشہد یعنی التعلیٰات پڑھے اور سلام پھیرے۔ پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت ادا کرے جس میں سورہ فاتحہ اور سورت قل اور ناس پڑھے۔

(قیام اللیل مطبوعہ ملتان صفحہ ۱۱۹)

قال ذی تختارہ لمن صلی باللیل فی رمضان وغیرہ ان یسلم بین کل رکعتین حتی اذا اسراہ ان یوتر صلی ثلاث رکعات یقرأ فی الرکعة الأولى بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیة یقل یا ایھا الکفر دن ویتشہد فی الثانیة ویسلم ثم یقوم فیصلی رکعة یقرأ فیہا فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والمعوذتین۔

اب در رکعت پر تشہد کرنے اور سلام نہ پھیرنے کے دلائل سنئے۔

(۱) اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یُسَلِّمُ فی رکعتی الوتر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے) یعنی تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ رواہ النسائی داخر جہ احمد وقال الثوری اسنادہ حسن رواہ البیہقی فی السنن الکبیر باسناد صحیح۔



یعنی رکعت وتر نماز مغرب سے مشابہت ہے جس طرح نماز مغرب میں دو گانہ پر تشہد کے لیے بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح وتر میں بھی دو گانہ پر بیٹھنا لازم ہے۔ ابو خالد کا بیان ہے کہ میں نے ابو العالیہ سے وتر کی نسبت دریافت کیا۔ انھوں نے کہا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے تعلیم دی ہے کہ وتر نماز مغرب کی مانند ہے۔ یہ وتر شب کا اور وہ دن کا۔ رواہ الطحاوی۔ اور امام محمد رقم فرماتے ہیں۔ عن عطاء بن یسار الوتر کصلوۃ المغرب (یعنی عطا سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر مثل نماز مغرب کے ہے رواہ فی الموطاء اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الوتر ثلاث رکعات کوثر النہار صلوۃ المغرب (وتر یعنی نماز مغرب کی طرح ہے) رواہ البیہقی وقال ہذا صحیح

سوال :- مروزی کی کتاب قیام اللیل جو ملتان کے اہل حدیث حضرات نے ملتان میں طبع کرائی تھی اس میں اس مسئلہ میں کیا لکھا ہے۔

جواب :- امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ باب ذکر الوتر بثلاث عن الصحابة والتابعین میں فرماتے ہیں کہ حسن بصریؒ سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمرؓ وتر کی دوسری رکعت میں (قعدہ بیٹھنے کے بعد) سلام پھیر دیتے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ ان کے والد عمرؓ حضرت عمرؓ ان سے زیادہ افقہ (یعنی حدیث دان) تھے۔ وہ (دوسری رکعت کا تشہد پڑھ کر) تکبیر کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ وتر کی نماز مغرب کی طرح پڑھتے تھے۔ دوسری رکعت کے قعدہ پر سلام نہیں پھیرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز مغرب دن کا وتر ہے اور رات کا وتر دن کے وتر کی مانند ہے۔ اور ثابت بنانیؒ کا بیان ہے کہ میں ایک رات حضرت انسؓ کے مشک کے معانی میں تھا۔ وہ رات کو نماز تنجد کے لیے اٹھے آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ تنجد کے بعد انھوں نے وتر کی تین رکعتیں نماز مغرب کی طرح پڑھیں۔ انھوں نے دو رکعت کے قعدہ پر سلام نہیں پھیرا اور ابو العالیہؒ کا بیان ہے کہ رات کا بھی وتر ہے۔ اور دن کا بھی وتر ہے۔ دن کا وتر نماز مغرب ہے اور رات کا وتر اسی کی مانند ہے (یعنی دو رکعت کے اخیر میں تشہد بیٹھا جاتا ہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تلامذہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد وتر کی دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (قیام اللیل مروزی مطبوعہ ملتان ص ۱۲۳-۱۲۴)

## فصل ۴۷۔ وتر کے بعد دو رکعت نفل

سوال :- کیا وتر کے بعد کوئی سنت یا نفل نماز بھی ہے ؟

جواب :- ہاں۔ نفل کی دو رکعتیں ہیں۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ رواہ الترمذی۔ لیکن ابن ماجہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ یہ دو رکعتیں ہلکی بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے اور ثوبان کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی بیداری مشکل اور بھاری ہے۔ سو چاہیئے کہ جب تم میں سے کوئی (سینے سے پہلے) وتر پڑھ لے تو پھر دو گانہ ادا کر لے۔ اس کے بعد نماز تہجد کے لیے اٹھا تو بہتر ہے۔ ورنہ یہی دو رکعتیں ثواب میں اس کے لیے تہجد کا کام دیں گی۔ رواہ الدارمی اور ابوالمامہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اس درگاہ کی پہلی رکعت میں آپ اذازلت الارض اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون پڑھا کرتے تھے۔ رواہ احمد

سوال :- سنت نبوی ہی ہے کہ یہ دو گانہ بیٹھ کر پڑھا جائے۔ لیکن بعض لوگ کھڑے ہو کر پڑھنے کو نفل بتاتے ہیں۔ صحیح کیا ہے ؟

جواب :- تمام نوافل خواہ بعد الوتر مول یا کوئی اور ان کا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے جن میں آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے۔ پھر جب آپ رکوع کا قصد فرماتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع میں جاتے رواہ ابن ماجہ اور مسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ آپ نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ کی قراوت میں سے بیس چالیس آیتیں باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر قراوت کرتے۔ پھر رکوع میں جاتے ابن ماجہ کی حدیث سے بالتفصیل نوافل بعد الوتر میں آپ کا قیام ثابت ہوا۔ رہا یہ کہ رکوع کے قبل آپ ۲ جلوس فرماتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی قراوت طویل ہوتی تھی اور آخر عمر میں ضعف بڑھ گیا تھا اس لیے نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ البتہ رکوع کے قریب آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس قیام سے معلوم ہوا کہ مقصود اصل میں قیام ہی تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دو گانہ بعد الوتر کے قیام کو نفل بتا کر لکھا ہے کہ



عوام بلکہ خواص میں جو اس کے خلاف مشہور ہے اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور اردو فارسی کے بعض رسائل میں جو لکھا ہے کہ دو رکعت نفل بعد الوتر کا بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے وہ کسی معتبر جگہ سے نقل نہیں کیا گیا۔  
(امداد الفتاویٰ مطبوعہ دہلی جلد اول ص ۵۲-۵۳)

## فصل ۵۔ سجده سہو

سوال :- سہو کسے کہتے ہیں اور سجده سہو کیا ہے ؟

جواب :- سہو بھول جانے کو کہتے ہیں کبھی کبھی بھول چوک کی وجہ سے نماز میں کمی بیشی ہو کر نقصان آ جاتا ہے۔ اس نقصان کی تلافی کے لیے نماز کے آخری قعدہ میں دو سجدے کیے جاتے ہیں۔ ان کو سجده سہو کہتے ہیں۔

سوال :- کن غلطیوں سے سجده سہو واجب ہوتا ہے ؟

جواب :- (۱) کسی واجب کے چھوٹ جانے سے (۲) یا کسی واجب میں تاخیر ہو جانے سے (۳) یا کسی فرض میں تاخیر ہو جانے سے (۴) یا کسی فرض کو مقدم کر دینے سے (۵) یا کسی فرض کو دوبارہ ادا کرنے سے مثلاً دو رکوع کر لئے۔ (۶) یا کسی واجب کی کیفیت بدل دینے سے جیسے اخفا کی جگہ ہر پڑھنے یا مقام ہنر کی بجائے اخفاء پڑھنے سے سجده سہو واجب ہوتا ہے۔

سوال :- سجده سہو صرف فرض نمازوں میں واجب ہے یا تمام نمازوں میں ؟

جواب :- تمام نمازوں میں۔

سوال :- وہ امور جن کو سہو اگرنے سے سجده سہو لازم آتا ہے اگر قصد ادا نہ کیا جائے تو کیا حکم ہے ؟

جواب :- دانستہ کرنے سے نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

سوال :- اگر ایک نماز میں کئی ایسے امور جمع ہو جائیں جن سے ہر ایک پر سجده سہو لازم آتا ہو۔

تو کتنے سجدے کرنے لازم ہیں ؟

جواب :- سب کے لیے صرف ایک مرتبہ سہو کے دو سجدے کر لینا کافی ہے۔

سوال :- اگر مقتدی سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس سے سجدہ سہولاً لازم آتا ہے تو کیا کرے ؟

جواب :- مقتدی کی غلطی سے اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں آتا ۔

سوال :- امام کے سلام پھیرنے کے بعد سبوت اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرتے ہوئے کوئی سہو کرے تو اس پر سجدہ سہولاً لازم ہوتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- اس صورت میں اس پر اپنی باقی ماندہ نماز کے آخری قعدہ میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے ۔  
سوال :- سجدہ سہو کا کیا طریقہ ہے ؟

جواب :- آخری رکعت میں تشهد عبثاً و استسولاً تک پڑھ کر داہنی طرف سلام پھیریں پھر دو سجدے کریں ۔ پھر بیٹھ جائیں ۔ اور التحیات اور درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیں ۔ بعض علماء نے احتیاطاً یہ پستہ کیا ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے عبثاً و استسولاً کے بعد درود اور دعا بھی پڑھیں ۔ اور دو سجدوں کے بعد بھی تشهد اور درود اور دعا پڑھیں ۔ نمازی کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے عمل میں لائے ۔

سوال :- حضرات غیر مقلدین سہو کا سجدہ بلا تشهد کرتے ہیں ۔ ایک غیر مقلد صاحب کہتے تھے کہ سجدہ سہو سے پہلے کے تشهد کا ثبوت کسی حدیث صحیح سے نہیں ملتا ۔ اس کا کیا جواب ہے ؟

جواب :- مولانا اشرف علی تھانویؒ رقم طراز ہیں :- فی الحدیث المتفق علیہ عن ابن مسعود قال علیہ السلام اذا شک احدکم فی صلوٰتہ فلیتحر الصّواب فلیتم علیہ ثم لیسلم ثم لیسجد سجدة تین رجب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے تو اس پر لازم ہے کہ صواب کا قصد کرے تو اس کو پورا کرے ۔ پھر دو سجدے کرے ۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ، و ایضاً فی المتفق علیہ ہر فرعاً حتی اذا تقف الصلوۃ وانتظر ان تاسلم تسلیمہ کبر و هو جالس فسجد سجدة تین قبل ان یسلم ثم سلم رہاں تک کہ جب آپ نماز پڑھ چکے اور آگ سلام پھیرنے کے منتظر ہوئے تو آنحضرتؐ نے تکبیر کہی اس حالت میں کہ آپ بیٹھے تھے پس آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا ۔ اس روایت کو بھی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ، و فی حدیث الترمذی عن عمران بن حصین



ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلیٰ بہم فسما سجداً یثن ثم تشهد  
ثم سلم کذا فی المشکوۃ راوی ترمذی نے عمران بن حصین سے روایت کی کہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھاٹی جس میں آپ بھول گئے۔ پھر آپ نے دو سجدے کیے۔ پھر  
التحیات پڑھی۔ پھر سلام پھیرا۔ مشکوۃ (حدیث اول میں خلیفۃ علیہ السلام سے تشهد قبل سجدہ سہو ثابت  
ہوتا ہے کیونکہ بدن تشهد کے صلوة ناقص ہے۔ اسی طرح حدیث ثانی سے کیونکہ بدن تشهد کے سلام  
کا انتظار نہیں ہو سکتا تاہم تیسری حدیث سے تشهد بعد سجدہ سہو ثابت ہے۔ پس مجموعہ سے مجروح ثابت ہو  
گیا۔ اسی طرح کتاب رحمۃ ہدایہ میں ابو داؤد و نسائی کی روایت سے ایک حدیث درج ہے جس میں مجروح  
تشہدین مصرح ہے۔ عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کنت فی  
صلوۃ و تشکلت فی ثلاث او اربع و اکثر ظنک علی اربع تشهدات ثم سجدت سجدتین  
وانت فی الس قبرا ان تسلم ثم تشهدت ثم تسلم راہما لفتاویٰ مطبوعہ مجتبائی دہلی  
جلد اول صفحہ ۵۵۰ بحوالہ رحۃ ہدایہ صفحہ ۵۳۵

سوال :- سجدہ سہو واجب تھا یا نہ نمازی نے بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ اسے اب کیا  
کرنا چاہیئے ؟

جواب :- دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد اگر نمازی وہیں بیٹھا ہے اور یہ قبلہ کی طرف سے نہیں  
پھیرا ہے اور نہ کسی سے ہم کلام ہوا ہے۔ اور نہ کوئی ایسا کام کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدہ  
سہو کر لے بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کچھ اور دو طائف بھی پڑھنے لگا تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اب سجدہ  
سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی ۔

سوال :- اگر شک ہو جائے کہ سجدہ سہو کیا ہے یا نہیں تو کیا کرے ؟

جواب :- غلبہ ظن پر عمل کرے اور اگر غلبہ نہ ہو بلکہ دونوں گمان مساوی ہوں تو سجدہ سہو کر لے۔

سوال :- اگر بلا ضرورت سجدہ سہو کر دیا تو کیا حکم ہے ؟

جواب :- نماز دوبارہ پڑھے ۔

سوال :- سجدہ سہو کے حوالہ میں تردد ہو کیا تو کیا کرے۔ احتیاطاً سجدہ سہو کر لینا بلا کر بہت

پاک ہے یا نہیں ؟

جواب۔ قبلہ ظن پر عمل کرے۔ اگر غلبہ ظن یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں تو پھر سجدہ سہو کرنے میں احتیاط نہیں بلکہ ترک میں احتیاط ہے۔

سوال۔ سجدہ سہو واجب نہ ہوا اور کسی دہم پر سجدہ کر لے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اکثر لوگ ذرا سے دہم پر مثلاً ترک سنت ہی پر سجدہ سہو کر لیتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ نماز ہو جاتی ہے۔

سوال۔ اگر کوئی ایک رکعت کے بعد شریک جماعت ہوا۔ جب امام نے سلام پھیرا تو اس نے بھی بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب۔ اس کی نماز صحیح ہے۔ کھڑا ہو کر ایک رکعت پڑھ لے اور اخیر میں سجدہ سہو کر لے۔

سوال۔ نماز مغرب میں امام نے سہواً دو رکعت پر سلام پھیر دیا لیکن سلام پھیرتے وقت اس کو شبہ ہوا کہ شاید دو رکعتیں پڑھی ہیں مگر عدم تیقن کی وجہ سے کچھ توجہ نہ کی۔ سلام پھیرنے کے بعد ایک مقتدی بول پڑا کہ دو رکعتیں ہوئی ہیں۔ یہ سن کر امام فی الفور کھڑا ہو گیا اور سب مقتدی بھی کھڑے ہو گئے اور امام نے تیسری رکعت پر سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لیا۔ نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب۔ امام اور مقتدیوں کی نماز ہو گئی۔ البتہ اس مقتدی کی نماز جس نے کہا تھا کہ دو رکعتیں ہوئی ہیں بوجہ کلام کے فاسد ہو گئی۔ گو حدیث سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں سے اور مقتدیوں نے آپ سے اس قسم کا کلام کیا مگر فساد نماز کا حکم نہیں دیا گیا۔ لیکن مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فرمانا آپ کی خصوصیت میں داخل ہے اور صحابہ کا کلام رسول کے ساتھ تھا۔ امد کلام مع الرسول مفسد صلوٰۃ نہیں۔ جیسا بعض علماء نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ آپ نے حضرت اُبی بن کعب صحابی رضی کو پکارا تھا۔ پھر بعد نماز کے آپ نے انھیں یہ آیت یا مدلائی تھی۔ اَشْجَبْتُمْوَا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاکُمْ اِلَیْہِ۔ یا کلام بالایما ہو جیسا ابوداؤد میں ہے اور مؤا لے نعم عدم فساد بالکلام مع الرسول ادا کیا و کوردی نے شرح مسلم کے صفحہ ۲۱۴ میں نقل کیا ہے۔

سوال۔ امام کو شک ہوا کہ ایک ہی سجدہ کیا ہے یا دو تو اس صورت میں سجدہ سہو کرے یا نماز کر لے؟

جواب۔ اگر ظن غالب کسی جانب نہیں تو ایک سجدہ ادا کر کے سجدہ سہو کرے۔



**سوال**۔ ایک رکعت میں نمازی نے ایک ہی سجدہ کیا۔ دوسرا بھول گیا۔ دوسری اور تیسری رکعت میں یاد آیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

**جواب**۔ جب یاد آئے اُسی وقت ادا کر لے۔ پھر جس رکن سے اس سجدے میں آیا ہے اس کی طرف چلا جائے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

**سوال**۔ اگر کسی رکعت میں بھول کر تین سجدے کر لیے تو سجدہ سہو اس غلطی کی تلافی کر دے گا۔ یا نہیں؟

**جواب**۔ سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔

**سوال**۔ اگر فرض یا سنت نماز میں سورت کے بجائے التحیات پڑھ جائے اور پھر یاد آئے تو سورت ملائے یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کرے یا نہ کرے؟

**جواب**۔ سورت پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

**سوال**۔ اگر کوئی شخص پہلے قعدہ میں التحیات کی بجائے قل ھو اللہ یا الحمد پڑھنے لگے اور یاد آنے کے بعد التحیات پڑھے کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو یا بغیر التحیات پڑھے کھڑا ہو جائے اور سجدہ سہو کر لے۔ اسی طرح آخری قعدے میں التحیات کی بجائے الحمد پڑھنے لگے تو بعد یاد آنے کے التحیات پڑھے کر سجدہ سہو کرے یا اسی وقت سجدہ سہو کر کے پھر التحیات پڑھے۔ نیز کوئی امام جہری نماز میں نصف الحمد ستر پڑھ گیا۔ یاد آنے کے بعد شروع سے الحمد پڑھے یا جہاں سے باقی ہے وہاں سے یا الجہر پڑھنا شروع کرے؟

**جواب**۔ ان اکثر صورتوں میں تاخیر واجب یا ترک واجب ہے۔ اگر یہ افعال قصداً نہیں کیے اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا تو نماز درست ہو جائے گی مد نہ واجب الا عاده ہوگی۔ اور نصف الحمد ستر پڑھنے کے بعد جب یاد آئے تو شروع سے جہراً پڑھے۔

**سوال**۔ امام پہلے قعدے میں بیٹھنے کی بجائے تیسری رکعت کے لیے نعت کھڑا ہونے پایا تھا کہ نغمہ دینے پر بیٹھ گیا۔ اب امام کو سجدہ سہو کرنا چاہیے یا نہیں۔ اگر نہ کیا تو نماز باطل ہوئی یا نہیں؟

**جواب**۔ اگر امام اتنا کھڑا ہو چکا تھا کہ ٹانگیں سیدھی ہو گئی تھیں اگرچہ پشت وغیرہ سیدھی نہیں ہوئی تھی اور اس حالت کے بعد بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے اگر نہ کیا اور نماز پڑھ لی تو وقت کے اندر اندر اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر نماز کو نہ لوٹایا اور نماز کا وقت گزر گیا تو پھر بطور قضا اس نماز کو لوٹایا

نہ جائے گا۔ اور اگر امام اس قدر کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ ٹھوڑا سا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا تو سجدہ سو کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال۔ اگر نمازی التحیات پڑھے بغیر تیسری رکعت کے لیے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں یاد آ گیا کہ التحیات نہیں پڑھی ہے تو نیچے بیٹھ جائے یا نہیں اور اگر بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب۔ اگر سیدھا کھڑا ہو چکا ہے تو نہ بیٹھے بلکہ قرائت وغیرہ پڑھ کر تینوں یا چاروں رکعتیں پڑھ لے۔ فقط اخیر میں بیٹھے اور سجدہ سو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہونے کے بعد پھر لوٹ آیا اور بیٹھ کر تشهد پڑھا تو گنہ گار ہوگا اور سجدہ سو کرنا اب بھی واجب ہوگا۔ یہ حکم فرض اور وقت میں ہے۔ اور اگر نفل ہو تو قیام سے عود کر کے بیٹھ جائے اور تشهد پڑھے لیکن نفل میں کھڑا ہونے کے بعد بیٹھ جانے کی یہ شرط ہے کہ قیام کو سجدہ سے مفید نہ کیا ہو۔

سوال۔ (۱) نمازی التحیات پڑھ کر بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ پانچ چھ منٹ کے بعد ہوش میں آیا۔ سجدہ سو کرے یا نہ کرے (۲) نماز میں کوئی شخص اس طرح سو گیا جو مفسد صلوٰۃ نہیں اور اس آستانہ میں بقدر تین تسبیح ادا کرے فرض میں تاخیر ہو گئی۔ تو سجدہ سو لازم ہوگا یا نہیں (۳) مقتدی جماعت میں سو گیا اور امام کے ساتھ ایک سجدہ کرنا رہ گیا تو نماز ہو گئی یا نہیں؟

جواب۔ (۱) و (۲) سجدہ سو کریں۔ (۳) سوئے والے کو چاہیے کہ جو نہی بیدار ہو فوراً ایک سجدہ کر کے امام کے ساتھ ہو جائے۔ ورنہ امام کے سلام کے بعد ایک سجدہ ادا کر کے پھر سجدہ سو کرے۔ ثواب شدہ سجدہ ادا کیے بغیر اس کی نماز نہ ہوگی۔

سوال۔ اگر نماز کا کوئی فرض یا سنت چھوٹ جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اور سجدہ سو لازم ہے یا نہیں؟

جواب۔ اگر نماز کا کوئی فرض چھوٹ جائے تو سجدہ سو کرنے سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ نماز از سر نو پڑھے۔ اور اگر نماز کی کوئی سنت چھوٹ جائے مثلاً ثنا یا تعوذ وغیرہ مارہ جائے تو سجدہ سو واجب نہیں ہوتا۔

سوال۔ اگر سری نماز میں کوئی نمازی امام یا منفرد بلند آواز سے قرائت کرے یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قرائت کرے تو سجدہ سو لازم آتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ سجدہ سو لازم ہے۔ ہاں اگر سری یعنی ظہر اور عصر کی نماز میں مقدار مایحوز بہ الصلوٰۃ سے



کم بہت تھوڑی سی قراءت بلند آواز سے کرے جو نماز صحیح ہونے کے لیے کافی نہ ہو مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے پڑھ دیئے یا جہری نماز میں امام دو چار لفظ آہستہ پڑھ دے۔ تو سجدہ سہولاً لازم نہیں۔ یہی زیادہ صحیح قول ہے۔  
**سوال۔** اگر متفرد نے نماز جہری شروع کی۔ قدر مایحوز بہ الصلوٰۃ سے کم قرأت خفی کر چکا تھا کہ کسی نے آکر اس کا اقتداء کیا تو جتنی قراءت کر چکا ہے اس کا اعادہ کرے یا نہ کرے اور اگر اعادہ کرے تو سجدہ سہولاً لازم آتا ہے یا نہیں؟

**جواب۔** اعادہ نہ کرے اور اگر اعادہ کیا تو گو سجدہ سہولاً لازم نہیں آتا مگر اعادہ کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

**سوال۔** اگر نمازی سورہ فاتحہ پڑھنے کے سوچنے لگا کہ اب کون سی صورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ یا ایک مرتبہ اللہم صل علی محمد پڑھا جاسکتا ہے تو سجدہ سہولاً لازم ہے یا نہیں؟ اسی طرح قراءت ختم کرنے کے بعد کسی سوچ میں کھڑا رہ گیا اور رکوع کرنے میں اتنی دیر ہو گئی جتنی دیر میں ایک مرتبہ اللہم صل علی محمد یا تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکتا ہے تو پھر کیا حکم ہے؟

**جواب۔** دونوں صورتوں میں سجدہ سہولاً لازم ہے۔ اور یہی حکم ہے جب نمازی کسی اور موقع پر اتنی دیر سوچ بچار میں مشغول رہے۔

**سوال۔** تین رکعتی یا چار رکعتی فرض نماز میں دو رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھا تو التحیات کے بعد پورا درود یا اس کا کچھ حصہ بھی غلطی سے پڑھ لیا تو سجدہ سہولاً لازم پڑے گا یا نہیں؟

**جواب۔** اگر اللہم صل علی محمد یا اس سے زیادہ الفاظ پڑھ لیے تو سجدہ سہولاً لازم آئے گا۔ ہاں نفل میں غلطی سے درود پڑھا جائے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ نفل نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے ساتھ درود پڑھنا بھی جائز ہے۔

**سوال۔** (۱) اگر قعدہ میں التحیات دو دفعہ پڑھا یا (۲) پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کو مکرر پڑھا۔ تو سجدہ سہولاً واجب ہے یا نہیں؟

**جواب۔** واجب ہے۔ البتہ اگر پچھلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ کو مکرر پڑھا تو سجدہ سہولاً لازم نہ کرنا پڑیگا۔  
 کذا فی الطحاوی۔

سوال۔ شروع نماز میں غلطی سے سبحانک اللہ کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے لگا یا وتر میں دعائے قنوت کی بجائے سبحانک اللہ پڑھ گیا۔ لیکن پھر یاد آنے پر دعائے قنوت پڑھ لی یا نذر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگا تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں ؟

جواب۔ ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے۔

سوال۔ اگر قعدہ میں تشهد پورا یا اس کا بعض حصہ چھوٹ جائے تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں ؟

جواب۔ دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا واجب ہے۔ اگر تشهد نہیں پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے اور اگر نصف سے زیادہ پڑھا اور نصف سے کم چھوڑا تو بھی سجدہ سہو واجب ہے =

سوال۔ اگر الحمد پڑھ کر رکوع میں چلا گیا۔ سورت ملائی بھول گیا تو اب وہ کیا کرے ؟

جواب۔ اگر رکوع میں بلا آ یا تو سورت کی قراءت کے لیے لوٹے اور سورت پڑھ کر پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر رکوع سے نہ لوٹے اور اخیر میں سجدہ سہو کر لے تب بھی نماز ہو جاتی ہے اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گیا تو پچھلی دو رکعتوں میں سورت ملائے اور سجدہ سہو کرے۔ اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہ ملائی تو تیسری رکعت میں سورت ملائے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا بالکل آخری رکعت قعدہ میں یاد آیا کہ کسی رکعت میں سورت نہیں ملائی تو بھی سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ وتر اور سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں سورت کا ملانا واجب ہے۔ پس اگر کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔

سوال۔ سر رکعتی یا چہار رکعتی نماز میں سہواً دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اس غلطی کی تلافی کیونکر ہوگی ؟

جواب۔ اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کرے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے۔ البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کسی سے بات کر لی یا کوئی ایسا امر سرزد ہوا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو نماز کا اعادہ کرے۔

سوال۔ نماز وتر میں یاد نہ رہا کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری اور دونوں طرٹ گمان یکساں ہے۔ تو کیا کرے ؟

جواب۔ اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور بیٹھ کر تشهد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو کر ایک اور رکعت پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر وتر کی پہلی یا دوسری



رکعت میں سہواً دعائے قنوت پڑھ لی تو تیسری رکعت میں اذ سر نو دعائے قنوت پڑھے اور قعدہ کے اختتام پر سجدہ سہو کرے۔

سوال۔ اگر نمازی کو پہلی یا دوسری رکعت ہونے میں اشتباہ ہے تو کیا کرے؟

جواب۔ اگر مدت العصر میں ایسا شک بھی نہیں ہوا کہ نماز کو لوٹائے ورنہ گمان غالب پر عمل کرے اگر گمان جانین کی طرف یکساں ہے تو ایک ہی سمجھ کر بیٹھ جائے۔ لیکن اس احتمال پر کہ شاید یہ دوسری رکعت ہو۔ الحیات پڑھے اور غید اور سولہ پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے۔ اور دوسری رکعت پڑھے۔ جس میں الحمد کے ساتھ سورت بھی ملائے۔ پھر بیٹھ کر الحیات پڑھے۔ پھر تیسری رکعت پڑھ کر بھی اس احتمال پر بیٹھے کہ شاید یہ چوتھی ہو۔ پھر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے۔

سوال۔ اگر یہ شک ہو کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب۔ اگر دونوں طرف کے گمان مساوی درجہ میں ہوں تو بیٹھ کر تہجد پڑھے۔ پھر کھڑا ہو کر تیسری رکعت پڑھے اور بیٹھ کر اس احتمال پر الحیات پڑھے کہ شاید یہی چوتھی ہو۔ پھر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے۔

۔ اگر تین اور چار رکعتوں میں اشتباہ واقع ہو تو زندگی کے پہلے اشتباہ میں نماز اذ سر نو

پڑھے اور اگر شک ہونے کا معمول ہو تو گمان غالب پر عمل کرے۔ اگر تین رکعت پڑھنے کا گمان غالب ہو تو ایک اور رکعت پڑھے کہ سلام پھیرے۔ اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے اور اگر گمان غالب چاروں رکعتیں پڑھے لینے کا ہو تو اور رکعت نہ پڑھے اور اگر گمان کسی طرف راجح نہ ہو۔ تو تین ہی سمجھے لیکن اس امکان پر کہ شاید چوتھی ہو الحیات پڑھے اور کھڑا ہو کر چوتھی رکعت ادا کرے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے

سوال چار رکعت فرض میں چوتھی رکعت کے قعدہ کے لیے بیٹھا اور سہواً پانچویں رکعت کے لیے

کھڑا ہو گیا آخر پانچویں رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد یاد آیا۔ اب وہ کیا کرے؟

جواب۔ اگر چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا تھا تو فرض نماز نہیں ہوئی۔ اگر ایک رکعت اور پڑھے تو

چھ نفل ہو جائیں گے اور فرض نماز اذ سر نو ادا کرے۔

سوال۔ اگر چوتھی رکعت پر بیٹھا اور التحیات درود اور دُعا پڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ تو اب نماز کو کیونکر پورا کرے ؟

جواب۔ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے جب یاد آ جائے بیٹھ جائے اور دوبارہ التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھتے ہی سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا۔ تب یاد آیا تو ایک رکعت ملا کر چھ کرے۔ اور سجدہ سہو کر لے۔ چار رکعتیں فرض ہو گئے اور دفن۔ اور اگر چھٹی رکعت نہ پڑھی بلکہ پانچویں ہی پر سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لیا تو چار فرض ہو گئے۔ اور ایک رکعت اکارت گئی۔

سوال۔ چار رکعت نفلی نماز پڑھی اور دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا تو کیا کرے ؟

جواب۔ جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہیے اور اگر سجدہ کر لیا۔ تو سجدہ سہو سے تلائی کرے۔

سوال۔ اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو پھر کیا کرنا چاہیے

جواب۔ اس شک کی طرف نمازی کچھ التفات کرے نماز ہو گئی۔ البتہ اگر ٹھیک یاد آ جائے کہ تین ہی پڑھی ہیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک اور رکعت پڑھ لے اور سجدہ سہو کرے لیکن اگر پڑھ کے بول پڑایا کوئی ایسا امر سرزد ہوا جو مفسد نماز ہے تو نماز کا اعادہ کرے اسی طرح اگر التحیات پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹھیک یاد نہ آئے وہ قابل التفات نہیں۔ البتہ اگر ازراہ احتیاط نماز کا اعادہ کرے تو یہ مستحسن ہے۔

سوال۔ سجدہ سہو کرنے کے بعد کوئی ایسا امر حادث ہوا جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو پھر کیا حکم ہے ؟

جواب۔ اس صورت میں وہی پہلا سجدہ سہو کافی ہے دوبارہ سجدہ سہو کرنے کی حاجت نہیں۔

سوال۔ جن امور کو بھول کر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اگر ان کو بالارادہ اور دانستہ کرے تو کیا حکم ہے ؟

جواب۔ اس صورت میں سجدہ سہو نہیں بلکہ نماز کا اعادہ واجب ہے اگر سجدہ سہو کر لیا تو بھی نماز نہیں ہوئی۔



سوال۔ نماز میں ایک دو آیتیں بھول کر رہ گئیں اور پھر سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی یا نہیں؟  
جواب۔ اس صورت میں سجدہ سہو کی ضرورت نہ تھی لیکن اگر کر لیا تو نماز ہو گئی۔

سوال۔ مسافر امام ہوا اور وہ نماز میں بھول جائے تو مقتدی مقیم بھی سجدہ سہو میں اس کی متابعت کریں یا نہیں؟

جواب۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مقتدی مقیم بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔  
اور کرخ نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نہ کریں۔ بلکہ باقی ماندہ دو رکعتیں پڑھ کر آخر میں سجدہ کریں۔

سوال۔ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ مقتدی امام کو سجدہ سہو میں لقمہ دیتا ہے جب امام پہلا سلام پھیرتا ہے تو مقتدی آواز سے تکبیر کہہ کر سجدہ میں جاتا ہے اور امام اس کی پیروی میں سجدہ سہو کرتا ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب۔ ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوال۔ حنفی مقتدی نے شافعی المذہب امام کی متابعت میں سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لیا۔  
اور سلام پھیر دیا۔ اور تشہد نہیں پڑھا۔ مقتدی حنفی کی نماز ہوئی یا نہیں؟  
جواب۔ حنفی مقتدی کی نماز ہو گئی۔

سوال۔ اگر جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں امام سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو سجدہ سہو کو مستلزم ہو۔ تو سجدہ سہو کرے یا نہیں؟

جواب۔ یوں تو سجدہ سہو لازم تھا لیکن متاخرین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر جمعہ اور عیدین میں جمع نہ زیادہ ہو تو سجدہ سہو نہ کرنا بہتر ہے تاکہ پچھلے لوگ تشویش اور فتنہ میں نہ پڑیں۔

سوال۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور سید کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کہ بھی کبھی نماز میں سہو ہو جاتا تھا۔ تو کیا جاری طرح معاذ اللہ حضور کو بھی نماز کی طرف توجہ نہ ہوتی تھی جو سہو ہو جاتا تھا؟  
ظاہر ہے کہ اگر کسی چیز کی طرف انسان کی کامل توجہ ہو تو سہو کا وہاں کوئی احتمال نہیں ہوتا۔

جواب۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ واقعی سہو کا سبب عدم توجہ الی الصلوٰۃ ہے۔ مگر اس عدم توجہ کے دو سبب ہیں۔ ایک توجہ الی ما فوق الصلوٰۃ (یعنی توجہ الی اللہ) جو ذکر کا اعلیٰ درجہ ہے اور حضور کی یہی شان تھی۔ دوسرا توجہ الی ما دون الصلوٰۃ جس

میں ذکر کا ادنیٰ درجہ بھی نہیں اور ہماری یہ حالت ہے کہ غفلت میں مبتلا ہیں پس آپ کا متوجہ الی الصلوٰۃ نہ ہونا اور ہے ہمارا اور ہے۔ اور سہو و دغلوں کا خاصہ مشترک ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں۔ ع۔  
کارِ پاکاں را قیاس از خود بگیر

## فصل ۴۔ مفسداتِ نماز

سوال۔ مفسداتِ نماز کس کو کہتے ہیں ؟

جواب۔ مفسداتِ نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور نماز کا کوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔

سوال۔ مفسداتِ نماز کیا کیا ہیں ؟

جواب۔ نماز کو توڑنے والی در قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک قسم کو اقوال اور دوسری کو افعال کہتے ہیں +

سوال۔ وہ کن سے اقوال ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ؟

جواب۔ (۱) نماز میں کلام کرنا قصداً ہو یا سہواً۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ بیداری میں ہو یا خواب میں۔ اپنی مرضی سے کلام کیا ہو یا کسی کے مجبور کرنے سے عام ہے اس سے کہ اصلاح نماز کے لیے ہو جیسے امام کو جو بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہونے لگا ہو کہنا کہ بیٹھ جائیے یا اصلاح نماز کے لیے نہ ہو اور اس قسم کا کلام ہو جو لوگوں سے خطاب کیا جانا اور سننے میں آتا ہے۔ لیکن اگر نہ سنا جائے اور حرمت کی تصریح نہ ہوئی ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر کہتے بلی کے لیے محض آواز نکالی جائے جس میں حرمت نہ ہوں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی +

(۲) سلام کرنا یعنی کسی شخص کو سلام کرنے کے قصد سے السلام علیکم یا سلام یا تسلیم یا اس قسم کا کوئی اور لفظ کہنا۔ (۳) کسی کے سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والے کو یَزَحْمُکَ اللہ کہنا۔ یا نماز سے باہر والے کسی شخص کی دعا پر آمین کہنا۔ (۴) اذان کا جواب دینا۔ (۵) نماز میں کوئی بشارت سن کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا یا کوئی رنجہ خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ سَاجِدُونَ پڑھنا یا کسی



عجیب خبر پر سبحان اللہ یا کسی چیز کے گرنے پر یشید اللہ کہتا رہا) در دیا رنج کی وجہ سے آہ یا وہ یا اُت یا ہائے کہتا رہا) در دیا کسی دنیاوی مصیبت میں آواز سے رونا۔ اگر گریہ و بکا خوف ورجا اور رغبت و رہبت وغیرہ کسی امر آخرت کی جہت سے ہو تو مفسد نماز نہیں بلکہ حضور اور خشوع کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں آستان نبوت پر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ مصروف نماز تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے اندر سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے دیگ میں جوش آتا ہے (مشکوۃ) یعنی آپ نماز میں آواز کے بغیر اس طرح روتے تھے جیسے پکتے وقت دیگ میں جوش آتا ہے۔ اگر نمازی اس طرح آواز کے بغیر روتے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ نمازی حالت خشوع و خضوع میں ضبط و تحمل کی طاقت رکھنے کے باوجود آواز سے روتے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اگر تحمل و طاقت سے باہر ہو تو نہیں ٹوٹتی (مدارج النبوت)

(۸) قراءت میں زیر زبر پیش کو لغموں کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا (۹) قراءت میں کوئی فاحش غلطی کرنا (۱۰) حالت نماز میں اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دینا یعنی قراءت کی غلطی بتانا۔ (۱۱) قرآن کو دیکھ کر یا کسی کتاب یا چھٹی کو لفظاً پڑھنا (۱۲) نماز کی دعائیں جو قعدے میں پڑھی جاتی ہے کوئی ایسی حاجت مانگنا جو آدمیوں سے مانگی جاتی ہے (۱۳) اللہ اکبر کہتے وقت لفظ اللہ کے الف کو بڑھا کر اللہ اکبر کہنا یا اللہ اکبر کہنا۔ اسی طرح اکبر کی بک کر کھینچ کر پڑھنا یعنی اللہ اکبار کہنا۔

سوال۔ وہ کون سے افعال ہیں جن کے ارتکاب سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب۔ (۱) نماز میں اس طرح ادھر ادھر دیکھنا کہ سینہ قبلہ سے پھر جائے۔ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ فعل اچک لینا ہے یعنی شیطان اس کو بندے کی نماز سے اچک لیتا ہے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ یعنی اس حرکت سے شیطان بندے کی نماز سے اس کا کمال اچک لیتا ہے۔ ادھر ادھر دیکھنے سے اس طرح گردن پھیر کر دیکھنا مراد ہے کہ منہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے یہ مکروہ ہے۔ اور اگر اس طرح دیکھے کہ سینہ بھی بالکل قبلہ سے پھر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور کن انکھبوں سے ادھر ادھر دیکھے تو نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ مکروہ البتہ خلاف اولیٰ ہے۔

(۲) عمل کثیر یعنی نماز میں کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔

(۳) کھانا یا پینا نصداً ہو یا بھولے سے (۴) دو صفوں کی مقدار کے برابر چلنا۔

(۱۵) امام سے آگے بڑھ جانا (۱۶) ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا (۱۷) ستر کھل جانے کی حالت میں ایک رکن کی مقدار بھیرنا (۱۸) حدث کے بعد نمازی کا مقام حدث پر ایک رکن کی مقدار بھیرنا (۱۹) بالغ آدمی کا نماز میں تمبھہ مار کر یا آواز سے ہنسنا (۲۰) شخص یعنی کھنکار نایا گلا صاف کرنا بھی بلا عذر ہو تو نماز کا مفسد ہے۔ اگر فذر ہو تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ عذر یہ ہے کہ نمازی احتراز و اجتناب کی طاقت نہ رکھے۔ اگر طبیعت کا تقاضہ ہو یا علت مرض متقاضی ہو تو یہ چھینک یا آروغ کے حکم میں ہے۔ اگر امام یا مقتدی شخصین صرت کے لیے کرے یا امام سے فطمی ہو گئی اور مقتدی اس لئے کھنکارتا ہے کہ درست کرے یا اس لیے کھنکارتا ہے کہ دوسرے شخص کو اس کا نماز میں ہونا معلوم ہو جائے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی (۲۱) نماز میں عورت کا مرد کے ساتھ اس طرح کھڑے ہو جانا کہ ایک کا کوئی عضو دوسرے کے کسی عضو کے مقابل ہو جائے بغیر اٹھ نماز کو فاسد کرتا ہے۔

(۲۲) امام کا حدث یعنی بے وضو ہونے کے بعد کسی کو خلیفہ کیے بغیر مسجد سے نکلنا مقتدیوں کی نماز فاسد کر دیتا ہے۔ (۲۳) امام نے کسی ایسے شخص کو خلیفہ کر دیا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں مثلاً کسی دیوانے یا نابالغ بچے یا عورت کو اپنی جگہ امامت پر متعین کیا تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی (۲۴) بچے نے اگر مصروف نماز ماں کا دودھ پی لیا تو نماز جاتی رہی۔ البتہ اگر دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ ہاں خالی تین چھسکیوں کے ساتھ نماز ٹوٹ جائے گی۔ دودھ پستان سے نکلے یا نہ نکلے۔ (۲۵) عورت نماز پڑھ رہی ہو اور اس کا شوہر اس کا بوسہ لے لے تو عورت کی نماز ٹوٹ جائے گی گو مرد اس وقت بلا شہوت ہی ہو۔ اور خواہ عورت کو شہوت ہوئی ہو یا نہ (۲۶) کسی رکن میں تین بار کھجانا اور ہر مرتبہ ہاتھ اٹھانا بھی کتب فقہ کی رو سے مفسد صلوٰۃ ہے۔ اور بلا عذر ایک بار کا کھجانا مکروہ ہے (۲۷) جنون اور بیہوشی کا عارض ہونا (۲۸) مقتدی کا کسی رکن کو امام سے پہلے ادا کرنا۔ (۲۹) اس رکن کو دوبارہ ادا نہ کرنا جس کو نیند میں ادا کیا ہو۔

**سوال۔** نماز میں کس مقدار میں کھانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ؟

**جواب۔** حالت نماز میں کھانا پینا مطلقاً مفسد صلوٰۃ ہے یعنی تھوڑا ہو یا بہت دانستہ ہو یا بھول کر۔ اگرچہ بھول کر ایک تیل ہی کھائے یا پانی کا ایک قطرہ پیئے۔ البتہ اگر نمازی کے دانتوں میں کھانے کے ریزے ہوں اور وہ ان کو نگل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان ریزوں کا مجموعہ چنے سے کم ہو۔ اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ حلق سے اتار لیا تو نماز ٹوٹ گئی۔ نمازی نے کوئی میٹھی چیز کھائی۔ پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگا لیکن منہ میں اس کی کچھ مٹھاس باقی ہے اور لعاب دہن کے ساتھ حلق میں جاتی ہے تو اس سے نماز میں کوئی خلل



نہیں آتا۔ اگر منہ میں پان دیا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔ اسی طرح منہ میں مہری کی ڈلی ہے اس کو چبایا نہیں لیکن اس کا لعاب شکم میں جا رہا ہے تو نماز فاسد ہو گئی۔ دانتوں سے خون نکلا۔ اگر حلق میں اس کا ذائقہ محسوس ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر تھوک خون پر غالب ہے تو اس کے نکلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر خون غالب ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ غلبہ خون کی یہ علامت ہے کہ حلق میں خون کا مزہ محسوس ہو۔ نماز توڑنے میں مزے کا اور وضو توڑنے میں رنگ کا اعتبار ہے۔

سوال۔ اگر حالت نماز میں کسی تحریر پر نظر پڑی اور اس کو دل میں پڑھ کر مفہوم سمجھا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں ؟

جواب۔ کسی تحریر کے دیکھنے اور اس کا مفہوم سمجھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ دانستہ سمجھا ہو۔ گو دانستہ سمجھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ لکھے کو سمجھنا اعمال نمازیں سے نہیں۔ ہاں اگر اتفاقاً لکھے پر نظر پڑ گئی اور بدو قصد کے اس کا مفہوم سمجھ میں آگیا تو مکروہ بھی نہیں۔

سوال۔ نماز میں کتنا چلنا مفسد صلوٰۃ ہے۔ مثلاً امام اور ایک مقتدی نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک اور مقتدی آ شامل ہوا۔ امام کتنے قدم آگے بڑھ سکتا ہے ؟

جواب۔ اگر بولنت ضرورت امام یا منفرد اپنے مقام سجد تک آگے بڑھ جائے یا پیچھے مہٹ جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی بشرطیکہ سینہ قبلہ کی طرف سے پھیرے۔ اگر سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ جائے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی دو قدم تک بڑھتے ہٹنے کی گنجائش ہے۔ درمختار میں اس کی مزید تفصیل یہ لکھی ہے کہ اگر نمازی بقدر ایک صف کے چلا۔ پھر بقدر ایک رکن کے (یعنی اتنی دیر تک جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکے) پھیرا۔ پھر چلا اور اسی طرح پھیرا یعنی بقدر ایک صف چلا اور ایک رکن کی مقدار پھیرا اور اسی طرح چلا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر جب کئی مرتبہ چلا اور پھیرا۔ جب تک کہ مکان مختلف نہ ہو جائے گا۔ یعنی اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو جب تک مسجد سے باہر نہ ہوگا اور جنگل میں ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہ ہوگا فاسد نہ ہوگی ورنہ ٹوٹ جائے گی جیسے نیکیارنگی دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہو جاتی ہے۔ کذا فی الشامی۔ اور میدان جہاد میں چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اگرچہ نمازی بہت چلے اور جگہ بھی مختلف ہو جائے بشرطیکہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے۔ کذا فی الطحاوی۔

سوال۔ اگر کوئی نماز پڑھتے ہوئے دانتی یا بائیں طرف چلے تو کیا حکم ہے ؟

جواب۔ اگر نمازی موضع سجود سے زیادہ فاصلہ یا یوں سمجھو کہ تین قدم یا بائیں طرف چلے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

سوال۔ مرد کے ساتھ عورت کے محاذات سے نماز فاسد ہونے کے کیا شرائط ہیں ؟

جواب۔ کسی عورت کا کسی مرد کے ساتھ نماز میں اس طرح کھڑا ہو جانا کہ ایک کا کوئی عضو دوسرے کے کسی عضو کے مقابل ہو جائے مندرجہ ذیل شرطوں سے نماز کو فاسد کرتا ہے اگرچہ سجدہ کو چلتے وقت عورت کا سر پیدوں کے بالمقابل ہو جائے۔ (۱) عورت بالغہ ہو خواہ جوان ہو یا بڑھئی ہو یا قریب البلوغ قابل جماع ہو لیکن اگر کوئی گھٹیا بالغہ نماز میں محاذی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۲) دونوں نماز میں ہوں۔ پس اگر ایک نماز میں او دو سرا شریک نماز نہ ہو تو محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی (۳) دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو اگر درمیان میں کوئی ستون یا پردہ یا ستونہ حائل ہو یا بیچ میں اتنی جگہ چھوٹی ہو جس پر ایک آدمی بے تکلف کھڑا ہو سکے تو بھی نماز میں کوئی غلطی نہ آئیگا (۴) عورت میں نماز پڑھنے کی شرطیں پائی جائیں۔ اگر عورت مجنون اور پاگل ہو یا حالت حیض و نفاس میں ہو تو اس کے ساتھ کھڑے ہونے سے نماز نہ ٹوٹے گی کیونکہ ان صورتوں میں وہ خود نماز میں متصور نہیں۔ (۵) محاذات بقدر ایک رکن کے باقی رہے۔ اس سے کم مفسد نماز نہیں۔ بقدر ایک رکن سے اتنا دفعہ مراد ہے جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکے۔ (۶) تخریبہ دونوں کی ایک ہو یعنی یا تو عورت اس مرد کی مقتدی ہو یا دونوں کسی تیسرے کا اقتدار کر رہے ہوں۔ اگر بغیر اقتدار کے انفرادی حیثیت سے اپنی اپنی نماز پاس ہو کر پڑھیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۷) امام نے نماز شروع کرتے وقت عورت کی امامت کی بھی نیت کی ہو۔ اگر عورت بعد میں اگر شریک جماعت ہوگی تو محاذات سے خود اس کی نماز فاسد ہوگی۔ (۸) ایک شرط اتحاد مکان ہے۔ اگر مرد خدا آدم چبوترے پر ہو اور عورت نیچے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۹) یہ بھی شرط ہے کہ دونوں رکوع و سجود والی نماز میں شریک ہوں۔ پس نماز جنازہ میں محاذات مفسد نماز نہیں (۱۰) دسویں شرط دروں کی نماز کا ایک جہت ہونا ہے۔ پس اگر عورت شب تاریک میں تھری سے دوسری طرف کو نماز پڑھے تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

سوال۔ مرد اور عورت کے درمیان کتنا فاصلہ ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی ؟

جواب۔ اگر دروں کے درمیان ایک آدمی کا بھی فاصلہ چھوٹا ہو۔ تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

سوال۔ کن عذرات کی بنا پر نماز میں کھنکارنے سے نماز نہیں ٹوٹتی ؟

جواب۔ امام کو تحسین صوت یعنی آواز کا عذر۔ مقتدی کو امام کی غلطی پر متنبہ کرنے کا عذر۔



دوسرے کو اپنے مصروف نماز ہونے کے اعلان کا عذر۔ اس کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دروازے کی زنجیر لگا کر کمرے میں نماز پڑھ رہا ہے کسی نے آکر باہر سے دروازہ پیٹنا شروع کیا۔ نمازی اپنے مصروف نماز ہونے کی اطلاع دینے کے لیے کھنکار سکتا ہے۔ حسبِ مصلحت سخن میں ماجہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روزانہ دو بار حاضر ہوتا تھا۔ جس وقت میں آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکار دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح سے لیے کھنکارنا مفسد نماز نہیں۔

**سوال۔** سلام تحلیل کیا ہے اور وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں نماز تحلیل سے فاسد ہو جاتی ہے؟

**جواب۔** سلام نجیبت تو وہ ہے جو مسلمان طاقات کے وقت ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں۔

اور سلام تحلیل وہ ہے جو مانہ سے باہر آنے کے لیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جاتا ہے۔ سلام نجیبت تو ہر طرح سے مفسد نماز ہے اور سلام تحلیل اس وقت مفسد صلوٰۃ ہوتا ہے جب اصل نماز میں سو ہو۔ مثلاً مقیم اپنے کو مسافر گمان کر کے یا نماز ظہر ادا کرنے والا اپنے کو نماز جمعہ پڑھنے والا تصور کر کے دوسری رکعت میں سلام پھیر دے۔ اس سلام سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کو اصل نماز ہی میں سو ہو گیا اور اگر وصفت نماز میں محل تحلیل پر سو ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً دوسری رکعت کے قعدہ میں اس کو چوتھی رکعت گمان کر کے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اپنی نماز پوری کر کے آخر میں سجدہ سو کر لے۔ یا نماز جنازہ میں غلطی سے چوتھی تکبیر سے پہلے سلام پھیر دیا تو پھر دُعا اللھُمَّ اَعْظِمْ لِحَبِیْنَا وَمِیْتِنَا پڑھ کر چوتھی تکبیر کے اور سلام پھیر دے کیونکہ نماز جنازہ میں قیام ہی سلام تحلیل کا محل ہے۔

**سوال۔** عمل کثیر جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے کس کو کہتے ہیں؟

**جواب۔** عمل کثیر کی تعریف میں پانچ اقوال ہیں۔ جن میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اس عمل کے پیش منظر دُور سے دیکھنے والا گمان کرے کہ یہ شخص مصروف نماز نہیں۔ دُور سے دیکھنے والے سے وہ شخص مراد ہے جس کے سامنے اس نے نماز نہ شروع کی ہو۔ دُوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادی دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اس کو ایک ہاتھ سے کرے۔ جیسے پگڑی باندھنا یا پاجامہ پہننا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی اس کو دونوں ہاتھوں سے کرے جیسے لُپٹی کا پہننا یا اُٹارنا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تین متصل وہیم اور پے درپے حرکتیں کثیر ہیں۔ اور اس سے کم قلیل۔ چوتھے قول میں عمل کثیر وہ ہے کہ کرنے والے کا مقصود ہو۔ یعنی جس کے لیے جدا گانہ مجلس کرتا ہو۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جس اقدام کو نمازی خود بہت سمجھے وہ عمل کثیر ہے۔

یاد رہے کہ عمل کثیر جو مفسد نماز ہے ہر وہ عمل ہے جو نماز کی اصلاح کے لیے نہ ہو۔ جو عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لیے ہو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ جیسے نماز میں وضو ٹوٹ جانے سے وضو کو جانا حالانکہ اس اقدام سے دور کا دیکھنے والا ہرگز گمان نہیں کر سکتا کہ یہ شخص مصروف نماز ہے۔ مگر چونکہ یہ عمل کشمیر اصلاح نماز کے لیے ہے اس لیے مفسد نماز نہیں ہے۔

**سوال۔** غیر اختیاری امور کے صادر ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟

**جواب۔** غیر اختیاری افعال میں بھی عمل کثیر ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کے دھکے سے نماز اپنی نماز گاہ سے چند قدم ہٹ گیا یا سواری کے جالور نے نماز کو گھسیٹ لیا اور اس سے وہ چند قدم چلا۔ یا کسی نے نماز کو اس کی جائے نماز سے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا۔ یا بچے نے مصروف نماز ماں کی پستان تین بار چوس لی یا ایک بار کے چوسنے سے اس کا دودھ اُتر آیا یا شوہر نے مصروف نماز بیوی کو شہوت سے جھٹوایا بدو شہوت کے اس کا بوسہ لیا تو ان سب صورتوں میں نماز ٹوٹ گئی۔ حالانکہ کسی فعل میں بھی نماز کا اپنا اختیاری عمل نہیں پایا گیا۔

**سوال۔** اگر بیوی نے مصروف نماز شوہر کا بوسہ لیا تو مرد کی نماز رہے گی یا ٹوٹ جائے گی؟

**جواب۔** اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا یا شہوت سے ہاتھ لگایا تو عورت کی نماز اس لیے فاسد ہوئی کہ جماع کا فاعل مرد ہوتا ہے۔ جب شوہر دواعیٰ جماع میں سے کوئی حرکت عورت کے ساتھ کرے گا تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر مرد مصروف نماز ہے اور بیوی نے اس کا بوسہ لیا تو چونکہ عورت جماع کی فاعل نہیں اس لیے اس کی طرف سے دواعیٰ جماع کا پایا جانا داخل جماع نہیں۔ جب تک مرد کو شہوت نہ ہو۔ اس لیے مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

**سوال۔** لوگوں کی گفتگو کے مشابہ دعا جو مفسد نماز ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟

**جواب۔** لوگوں کی گفتگو کے مشابہ وہ دعا ہے جو نہ قرآن میں ہو اور نہ حدیث میں اور اس کا مانگنا بندوں سے محال نہ ہو۔ جیسے نماز میں اس قسم کی دعا مانگنا کہ خدایا! مجھے نمک دے۔ تیل دے۔ یا اتنے روپے عطا کر اور اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث میں ہو یا اس کا طلب کرنا بندوں سے محال و ممنوع ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

**سوال۔** نماز میں مصیبت کے وقت یا درد کی حالت میں آہ دیکھا کرنا جو مفسد صلوٰۃ ہے اس



کی تفصیل کیا ہے ؟

جواب۔ درد یا مصیبت کی حالت میں نمازی کا آہ یا آہ یا اُف یا تفت کرنا یا ایسی آواز سے رونا مفسد صلوٰۃ ہے کہ جس سے حرمت پیدا ہوں۔ مگر اس مریض کے لیے مفسد نہیں جو بوقت شدت کرب اپنے کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا۔ کیونکہ شدت کرب میں اس کا آہ کرنا ایسا ہے جیسے چھینکنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حرمت پیدا ہوں۔ کہ ان امور سے انسان مجبور و بے بس ہے۔ اور حالت بے بسی میں بلا آواز یا آواز کے ساتھ آلسوؤں سے رونا مفسد نہیں۔ اسی طرح جنت اور دوزخ کا تذکرہ سن کر رونا اور آہ کرنا بھی مفسد نماز نہیں بشرطیکہ ضبط و تحمل پر قدرت نہ ہو۔ اور اگر نمازی امام کے خوش لہجہ ہونے کی بنا پر مزہ لے لے کر آواز سے روئے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور بغیر انتہائی بے بسی و مجبوری کے درد اور مصیبت کے لیے آہ کرنا چونکہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہے اس لیے مفسد و طہیر۔ کذا فی الشامی

سوال۔ اگر نمازی کسی موزون و مناسب آیت قرآنی سے سائل کے استفسار کا جواب دے تو کیا حکم ہے ؟

جواب۔ ہر وہ فقرہ جس سے نمازی نے سائل کے استفسار کا جواب دینے کا قصد کیا ہو مفسد نماز ہے۔ اگرچہ وہ جملہ قرآن حکیم ہی کی کوئی آیت ہو۔ مثلاً کسی نے کہا کہ تمہاری ہلک میں کیا مال ہے تو نمازی نے جواب دیا۔ وَالْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْحَمِيرُ (گھوڑے اور خچر اور گدھے) یا کسی نے کہا تم کہاں سے آئے تو نمازی نے کہا بَيْتْرٌ مُّعْطَلَةٌ وَ قَصْبِيٍّ مَّشِيدٍ (بے کار پڑے ہوئے کنوئیں اور دیران پکے محل) کسی نے کہا آ مَعَ اللَّهِ إِلَهِي (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟) تو نمازی نے جواب دیا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (سوائے خدائے برتر کے کوئی رستگار معبود نہیں) اگر کسی فقرہ سے خطاب مقصود ہو تو بھی مفسد نماز ہوگا۔ جیسے نمازی کا اس شخص سے جس کا نام بچی ہے کہنا يَا بَحِيَّةُ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ط (اے بچی! کتاب رتوراة) کو مضبوطی سے لیے رہتا، یا جس کا نام موسیٰ ہے اس سے پوچھنا۔ مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى (اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟) خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن اُس شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہیں جس کے لیے نمازی خطاب کرتا ہے۔ کذا فی الشامی۔

سوال۔ اگر نماز میں خدائے برتر کا نام پاک سن کر جلّ جلالہ کہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی

سُن کر آپ پر درود پڑھا یا امام کی قرائت سُن کر بولا اللہ او اس کے رسولؐ نے سچ کہا تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں ؟

جواب۔ اگر نمازی نے تکلم کے جواب کا قصد کیا ہو تو فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر بقصد حمد و ثنا کے گا تو نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا۔ اور کہنا اس قدر معتبر ہے کہ خود سُن لے اور اگر خود بھی نہ سُنا تو فاسد نہ ہوگی۔

سوال۔ اگر نمازی نے شیطان کا تذکرہ سُن کر اس پر لعنت کی تو نماز رہے گی یا ٹوٹ جائیگی ؟

جواب۔ ٹوٹ جائے گی۔

سوال۔ نماز میں قرآن دیکھ کر قرائت کرنا مفسد نماز ہے یا نہیں ؟

جواب۔ نمازی کا مُصَحَّف کو دیکھ کر قرائت کرنا مفسد نماز ہے۔ خواہ تھوڑا پڑھے یا زیادہ۔ اس کے لیے بدو نہ دیکھے پڑھنا ممکن ہو یا نہ۔ ہر صورت میں مفسد ہے۔ مُصَحَّف وہ ہے جس میں قرآن لکھا ہو۔ خواہ قرآن ہو یا محراب یا دیوار وغیرہ۔ ہاں اگر ان آیتوں کا جن کو دیکھ کر پڑھا حافظ ہو اور قرآن اٹھائے بغیر پڑھا تو اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور امام شافعیؒ نے دیکھ کر قرائت کرنا بلا کراہت جائز رکھا ہے۔ اور صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بالکراہت جائز ہے کیونکہ اس میں اہل کتاب کی مشابہت ہے۔ جو اپنی نماز میں تورات و انجیل دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے نزدیک بھی کراہت اس صورت میں ہے کہ نمازی بیورد و نصاریٰ سے تشبہ کرنے کا قصد کرے۔ یاد رہے کہ اہل کتاب سے مشابہت کرنا ہر فعل میں مکروہ نہیں۔ مثلاً کھانا پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانوں اور اہل کتاب میں یکساں ہیں۔

سوال۔ کتنی دیر تک ستر کا کھلا رہنا مفسد نماز ہے ؟

جواب۔ اگر نمازی کا اندام نہانی بقدر ریح عضو کہ مانع نماز ہے نماز میں کھل گیا اور اس اثنا میں اس نے کوئی رکن ادا کر لیا تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہوگئی۔ اور اگر ادا نہیں کیا لیکن اتنی دیر تک اندام نہانی کھلا رہا جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا تھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کم دیر تک ستر گناہ کا کھلا رہنا کسی کے نزدیک بھی مفسد نماز نہیں۔ اور یہی حالی ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا القاناً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا امام سے آگے نکل گیا۔



توان صورتوں میں کوئی رکن یعنی رکوع سجود وغیرہ ادا کرے گا تو بالاتفاق نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر اتنا ٹھیکہ کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز میں فساد آئے گا۔

سوال۔ اگر ناپاک زمین پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی تو ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب۔ ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھا یا اگر یہ کپڑا ایسا یا ریک ہے کہ اس میں سے نجاست کا رنگ یا اس کی بو محسوس ہوتی ہے تو نماز نہ ہوگی۔ اور اگر کپڑا خوب گاڑھا اور دبیز ہے تو درست ہوگی۔ ثنائی لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس جگہ سے متعلق ہے جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ پر ہو۔ کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا۔ ورنہ محض بول آنے سے نماز نہیں ٹوٹی۔ نجاست دور ہو یا نزدیک۔

سوال۔ اگر نمازی اپنا سینہ جانب قبلہ سے بلا عذر پھیر لے تو نماز ہو جائے گی۔ یا جاتی رہے گی؟

جواب۔ نمازی کا اپنے سینے کو بلا عذر قبلہ کی طرف سے پھیر لینا نماز کو فاسد کر دیتا ہے (در مختار) سینے کا پھیرنا مفسد نماز ہے لیکن منہ کا پھیرنا مفسد نہیں مگر وہ ہے خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا۔ واللہ اعلم۔ در مختار میں ہے کہ اگر نمازی نے اپنے کو بے وضو گمان کر کے تجدید وضو کے لیے قبلہ سے پشت پھیری۔ پھر اسے احساس ہوا کہ حدیث نہیں ہوا۔ تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے سے پہلے ہو گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مسجد سے نکلنے کے بعد ہوا تو فاسد ہو جائے گی۔

سوال۔ اگر مقتدی نماز کا کوئی رکن امام سے پہلے ادا کر لے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا صحیح ہوگی؟

جواب۔ مقتدی کا کسی رکن نماز کو پہلے ادا کر لینا نماز کا مفسد ہے۔ مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پہلے کیا اور امام کے رکوع کرنے سے پہلے اپنا سر بھی اٹھا لیا۔ اور اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اس سے بعد دوبارہ نہ کیا۔ تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

سوال۔ ارکان نماز کی جو ترتیب ہے اگر اس کے خلاف کیا جائے تو نماز صحیح ہوگی۔ یا ٹوٹ جائے گی؟

جواب۔ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدوں پر اور سجدوں کی آخری قعدہ پر فرض ہے اس ترتیب کے خلاف کیا جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال :- اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ مسجد کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پاجامہ یا چادر کو اوپر اٹھاتے ہیں ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- ایک تعریف کے رُوسے عمل کی تردید ہے جو دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔ چونکہ لوگ پاجامہ یا چادر نہ اٹھاتے ہیں اس لیے اس تعریف کے بموجب ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے ورنہ اس فعل کے مکروہ ہونے میں تو کوئی کلام نہیں اس لیے اس سے بچنا ضرور ہے۔ اور اگر ایسا کرنے کی کوئی مجبوری ہو جیسے بعض اوقات کپڑا اس طرح تن جاتا ہے کہ یا تو سجڑے ہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے یا پھٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے تو اس مجبوری سے کبھی چادر یا پاجامہ اُپر اٹھانے کی نوبت آجائے تو مضائقہ نہیں۔

سوال :- حالت نماز میں قطرہ نکل جائے تو نماز رہتی ہے یا ٹوٹ جاتی ہے اگر قطرہ نکلنے کا دوسواں ہونا ہو تو کیا کرے ؟

جواب :- اگر قطرہ نکلا تو وضو بھی کیا اور نماز بھی ٹوٹی اور اگر دوسوہ ہو تو سلام پھرنے کے بعد دیکھ لے اگر نکلا ہے تو عادیہ کر لے ورنہ نماز ہو گئی۔

سوال :- مسافر امام نے بھول کر دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں پڑھ لیں۔ مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں ؟

جواب :- مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گئی۔ کیونکہ امام نے بلا نیت اقامت چار رکعتیں پڑھائیں جن میں اس کی آخری دو رکعتیں نفل ہو گئیں اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

سوال :- کھجلانے سے نماز کے فاسد ہونے کی کیا صورت ہے ؟

جواب :- فقہائے کھلمبے کہ ایک رکن میں تین بار کھجلانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اس طرح کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا لیا۔ پھر کھجایا۔ پھر ہاتھ ہٹا لیا۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا۔ اور اگر ایک مرتبہ ہاتھ اٹھا کہ چند جگہ حرکت دی تو ایک ہی مرتبہ کا کھجانا منظور ہوگا رکن سے زوال یعنی نماز مراد ہیں یعنی قیام۔ رکوع سجدہ قعدہ اخیرہ۔ اگر ان میں سے کسی کے اندر کھجانے کی تعداد تین تک پہنچ جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔



سوال۔ کیا یہ مسئلہ صحیح اور متفق علیہ ہے کہ تین یا زیادہ دفعہ کھجانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

جواب۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ واما ما اشتہر

بینہم من كون الحركات الثلاث ادا الفعل بكذا يديده مفسداً لا يضلوة فليس بشئ الخ

(اور یہ جو ان میں مشہور ہے کہ اگر حرکتیں تین تک پہنچ جائیں یا کوئی کام دونوں ہاتھوں سے کیا جائے تو نماز

ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ روایتیں اس کو غلط ٹھہراتی ہیں اور الکوکب الدرر علی جامع الترمذی

مطبوعہ سہارنپور صفحہ ۱۶۹)

سوال۔ سواری پر نماز پڑھنے میں نساد نماز کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب۔ جانور پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک یا دو بار ہاتھ یا ایڑی سے ہانکنے میں نماز

فاسد نہ ہوگی۔ پہلے درپے تین مرتبہ کرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ ایک پاؤں سے ایڑ لگائی۔ اگر پہلے

درپے تین بار کیا تو نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ اور دونوں پاؤں سے لگائی تو فاسد ہوگئی۔ لیکن اگر پاؤں ایسی

آہستگی سے ہلائے کہ دوسرے کو بغور دیکھے بغیر ہتھ نہ چل سکے۔ تو فاسد نہ ہوگی۔ گھوڑے کو چابک سے راستہ

بتایا اور مارا بھی تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ نماز پڑھتے میں گھوڑے پر سوار ہو گیا تو نماز جاتی رہی اور سواری

پر نماز پڑھتے پڑھتے اُتر آیا تو فاسد نہ ہوئی۔

سوال۔ نماز میں قہقہہ کرنے سے وضو اور نماز دونوں میں نساد آتا ہے یا صرف نماز ٹوٹی ہے؟

جواب۔ وضو اور نماز دونوں فاسد ہوتی ہیں۔

سوال۔ پکارنے والے کو مطلع کرنے کے لیے اگر عورت اپنی ہتھیلی پر ہتھیلی مارے تو نماز ٹوٹ

جائے گی یا رہے گی؟

جواب۔ اگر کوئی نماز گھر میں پڑھتا ہے۔ اس کو کسی نے پکارا یا گھر میں آنے کے لیے اذن مانگا

اور وہ نہیں جانتا کہ یہ نماز میں ہے۔ تو اس صورت میں مرد کو چاہیے کہ سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کرے اور عورت

دستک بجائے کیونکہ اس کی آواز بھی عورت ہے۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے بمعنیہ

عورتوں کی طرح ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے۔ اگر اس طرح مارے گی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال۔ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جائیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب۔ پورے سجدے میں دونوں قدم اٹھ رہیں تو نماز نہ ہوگی۔ کم از کم پاؤں کی ایک انگلی

کسی وقت سجدہ میں زمین پر پھیرنی چاہیے۔

سوال۔ جنون و بیہوشی سے نماز جاتی رہتی ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ اگر وقت کے اندر فاقہ ہو گیا تو ادا کرے۔ ورنہ قضا کرنی ہوگی۔ بشرطیکہ بیہوشی ایک دن رات سے متجاوز نہ ہو۔

سوال۔ فساد نماز کی بعض اور مشہور صورتیں کیا ہیں؟

جواب۔ کوئی امر موجب غسل پایا گیا یا قصداً وضو ٹوٹا یا کسی رکن کو توڑنے کے بعد اسے نماز ہی میں ادا نہ کیا یا سبق نے فوت شدہ رکعت کا سجدہ کر کے امام کے سجدہ سہو میں اس کی متابعت کی یا قعدہ اخیرہ کے بعد سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت یاد آیا اور اس کے ادا کرنے کے بعد پھر قعدہ نہ کیا۔ ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہوگئی۔

سوال۔ سانپ بچھو کے مارنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب۔ سانپ اور بچھو کو تین قدم چل کر یا تین ضرب سے مارا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اس سے کم ہیں نہیں۔ خطرے کے وقت سانپ بچھو کو مارنا موجب گناہ نہیں۔ اگرچہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ سانپ بچھو کو مارنا اس وقت مباح ہے جب سامنے سے گزریں اور ان کی ایذا رسانی کا خوف ہو۔ اگر ایذا رسانی کا خدشہ نہ ہو تو نماز میں ان کے درپے ہلاکت ہونا مکروہ ہے۔

سوال۔ لغموں کی رعایت سے قرأت کرنا کس صورت میں مفسد نماز ہے؟

جواب۔ قرآن کو الحان یعنی زیر زیر پیش کو لغموں کی رعایت سے کھینچ کر پڑھنا۔ الحان سے پڑھنا۔ اس وقت مفسد ہے جب معنی کو بدل دے۔ مثلاً رب العالمین کو رب العالمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلیں تو مفسد نہیں۔ لیکن اگر نمازی حروف مد اور لین میں حد سے زیادہ الحان کرے گا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر حد سے زیادہ نہ ہو گا تو فاسد نہ ہوگی۔

سوال۔ مد اور لین کس کو کہتے ہیں اور ان میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ مد اس حرفِ علت کو کہتے ہیں جس کی پہلی حرکت اس کے موافق ہو۔ حروفِ علت تین ہیں۔ و۔ ا۔ ی۔ اگر ان کے پہلے کی حرکت ان کے موافق ہو یعنی واؤ کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہوں تو ان کو مد کہتے ہیں اور اگر حرکت ناموافق ہو یعنی واؤ کے پہلے ہی تو اس کا نام لین



ہے مدکی مثال جیسے خالیدین میں حرکت دال کے نیچے زیر حرکت ہی کے موافق ہے اور مخ پر زیر الف کے موافق اور لفظ مُسْلِمُونَ میں م پر پیش و کے موافق ہے۔ لیکن کے دو حرکت ہیں و اور ی جیسے خَالِدُونَ میں دال پر زیر ہی کے خلاف حرکت ہے اور لفظ قُذِلَ میں د سے پہلے حرکت زیر واد کے خلاف ہے غرض حرکت علت میں حد سے زیادہ اشباع مفسد نماز ہے۔ اشباع کہتے ہیں فتح فتمہ یا کسرہ کو اس طرح پر پڑھنا کہ حرکت علت میں سے ایک حرف جو اس کے مناسب ہو ظہور میں آئے جیسے اِيَّاكَ تَعْبُدُ کو اِيَّاكَ تَعْبُدُ اور اِهْدِنَا کو اِهْدِے نا پڑھنا۔

**سوال** قرأت میں غلطی سے نماز فاسد ہونے کے کیا قواعد و ضوابط ہیں ؟

**جواب**۔ غلطی یا تو اعراب میں ہوتی ہے یعنی زیر زیر پیش اور سکون میں۔ مشدّد کو تخفیف سے پڑھنا اور اس کا عکس اور مد والے کو قصر سے پڑھنا اور اس کا عکس بھی اسی میں داخل ہے۔ (۱) یا غلطی حرکت میں ہو یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا دکرنا یا کسی حرف کو کم و بیش یا مقدم مؤخر کرنا (۲) یا کلمات میں ہو کہ ایک کی جگہ دوسرا کلمہ پڑھا جائے یا کم و بیش یا مقدم مؤخر کیا جائے۔ (۳) یا غلطی جملوں میں ہو (۴) یا غلطی وقف میں ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جائے اور وقف کی جگہ وصل۔ اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائیں کہ ان کا اعتقاد کفر ہو تو اس غلطی سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ پانچوں اقسام میں سے کسی قسم کی غلطی ہو۔ اور اگر غلطی سے معنی ایسے نہیں بگڑتے جن کا اعتقاد کفر ہو لیکن مطلب و مفہوم میں بہت سی تبدیلی آجائے جیسے هَذَا الْخُرَابُ (یہ کوڑا) کی جگہ هَذَا الْغُبَارُ (یہ غبار) پڑھنا یا لفظ بالکل حمل اور بے معنی ہو جانے جیسے سرائی کی جگہ سرائل پڑھنا تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر غلط پڑھنے سے معنوں میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی مگر مطلب سے دور جا پڑتے ہیں تو اس صورت میں دیکھتا چاہیے کہ قرآن میں ویسا لفظ ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر قرآن میں وہ لفظ ہے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اسی قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر غلط پڑھنے سے معنی نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہ ہو تو نماز طریقین (یعنی امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک فاسد نہ ہوگی جیسے قرآن میں کی جگہ قیا میں پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حالانکہ لفظ قیا میں قرآن میں نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہو جائے گی۔

یہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسمعیل زاید اور ابوبکر بلخی اور ہندوانی اور

حلوانی رحمہ اللہ اور دوسرے متاخرین حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اعراب کی غلطی کسی نوع کی ہو مفسدہ صلوٰۃ نہیں۔ اگرچہ اس کا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر افراد اعراب میں تیز نہیں کر سکتے۔ اور اگر غلطی تبدیلی حروف میں ہو تو اگر دونوں حرفوں میں بسہولت فرق معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو بالفاق متاخرین مفسدہ ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہ س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں۔ اس وجہ سے متقدمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔ کیونکہ ان کے قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فروع فتوؤں میں انہی کے قول پر محمول ہیں۔ کذا فی الشامی عن شرح المنیہ

سوال۔ اعراب کی غلطی میں معنی بگڑ جائیں تو نماز صحیح ہوگی یا فاسد ہو جائے گی ؟

جواب۔ علماء نے اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بھی بگڑ جائیں عدم فساد کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسے کعبہ کی جگہ کعبہ پڑھنا۔

سوال۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں نماز جاتی ہے یا رہتی ہے ؟ مشدد کہ تخفیف سے پڑھنا جیسے قَتَلُوا کہ قَتَلُوا پڑھنا اور مخفف کہ مشدد جیسے اَفْعَلْنَا کہ اَفْعَلْنَا پڑھنا۔ یا ایک یا زیادہ حروف کا اضافہ کر دینا جیسے صِرَاطَ الَّذِينَ كَوَالصِّرَاطِ الَّذِينَ پڑھنا یعنی الف اور لام کا اضافہ کر دینا۔ یا ایک حرف کو دوسرے کلمہ میں ملا دینا جیسے اِيَّاكَ كَعْبَدُ میں اِيَّاكَ کو جدا پڑھ کر کھیر جانا اور كَا کہ كَعْبَدُ میں وصل کرنا یعنی اِيَّاكَ كَعْبَدُ پڑھنا یا وقف کرنے اور ابتدا کرنے میں غلطی کرنا جیسے لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ سے اگلی عبارت کو شروع کرنا۔

جواب۔ حسب بیان شامی اس قسم کی تمام صورتوں میں معنی بگڑنے سے اکثر مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اسی میں ہے۔ لیکن اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ کہ رب العالمین کی ب کی تشدید اور اِيَّاكَ كَعْبَدُ کی ی کی تشدید کے ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

سوال۔ اگر ایک کلمہ کو زیادہ کر دیا یا کسی کلمہ کو ناقص کر دیا یا ایک حرف کم کر دیا یا ایک حرف کو دوسرے سے مقدم کر دیا یا کسی حرف کو دوسرے سے بدل دیا تو پھر کیا حکم ہے ؟

جواب۔ اگر ایک کلمہ کو زیادہ کر دیا مثلاً كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ اِذَا اَشْمَرَ میں کلمہ وَاسْتَخْصَرَ زیادہ کر دیا یا کسی کلمہ کو ناقص کیا جیسے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا میں جَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا



پڑھا۔ پھر سری مبیثۃ کو چھوڑ دیا یا ایک حرف کم کر دیا۔ جیسے تعالیٰ جَدُّ سَبَّاحُ تَعَالٰی جَدُّ سَبَّاحُ  
بدون ی کے پڑھا۔ یا ایک حرف کو دوسرے سے مقدم کیا جیسے اَلْفَجْرَاتُ کی بجائے اَلْفَجْرَ جَتْ  
پڑھا یا کسی حرف کو دوسرے سے بدل دیا۔ جیسے اَدَاب کی بجائے اِیَاب پڑھا تو اُس وقت تک  
نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ معنی نہ بدلیں۔ لیکن یاد رہے کہ تغیر معنی کی صورت میں نماز طریقین یعنی امام ابو حنیفہؒ  
اور امام محمدؒ کے نزدیک فاسد ہوتی ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں نماز ٹوٹتی ہے جب  
لفظ مَقْرُوۃ کے مفہوم کا یا ملتے جلتے مفہوم کا لفظ قرآن میں موجود نہ ہو ورنہ نہیں۔

سوال۔ حرف کے بدلنے سے بدیں شرط نماز فاسد ہوتی ہے کہ معنی بدل جائیں۔ مگر ایسے حروف  
کے مبادلہ سے بھی جن میں تمیز دشوار ہے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟

جواب۔ ایسے حروف کے بدلنے سے جن میں تمیز دشوار ہے مثلاً ض اور ظ اکثر فقہاء نماز کو  
فاسد نہیں کہتے۔ البتہ اگر دانستہ ایسی تبدیلی کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بے اختیار زبان سے  
نکل گیا یا اسے حروف کے فرق کی تیز نہیں تو فاسد نہ ہوگی۔

سوال۔ کسی کلمہ کو مکرر پڑھنے یا ایک کلمہ کو دوسرے سے بدل دینے پر نماز رہتی ہے۔ یا

جاتی ہے؟

جواب۔ اگر معنی بدل جائیں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ مثلاً رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (پہ در دگارِ عالمیان)  
کو رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (پہ در دگارِ عالمیان) پڑھ دیا۔ اسی طرح ایک کلمہ کو دوسرے سے بدل دیں  
اور معنی بگڑ جائیں تو بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے جیسے اِنَّ الْفَجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ کی جگہ اِنَّ الْفَجَّارَ لَفِیْ  
جَنَّاتٍ پڑھ دیا۔ شامی نے کہا کہ ظہیر یہ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کلمہ کا مکرر پڑھنا اس  
صورت میں مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف اور مضاف الیہ کو جانتا ہو۔ اور اگر نہ جانتا ہو۔ یا اُس نے  
اضافت کا قصد نہ کیا ہو۔ بلکہ تصحیح خارج کے لیے کسی کلمہ کو دوبارہ ادا کیا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل  
گیا ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

# فصل نماز کے مکروہات تحریمی

سوال۔ مکروہ کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی اور کون سی قسمیں ہیں ؟

جواب۔ مکروہ (یعنی شرعی نقطہ نظر سے ناپسندیدہ) وہ کام ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور گناہ لازم آتا ہے۔

بحر الائق میں ہے کہ مکروہ دو قسم ہے۔ ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ میں ہے یعنی جس طرح واجب کا ثبوت دلیل ظنی سے ہوتا ہے اسی طرح مکروہ تحریمی کا ثبوت دلیل ظنی سے ہوتا ہے۔ مکروہ کی دوسری قسم تنزیہی ہے۔ مکروہ تنزیہی وہ ہے جو مکروہ تحریمی سے کم درجہ میں نہ کہ وہ ناپسندیدہ ہو جس کا مال ترک اولیٰ ہے۔ جب فقہاء کی کسی تحریر میں لفظ مکروہ پایا جائے تو اس کی دلیل کو دیکھنا چاہیے۔ اگر دلیل مذکور نہ ہو تو تحریری ہے ورنہ تنزیہی۔ شامی کا بیان ہے کہ بدون دلیل کے اس کا حال اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر مکروہ ترک واجب کو منقطن ہو تو تحریمی ہوگا۔ اور اگر ترک سنت کو منقطن ہو تو تنزیہی ہوگا۔

سوال۔ نماز میں کیا کیا کام مکروہ تحریمی ہیں ؟

جواب۔ نماز میں یہ امور مکروہ تحریمی ہیں۔ (۱) سدل یعنی کپڑے کو لٹکانا مثلاً چادر یا کوئی دوسرا کپڑا سر یا مونڈھوں پر رکھ کر اس کے دونوں کنارے لٹکا دیں۔ یا اچکن یا چوغہ بغیر اس کے کہ آستینوں میں ہاتھ ڈالیں مونڈھوں پر ڈال دیں۔ اگر کپڑا مونڈھے پر اس طرح ڈالا کہ ایک کنارہ پیچھے پر لٹکتا رہا اور دوسرا پیٹ پر جیسے چند سال پہلے تک مونڈھوں پر رومال رکھنے کا عام رواج تھا تو نماز میں یہ بھی مکروہ ہے۔ رومال یا دوسرے کپڑے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ گلو بند یا مفکر کا ایک سرگردن پر لپیٹ کر دوسرا سر اگلی طرف گرادیا۔ تو اس میں مضائقہ نہیں۔ (۲) کپڑے کا اوپر اٹھانا یا سمیٹنا مثلاً بعض لوگ سجدہ میں جلتے ہوئے یا اس سے کھڑے ہوتے ہوئے آگے یا پیچھے سے پانچے دامن وغیرہ کو سمیٹتے ہیں۔ اگر یہ حرکت عمل کثیر تک پہنچے تو مفسد نماز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ البتہ حاجت شدید ہو۔ تو کراہت نہیں۔

(۳) آستین یا دامن چڑھا کر نماز پڑھنا۔ اگر کتیاں کھلی ہوئی ہوں تو بالاتفاق نماز مکروہ ہوتی ہے



اس سے کم میں علماء کا اختلاف ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آستینیں آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی ہوں تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔ شاق کھینچنے پر آستین چڑھانے میں ضرورت بھی داخل ہے کہ آستین کسی اور کام کے لیے یا وضو کے لیے چڑھائی تھی۔ یا رکعت ملنے کے لیے جلدی میں آستین اتارنے کا موقع نہ ملا اور شریک جماعت ہو گیا۔ ایسی حالت میں افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر ہی اتارے۔ (۴) نمازی کا اپنے کپڑوں یا بدن یا دارمھی سے کھیلنا مگر حاجت کے لیے کھانا مکروہ نہیں۔ مثلاً بدن کو خارش کے سبب کھجایا یا پسینے کو جو تکلیف دیتا تھا پونچھ ڈالا۔ تو عمل قلیل سے یہ امور مکروہ نہ ہوں گے۔ عبت کی نہی میں وہ حدیث ہے جو قصاعہ سے مروی ہے۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین امر مکروہ کیے۔ نماز کے اندر عبت کرنا۔ روزہ میں بخش باتیں کرنا اور قبرستان میں ہنسنا (شامی)۔ (۵) پانتخانہ اور پیشاب کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا۔ عبد اللہ بن ارقم صحابی رضی سے مروی ہے کہ سرور نام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جماعت قائم کی جائے اور کسی کو بیت الخلا جانا ہو تو پہلے بیت الخلا کو جائے۔ رواہ الترمذی اور فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لیے ایسی حالت میں نماز پڑھنا حلال نہیں جب پیشاب کو دیا ہے ہو۔ یہاں تک کہ اس سے ہلکا ہو جائے۔

(۶) کھریا کو کھریا کو لے پر ہاتھ رکھنا حالت نماز میں مکروہ تحریمی اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز میں کو لے پر ہاتھ رکھنے کے امتناع میں بخاری مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کو لے پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی (۷)، نماز میں قبضے کی طرف سے منہ پھیر کر یا صرف نگاہ سے ادھر ادھر دیکھنا۔ ترمذی نے انس رضی سے روایت کی کہ حضور جبر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے بچو کیونکہ نماز میں التفات موجب ہلاکت ہے۔ کذا فی الشامی۔ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حسب بیان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہیے کہ لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھانے سے باز رہیں۔ ورنہ ان کی آنکھیں اچکی جائیں گی۔ رواہ مسلم۔ (۸) اقعاء یعنی نمازی کا کتے کی مانند بیٹھنا۔ اقعاء کی تفسیر طحاوی نے یہ بیان کی ہے کہ سرین پیٹھے اور رانوں کو کھڑا کر کے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگائے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ چونکہ نیشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے حدیث میں اس کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہے

کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ زلیحی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہیں بلکہ نشست مسنون کی مخالفت ہونے کے باعث مکروہ تنزیہی ہے۔ کذا فی الخطای۔

(۹) کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کیے ہوئے بیٹھا ہو۔ اگرچہ منہ کرنے والا دور بیٹھا ہو اور نمازی میں اور اس میں کوئی ایسی آڑ ہو کہ قیام میں بھی سامنا نہ ہوتا ہو۔ اور اگر قیام میں مواجہہ ہو قعود میں نہ ہو۔ مثلاً کوئی نمازی کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا کہ اس صورت میں قعود میں نہ مواجہہ نہ ہو گا مگر قیام میں ہو گا۔ تو اس صورت میں بھی کراہت ہے۔ (۱۰) منہ میں چوٹی اٹھنی یا کوئی اور چیز بٹے ہوئے نماز پڑھنا یا پڑھنا بھی جو قرات سے مانع نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر وہ چیز اس طرح مانع قرات ہوگی کہ بالکل پڑھنا نہ جاسکے یا ایسے الفاظ منہ سے نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱۱) کھڑے یا چادر کی موجودگی میں صرف پا جامہ یا تہبند باندھ کر نماز پڑھنا اور اگر پا جامہ یا تہبند کے سوا کوئی اور کپڑا نہیں تو کراہت نہیں۔ (۱۲) نماز میں انگلیاں پٹخانا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا جسے تشبیک کہتے ہیں۔ اس کو انگلیوں کی قینچی بنانے سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(۱۳) جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ تصویر والے کپڑے پر کوئی دوسرا کپڑا پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی تو اب نماز مکروہ نہ ہوگی۔ تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوئی ہو تو بھی نماز میں کراہت نہیں۔ (۱۴) نمازی کے سر پر یعنی چھت میں یا سامنے یا برابر داہنے یا بائیں یا سجدہ کی جگہ میں کسی جاندار کی تصویر کا ہونا۔ اگرچہ کھڑے گدے میں ہو جس پر چلنے یا تکیہ نہ کرنے ہوں اور اگر نیچے ہوئے گدے پر تصویر ہو تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اس میں تصویر کی ذلت ہے۔ جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ ”رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔“ برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں اور اگر تصویر نمازی کے پیچھے ہو تو اس کے مکروہ دیا غیر مکروہ ہونے میں علماء مختلف البیان ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس میں بھی کراہت ہے چنانچہ امام محمدؒ نے جامع معیئر میں اس کی کراہت کی تصریح فرمائی ہے۔ اور اگر تصویر نمازی کے دونوں پاؤں کے نیچے یا نشست گاہ



میں دبی ہو تو بنا پر اس کی ذلت کے مکروہ نہیں ہے۔

جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر پڑی ہوئی ہو تو اس کے اعضاء کی تفصیل و تشریح کھڑے ہو کر دیکھنے والے کو نہ سوچتی ہو یعنی اتنے فاصلے سے اس کے اعضاء جدا جدا معلوم نہ ہوتے ہوں تب بھی مکروہ نہیں یا تصویر سرکٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اس کا کوئی عضو اس طرح مٹا دیا ہو کہ اس صورت کا جانور زندہ رہ سکے نہ ہو۔  
 لیکن یہ نہیں کہ سکر کا ٹٹا عام ہے اس سے کہ اس کو مٹا دیا ہو یا سر سے بنایا ہو یا پھر پشیمانی پھیر دی ہو یا کھرق ڈال دیا ہو ان حالات میں کراہت نہ پڑے گی۔ اگر جاندار کی تصویر کسی ذلت کے مقام پر مثلاً جوتیاں اتارنے کی جگہ میں ہو یا فرسٹ پر ایسے موقع پر رکھی ہو کہ لوگ اسے روندتے ہوں یا ایسے تکیہ پر ہو جو زانو وغیرہ کے نیچے رکھا جاتا ہو تو ایسی تصویر کا مکان میں رکھنا مکروہ نہیں اور نہ اس سے نماز میں کراہت آتی ہے۔ جب کہ اس پر سجدہ نہ کیا جائے۔

سوال۔ اگر کسی کے پاس ایسا روپیہ اشرفی ہو جس پر تصویر ہو تو کیا اس کی وجہ سے بھی ملائکہ رحمت گھر میں نہیں آتے؟

جواب۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے اس امتناع کی نفی کی ہے اور انام لودیؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ملائکہ رحمت گھر میں قدم نہیں رکھتے۔ مگر حسب بیان شامی علمائے احداث نے قاضی عیاضؒ کی تائید کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ گھر میں اتنی چھوٹی تصویر کا رکھنا مکروہ نہیں جو نماز میں کراہت نہیں پیدا کرتی۔ اور جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس کا رکھنا بھی مکروہ ہے۔ یہ حکم گھر میں تصویر رکھنے کا ہے۔ لیکن جاندار کی تصویر بنانا یا بنانا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے حرام ہے۔ دستی اور عکسی تصویر کا ایک حکم ہے۔

(۱۵) چادر یا کوئی کپڑا ایسی طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے نمازی کے ہاتھ باہر نہ نکل سکیں (۱۶) اعتجار یعنی دوپٹے یا بگڑی کو اس طرح سر سے باندھنا کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے (۱۷) اس طرح ڈھانٹنا یا ندھنا کہ منہ اور ناک ڈھک جائے۔ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ آتش پرست آگ کی عبادت کے وقت ایسا ہی کرتے ہیں۔ لوطاؤنیؒ نے ابوالسعودؒ سے نقل کیا ہے کہ نماز میں ڈھانٹنے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱۸) نماز میں انگڑائی لینا یعنی سستی آنا (۱۹) اسباں یعنی کپڑے کا عجز مستند سے دراز کرنا۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز پڑھو تو لٹکتے کپڑے کو اٹھا لو۔ کہ اس میں سے جس قدر کپڑا زمین کو پہنچے گا وہ آگ میں ہے۔ رواہ البخاری فی التائرخ والطبرانی فی الکبیر۔ علامہ

میں اسبالی یہ ہے کہ بیٹھنے میں دیے۔ آستینوں میں یہ ہے کہ انگلیوں سے متجاوز ہوں۔ دامتوں اور پانچوں میں اسبالی یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسبالی (یعنی درازی) تہ بند اور کرتے اور عمامہ (سب) میں ہے۔ جو شخص ازراہ تکبران میں سے کسی کو لٹکا کر کھینچے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ۔ اور فرمایا کہ ازار (تہبند) جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔ رواہ البخاری۔ آگ میں ہے یعنی ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کی سزا دوزخ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی نماز میں تکبر سے تہبند لٹکائے اس کے لیے اللہ کی رحمت نہ حل میں ہے نہ حرم میں۔ رواہ ابوداؤد۔ اور ابوسہیرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور نے اس کو حکم دیا کہ جاؤ وضو کر کے آؤ۔ وہ وضو کر کے واپس آیا۔ حاضرین میں سے کوئی شخص عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! آپ نے کس بنا پر وضو کا حکم دیا؟ فرمایا وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور بے شک خدا نے عزیز و بہتر اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو (ٹخنوں سے نیچے) تہبند لٹکائے ہوئے ہو۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ عبدالحق نے لمعات میں فرمایا۔ کہ وضو کا حکم اس لیے دیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ معصیت ہے۔ آپ نے صحابہ کو بتا دیا تھا کہ وضو گناہوں کا کفارہ اور اسباب معصیت کا زائل کرنے والا ہے۔

(۲۰) اگر امام ڈاڑھی مونڈانا یا کٹاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کبھی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو نماز کو لوٹا لینا چاہیے۔ کٹانے سے یہ مراد ہے کہ ایک مشیت سے کم رکھے مشیت سے زیادہ کٹا دینا بلا کراہت جائز ہے۔ شامی لکھتے ہیں وَأَمَّا إِلَّا خَذُ مِنْهَا دَحَى دُونَ الْقُبْضَةِ فَلَمْ يُبَحِّثْ أَحَدٌ لَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ ایک مشیت سے کم ڈاڑھی رکھنا جائز نہیں اور اس کا خلاف فسق ہے (شامی جلد اول ص ۱۸۲)

(۲۱) خطبہ شروع ہو جانے کے بعد سنت، نفل، قرآن، درود یا کچھ اور پڑھنا (۲۲) سجدہ میں کلامیوں اور کُنیوں کو زمین پر بچھانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال طمانینت سے کام لیا اور تم میں سے کوئی شخص سجدہ میں اس طرح اپنی بائیں نہ بچھائے جس طرح کتا بیٹھتا ہے۔ تو اپنی پوری بائیں بچھا دیتا ہے۔ رواہ البخاری وسلم اور فرمایا کہ جب سجدہ کر دو دونوں



ہاتھوں کو زمین پر رکھو اور کہنیوں کو زمین سے اٹھائے رکھو۔ رواہ مسلم (۲۳) رکوع سجود اور قنومہ جلسہ میں طہانیت کا چھوڑنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ بخاری و مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایسے وقت میں نماز ادا کی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز میں تعدیل ارکان اور قنومہ و جلسہ کی طہانیت کو نظر انداز کر دیا تھا۔ جب وہ فارغ ہو کر جانے لگا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ پھر پڑھو۔ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے دوبارہ پڑھی اور جانے لگا تو آپ نے فرمایا۔ پھر پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ تین چار بار ایسا ہی ہوا۔ آخر وہ کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ بتا دیجیے۔ چنانچہ آپ نے اسے نماز پڑھنے کی پوری ترکیب بتائی۔ جس میں فرمایا۔ کہ رکوع میں اطمینان سے بیٹھو۔ پھر پوری طرح سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدے میں جاؤ اور کامل اطمینان سے سجدہ کرو۔ پھر پورے اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اس طہانیت کے بعد دوسرا سجدہ بھی کامل اطمینان سے کرو اور ساری نماز اسی سکون و اطمینان سے ادا کرو۔“

اسی طرح ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کی نماز تکفایت نہیں کرتی اور مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع و سجود میں اپنی بیٹھ کر سیدھا نہ کرے۔ رواہ البداؤد والترمذی والبیہقی وابن ماجہ والدارمی۔ اور ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! نماز میں چوری کیوں کر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ نماز کا رکوع و سجود پوری طرح نہ کرے۔ رواہ احمد

**سوال۔** تعدیل ارکان اور قنومہ و جلسہ کی طہانیت فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟

**جواب۔** تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود میں اتنا بیٹھنا کہ سب اعضا اپنے ٹھکانے پر آجائیں۔ امام ابو یوسفؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک فرض اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک واجب ہے۔ اسی طرح رکوع سے اٹھ کر اطمینان سے سیدھا کھڑا ہو جانا اور دونوں سجدوں میں طہانیت حاصل کرنا بھی امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ثلاثہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک فرض اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک واجب ہے۔

(۲۴) مقتدی کا امام سے پہلے رکوع و سجود وغیرہ میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۵) امام کو کسی آنے والے کی خاطر کسی رکن کو طول دینا۔ اگر اس کو پہچانتا ہو اور اس کا پاس خاطر منظور ہو تو مکروہ

تحریمی ہے اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لیے کچھ برائے نام طول دیا تو کراہت نہیں (۲۶) قیام کے علاوہ نماز کے کسی دوسرے موقع پر قرآن مجید پڑھنا (۲۷) عجلت میں صفت کے پیچھے ہی تکبیر کہہ کر جماعت میں شامل ہو جانا اور پھر ایک یا دو قدم چل کر صف میں آکر (۲۸) جلدی میں قنوت ختم ہونے سے پہلے رکوع میں جانا اور باقی ماندہ دو ایک کھلے رکوع میں پڑھنا (۲۹) اگر کرتے کے نیچے بنیان یا صدری وغیرہ نہ ہو تو کھلے سینہ نماز پڑھنا۔ اسی طرح کوٹ یا شیردانی کے نیچے کرتا یا بنیان وغیرہ کچھ نہ ہو تو ان کے بطن نگائے بغیر کھلے سینہ نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے (۳۰) قبر کا سامنے ہونا اور نمازی اور قبر کے درمیان کسی چیز کا حائل نہ ہونا (۳۱) فرض نماز میں ترتیب قرآنی کے خلاف اُلٹا قرآن مجید پڑھنا جب کہ سہواً نہ ہو۔

(۳۲) نماز میں بالقصد جمائی لینا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نماز میں جمائی لے تو اس پر لازم ہے کہ حتی الامکان اس کو روکے۔ جمائی داخلہ شیطانی کا اثر ہے۔ روایہ سلم۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی نماز میں جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے اور جمائی کے وقت لفظ ہا منہ سے نہ نکالے۔ شیطان بلاشبہ جمائی میں آدمی سے دل لگی کرتا ہے۔ اور ایک حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں جمائی اور انگھ شیطان کی طرف سے ہے رواہ الترمذی۔ اگر جمائی نہ لے سکے تو نمازی کو چاہیے کہ ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اس پر بھی نہ لے سکے تو ہاتھ منہ پر رکھ دے۔ یا آستین سے منہ چھپالے۔ قیام میں منہ داینے ہاتھ سے ڈھانکے اور دوسرے مواقع میں بائیں سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جمائی کے روکنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ جب اس کا احساس ہو تو دل میں خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ تھے۔ فوراً روک جائے گی۔ یہ عمل راقم کا بھی تجربہ ہے۔ شامیؒ لکھتے ہیں کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے تحریمی یا تنزیہی نہیں بتایا۔ مگر ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر اپنے آپ آئے تو کراہت تنزیہی ہے۔ اور اگر دانستہ جمائی لے تو تحریمی ہے۔ کیونکہ یہ ایک عبث فعل ہے۔ اور عبث فعل مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔

(۳۳) امام کا تہنا چبوترے پر کھڑا ہونا۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام مقتدیوں سے بلند جگہ پر کھڑا ہو۔ رواہ المحکم۔ اس بلندی کا اندازہ ایک ہاتھ یا اس سے کچھ کم کیا گیا ہے۔ اور بعض علماء کا قول مقدار ارتفاع میں یہ ہے کہ جس سے سرسری نظر سے امتیاز ہو جائے۔ علامہ کمال الدین ابن الہمامؒ وغیرہ نے اسی کو قول مروجہ بتایا ہے۔ اور بدائع میں کہا کہ ظاہراً روایت یہی دوسرا قول ہے



اور یہی اطلاق حدیث کے مناسب ہے۔ اور مقتضائے حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو۔ کذا فی الشامی۔ اور صحیح ترمذی میں اس کا عکس یعنی مقتدیوں کا بلندی پر اور صرف امام کا پستی میں ہونا بھی مکرہ ہے۔ طحاوی لکھتے ہیں کہ دوسری صورت میں کراہت غالباً تنزیہی ہے۔ اس لیے کہ نئی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہے۔ اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اس میں امام کی حقارت ہے۔ راقم السطور کے زعم میں اگر امام کی بلندی دیکھنے میں ممتاز ہو تو کراہت تحریمی ہے اور قلیل ہو تو تنزیہی۔

اور دونوں مسئلوں میں یہ کراہت اس صورت میں ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ جمعہ کے دن بھیڑ زیادہ اور جگہ کی تنگی ہو تو مقتدی بالائی منزل پر اور امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو سکتا ہے اس میں کوئی کراہت نہیں۔ اسی طرح اگر امام چبوترے پر ہو اور اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکرہ نہیں۔ اور جامع مسجدوں میں یہ عام معمول ہے کہ جگہ کی تنگی کے باعث جب امام محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ چند مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ایک مقتدی اس لیے بلند مقام پر کھڑا ہو کہ تکبیر پکار کر کے تو بھی مکرہ نہیں۔ کذا فی الشامی

(۳۴) ان مواضع میں نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ قبرستان میں۔ شامع عام پر۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ۔ مولیشی خانہ۔ مذبح۔ حمام۔ غسل خانہ۔ صیقل۔ سرگین گاہ اور بیت الخلاء میں۔ بیت الخلاء کی چھت پر۔ گھاٹ پر جہاں مولیشی پانی پی کر بیٹھتے ہوں۔ صحرائیں بلاسترہ جب کہ لوگوں کے آنے جانے کا خدشہ ہو۔ حسب روایت جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سات مقامات میں نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی۔ نجاست پڑنے کی جگہ پر۔ مذبح میں۔ مقبرہ میں۔ راہ کے بیچ میں۔ حمام میں۔ اونٹوں کے بندھنے کی جگہ پر۔ خانہ کعبہ کی چھت پر۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ یاد رہے کہ امام احمد کے نزدیک مقبرہ یعنی قبرستان اور حمام میں نماز قطعاً حرام ہے۔

(۳۵) سجدہ گاہ سے کنکریاں ہٹانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ مگر جب پوری طرح بدوجہ سنت سجدہ نہ ہو سکتا ہو تو ایک بار ہٹانے کی اجازت ہے۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ ایک دفعہ بھی نہ ہٹائیں۔ صحاح ستہ میں حضرت معین بن جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سجدہ کی جگہ ہموار کرتے دیکھ کر فرمایا۔ کہ اگر ہموار کرنے سے چارہ نہ ہو تو ایک دفعہ کر لے۔ شامی لکھتے ہیں کہ اگر نشیب و فراز کی وجہ سے ہٹائے بغیر بالکل سجدہ نہ ہو سکے تو کنکریوں کو ہٹا دے۔ گو دوبارہ بھی ہٹانی پڑیں۔ (۳۶) تکبیر تحریمیہ میں بجائے اللہ اکبر

کے کسی دوسرے لفظ سے جو خاص تعظیم الہی کے لیے ہیں مثلاً اللہُ آجَلُ یا اللہُ اَعْظَمُ یا اللہُ کَبِیْرٌ سے نماز کی ابتداء کرنا۔

(۳۷) نماز عشاء کی تاخیر نصف شب سے زیادہ، نماز عصر کی تاخیر آفتاب کے زرد ہونے تک اور نماز مغرب کی تاخیر تاروں کے چھٹک جانے تک مکروہ تحریمی ہے۔ (۳۸) طلوع آفتاب کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہے قصا ہو یا واجب۔ نفل ہو یا نماز جنازہ یا سحرہ تلاوت۔ یا درہے کہ جب تک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہ ہو وہ طلوع کے حکم میں ہے۔ اور امام فصلی نے فرمایا کہ جب تک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے و طلوع میں داخل ہے۔ اس وقت تک نماز حلال نہیں۔ پھر آنکھ آفتاب کے دیکھنے سے عاجز ہو تو نماز حلال ہوگئی اور یہی صحیح ہے۔ لیکن عوام الناس کو اس وقت نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اس ممانعت کی شہ پا کردہ ادا ئے نماز سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اور بالکل ادا نہ کرنے کی نسبت مکروہ وقت میں پڑھنا ادلی ہے (۳۹) استواء یعنی آفتاب کے آسمان میں متوسط ہونے کے وقت نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوپہر کے وقت جمعہ کی سنت مؤکدہ پڑھنا مکروہ نہیں۔ اور اسی پر فتویٰ ہے (۴۰) آفتاب کے غروب ہوتے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اس دن کی نماز عصر ہنوز نہ پڑھی ہو تو اس وقت اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ (۴۱) کفار کے عبادت خانوں میں (۴۲) یا زمین مغصوب یا پرانے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو یا جتا ہوا ہو نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

## فصل ۸۔ نماز کے مکروہات تنزیہی

سوال۔ تنزیہی مکروہات کیا کیا ہیں ؟

جواب۔ فصل سابق میں جو مکروہات سپرد قرطاس ہوئے ان کا مکروہ تحریمی ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے۔ گو بعض نے ان میں سے کسی میں اختلاف بھی کیا ہے۔ اب اس فصل میں ان مکروہات پر روشنی ڈالی جائے گی جو تنزیہی گمان کیے گئے ہیں۔ گو ان میں بھی بعض کی حیثیت مختلف قیہ ہے۔ تاہم ان کا تنزیہی ہونا راجح ہے۔

(۱) کام کاج کے متبذل لباس میں جس کو بہن کر معزز لوگوں کے پاس جانا گوارا نہ ہو نماز پڑھنا مکروہ



ہے۔ محدث عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نافعؓ کو دو کپڑے پہننے کو دیئے۔ اس کے بعد مسجد میں گئے اور ان کو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس دو کپڑے نہیں کہ انہیں پہنتے؟ نافع عرض پیرا ہوئے کہ ہاں ہیں۔ فرمایا۔ کہ بتاؤ! اگر گھر سے باہر نہیں جاتے تو دونوں پہن کے جاؤ گے یا ایک؟ انھوں نے کہا کہ دونوں پہنوں گا۔ فرمایا تو کیا اللہ عزوجل کے دریا کی حاضری کے لیے زینت زیادہ مناسب ہے۔ یا آدمیوں کے لیے؟ عرض کی۔ اللہ کے لیے۔“ عرض جس قسم کے لباس میں کوئی شخص معزاد راہل و جاہل لوگوں کے پاس جاسکتا ہے اس سے نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور اس سے کم حیثیت میں مکروہ تنزیہی ہے۔ بشرطیکہ اس سے بہتر اور اچلا لباس میسر ہو۔

(۲) ننگے سر نماز پڑھنا۔ حالت نماز میں پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر دستار ہوتی تھی اور اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ آپ نے یا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یا ہمارے دوسرے اسلاف کرام میں سے کسی نے کبھی کھلے سر نماز پڑھی ہو۔ ہاں کمر تانہ ہوتے وقت صرف چادر سے نماز ادا کر لیتے تھے۔ کسی کو ننگے سر پہنے کی عادت ہو یا کوئی سستی سے ننگے سر نماز پڑھے دونوں طرح مکروہ ہے اور اگر ننگے سر پڑھنے سے تحقیر نماز مقصود ہو اور کوئی یہ خیال کرے کہ نماز کوئی ایسی اہمیت نہیں رکھتی کہ اس کے لیے ٹوپی پگڑی پہننے کا اہتمام کیا جائے تو یہ کفر ہے۔ جو کوئی عادۃً ٹوپی پہنتا ہے اس کے لیے ٹوپی سے نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ لیکن پگڑی پہننے والا اگر ادائے نماز کے وقت سستی سے ٹوپی سر پر رکھ لے تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص ازراہ انگسار اور خشوع و خضوع ننگے سر نماز پڑھ لے تو مضائقہ نہیں۔ تاہم ننگے سر پڑھنے والے کو وہ ثواب نہیں مل سکتا جو سنت کے مطابق باقاعدہ پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے والے کو ملے گا۔ شامی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ جو لوگ ٹوپی پہننے کے عادی ہیں ان کیلئے بھی عمامہ سے نماز پڑھنا افضل ہے۔ رافق السطور نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا عزیز الرحمن بیگ مفتی دیوبند کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھنے سے وقت عمامہ باندھ لیتے تھے۔

سوال۔ امام کے سر پر عمامہ ہو اور مقتدیوں نے ٹوپیاں پہن رکھی ہوں۔ تو نماز مکروہ

ہوگی یا نہیں؟

جواب۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ نماز مکروہ نہیں ہوتی کیونکہ بگڑی کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: **وَالْمُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَصِلَ فِي ثَلَاثَةِ آثَابٍ قَمِيصٍ وَآذَانٍ وَعِمَامَةٍ**۔ پس امام نے ترک مستحب نہیں کیا۔ البتہ مقتدی مستحب کے تارک ہوئے۔ لیکن عمامہ میں امام اور مقتدیوں کا اختلاف کراہت نماز کا موجب نہیں (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد سوم صفحہ ۵۵)۔

(۳) نماز میں آنکھیں بند رکھنا۔ لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں جی خوب لگے تو بند کر کے نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور ہے کہ سجدہ گاہ کی طرف حالت قیام میں، نگاہ رکھنا سنون ہے اور آنکھیں بند کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہے۔ (۴)۔ سجدہ گاہ کا پیر سے اوجھا ہونا۔ جیسے مثلاً کوئی دہلیز پر سجدہ کرے تو اگر دہلیز ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز درست نہیں۔ اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہے تو نماز درست لیکن مکروہ ہوتی ہے معمولی فرق میں کچھ مضائقہ نہیں (۵) نماز میں بلا عذر چار زانو نہ لے پالتی مانے۔ کیونکہ اس میں جلسہ سنون ترک ہوتا ہے۔ اور نماز سے باہر پالتی مانے بیٹھنا مکروہ نہیں۔ کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست اپنے جان نثار صحابہ کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی۔ (در مختار) اس میں ان لوگوں کے قول کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ نماز کے باہر بھی اس وجہ سے چار زانو بیٹھنا مکروہ ہے کہ یہ جیارہ کی نشست ہے۔ کذا فی الشامی (۶) نماز میں دونوں پیر کھڑے۔ کھڑے بیٹھنا۔

(۷) امام کا محراب میں کھڑا ہونا۔ اور اگر دونوں قدم یا قدموں کا اکثر حصہ محراب سے باہر ہو تو مکروہ نہیں۔ اور اگر امام کے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو محراب کے اندر کھڑے ہونے میں بھی کوئی تباہت نہیں۔ اور اگر مقتدیوں پر سجدہ تنگ ہو تو امام کا تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ امام کے محراب میں کھڑے ہونے کی کراہت کے سبب میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے تہیہ کہا کہ محراب حجرہ کا سا ایک جدا گانہ مکان ہے۔ اس میں کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جدا گانہ بناتے ہیں۔ اور بعض فقہاء نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنی اور بائیں جانب کے مقتدیوں پر مشتبہ رہے گا۔ اس لیے مکروہ ہے۔ پس اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر حال میں مکروہ ہے۔ مقتدیوں پر اشتباہ ہو یا نہ ہو اور اگر وجہ کراہت حالت امام کا اشتباہ ہے تو جس صورت میں



اشتباہ نہ ہوگا مکروہ بھی نہ رہے گا۔ کذا فی الشامی (۸) امام یا مقتدیوں کا درے میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم عہد نبوی میں دروں میں کھڑے ہونے سے بچتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہم دروں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ رواہ الترمذی والیو داد۔ اگر امام درے میں کھڑا ہو تو اُسے چاہیے کہ دونوں قدم درے سے باہر نکال لے ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔

(۹) وقت مستحب کی تنگی کے وقت وقتی فرض کے سوا سنت النفل واجب اور فائتہ سب نمازیں مکروہ ہیں۔ (۱۰) اگر کسی کی باتوں سے نماز میں بھول جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور ایسی جگہ نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے جہاں لوگوں کی منہی مذاق سے نماز میں خیال بٹ جانے اور بھولنے کا خدشہ ہو۔ (۱۱) بدون خوف ایذا کے نماز میں سانپ اور بچھو کا مارنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر ایذا رسانی کا خوف ہو تو ان کا مار ڈالنا جائز ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزوں یعنی سانپ اور بچھو کو ہلاک کر دو تو یہ ارشاد نبوی استحباب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے ہے۔ کیونکہ اس میں ہمارا ہی نفع ہے۔ اور سفید سانپ کے مارنے کی ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ حدیث میں اس کو جن فرمایا ہے۔ تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اس کا نہ مارنا ہی بہتر ہے۔ اور اس کے مارنے میں ہمارا ضرر ہے۔ کذا فی الشامی (۱۲) نماز میں آیتوں شورٹوں اور تسبیحات وغیرہ کو انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں کر شمار کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ نفل نماز ہو۔ اور پوروں کو دبا کر تعداد محفوظ رکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ سب انگلیاں بطور مسنون اپنی جگہ پر ہوں۔ مگر ایسا کرنا بھی خلاف اولیٰ ہے کہ دل دوسری طرف متوجہ ہوگا۔

(۱۳) رکوع سجود میں بلا عذر تین سے کم تسبیح پڑھنا ہاں اگر تنگی وقت یا بیل گاڑی کے چھوٹ جانے کے خوف سے ایسا ہو تو مضائقہ نہیں۔ مقتدی ابھی تین تسبیحیں نہ کہتے پایا تھا کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا۔ تو مقتدی پر لازم ہے کہ معاً امام کی متابعت کرے۔ (۱۴) ایسی صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا جس میں جگہ خالی ہو۔ اور اگر صف میں جگہ نہ ہو تو حرج نہیں۔ اسی طرح کتب فقہ میں تنہا کھڑے ہونے کو بھی مکروہ لکھا ہے اگرچہ صف میں جگہ نہ پائے۔ ایسی حالت میں چاہیے کہ ایک نمازی کو صف میں سے اپنے برابر کھینچ لے۔ ذکرہ ابن الکمال۔ لیکن صاحب تئید وغیرہ لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اگلی صف سے نہ کھینچنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ لوگوں میں جہل زیادہ ہے۔ اکثر لوگ بنا پر نادان فقیہ لڑ پڑتے ہیں۔ اس لیے

تہا ہی کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔ (۱۵) کسی نماز میں کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھا کرے اس کے سوا کوئی سورت نہ پڑھے مکروہ ہے۔ بجز اس قرات کے کہ شارع علیہ السلام سے اس کا تعین ثابت ہو مگر اس میں بھی کبھی کبھی تغیر و تبدل کرتے رہنا چاہیئے۔ (۱۶) ایک سورت یا آیت کو فرض کی کسی رکعت میں بار بار پڑھا مکروہ ہے۔ البتہ کسی عذر سے ایسا کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۷) سجدہ کو جاتے ہوئے زمین پر گھٹنے سے پہلے ہاتھ رکھنا اور اٹھتے وقت ہاتھوں سے پہلے گھٹنے اٹھانا بلا عذر مکروہ ہے۔ (۱۸) رکوع میں سر کو پیٹھ سے اوجھایا یا نیچا کرنا (۱۹) ثنا، تَعُوذ، بِسْمِ اللہ اور ثنا کا یا الجہر پڑھنا یا آمین زور سے پکارنا یا اذکار کو ان کے موقع و محل سے ہٹا کر پڑھنا (۲۰) سجدہ وغیرہ میں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دینا۔ (۲۱) بلا عذر دیوار یا عصا پر ٹیک لگانا (۲۲) تلوار کمان یا بتدق وغیرہ حائل کیے ہوئے نماز پڑھنا جبکہ ان کے ہلنے جلنے سے دل کا خیال بٹتا اور توجہ میں فرق آتا ہو۔ (۲۳) سجدہ میں رانوں کو پیٹ سے چپکا دینا۔ مگر عورت سجدہ میں رانوں کو پیٹ سے ملائے۔ (۲۴) لمو و لعب زینت اور نقش و نگار وغیرہ اشیاء کے سامنے جو نمازی کا دل اپنی طرف جذب کریں۔ نماز پڑھنا۔ (۲۵) سجدہ میں کپڑے سے پیروں کو ڈھکنا (۲۶) اٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا (۲۷) جماعت میں شامل ہونے کے لیے دوڑنا (۲۸) حالت سجدہ میں عمامہ کو سر سے اتار کر زمین پر رکھ دینا یا (۲۹) زمین سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا (۳۰) مسجد میں کوئی جگہ اپنے لیے مخصوص کر لینا چنانچہ عبدالرحمن بن شبل انصاریؒ سے مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوسے کی طرح ٹھونگ مارنے اور دھندلے کی طرح پاؤں پھیلانے سے منع فرمایا۔ اور اس کی بھی ممانعت فرمائی کہ کوئی شخص مسجد میں نماز کے لیے اس طرح جگہ کو مخصوص کر لے جس طرح اُونٹ کسی جگہ کو مقرر کر لیتا ہے۔ رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی۔

(۳۱) نماز میں پیشانی سے مٹی یا تنکے چھڑانا جب کہ ان کی وجہ سے نماز میں تشویش و تکرر نہ ہو۔ مکروہ ہے۔ اگر تکلیف دہ ہوں یا ان کی وجہ سے خیال بٹتا ہو تو ان کے اتارنے میں کچھ حرج نہیں اور فراغت نماز کے بعد پیشانی پونچھ ڈالنے میں تو کچھ بھی مضائقہ نہیں۔ بلکہ ان کا چھوڑا دینا اچھا ہے تاکہ نمازی ریا میں ملوث نہ ہو۔ اسی طرح حاجت کے وقت پسینہ پونچھنا بلکہ ہر وہ عمل قلیل جو نمازی کے لیے آرام دہ اور فائدہ بخش ہو۔ جائز اور غیر مفید مکروہ ہے۔ (۳۲) خاک سے پیشانی کی حفاظت کے لیے



استین بچھا کر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور براۃ تکبر و خود بینی ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور گرمی سے بچنے کے لیے کپڑے پر سجدہ کرنا بلا کر اہت جائز ہے۔ (۳۳) نماز میں دامن یا استین سے اپنے آپ کو عمل قلیل کے ساتھ دریا کی پار جھلنا مکروہ ہے۔ اور تین بار جھلنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح نماز میں پنکھا جھلنا بھی مفسد نماز ہے (۳۴) امام یا مقتدی کا آیہ رحمت پر درخواست کرنا اور آیہ عذاب پر پناہ مانگنا مکروہ ہے۔ اور اگر مقتدیوں کو شاق ہو تو امام کے لیے مکروہ تحریمی ہے۔ انفرادی حیثیت سے نفل نماز میں ایسا کرنا بلا کر اہت جائز ہے۔ (۳۵) نماز میں کبھی ایک طرف کر جھکتا کبھی دوسری طرف کر۔ نماز تراویح میں ٹھک کر تراویح (یعنی طلب راحت) کے لیے دونوں پیروں پر باری باری بوجھ ڈالنے میں کوئی کراہت نہیں (۳۶) آگ کے سامنے نماز پڑھنا۔ شمع یا چراغ کے سامنے پڑھنے میں کراہت نہیں۔ (۳۷) زر نقد ہاتھ میں لے کر نماز پڑھنا۔ لیکن اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اس کے بغیر حفاظت محال ہو تو مکروہ نہیں۔

(۳۸) سجدے کی جگہ پر پھونک مارنا۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک غلام کو جسے افلاح کہتے تھے دیکھا کہ سجدہ کرتے وقت پھونک مارنا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ افلاح! اپنے چہرے کو خاک آلود کر۔ رواہ الترمذی۔ یعنی پھونک نہ مار۔ اگر چہ سرہ راو خدا میں خاک آلودہ ہوگا۔ تو اس میں بڑا ثواب ہوگا۔ (۳۹) تکبیر تحریمیہ کے لیے دونوں ہاتھ کاٹوں سے اوپر اٹھانا۔ یا مونڈھوں سے نیچے رکھنا۔ (۴۰) صفیں سیدھی ہوئے اور مقتدیوں کے مونڈھے ملائے بغیر امام کا تکبیر تحریمیہ کہ دینا۔ (۴۱) امام کے پیچھے بغیر مقتدیوں کا نماز کے لیے کھڑا ہونا (۴۲) تکبیر تحریمیہ کے بعد امام کا اتنی عجلت سے قرائت فاتحہ شروع کر دینا کہ مقتدی اطمینان سے ثنا نہ پڑھ سکیں۔ (۴۳) قرائت بالبحر شروع ہو جانے کے بعد مقتدی کا ثنا پڑھنا۔ مقتدی پر واجب ہے کہ قرائت سُنے۔ اگر بوجہ دور ہونے یا بہرہ ہونے کے امام کی آواز نہ سُنے تو بھی قرائت شروع ہونے کے بعد ثنا پڑھنا ممنوع ہے۔

(۴۴) جماعت اولیٰ کے امام کا مسجد کی ایک طرف یا زادیہ میں کھڑا ہونا۔ سنت یہ ہے کہ امام محراب کے سامنے وسط میں کھڑا ہو۔ وسط مسجد کو چھوڑ کر ایک جانب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اگرچہ صفت میں امام کی دونوں طرف مقتدی برابر تعداد میں ہوں۔ (۴۵) مونڈھوں کا کپڑے سے خالی ہونا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر ہرگز اس طرح نماز نہ پڑھے کہ مونڈھوں پر کچھ نہ ہو۔ رواہ البخاری مسلم۔ (۴۶) سند اس کے سامنے یا ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نجاست کا گمان ہو۔ (۴۷) سخت بھوک کے وقت کھانا تیار موجود ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے۔ اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پہلے نماز پڑھے اور پھر کھانا کھائے۔ اسی طرح اگر جماعت کے فوت ہونے کا خدشہ ہو تو بھی پہلے نماز پڑھے۔ (کبیری) (۴۸) اس چیز کے سامنے یا اس کی موجودگی میں نماز پڑھنا جو حضور قلب کی مانع ہو (۴۹) چادر وغیرہ کو بلا عذر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں کنارے مونڈھوں پر ڈالتا نماز کے باپراپیا کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(۵۰) کعبہ معلیٰ اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا خلاف تعظیم ہونے کے باعث مکروہ ہے (عالمگیری) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی پشت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ (۵۱) بلا ضرورت کھانا یا کھنکارنا۔ اگر طبیعت دفع کر رہی ہو تو مضائقہ نہیں در نہ مکروہ ہے۔ (۵۲) نماز میں تھوکتا مکروہ ہے لیکن بحالت مجبوری درست ہے جیسے کسی کو کھانسی اٹھی اور منہ میں بلغم آگیا۔ تو اگر مسجد میں نہ ہو تو اپنے بائیں طرف تھوک ڈے یا کپڑے میں لٹالے۔ بخاری شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نماز کو کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں مناجات کر رہا ہے۔ اور نہ داہنی طرف تھوکے کیونکہ اس کی داہنی جانب فرشتہ ہے۔ البتہ بائیں طرف تھوکے (کبیری)۔ مگر بائیں طرف تھوکتے وقت احتیاط رکھے کہ اس کا سینہ رخ قبلہ سے تجاوہ نہ کرے۔

(۵۳) بچے کو نماز میں اٹھانا بشرطیکہ عمل کثیر تک نسبت نہ آئے۔ یہاں پیشہ پیدا ہوتا ہے کہ حسب روایت بخاری مسلم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی محترمہ اُمّہ رضی اللہ عنہا کو جو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی دختر تھیں نماز میں اٹھا لیتے تھے۔ آپ سجدے کے وقت ان کو اُٹھاتے اور قیام کے وقت پھر اٹھا لیتے تھے۔ اس کی نسبت گزارش ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد اُمّہ رضی اللہ عنہا حضور ہی کی آغوش تربیت میں پرورش پاری تھیں اور وہ آپ سے بہت مانوس تھیں اور حسب تصریح خطابی آنحضرت کا اُمّہ کو اٹھانا قصداً نہ تھا۔ بلکہ وہ بسبب نہایت اُلفت کے کہ آپ سے رکھتی تھیں نماز میں بھی آکر آپ سے چپٹ جاتی تھیں اور دوش



مبارک پر چڑھ بیٹھتیں اور آپ ان کو رکوع و سجود میں اس طرح کندھے سے اتارتے تھے کہ عمل کثیر کی نسبت نہ آتی تھی۔ پس یہ اٹھاتا اور اتارنا دراصل آپ کا فعل نہ تھا۔ اور رادی کا ان افعال کو آپ کی طرف منسوب کرنا مجازاً ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵۴) عقد شعر یعنی بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔ اگرچہ جوڑا کرنا ان کے اکٹھا کرنے سے ہو یا ان کے سرہوں کو جوڑوں میں کر لینے سے ہو اور حالت نماز میں جوڑا کرنا مفسد نماز ہے (در مختار) عقد سے یہاں یہ مراد ہے کہ بالوں کو ستر پر جمع کر کے گوند سے چپکا لے یا بخوری سے باندھ لے۔ خواہ مینڈھیاں گوندھ کے سر کے گرد لپیٹ لے۔ خواہ گدی پر سب کو باندھ لے کہ سجدہ میں زمین پر نہ گریں۔ غرض یہ سب امور مکروہ ہیں۔ کیونکہ طبرانی کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے (شامی) اکثر کتب فقہ میں جوڑا باندھ کر نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی لکھا ہے لیکن حلیہ میں نقل کیا ہے کہ گواحدیث کے رد سے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اس پر اجماع ہے کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اس فعل کے مفسد نماز ہونے کی وجہ عمل کثیر ہے۔ کذا فی الشامی

(۵۵) پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ یا قعدہ اولی کے بعد ہاتھ ٹیک کر اٹھنا۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ نمازی اٹھتے وقت دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور گھٹنوں کے سہارے کھڑا ہو۔ بنا بر حدیث وائل بن حجر کے جن کا بیان ہے کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دونوں گھٹنوں پر اٹھتے اور رالوں پر اعتماد کرتے تھے رواہ ابوداؤد۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ کہ آدمی زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھے۔ رواہ ابوداؤد امام مالک کے نزدیک بھی حنفیوں کی طرح جلسۃ الاستراحت نہیں۔ لیکن مالکی زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھتے ہیں۔ اور سہارے ہاں یعنی حنفیوں میں) بھی کبر سنی اور ضعف و ناتوانی کی حالت میں ہاتھ ٹیک کر اٹھنا جائز ہے۔ (مدارج النبوت) (۵۶) اعرج یعنی لنگڑے کو جو پوری طرح کھڑا نہ ہو سکتا ہر امام بنا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵۷) تکبیر تحریمیہ کہتے وقت سر جھکانا (۵۸) امام کا زیاد از ضرورت بلند آواز سے اللہ اکبر یا سميع اللہ لمن حمدہ یا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کتنا (۵۹) امام کی آواز پہنچنے کے باوجود کسی مقتدی کا بلا ضرورت بلند آواز سے اللہ اکبر کتنا۔ (۶۰) تکبیر تحریمیہ کے بعد تاف کے نیچے لاکر ہاتھ باندھنے کی بجائے ہاتھ نیچے کرنا اور پھر اٹھا کر باندھنا (۶۱) نماز میں بلا عذر ہاتھ پر سے مکھی اڑانا (۶۲) رکوع میں ہاتھ کی انگلیوں کو خوب کشادہ

رکھنے کی بجائے باہم ملا کر رکھنا اور سجدہ میں ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ کرنا۔ سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں رلی رہنی چاہئیں تاکہ سب کے سر قبیلہ رخ ہوں۔ (۶۳) جماعت میں سجدہ کے وقت بازوؤں کا کرداروں سے جدا کرنا جو دوسرے نمازیوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ (۶۴) گھٹنوں کو ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر رکھنا جس کی وجہ سے کہنیاں جو گھٹنوں سے باہر ہوتی ہیں دوسرے نمازیوں کی کہنیوں سے جا ٹکراتی اور ان کی تکلیف کا باعث بنتی ہیں۔ (۶۵) قعدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کرنا یا بالکل ملا دینا۔ انگلیوں کو ان کی حالت پر چھوڑنا چاہیے کہ نہ کھلی ہوئی ہوں نہ ملی ہوئی۔ (۶۶) قعدہ میں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنا۔ انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے ساتھ رہنے چاہئیں۔ (۶۷) مسلمان کی زمین کی موجودگی میں غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا۔ اگر مسلمان کی زمین میں زراعت ہو۔ تو کسی اور جگہ نماز پڑھے۔ (۶۸) استنہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔ سترہ کے ساتھ یا بغیر سترہ کے دونوں طرح مکروہ ہے۔

(۶۹) عشاء سے پہلے اس شخص کا سونا جسے سونے میں شب بیداری کا اہتمام نہ ہو۔ (۷۰) عشاء کے بعد مباح کلام کرنا۔ مباح کلام سے وہ گفتگو مراد ہے جس کی حاجت نہ ہو۔ ضرورت کی گفتگو جس کوئی کراہت نہیں۔ چنانچہ تلاوت قرآن، ذکر الہی، حکایات صالحین، دینی مذاکرہ بیوی یا ہمان کے ساتھ گفتگو سب ایسا کلام ہے جو نماز عشاء کے بعد بھی مکروہ نہیں۔ (۷۱) طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک بھی ایسا کلام مکروہ ہے جس کی طرف متکلم کو کوئی حاجت نہ ہو۔ (۷۲) نماز فرض کی اقامت کے وقت غیر فرضی نماز شروع کرنا مکروہ ہے۔ بدلیل اس حدیث کے کہ جب نماز کی اقامت ہو تو فرض کے سوا کوئی نماز نہیں۔

(۷۳) عرفات میں ظہر اور عصر کے درمیان اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ مزدلفہ کی نمازوں کے بعد نفل مکروہ نہیں (۷۴) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک اور رکعت سنت مؤکدہ کے سوا کوئی نفل پڑھنا (۷۵) نماز عصر کے بعد سے غروب تک نفل پڑھنا۔ (۷۶) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کسی جگہ اور نماز کے بعد عید گاہ یا مسجد میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ نماز عید کے بعد گھر میں نفل پڑھنا جائز بلکہ مستحب ہے (۷۷) بیگانی زمین پر جو بوئی یا جوتی ہو نماز پڑھنا۔ (۷۸) جگہ میں سترہ کے بغیر نماز پڑھنا جب کہ چلنے والوں کے واسطے کوئی چیز اوٹ نہ ہو۔ (۷۹) کسی قسم کا کوئی قلیل عمل بلا عمل کرنا۔ علماء نے لکھا ہے کہ تین دفعہ کا عمل قلیل عمل کثیر ہو جاتا ہے جو مفسد نماز ہے۔ (۸۰) نماز کی کسی سنت یا مستحب کو چھوڑنا۔ شامی لکھتے ہیں کہ اگر سنت مؤکدہ ہو تو عجب نہیں کہ اس کا ترک مکروہ تحریمی ہو۔



## فصل ۹، نماز توڑنے کے مواقع

سوال۔ نماز شروع کرنے کے بعد توڑنا بھی روا ہے یا نہیں؟ اور اگر روا ہے تو توڑنا فرض ہے یا واجب یا مستحب؟

جواب۔ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے کبھی فرض کبھی واجب کبھی مستحب اور کبھی مباح۔

سوال۔ نماز کا توڑنا کب حرام ہے؟

جواب۔ جب نیت باندھ کر ایک دفعہ نماز شروع کر دی گئی تو اس کے بعد بلا عذر اور بغیر کسی مجبوری کے اس کا توڑنا قطعاً حرام ہے۔

سوال۔ نماز کا توڑنا کب فرض ہے؟

جواب۔ اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہو یا جل رہا ہو یا اندھا کنوئیں میں گرنے والا ہو یا کوئی شخص ایسے حادثہ کا شکار ہو جس میں اس کی جان خطرے میں ہو تو نمازی کا فرض ہے کہ نماز کو توڑ کر ان کی مدد کو پہنچے۔ اگرچہ فرض نماز ہو اور اگر نماز پڑھتا رہا اور اس کو توڑ کر ان کی فریاد رسی نہ کی۔ تو گنہ گار اور مجرم ٹھہرے گا۔

سوال۔ نماز توڑنا کس صورت میں واجب ہے؟

جواب۔ پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت نماز توڑ دینا واجب ہے۔ اگرچہ جماعت فوت ہو جائے۔ ماں باپ دادا دادی نانا نانی کسی مصیبت کے وقت پکاریں تو بھی فرض نماز کا توڑ دینا واجب ہے۔ جیسے کسی نمازی کا باپ یا ماں وغیرہ علیل ہے اور قضاے حاجت کو جاتے ہوئے اس کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑا تو نماز توڑ کر اس کا اٹھانا واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرا اٹھانے والا موجود ہو تو نماز توڑنا ممنوع ہے۔ اور اگر ابھی گرا نہیں لیکن اُسے گرنے کا اندیشہ ہے اور اس نے پکارا تو بھی نماز کو توڑ دے۔ اور اگر ماں باپ وغیرہ میں سے کسی نے کسی ایسی استر ضرورت کے لیے نہیں پکارا تو فرض نماز کا توڑنا جائز نہیں۔ اور اگر سنت یا نفل پڑھتے وقت ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی میں سے کسی نے پکارا اور ان کو یہ معلوم نہیں کہ مصروف نماز ہے تو بھی نماز کو توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے خواہ کسی مصیبت

میں پکاریں یا بے ضرورت آواز دیں۔ اگر نماز توڑ کر نہ پہنچے گا تو گناہ گار ہو گا۔ اور اگر جانتے ہوں کہ مصروف نماز ہے تو ان کے پکارنے پر نماز نہ توڑے۔ البتہ اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف پہنچ جانے کا خدشہ ہو تو نماز توڑ دینی چاہیے۔

**سوال۔** نماز کا توڑنا کس حالت میں مستحب ہے ؟

**جواب۔** حصول جماعت کے لیے نماز توڑنا واجب ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اسی طرح خلاف سے بچنے کے لیے بھی نماز توڑنا جائز ہے بشرطیکہ وقت کے ختم ہونے یا جماعت کے جاتے رہنے کا خدشہ نہ ہو۔ خلاف سے نکلنے کی یہ صورت ہے کہ نماز ادا کرتے وقت کوئی اجنبی عورت نمازی کو ہاتھ لگا دے۔ اس صورت میں امام شافعیؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ پس حنفی کے لیے مستحب ہے کہ نماز کو توڑ دے۔ کیونکہ نہ توڑنے کی صورت میں امام شافعیؒ کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔

**سوال۔** کن صورتوں میں نماز توڑنا مباح ہے ؟

**جواب۔** ان صورتوں میں فرض نماز کا توڑ دینا جائز ہے۔ اگر خوف ہو کہ بھیڑ یا بکری اٹھالے جائیگا۔ تو جائز ہے کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے۔ اسی طرح ان عذرات پر بھی نماز توڑنا جائز ہے۔ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے وقت ریل گاڑی چل پڑی اور گاڑی میں اپنا اسباب یا اہل و عیال ہیں تو نماز توڑ کر گاڑی میں بیٹھنا جائز ہے۔ نماز پڑھتے وقت سناپ سامنے آگیا یا جوتی دروازے پر اتاری تھی اور کسی جوتی چور نے جوتی اٹھالی ہے۔ یا رات کو مری کھلی رہ گئی تھی ملی اس کی طرف بھیڑی ہے۔ یا نماز کی حالت میں دودھ جوش کھا کر پیتلی سے باہر نکلنے لگا یا ہانڈی ابلنے لگی تو ایک درہم رساڑھے تین ماشہ چاندی آنک کے نقصان سے بچنے کے لیے نماز کو توڑ کر اس کو درست کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر سواری کا جانور بھاگ جائے یا نفل پڑھتے وقت جنازہ آگیا اور نمازی کو خدشہ ہے کہ نماز نفل پوری کرنے میں نماز جنازہ نہ ملے گی تو نفل کو توڑ کر نماز جنازہ میں شریک ہو جائے اور نفل کو قضا کر لے اور اگر فرض نماز پڑھتے وقت جنازہ آگیا۔ اور خوف ہے کہ نماز فرض سے فراغت پاتے سے پہلے نماز جنازہ ہو چکے گی تو فرض کو قطع نہ کرے کیونکہ وہ نماز جنازہ سے قوی تر ہے۔

**سوال۔** ایک شخص نے تمنا نماز فرض پڑھنی شروع کی۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی۔ تو اسے وہ اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو دیا نہ ہو ؟



جواب۔ ہاں حالت قیام میں صرف داہنی طرف سلام پھیر کر نماز قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ بشرطیکہ پہلی رکعت کا ہتھوڑا سجدہ نہ کیا ہو۔ اور اگر نماز فجر یا مغرب میں پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو بھی نماز توڑ کر امام کا اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشاء کی نماز ہے تو دو جو با ایک رکعت اور ملا کر توڑے اور افتراء کرے۔ تاکہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں اور جماعت بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ اور اگر نماز فجر و مغرب میں دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو اب اسی کو پورا کرے اور افتراء نہ کرے۔ کذا فی الشامی۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل انشاء اللہ آئندہ صفحات پر آئے گی۔

## فصل ۸۰۔ نماز کی بوقت سترہ کھڑا کرنا

سوال۔ سترہ کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے ؟

جواب۔ سترہ دیوار یا ستون یا لکڑی یا کسی اور چیز کا نام ہے جو بوقت نماز نمازی کے سامنے ایستادہ ہو۔ امام اور منفرد کے لیے مستحب ہے کہ جب صبح یا کسی بڑی مسجد یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا احتمال ہو تو اپنے سامنے زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ کے فاصلہ پر کم از کم ایک ہاتھ لمبا اور ایک انگلی موٹا سترہ ایک ابرو کے مقابل گاڑ لیں۔ داہنے ابرو کے بالمقابل کھڑا کرنا بہتر ہے۔ دونوں آنکھوں کے وسط کی سیدھ میں نہ ہونا چاہیے۔ بحر الرائق میں ہے کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو ادائے نماز کے وقت کبھی برچی کا اور کبھی کجادہ کا اور کبھی کسی اور چیز کا سترہ کیا جاتا تھا۔ سترے کی موجودگی میں نمازیوں کے آگے سے گزرنے میں کچھ گناہ نہیں۔ اور امام کا سترہ ہی مقتدیوں کا سترہ ہے۔ یعنی اگر امام کے آگے سترہ ہو تو مقتدیوں کے آگے سے بھی گزرنا جائز ہے۔ اگرچہ ان کے آگے کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اور سترہ کے ورے سے گزرنا جائز نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ پہلی صف میں کوئی فرقہ یعنی خالی جگہ ہو۔ اگر پہلی صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو جائز ہے کہ کوئی دوسری صف میں سے گھس کر پہلی صف کی خالی جگہ

کو پڑ کر دے۔ اور درمختار میں ہے کہ اگر صفت میں کوئی جگہ خالی ہو۔ تو نماز میں آنے والے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اس کی گردن کو پھلانگ کر چلا جائے۔ کیونکہ اس نے اگلی صفت میں خالی جگہ چھوڑ کر اپنی عزت آپ کھودی۔“

سوال۔ ایک حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ستون دیوار یا اس قسم کی کوئی اور چیز میسر نہ ہو تو نمازی اپنے سامنے عصا کھڑا کر لے اور اگر عصا بھی موجود نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔  
رماء ابو داؤد۔ وابن ماجہ۔ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ اور اگر صحیح ہے تو خط شرقاً مغرباً کھینچا جائیگا یا شمالاً جنوباً ؟

جواب۔ اگر زمین سخت ہو اور عصا گاڑنے میں دشواری ہو تو چاہیئے کہ عصا کو اس طرح لمبا سامنے رکھ دیں کہ گاڑ دینے کے مشابہ ہو۔ حسب بیان شیخ عبدالحق ”شرح منیہ میں لکھا ہے کہ اگر نمازی اپنا عصا آگے رکھ لے تو وہ بھی سترہ کا کام دے جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک عصا کا آگے رکھنا کفایت نہیں کرتا۔ اور کفایہ میں ہے کہ سترے کا قائم مقام ہو جاتا ہے مگر طول میں رکھنا چاہیئے۔ خاکشی کہ امام احمد نے تسلیم کیا ہے۔ امام شافعیؒ بھی پہلے اسی کے قائل تھے اور بعض متأخرین حنفیہ کے نزدیک بھی خط کشی سترہ کے قائم مقام ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک خط معتبر نہیں اور امام شافعیؒ نے بعد میں اس سے رجوع کر لیا۔ اور فرمایا کہ حدیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہے وہ ضعیف اور مضطرب ہے۔ کیونکہ خط دُور سے متمیز محسوس نہیں ہو سکتا۔ اور صاحب ہدایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن شیخ ابن الہمام نے سترہ نہ ہونے کی صورت میں خط کشی پر اعتماد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اتباع سنت بہر حال بہتر ہے۔ اور خط کچھ بھی نظر آنا ہو تو کافی ہے۔ اس کے علاوہ خط کشی جمعیت خاطر کی موجب بھی ہے۔ پھر جو حضرات خط کشی کے قائل ہیں ان میں یہ اختلاف ہے کہ خط کس طرح کھینچا جائے۔ بعض نے کہا کہ ہلال کی شکل میں ہو اور بعض نے لمبا قبلہ رخ بتایا ہے۔ اور دوسروں نے اس کو ترجیح دی ہے کہ خط داہنی طرف سے بائیں طرف کو عرض میں لے جائیں۔ لیکن مختار و مرجع لمبا خط ہی ہے۔ ان بیانات سے ظاہر ہے کہ اگر اپنے سامنے کوئی کتاب یا چھڑی وغیرہ رکھ لی جائے تو بھی سترہ کا کام دے جائے گی۔

سوال۔ سترہ نمازی سے کتنے فاصلہ پر ہونا چاہیئے ؟



**جواب۔** سترہ اتنا قریب ہونا چاہیے کہ اس کے قریب سجدہ ہو سکے اور اگر بعید مسافت پر ہوگا تو اس کے اندر سے کسی کے گزرنے کا احتمال دتردور ہے گا۔ اور شیطان دل میں دوسو سے ڈالینگا

**سوال۔** اگر قبرستان میں نماز باجماعت ادا کی جائے اور امام کے سامنے سترہ ہو اور سترے اور امام کے درمیان کوئی قبر حائل نہ ہو۔ البتہ مقتدیوں کے سامنے قبریں ہوں تو امام کا سترہ مقتدیوں کو کافی ہو گا یا نہیں اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں ؟

**جواب۔** اس صورت میں امام کا سترہ مقتدیوں کو کافی نہیں۔ ہر مقتدی کے سامنے بھی سترہ چاہیے امام کا سترہ جو مقتدیوں کو اکتفا کرتا ہے تو وہ انسانوں اور حیوانوں کے گزرنے کے لیے ہے مگر قبروں کا سامنا بت پرستی کے مشابہ ہے۔ اس لیے ہر نمازی کے لیے واجب اور ضروری ہے کہ شرک اور بت پرستی سے بچے کے لیے اس میں اور قبر میں کوئی آڑ ہو۔

**سوال۔** آدمی اور جانور بھی سترہ بن سکتے ہیں یا نہیں ؟

**جواب۔** آدمی اور جانور اور درخت بھی سترہ بن سکتے ہیں۔ ان کی آڑ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ مگر آدمی اس حالت میں سترہ کیا جاسکتا ہے جب اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔ کیونکہ نمازی کی طرف منہ کرنا منع ہے۔ سوار اگر نمازی کے آگے سے گزرنا چاہے تو کسی جانور یا اپنی سواری کے آگے سے اس کی آڑ میں گزر جائے۔

**سوال۔** اگر کسی آدمی کے پاس سترہ بنانے کے قابل کوئی چیز موجود ہو تو وہ کیا تدبیر کرے ؟

**جواب۔** اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ سترہ کر دینے کے لائق کوئی چیز ہے تو اس کو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف جا کر اس چیز کو ہاتھ بڑھا کر اٹھا لے۔ اور اگر وہ شخص گزرنا چاہیں اور ان کے پاس سترہ کرنے کے قابل کوئی چیز نہیں تو ان میں سے ایک شخص نمازی کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جائے اور پھر کھڑا ہو جائے۔ اور دوسرا اس کی آڑ پکڑ کر گور جائے پھر دوسرا اس کی پیٹھ کے پیچھے نمازی کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے اور پہلا شخص اس کی آڑ سے گزر جائے۔ پھر وہ دوسرا جدھر سے آیا تھا اسی طرف ہٹ جائے۔ کذا فی الشامی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے نمازی کے سامنے کھڑا ہو جانا یا نمازی کے سامنے سے ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز اٹھا لینا جائز ہے ۔

سوال۔ اگر کوئی شخص نمازی کے آگے بیٹھایا کھڑا ہو تو وہ نمازی کے آگے سے مہٹ کر داہنی یا بائیں جانب کو نکل سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ ہاں نکل سکتا ہے۔

سوال۔ اگر دو شخص مل کر شمال یا جنوب کی طرف منہ کر کے نمازی کے آگے سے گزر گئے تو کیا حکم ہے ؟

جواب۔ ان میں سے جو گزرنے والا نمازی سے قریب تھا وہ گنہ گار ہوا۔ اور یہی دوسرے کے لیے سترہ ہو گیا۔

سوال۔ ایک شخص کے پاس عصا ہے مگر وہ زمین میں گرٹ نہیں سکتا۔ اس کو سترہ بنا کر کس طرح نمازی کے آگے سے گزرا جاسکتا ہے ؟

جواب۔ وہ عصا کو نمازی کے آگے کھڑا کر دے۔ پھر اس کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ کر اس کے گزرنے سے پہلے تیزی سے نکل جائے ۔

## فصل ۱۰۔ نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ

سوال۔ نمازی کے آگے سے گزرنے میں کتنا گناہ ہے ؟

جواب۔ ابو جحیمؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کے آگے سے گزر جانے والا اگر جان لے کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس کی بدت تک بھی ٹھہرا رہے مگر نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔ اس حدیث کے ایک راوی ابو نصر کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے استاد نے چالیس برس کے تھے یا چالیس مہینے یا چالیس دن۔ رواہ البخاری وسلم۔ امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں فرمایا ہے کہ چالیس مہینے یا چالیس دن نہیں بلکہ چالیس برس مراد ہیں۔ اور ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ جانتا ہو۔ تو اپنے بھائی کے نماز پڑھتے وقت ہاں فرض اُسے سو سال تک بھی



انتظار کرنا پڑے تو انتظار کرے۔ بجائے اس کے کہ اس کے آگے عرض میں قدم اٹھائے۔ رواہ ابن ماجہ  
اور کعب احبار نے فرمایا کہ اگر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس میں کتنا  
گناہ ہے تو وہ آگے سے گزرنے کی نسبت زمین میں دھنسا ئے جانے کو بہتر اور آسان سمجھے۔ رواہ  
مالک

سوال۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔ اس  
کی اصلیت کیا ہے؟

جواب۔ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی  
کسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا چاہے تو چاہیے کہ اُس کو لوگوں سے ڈھانکے یعنی سترہ کھڑا کر لے۔ جو  
اس کے اور لوگوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ پھر اگر کوئی سترہ کے درے سے گزرنے چاہے تو اُس  
کو بازو رکھنے کی کوشش کرے۔ پھر اگر نہ مانے تو قتل کیا جائے۔ کیونکہ وہ بلاشبہ شیطان ہے۔ رواہ  
البخاری و آخرجہ مسلم فی معناه۔ یعنی اس نے ایسی حرکت کی جس کی پاداش میں وہ قتل کیا جانا چاہیے مطلب  
یہ ہے کہ یہ اتنا درجے کا مذموم فعل ہے نہ یہ کہ اس کا قتل جائز ہے۔ وہ شیطان ہے یعنی شیطان نے اس  
سے یہ کام کرایا۔ یا یہ مراد ہے کہ وہ آدمیوں کا شیطان ہے اس لیے کہ شیطان کے معنی سرکش کے ہیں خواہ  
جن ہو یا انسان۔ اسی بنا پر شریعہ آدمی کو شیطان انس کہتے ہیں۔

سوال۔ اگر کوئی نمازی کے آگے سے گزرنے چاہے تو اس کے روکنے کے لیے کیا کرنے کا حکم  
ہے۔ اور اگر کوئی آگے سے گزرنے والے کو قتل کر دے تو اس پر قصاص یا دیت ہے یا نہیں؟

جواب۔ جب سترہ نہ ہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گزرتا ہو تو آواز سے سبحان اللہ  
کہہ کر اس کو روکنا چاہیے۔ اگرچہ نماز سہری ہو یا ہاتھ آنکھ یا سر کے اشارے سے اس کو منع کریں۔ مگر  
فقہاء نے لکھا ہے کہ ہٹانا رخصت ہے عزیمت نہیں۔ پس ترک دفع ہی بہتر ہے۔ کیونکہ دفع کرنا نماز کے  
اعمال میں سے نہیں۔ باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گزرنے والے کو مارا اور وہ مر گیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک  
اس پر دیت یا قصاص کچھ بھی لازم نہیں آتا۔ اور قاضی عیاضؒ کے نزدیک اگر نمازی گزرنے والے کو کسی  
ایسی چیز کے ساتھ دفع کرے کہ جس کے ساتھ ہٹانا جائز ہے۔ اور وہ مر جائے تو باتفاق علماء نمازی پر  
قصاص نہیں۔ اور دیت واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ ہمارے حنفی مذہب میں فقط اشارہ کرنے تک کی

اجازت ہے۔ نکلنے والے کا کپڑا یا پاؤں پکڑ لینا ہمارے نزدیک درست نہیں۔ چہ جائیکہ نمازی جنگ اور  
 حرب و ضرب پر اتر آئے۔ بلکہ اگر اُلجھنے میں عمل کثیر ہو گیا تو نماز ہی ٹوٹ جائے گی۔ کذا فی القسطنانی  
 گزرنے والے کو روکنے کے لیے سبحان اللہ کہنا اور اشارہ کرنا دونوں باتوں کا جمع کرنا مکملہ ہے۔ کیونکہ  
 مقصد ایک ہی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ نمازی گزرنے والے سے جنگ  
 کرے کہ وہ شیطان ہے سو یہ منسوخ ہے۔ چنانچہ زیلعیؒ نے سرخسیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم اوائل اسلام  
 میں تھا جب نماز کے اندر کوئی کام یا کلام کرنا مباح تھا۔ اب اس کی اجازت نہیں۔ کذا فی الشامی۔  
 سوال۔ گزرنے والے کو روکنے کے لیے عورت کیا طریقہ اختیار کرے ؟

جواب۔ عورت تالی بجائے لیکن نہ اس طرح کہ ہتیلی ہتیلی پر لگے۔ تالی بجانے کی کیفیت بحر الہدٰی میں  
 یوں منقول ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت یا بائیں ہاتھ کی ہتیلی میں مائے رشامی (لیکن طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ  
 اس طرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ایسا کرنے میں دونوں ہاتھ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہیں۔  
 اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ پر رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف کو  
 بائیں ہاتھ کی پشت پر مار دے کہ اس میں عمل تھوڑا ہے۔ اور اگر ہٹانے کے لیے مرونے تالی بجانی یا عورت نے  
 سبحان اللہ کہہ دیا تو گو دونوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن دونوں نے طریق منون کو ترک کیا۔ کذا فی التاتارخانیہ  
 سوال۔ کتنی دوز تک نمازی کے آگے سے گزر جانا جائز ہے ؟

جواب۔ اس مسئلہ میں سخت اختلاف ہے۔ صاحب ہدایہ کا قول یہ ہے کہ نمازی کے قدموں اور  
 اس کی سجدہ گاہ کے درمیان سے گزرنے والا گنہ گار ہوگا۔ (ہدایہ) یعنی اس سے آگے گزرنا جائز ہے۔ دوسرا  
 قول یہ ہے کہ میدان اور بڑی مسجد میں نمازی کے قدموں سے لے کر اس کے موضع سجود تک گزرنا منع ہے۔  
 اس سے آگے جائز ہے۔ بڑی مسجد وہ ہے جو چالیس ہاتھ ہو۔ اس سے کم چھوٹی مسجد ہے اور چھوٹی مسجد اور  
 گھر میں نمازی کے قدموں سے لے کر قبلہ کی طرف جو دیوار ہو وہاں تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں۔ بشرطیکہ سترہ  
 نہ ہو۔ تیسرا قول متراشی کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نمازی حالت قیام میں اپنے سجدے کی جگہ پر نظر کرے تو جتنی  
 دوز تک اس کی نگاہ پھیلے اتنی دوز تک گزرنا منع ہے۔ (در مختار مع شامی) چوتھا قول صاحب نہایہ کا ہے وہ  
 کہتے ہیں کہ اگر نمازی خاشعین کی سی نماز پڑھے یعنی حالت قیام میں اس کی نظر اپنے موضع سجود پر اور رکوع  
 میں قدموں پر اور سجود میں ناک کے بالوں پر اور قعود میں گود پر اور سلام میں مونڈھے پر ہو اور اس کے آگے سے



گزرنے والا اس کو دکھائی نہ دے تو گزرنا جائز ہے۔ پانچواں۔ جوامع الفقہ میں ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا قریب سے ہو یا بعید سے مکروہ ہے۔ اسی کے ہم معنی چھٹا قول صاحب خلاصہ کا ہے کہ مسجد میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان گزرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ ساتواں قول یہ ہے کہ نمازی کے پاس ہاتھ آگے سے گزرنا جائز ہے۔

آٹھواں۔ نمازی کے تین ہاتھ آگے سے گزرنا جائز ہے۔ دواں نمازی سے پانچ ہاتھ آگے گزر سکتے ہیں۔ دسواں یہ ہے کہ چالیس ہاتھ کے اندر کہیں سے نہیں گزرنا چاہیے۔ گیارہواں قول یہ ہے کہ دو تین صفوں کے فاصلہ کی مقدار چھوڑ کر اس سے آگے گزر سکتے ہیں (فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۷۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ اقوال لکھے ہیں۔ بارہواں نمازی کے آگے دو ہاتھ زمین چھوڑ کر گزر جانے میں مضائقہ نہیں۔ تیرہواں قول یہ ہے کہ نمازی اور اس کی جائے سجدہ کے درمیان سے گزرنا مکروہ ہے۔ (اور یہ بعینہ صاحب ہدایہ کا قول ہے) چودھواں یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے تین ہاتھ کے اندر نہیں گزر سکتے۔ پندرہواں قول یہ ہے کہ نمازی کے آگے سے انہی دوزنک گزرنا جائز نہیں جہاں تک پتھر پھینکا جاسکے (فتح الباری جلد اول صفحہ ۳۹۰) علامہ ابن حجرؒ نے جو چار اقوال نقل کیے ہیں ان میں سے انہوں نے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی۔ البتہ شیخ ابن العمامؒ نے فتح القدیر میں جو تھے قول کو جو صاحب نہایہ کا ہے ترجیح دی ہے۔ ہاتھ السطوح کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے میں سخت غلط رہنا چاہیے۔ البتہ اگر گزرنے کی کوئی مجبوری پیش آجائے تو نماز والی صفت کے علاوہ اس کے آگے کی دو اور صفیں چھوڑ کر گند جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن مولانا ضیاء الحق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور کے نزدیک صاحب ہدایہ کا قول راجح ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ مرجحین میں سے تھے۔ اس لیے انہی کا قول معتبر ہے۔ واللہ اعلم

سوال۔ اگر کوئی شخص بلند جگہ پر نماز پڑھ رہا ہو۔ تو نیچے سے گزرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ کوئی شخص چھت یا اونچے چوتھے یا تخت پر نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اگر نیچے سے گزرنے والے

کا کوئی عضو نمازی کے سامنے ہوگا تو گزرنے والا گتہ گار ہوگا۔ غرض مقام نماز کی بلندی گزرنے والے کے قدم سے زیادہ ہو تو نیچے سے گزرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

سوال۔ انگشت کے برابر موٹی رسی یا زنجیر چھت میں لٹک رہی ہے جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو

وہ سر کی حرکت سے اس کی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر آ جاتی ہے۔ اس

طرح کی آڑ سے بھی گزرنے والا گنہ گار ہوتا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ ایسی آڑ سے گزرنے والا گنہ گار نہیں ہوتا۔ کیونکہ سُنتزہ کا اعتبار حالتِ قیام میں ہے کذا فی الشامی والخطادی۔

سوال۔ بلا سُنتزہ یا بغیر آڑ کے نمازی کے آگے سے گزرنے والا ریب گناہِ رعیت ہے۔ لیکن اس نمازی پہ بھی کوئی گناہ عاید ہوتا ہے یا نہیں جو کسی دوسرے نمازی کا راستہ روک کر نماز پڑھنے لگے ؟

جواب۔ حلیہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ گزرنے والے کو گنجائش ہو کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی بجائے کسی دوسری طرف سے نکل جائے اور نمازی نے راستہ بھی نہ روک رکھا ہو۔ تو اس صورت میں کوئی گنہ گار نہ ہوگا خاص گزرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ اور طرف کو راستہ نہیں اور نمازی نے راستہ روک لیا ہے اور گزرنے والا نکلنے پر مجبور ہے تو اس صورت میں گناہ خاص نمازی پر ہوگا۔

سوم یہ کہ نمازی نے راستہ روکا ہے مگر گزرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہے تو اب گناہ سے دونوں گنہ گار ہوں گے۔ چہارم یہ کہ نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گزرنے والے کو اور طرف راہ نہیں۔ اور جانے والے کو کسی مجبوری کی بنا پر گزرنے سے بغیر چارہ نہیں تو اس میں کسی پر گناہ نہیں۔ کذا فی الشامی والخطادی۔

سوال۔ گزرنے کی مجبوری کیا ہے ؟

جواب۔ یہ کہ کبھی اچانک ہمارے ضرور کو جانے کی مجبوری پیش آجاتی ہے۔ یا گزرنے والا ہانڈی آگ پر چھوڑ آیا تھا اور اسے یک بیک خیال آیا کہ فی الفور نہ پہنچے گا۔ تو محل جائے گی۔ وقس علیٰ ہذا

سوال۔ یہ جو مشہور ہے کہ مکہ معظمہ کی مسجد الحرام میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت نہیں۔ اس کی اصل کیا ہے ؟

جواب۔ طواف کرنے والے نمازی کے آگے سے گزر سکتے ہیں۔ (شامی)

سوال۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے کے سامنے زمین یا چار پائی پر لیٹا رہے تو لیٹنے والے

کو کچھ گناہ ہوگا یا نہیں اور نمازی کی نماز میں خلل آئے گا یا نہیں ؟



جواب۔ نہ تو لیٹنے والا گنہ گار ہوتا ہے اور نہ نماز میں کچھ خلل آتا ہے۔ چنانچہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور دیوار قبلہ کے درمیان اس طرح سامنے لیٹی رہتی تھی جیسے جنازہ سامنے رکھا جاتا ہے۔ جب آپ وتر پڑھنے کا قصد فرماتے تو مجھ کو بھی جگادیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔ واد البخاری وسلم معلوم ہو کہ نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر شب میں وتر پڑھا کرتے تھے اور یہی سنون ہے لیکن جس کو اخیر رات میں جاگنے پر بھروسہ نہ تو اس کو اول رات میں پڑھ لینا بہتر ہے۔ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی حالت میں سوجئے رہتی کہ میرے پاؤں آپ کے سجدے کی جگہ پر ہوتے۔ اور جب آپ سجدہ کرتے تو مجھ کو ٹھونکنے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پاؤں کھول دیتی۔ اُم المؤمنین نے یہ بھی فرمایا کہ ان ایام میں گھروں میں چراغ جلانے کا رواج نہ ہوا تھا۔ رواہ البخاری وسلم۔ گویا اُم المؤمنین نے حضور کے سجدہ گاہ میں پاؤں پھیلانے کا عذر بیان کیا کہ گھر میں اندھیرا ہونے کے باعث حضور کے سجدے کی جگہ پر پاؤں پھیلے رکھتی تھی۔ اور جب آپ دونوں سجدے کر لیتے تو از سر نو پھیلا دیتی تھی۔ ظاہر ہے کہ آپ اُم المؤمنین کی اس حالت پر کچھ ناگواہی محسوس نہ فرماتے تھے۔ ہم کو بھی اپنے اہل خانہ سے یہی اخلاق پرتنا چاہیے۔

## فصل ۸۲۔ نماز کے وہ مسائل جن میں عورت مرد سے مختلف ہے

سوال۔ نماز کے وہ کون کون سے مسائل ہیں جن میں عورتوں کے لیے الگ احکام ہیں اور مردوں کے لیے الگ ؟

جواب ۱۔ مولانا محمد علاؤ الدین حلیؒ اپنی مشہور آفاق تصنیف در مختار میں لکھتے ہیں کہ ہم نے کتاب خزان الاسرار میں لکھا ہے کہ عورت نماز کے پچیس مسائل میں مرد سے اختلاف رکھتی ہے علامہ شامی نے ان مواضع کو اپنی تحقیقات کے اضافہ کے ساتھ خزان الاسرار سے اس طرح منضبط کیا ہے۔

(۱) عورت تکبیر تحریمیہ میں اپنے نشانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے (۲) ہاتھ استینوں سے باہر نہ نکالے۔  
 (۳) اپنے ہاتھ کی پتیلی دوسری پتیلی پر رکھے (۴) ہاتھ ہستان کے نیچے باندھے (۵) رکوع میں زیادہ نہ جھکے  
 (۶) رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے۔ (۷) رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ پھیلائے بلکہ ملائے رکھے (۸)  
 رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے ان کو پکڑے نہیں (۹) رکوع میں اپنے گھٹنوں کو جھکا لے (۱۰) رکوع میں  
 سمٹی رہے (۱۱) سجدہ میں اپنی بچلیں نہ کھولے اور سمٹی رہے۔ (۱۲) سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ بچا دے  
 (۱۳) قعدہ یعنی الغیات میں دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکالی کر سر زمین پر بیٹھے۔ (۱۴) الغیات میں ہاتھوں کی  
 انگلیاں ملائے رکھے (۱۵) جب کوئی امر نماز میں پیش آئے تو تالی بجائے یعنی مردوں کی طرح بحان اللہ نہ  
 کہے (۱۶) مردوں کی امامت نہ کرے (۱۷) عورتوں کی جماعت مکروہ ہے (۱۸) لیکن اگر جماعت سے نماز پڑھیں  
 تو عورتوں کی جماعت میں امام عورت صنف کے بیچ میں کھڑی ہو نہ آگے بڑھ کر (۱۹) مردوں کی جماعت میں  
 عورت کا حاضر ہونا مکروہ ہے (۲۰) مردوں کی جماعت میں عورت پیچھے کھڑی ہو (۲۱) عورت پر جمعہ فرض  
 نہیں لیکن پڑھ لے گی تو صحیح ہو جائے گا۔ (۲۲) عورت پر عید کی نماز واجب نہیں (۲۳) عورت پر ایام  
 تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں (۲۴) عورتوں کو مستحب نہیں کہ نماز فجر خوب اُجالا ہونے کے  
 بعد پڑھے (۲۵) جہری نمازوں میں قراوت پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگوں کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر  
 ہے ان کے نزدیک عورت کی نماز بھر کرنے سے فاسد ہو جائے گی (۲۶) بحر المالح میں نکھابے کہ عورت  
 اپنے پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ میں کھڑا نہ رکھے۔ طحاوی نے دو ہاتھ اور زیادہ کی ہیں (۲۷) عورت اذان نہ  
 دے (۲۸) مسجد میں اعتکاف نہ کرے۔

مردوں سے عورتوں کی یہ مخالفت صرف نماز میں ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل میں مردوں سے  
 علیحدہ ہے۔

## فصل ۸۳۔ مسجد کی تعمیر اور اس کی نگرانی

سوال۔ شرعی نقطہ نظر سے مسجد کی کیا تعریف ہے؟



**جواب۔** مسجد وہ ہے جو ایک یا چند آدمی اپنی کوئی مملوکہ زمین یا مکان مسجد کے نام سے اپنی ملک سے خدا کر دیں اور اس کا راستہ شارع عام کی طرف کھول کر مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں۔ جب ایک مرتبہ وہاں اذان اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے تو یہ جگہ مسجد ہو جائے گی اگر زمین مشترک ہو تو کسی ایک کے وقف کرنے اور مسجد بنادینے سے یہ جگہ مسجد نہ ہوگی۔ جب تک تمام شرکاء مانع ہونے کے بعد برضا و رغبت مسجد بنانے کی اجازت نہ دیں۔

**سوال۔** ایک شخص نے اپنی زمین کو وقف کیے بغیر اس میں مسجد بنائی اور ایک نزاع کے وقت کہنے لگا کہ یہ میری مسجد ہے تو اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**جواب۔** جس مسجد کی زمین وقف نہیں وہ مسجد شرعی مسجد نہیں۔ اگر کوئی شخص اس میں مالک کی اجازت سے نماز پڑھے گا تو نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔ اور اگر کسی نے اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ جگہ مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوئی۔

**سوال۔** مسجد جو انے اور اس کی خبر گیری کا کیا ثواب ہے؟

**جواب۔** حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے رواہ البغادی مسلم۔ حسب بیان علی قاریؒ چلتی دیکھتے ہیں کہ یہ فضیلت بہت چھوٹی سی مسجد جو انے والے کے لیے بھی ہے چنانچہ ایک روایت میں مبالغہ بیان تک فرمایا گیا کہ اگرچہ وہ مسجد بئیر کے گھونسے کی مانند ہو۔ اور حسب روایت ابو سعید خدریؒ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ مسجد کی خبر گیری کرتا ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی اور آپ نے فرمایا کہ میری امت کے کارہائے ثواب میرے سامنے پیش کیے گئے۔ یہاں تک کہ میں نے اس کوڑے اور خاک کا ثواب بھی مشاہدہ کیا جس کو آدمی مسجد سے نکالے۔ رواہ الترمذی والبودادہ

**سوال۔** مسجد کی تعمیر اور مرمت پر زکوٰۃ کا مدپیہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب۔** مسجد یا مدرسہ کی تعمیر و مرمت فرشتہ وغیرہ اداکار کے دوسرے اخراجات میں مد زکوٰۃ کا مدپیہ صرف کرنا جائز نہیں۔ اور اگر خرچ کیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور یہی حکم صدقہ و نظر اور حرم قربانی کی قیمت کا ہے۔

سوال۔ مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے علیحدہ کر کے امام کے لیے مکان بنانا کیسا ہے ؟

جواب۔ مسجد کی زمین ابدالا یاد تک مسجد ہے۔ اس کے کسی حصے میں مکان وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ جو جگہ مسجد میں داخل ہو چکی اس کو مسجد سے خارج نہیں کر سکتے۔ اگرچہ مصالح مسجد ہی کے لیے ہو۔ مثلاً امام کے لیے مکان یا وضو خانہ یا غسل خانہ بنانا۔ یہ سب ناجائز ہے۔ وہ جگہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی اور اگر کسی نے اس کو مسجد سے نکال کر کوئی دوسری چیز بنادی تو متوگی پر لازم ہے کہ اس کو مندم کر اس کے مسجد میں شامل کر دے۔

سوال۔ نیچے حجرہ اور اوپر مسجد ہے۔ چونکہ مسجد کے نیچے خالی جگہ ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس میں نماز صحیح نہیں۔ ایسی حالت میں اس کو کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی ضروریات مسجد پر صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

جواب۔ یہ جگہ نہ کرایہ پر دی جاسکتی ہے نہ امام یا مؤذن یہاں رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ مسجد اوپر سے نیچے تک مسجد ہی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ اور تصرف کرنا جائز نہیں۔ اور نماز اس میں صحیح ہے۔ مسجد کی صفیں اور لوٹے وغیرہ بھی یہاں رکھے جاسکتے ہیں۔

سوال۔ غیر مسقف صحن اور مسجد کا مسقف حصہ ایک حکم میں ہیں یا کچھ فرق ہے ؟

جواب۔ مسجد مسقف کے آگے جو غیر مسقف صحن ہوتا ہے اور موسم گرما میں عموماً اسی میں جماعت ہوتی ہے وہ جملہ احکام میں درجہ مسقف کی مثل ہے۔ فقہاء اس کو مسجد صیفی اور درجہ مسقف کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور وہ زمین جو ان دونوں حصوں کے علاوہ احاطہ مسجد میں ہو جس میں غسل خانہ وضو خانہ وغیرہ ضروریات پوری کی جاتی ہیں وہ زمین مسجد کے حکم میں نہیں ہے اگرچہ وقت وہ بھی ہے۔

سوال۔ وقف کی آمدنی سے مسجد کے لیے دریاں شطرنجیاں خرید کر بچھانا کیسا ہے ؟

جواب۔ وقف کی آمدنی سے تکلفات کی چیزیں خریدنا جائز نہیں۔ لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اپنے پیسے سے خرید کر مسجد میں بچھا دے تو ان کے استعمال میں کچھ حرج نہیں۔

سوال۔ مسجد کو معطر کرنا کیسا ہے ؟

جواب۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجدیں بنانے اور انھیں صاف اور پاکیزہ رکھنے اور معطر اور خوشبودار کرنے کا حکم دیا۔ رواہ الترمذی والبیہقی وابن ماجہ



اور آپ نے فرمایا کہ بچوں اور پاگلوں سے اور خرید و فروخت اور شور مچانے سے اور حد جاری کرنے یعنی شرع سے سزا دینے سے اور خون خرابہ کرنے سے مسجدوں کو بچاؤ اور ان کے دروازوں پر غسل خانہ اور وضو کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن خوشبو جلا کر مسجدوں کو دھوئی دو۔ برواہ ابن ماجہ

سوال۔ مسجد کے چراغ یا برقی روشنی سے درس تدریس یا دینی کتب کا مطالعہ جائز ہے یا نہیں  
جواب۔ مسجد کی روشنی سے طالب علموں کو تہائی رات تک فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ ہاں اگر کسی مسجد میں ساری رات چراغ جلانے کا معمول ہو اور اہل محلہ اور چندہ دینے والے اس کی اجازت دیتے ہوں تو ساری رات بھی مطالعہ کتب جائز ہے۔

سوال۔ مسجد کی کسی چیز کا مسجد سے باہر لے جانا جائز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسجد کا گرم پانی گھر لے جا کر وضو کرے یا بیوی بچوں کے وضو کے لیے لے جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟  
جواب۔ مسجد کی کسی چیز کو صرف مسجد کی کسی ضرورت کے لیے باہر لے جاسکتے ہیں۔ لوگوں کے استعمال کے لیے نہیں۔ مسجد کا گرم پانی اپنے گھر یا مسجد سے باہر کسی دوسری جگہ لے جانا درست نہیں۔ متولی اپنے اور اپنے بال بچوں کے وضو کے لیے لے جائے۔

سوال۔ جامع مسجد کا فرش عید گاہ میں بچھانا جائز ہے یا نہیں ؟  
جواب۔ جامع مسجد کا فرش چٹائی وغیرہ عید گاہ میں بچھانا درست نہیں۔  
سوال۔ مسجد کو مقفل کرنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب۔ درمختار میں ہے کہ دروازہ مسجد کو قفل لگانا مکروہ ہے۔ ہاں اگر مال و اسباب کے چوری جلنے کا خدشہ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں۔ اور وجہ کراہت یہ ہے کہ دروازہ بند کرنے میں نمازیوں کو نماز سے باز رکھنا لازم آئے گا حالانکہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے لوگوں کو روکے۔ شامی لکھتے ہیں کہ متاع کے خوف ضیاع صورت میں بھی نماز کے پنج گانہ اوقات میں مسجد کو بند کرنا مکروہ ہے۔

## فصل ۸۲۔ داخل مسجد کے ممنوعہ امور و مکروہات

سوال۔ مسجد میں کیا کیا امور ممنوع و مکروہ ہیں ؟

جواب۔ **بُودا پر چیز کھا کر مسجد میں جانا** (۱) کچی پیاز یا کچا لہسن یا مٹولی کھا کر یا حقہ سگریٹ پی کر بدون ازالہ بد بوی کے مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے اور احادیث صحیحہ میں لہسن یا پیاز کھا کر حاضری مسجد کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ معاویہ بن قرقہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کی ممانعت کی۔ اور فرمایا کہ جو کوئی ان کو کھائے وہ مسجد کے قریب بھی نہ جائے۔ اور فرمایا کہ اگر تم ان کو لا محالہ کھانا ہی چاہو تو پکا کر ان کی بُد بوی دور کر دو۔ رواد ابو داؤد اور فرمایا کہ جو کوئی پیاز یا لہسن کھائے وہ مسجد کے قریب بھی نہ پھٹکے چوائیکہ مسجد میں داخل ہو جائے جس چیز سے آدمی ایذا پاتے ہیں فرشتے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ رواد البخاری وسلم۔ یعنی کچی پیاز یا لہسن کھا کر مسجد میں نہ آیا کر۔ کہ مسجد حضور ﷺ کا مقام ہے۔ جس طرح آدمیوں کو بد بوی سے تکلیف پہنچتی ہے اسی طرح ملائکہ بھی اس سے ایذا پاتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس ممانعت میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بد بوی رکھے۔ خواہ کھانے کی قسم سے ہو یا کسی اور نوع کی۔ مثلاً گندہ دہنی اور گندہ لبنی وغیرہ۔ اور جس کے پسینے یا کپڑے کی بد بوی تکلیف دہ ہو وہ بھی اس حالت میں مسجد میں نہ جائے۔ اور جس کی زبان لوگوں کے لیے باعثِ ایذا ہو مثلاً غصبت چغلی اور بد زبانی کا عادی ہو اس کو بھی مسجد جانے سے منع کر سکتے ہیں۔ کذا فی الخطاوی

محاسن و غلط۔ ذکر کے حلقے۔ درسِ تفسیر وغیرہ قسم کے اچھے مجھے بھی مسجد کے حکم میں ہیں۔ وہاں بھی نہ بد بوی والی چیز کھا کر جائیں اور نہ لے جائیں۔

**خرید و فروخت** (۲) مسجد میں خرید و فروخت بھی ممنوع ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو کہ اللہ تجھے تیزی تجارت میں نفع نہ دے۔ رواد الترمذی والہارمی۔ مسجد میں خرید و فروخت مکروہ ہے۔ البتہ اس شخص کو جو احتکافات میں بیٹھا ہو مسجد میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ مستحکم کو یا اس کے اہل و عیال کو اس چیز کی حاجت ہو لیکن متاع کو مسجد میں نہ منگائے۔ کذا فی الخطاوی



**گم شدہ چیز کی تلاش** (۳) مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش بھی منع ہے۔ چنانچہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی نسبت سُننے کہ وہ اپنی گم شدہ چیز مسجد میں تلاش

کر رہا ہے تو اُسے کہنا چاہیے کہ اللہ تجھ پر تیری چیز نہ پھیرے کیونکہ مسجدیں اس کے لیے نہیں بنائی گئیں۔  
 سداہ مسلم علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ الفاظ ازراہ زبرد تو بیخ محض زبان سے کہے لیکن دل سے یہ بدعا نہ کرے اور یہ کبھی آرزو نہ کرے کہ مسلمان اپنی گم شدہ چیز نہ پائے۔ اور اگر دل سے یہی چاہے تاکہ وہ اپنے فعل کی سزا پائے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ کہ بھی بعید نہیں۔

**مباح گفتگو کرنا** (۴) مسجد میں کسی مجبوری سے بغیر مباح گفتگو بھی نہ کرنی چاہیے۔ مباح جائز کلام کو کہتے ہیں۔ پس جو دنیوی گفتگو مسجد کے باہر ہر طرح سے جائز ہے وہ مسجد میں مکروہ

ہے۔ حضرت حسن مجتبیٰؑ نے بطریق ارسال روایت کی کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ان کے دنیاوی امور کی گفتگو مسجدوں میں ہوگی۔ پس تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ اللہ کو ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بیزار ہے اور وہ حق تعالیٰ کے عہد اور پیمانہ سے خارج ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی مترشح ہوا کہ ان کی طاعت قبول نہیں۔ مسجد میں دنیاوی گفتگو کرنا بالعموم اور بامازہ باتیں کرنا بالخصوص قابل سزا جرم ہے چنانچہ سائب بن یزید صحابی رض کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبویؐ میں سودا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے جو دیکھا تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رض تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان دو شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جو مسجد میں پکار کر باتیں کر رہے ہیں۔ میں ان کو امیر المومنین کے سامنے لایا۔ آپ نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انھوں نے کہا ہم طائف کے باشندے ہیں۔ فرمایا اگر تم مدنی ہوتے تو میں تم کو اچھی طرح گوشمال کرتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ (چونکہ مسجد کے آداب سے واقف نہیں اس لیے معذور ہو یا مسافر عفو و شفقت کے مستحق ہو اس لیے درگزر کرتا ہوں) سداہ البخاری۔

علمائے فرمایا ہے کہ تمام مسجدیں مسجد نبویؐ ہی کے حکم میں ہیں۔ کسی میں بھی بغیر کسی مجبوری کے دنیوی گفتگو کرنا یا آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ مسجد میں علمی اور دینی گفتگو جائز ہے۔ بشرطیکہ لپٹ آواز سے ہو۔  
 امیر المومنین حضرت عمر فاروق رض نے لوگوں کو گناہ سے بچانے کے لیے مسجد نبویؐ کی ایک جانب ایک چبوترا ہوا کر حکم دیا تھا کہ جس کسی کو شر پڑھنا یا دنیاوی باتیں کرنی ہوں۔ وہ وہاں چلا جایا کرے یہ چبوترہ بلیغ



کے نام ہے مرسوم تھا۔ رواہ مالک

**سوال**۔ اگر ضرورت پیش آجائے تو مسجد میں ایک آدمہ ضروری بات کر لینا جائز ہے

نہیں؟

**جواب**۔ ہاں ایک آدمہ ضروری مباح بات کر لینا جائز ہے بشرطیکہ اس سے غیر ضروری گفتگو کا سلسلہ نہ شروع ہو جائے۔ بقول شیخ ابن الہمام "مسجد میں غیر ضروری دنیوی گفتگو اس طرح نیکیوں کو برباد کرتی ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ دنیوی گفتگو وہ ہے جس پر ثوابِ آخرت کا کوئی ثمرہ مترتب نہ ہو۔"

**سوال**۔ مسجد میں ریڈیو کی خبریں اور اخباری خبریں اور مضامین سننا سنا کیسا ہے؟

**جواب**۔ مسجد میں ایسی خبریں سننا سنا ناجائز ہے اور مسجد میں ایسے رسائل اور اخبار لانا بھی ممنوع

ہے جن میں ذی روح کی تصویریں یا محش مضامین یا شرمناک خبریں ہوں۔

**شعر کوئی**۔ اہل مسجد میں شعرا شعار پڑھنا بھی احترام مسجد کے خلاف ہے چنانچہ حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مسجد میں قصاص لیا جائے یعنی خون کے بدلے خون

کیا جائے اور یہ کہ مسجد میں شعر پڑھے جائیں اور اس میں شرعی حدیں قائم کی جائیں۔ رواہ ابو داؤد اور

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور فخر الاولیاء والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں شعرا شعار پڑھنے

سے منع فرمایا ہے۔ رواہ ابو داؤد والترمذی یاد رہے کہ مسجد میں ایسے اشعار پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں

جو توحید باری تعالیٰ اور اس کی نعمتوں اور حکمتوں کے ذکر اور پند و مواعظ پر مشتمل ہوں بشرطیکہ ان سے

کسی عبادت میں خلل نہ ہو۔

**آواز بلند ذکر کرنا**۔ (۶) مسجد کے اندر ایسے وقت میں آواز سے قرآن یا درود یا کوئی اور ذمیفہ پڑھنا کرہ ہے

جب دوسرے لوگ بھی وہاں مصروف عبادت ہوں کیونکہ اس سے دوسروں کے پڑھنے میں

خلل آتا ہے۔ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

إِنَّ الْمَصْلَةَ يَنَاجِي رَبَّهُ فَلْيَنْظُرْ مَا يَنْجِيهِ

بِهِ وَلَا يَجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ

بِالْقُرْآنِ - رواہ احمد

نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے۔

پس چاہیے کہ وہ اس مضمون پر غور و تعمق کرے جس کے

ساتھ اپنے رب جلیل کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے (یعنی



حضرت قلب اور غور و تأمل اور خشوع و خضوع سے نماز پڑھے، اور کوئی شخص قرآن پڑھتے ہیں دوسرے پر اپنی آواز بلند نہ کرے (خواہ نماز میں ہو یا خارج از نماز)۔

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم فرمایا ہیں :-

لَيْسَ لِأَهْلِ انْ يُوْذَى اَهْلُ  
الْمَسْجِدِ اَهْلُ الصَّلَاةِ اَوْ الْقِرَاءَةِ  
اَوْ الذِّكْرِ اَوْ الدُّعَاءِ وَنَحْوِ ذَلِكَ  
مِمَّا بَنِيَتْ الصَّلَاةُ فَلَيْسَ لِأَحَدٍ  
اَنْ يَفْعَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا عَلَى بَابِهِ  
قَرِيبًا مَتَه مَا يَشْوِشُ عَلَى هَؤُلَاءِ  
بَلْ قَدْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَى أَصْحَابِهِ وَهُمْ يَصْلُونَ  
وَيُجْهَرُونَ الْقِرَاءَةَ فَقَالَ أَيُّهَا  
النَّاسُ كُلُّكُمْ بِنَا جِي رَبِّهِ فَلَا  
يُجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ  
فَإِذَا كَانَ قَدْ نَهَى الْمُصَلِّيَّ اَنْ يَجْهَرَ  
عَلَى الْمُصَلِّيِّ فَكَيْفَ بَغِيرَهُ وَمَنْ  
فَعَلَ مَا يَشْوِشُ بِهِ عَلَى أَهْلِ  
الْمَسْجِدِ أَوْ فَعَلَ مَا يُغْضِي إِلَى ذَلِكَ  
مُنْعٌ مِنْ ذَلِكَ

(فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۰۵)

کسی کے لیے نہ روا نہیں کہ اہل مسجد کو جو نماز یا قراءت یا ذکر یا دعا میں مصروف ہوں پر لیشان کرے۔ مسجد میں یا اس کے دروازے پر جو مسجد سے نمازیوں کے قریب ہو کوئی ایسی کارروائی جائز نہیں جو ان عبادت گزاروں کی عبادت میں خلل انداز ہو۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے جب وہ نماز میں آواز سے قراءت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: لوگو! تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے اس لیے تم میں سے کوئی شخص آواز بلند کر کے دوسروں کی قراءت میں مغلّ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ جب دوسرے نمازیوں کے سامنے قراءت جہری ممنوع ٹھہری تو یہ کہاں جائز ہے کہ کوئی شخص دوسرے ذاکرین کی ایذا و تشویش کا باعث بنے اور جو کوئی اپنے کسی قول یا فعل سے اہل مسجد کو مشوش کرے یا کسی ایسی حرکت کا مرتکب ہو جو ان کی تشویش و تصدیح کو مستلزم ہو تو اس کو ایسا کرنے سے روک دینا چاہیے۔

مسجد میں سوال کرنا (۲) درمختار میں ہے۔ وَ يُحَرِّمُ فِيهِ السُّؤَالُ وَ يُكْرَهُ الْإِعْطَاءُ مُطْلَقًا (مسجد میں سوال کرنا حرام اور دینا مطلقاً مکروہ ہے) گو بعض کے نزدیک مسائل کو مسجد میں دینا اُس وقت مکروہ ہے۔ جب وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگے لیکن شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ



بعض سلف مسجد میں سوال کرنے والے پر تصدیق کرنا رد نہیں رکھتے تھے (مظاہر حق جلد اول صفحہ ۲۲۹) مسجد کے اندر سوال کرنے اور دینے کے مسئلہ پر علماء مختلف ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اگر مسائل نمازیوں کے آگے سے نہ گزرے اور نہ جماعت سے پہلے یا پیچھے شور مچا کر لوگوں کی عبادت اور نمازیں خلل انداز نہ ہو اور نہ اصرار کے ساتھ طلب کرے تو مانگنا اور اس کو دینا درست ورنہ مکروہ ہے۔

مخوین نے مسجد میں عطا و بخشش کے جواز پر یہ استدلال کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد میں اپنی انگلی حالت رکوع میں کسی سائل کو دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی تھی وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ سِرَافِعُونَ مگر یہ بیان محنت مکمل اور قصہ بالکل من گھڑت ہے۔ علاوہ ازیں یُؤْتُونَ بصیغہ مضارع واقع ہوا ہے۔ جو استمرار و تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر مقید بحال ہے تو بھی حالت رکوع میں کئی دفعہ ادا لے زکوٰۃ کا وقوع ضروری تھا اور لائق بہا۔

(۸) مسجد میں عبادت اور ذکر الہی کے لیے بنائی گئی ہیں نواح و آریزش ہر جگہ مذموم ہے لیکن جھگڑا کرنا مسجد میں لڑنا جھگڑنا تو اور بھی زیادہ بُرا ہے۔ ہادی اناہم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں اختلاف نہ کرو تم سے پہلے لوگ باہمی اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ راہ البخاری۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص بد زبانی اور زبان درازی سے لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہو اس کو مسجد میں آنے سے روک سکتے ہیں۔

(۹) جب گمان ہو کہ لڑکا یا دیوانہ مسجد کو ناپاک کر دیں گے تو ان کو مسجد میں داخل نہ کیجئے مسجد میں لے جانا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی مسجدوں کو لڑکوں اور دیوانوں اور بیچ و شراد و رشود و غل اور شمشیر کشی اور آفات حد و حد سے بچائے رکھو۔

(۱۰) طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جوتے پہنے نماز پڑھو اور بیہودگی جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہونا مشابہت نہ کرو۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ جوتے پہنے ہوئے مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ طاہر ہوں۔ اور آوردہ نجاست نہ ہوں۔ لیکن حسب بیان شامی عمدۃ المفتی میں ہے کہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا عہد حاضر کے عرت میں ہے ادبی میں داخل ہے اس کے علاوہ اس میں مسجد کے فرش کی آلودگی کا بھی خدشہ ہے اور عہد نبوی میں یہ خوت نہ تھا۔ کیونکہ مسجد شریف میں اس وقت کتکے بیاں بھی ہوئی تھیں۔



**غسل یا وضو کرنا** (۱۱۱) چونکہ مسجد میں ماستعمل کا کرنا جائز نہیں اس لیے مسجد کے دالان یا صحن میں وضو کرنا یا غسل بھی روا نہیں۔ علاوہ ازیں مسجد میں وضو کرنا اس لیے بھی مکروہ ہے کہ وضو کے پانی سے گھن آتی ہے اور وہ عام طور پر تھوک اور بلغم سے خالی نہیں ہوتا۔ البتہ اس مقام پر وضو کرنا جو وضو کے لیے مخصوص ہو مکروہ نہیں بلکہ طحاوی نے فرمایا یہی حکم مسجد میں بدوین جنابت کے نہانے کا ہے۔

**چھتیا پر جماعت کرنا** (۱۱۲) فتاویٰ عالمگیری کے پانچویں باب میں ہے کہ (مجبوری اور ضرورت شدید کے بغیر) مسجد کی چھت پر جڑھنا مکروہ ہے۔ اسی بنا پر شدت گریا میں اس کی چھت پر جماعت کرنا بھی مکروہ ہے۔ ہاں اگر جگہ کی تنگی کے باعث مسجد میں نمازیوں کی گنجائش نہ ہو تو مجبوراً چھت پر بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

**کھانا اور سونا** (۱۱۳) دترمختار میں ہے کہ معتکف اور مسافر کے سوا دوسروں کو مسجد میں کھانا اور سونا مکروہ (تہزیبی) یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت اور بغیر مجبوری کے ایسا نہ کیا جائے اگرچہ صحابہ کرامؓ سے مسجد میں سونا ثابت ہے حسب روایت صحیح بخاری حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تک میری شادی نہیں ہوئی تھی میں مسجد ہی میں سویا کرتا تھا۔ اسی طرح انتہائی مجبوری کے بغیر مسجد کو گزر گاہ بنا لینا بھی مکروہ ہے اور قنویہ میں ہے اگر کوئی شخص عاۃً مسجد کو گزر گاہ بنانے اور مسجد ہی میں ہو کر آیا جائے تو وہ فاسق ہو جائے گا۔ اسی طرح مسجد کی چھت پر مجامعت کرنا یا بول و براز کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ مسجد تحت الثریٰ سے ہے کہ سطح آسمان تک مسجد ہے۔ البتہ جماع اور بول و براز اس گھر کی چھت پر مکروہ نہیں جس میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالی گئی ہو کیونکہ وہ مسجد شرعی نہیں۔

**مسجد میں اپنے لیے جگہ متعین کر لینا** (۱۱۴) مسجد میں کسی جگہ کو اپنے لیے مخصوص کر لینا اور وہاں دوسروں کے بیٹھنے پر ناگوار محسوس کرنا بھی مکروہ و ممنوع ہے چنانچہ عبدالحمل بن شبل کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی مسجد میں اپنے لیے جگہ مقرر کرے جس طرح اونٹ کسی جگہ کو متعین کر لیتا ہے۔ رواہ ابو داؤد والنسائی والدارقطنی۔ البتہ جن لوگوں کے لیے خود شائع علیہ السلام نے جگہ کی تعیین و تقسیم فرمادی وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد نے ارق بن نفیس سے روایت کی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کی پہلی صفت میں آنحضرتؐ کی داہنی طرف (آپ کے متصل) کھڑے ہوا کرتے تھے اور حضورؐ نے تاکید فرمائی تھی کہ تم میں سے اہل علم و فضل اور اصحاب



محل و خرد اور سن رسیدہ لوگ پہلی صف میں میرے قریب کھڑے ہوا کریں۔ - زمانہ مسلم۔ یاد جو داس کے ان ہماز افراد کو بھی جہاں تک ہو سکے کچھ نہ کچھ جگہ تبدیل کرتے رہنا چاہیے۔

سوال۔ مساجد میں عام معمول ہے کہ لوگ صف میں اپنا سداں یا تولیہ رکھ کر وضو وغیرہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔ اور جماعت کے وقت آ جاتے ہیں۔ سوال۔ کھنے والے اس جگہ کے مستحق ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ جو کوئی پہلے سے آ کر کسی جگہ پر نہ بیٹھا ہو وہ مسجد میں آ کر قبضہ کرتے کی نیت سے سداں یا تولیہ رکھ دے تو شرعی نقطہ نظر سے اس جگہ کا حق دار نہیں ہو جاتا۔ خواہ وہ وضو کے لیے چلے یا کسی اور غرض سے ہاں اگر پہلے سے بیٹھا ہو اور پھر تجدید وضو کے لیے یا کسی دوسری غرض سے چلتے وقت اپنا کپڑا رکھ جائے تو وہ اس جگہ کا حق دار ہے۔

بعض دوسرے ممنوعات (۱۴) نجاست کا مسجد میں لے جانا اور مسجد کے اندر چراغ میں ناپاک تیل جلانا اور مسجد کا ناپاک محارے سے استرکاری کرنا اور مسجد میں پیشاب کرنا یا فضلہ کھانا اگرح پیشاب اور خون برتن میں لیا جائے۔ سب ممنوع ہے۔ جس کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ بھی مسجد میں نہ جائے رمضان المبارک میں افطار و سحر کے اعلان کے لیے مسجد کے باہر نقارہ بجانا جائز ہے۔

## فصل ۵۔ مسجد جانے اور جماعت کا انتظار کرنے کی فضیلت

سوال۔ مسجد کو جانے کا کیا ثواب ہے؟

جواب۔ حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر میں یا دکان پر نماز پڑھنے کی نسبت مسجد میں جا کر (یا جماعت) نماز پڑھنے میں پچیس درجے دیا۔ ثواب ملتا ہے۔ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد کو گیا تو ہر قدم پر جو اٹھاتا ہے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ محو کیا جاتا ہے۔ اور ملائکہ نازل ہو کر اس وقت تک کہ مصروف نماز رہے اس کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ الہی! اس پر بخشش کر۔ الہی! اس پر رحم کر۔ الہی! اس کی توبہ قبول کر اور آدمی اس وقت تک برابر نماز میں ہے جب تک وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے انتظار میں ہے۔ اور اہل بخاری و مسلم۔



اور فرمایا کہ سب سے بڑھ کر ثواب اس شخص کے لیے ہے جو زیادہ دُور سے چل کر آئے۔ روایہ بخاری و مسلم  
عن ابی موسیٰ۔ اور فرمایا کہ جو کوئی اداۓ فرض کے لیے اپنے گھر سے با وضو عازم مسجد ہو اس کا ثواب  
کرنے والے اور احرام باندھنے والے کی مانند ہے۔ اور جو شخص چاشت کے نفل پڑھنے کے لیے کسی دُور  
غرض اور آمیزشِ ریا کے بغیر نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی مانند ہے۔ روایہ احمد و ابوداؤد

اس حدیث میں وضو احرام کے اور نماز حج کے مشابہ بتائی گئی ہے۔ اور دلچسپ یہ ہے کہ نماز  
کو حاجی کی طرح گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی ثواب ملنے لگتا ہے اور اس وقت تک برابر ملتا رہتا ہے جب تک  
گھر واپس نہ آئے۔ لیکن ثواب میں برابری جمیع درجہ کے لحاظ سے نہیں ورنہ حج اپنی اہمیت سے غاری ہو جائے  
اور عمرہ بہ نسبت حج کے ایسا ہی ہے جیسا نماز فرض کے مقابلہ میں نفل نماز (مطالعہ)

اور بُریدہ رضی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندھیرے میں مسجدوں کی طرف  
چلنے والوں کو قیامت کے دن پورے نور کے حصول کی خوشخبری سنادو۔ روایہ الترمذی و ابوداؤد و نمازیوں  
کے اسی نور کی طرف قرآن پاک میں اشارہ ہے۔ **ثُمَّ هُمْ كَيْسِي بَيْنَ آيْدِيهِمْ وَيَأْتِيهِمْ**  
**يَقُولُونَ سُبْحَانَ أَثَمَدٍ لَّنَا لَوْسَرًا** (نور مومنوں کے آگے امدان کی دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔ اس حالت  
میں وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور مکمل کر دے)

**سوال۔** عزم نماز کے لیے گھر سے نکلنے کے آداب کیا ہیں؟

**جواب۔** سنون یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے اچھا لباس پہنے اور زینت کرے اور چلنے میں قدم  
پاس دقار سے رکھے۔ دوڑے نہیں اور نظر نیچی اور آواز لپست کرے۔ راستے کی طرف متوجہ رہے نہ کہیں  
نہ بڑا کلام کرے اور نہ کسی پر نظر بد ڈالے۔ اور ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں نہ ڈالے اور حتی الامکان  
ان اُور سے پرہیز رکھے جن سے مومن قانت اور نمازی پرہیز کرتا ہے۔ کیونکہ جب سے اس نے نماز کا قصد  
کیا ہے۔ گویا نماز ہی میں ہے (خیر متین)

**سوال۔** نماز کے لیے گھر سے نکلنے وقت کیا کچھ پڑھنا سنون ہے؟

**جواب۔** جب سنت صبح پڑھنے کے بعد گھر سے نماز فجر کے لیے نکلے تو اثنائے راہ میں یہ دعا  
پڑھے۔ **اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَ فِي بَصِيرَتِي نُورًا وَ فِي سَمْعِي نُورًا وَ عَنْ يَمِينِي**  
**نُورًا وَ عَنْ شِمَالِي نُورًا وَ خَلِّجْ نُورًا وَ اجْعَلْ لِي نُورًا وَ فِي كَفِّي نُورًا وَ فِي دَعْوِي نُورًا**



دَفِی شَعْرِی تُوسراً دَفِی کَشْرِی تُوسراً (بخاری - مسلم ابو داؤد - نسائی - ابن ماجہ) مسلم کی ایک سعادت میں  
 الفاظ بھی زیادہ کہے گئے ہیں۔ دَفِی لِسَانِی تُوسراً دَا جَعَلَنی فِی نَفْسِی تُوسراً دَا عَظَمَ لِی تُوسراً (ترمذی)  
 اے میرے دل کو منور کر۔ اور میری بینائی میں نور اور میری سماعت میں نور اور میری دماغی طرف نور اور میری  
 میں طرف نور اور میرے پیچھے نور پسند کر اور میرے لیے نور کر دے۔ اے اللہ! میرے پٹھوں میں نور  
 اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری کھال میں نور اور میری زبان  
 میں نور اور میری جان میں نور کر اور میرے لیے نور کر دے۔“

سوال۔ مسجد میں داخل ہونے کا کیا ادب ہے۔ اور داخل ہوتے وقت کیا سمجھ پڑھنا چاہیے ؟

جواب۔ آداب مسجد میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے واہنا پاؤں مسجد میں کہیں  
ربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو کہے۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ الْاَبْوَابَ  
رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ ! میرے لیے اپنی رحمت کھلیے۔ دروازے کھول دے (سناہ سلم۔ شیخ عبدالحقؒ نے لکھا کہ  
صل سے مراد رزق حلال ہے کہ نمازی فراغت نماز کے بعد اس کی طلب کو جاتا ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے  
وقت یہ بھی پڑھیں۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِرُوحِهِ الْكَيِّمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنْ  
شَيْطَانِ الرَّجِيْمِ (میں خدا کے عظیم اور اس کی بزرگ ذات اور اس کی قدیم بادشاہت کے ذریعہ سے  
شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں) جب کوئی داخل مسجد کے وقت یہ پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ  
فصل میرے شر سے سارا دن محفوظ رہا۔ رواہ البردائہ۔ اور مسجد میں داخل ہوتے وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر  
سلام بھیجے۔ رواہ البردائہ و النسائی وابن ماجہ و المحاکم و ابن اسنی۔ یعنی یوں کہے السَّلَامُ عَلٰی سَرَسُوْلِ اللّٰهِ  
یوں کہے السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ یا بجائے سلام کے یوں کہے۔  
سَلَامٌ عَلَیْکَ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَرَسُوْلِ اللّٰهِ وَ عَلٰی سُنَّةِ سَرَسُوْلِ اللّٰهِ (میں خدا کے نام سے داخل  
ہوتا ہوں اور سلام ہو رسول خدا پر اور داخل ہوتا ہوں رسول خدا کے طریقہ پر) رواہ الترمذی و ابن ماجہ و ابن  
شیبہ۔ لیکن علی سُنَّةِ سَرَسُوْلِ اللّٰهِ کو صرف ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور سلام کے بعد کہے  
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ ذُنُوْبِيْ وَ افْتَحْ لِيْ الْاَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ ! میرے گناہ بخش دے اور  
میرے لیے اپنی رحمت (طاقت) کے دروازے کھول دے (جو رحمت کا سبب ہے)۔ رواہ

مترندی دابن ماجه دابن ابی شیبہ



سوال۔ کیا یہ صحیح ہے کہ نمازی مسجد کے دروازے پر پہنچ کر بآواز بلند السلام علیکم کہے اور جب مسجد سے جانے لگے تو اس دُنت بھی یہ آواز بلند السلام علیکم کہے۔ خواہ مسجد میں کوئی ہو یا نہ ہو اور خواہ بعض لوگ نماز میں مشغول ہوں۔ اور بعض خالی بیٹھے ہوں یا سب کے سب نماز یا کسی دوسرے فرد وظائف میں مشغول ہوں ؟

جواب۔ جب نمازی مسجد میں جماعت کے منتظر بیٹھے ہوں تو وہاں جا کر ان کو السلام علیکم کہنا چاہیے۔ بلکہ مسجد میں چپ چاپ داخل ہوں۔ کیونکہ السلام علیکم کہنے سے ان لوگوں کی نماز اور ذکر و شغل میں خلل واقع ہوگا۔ جو مصروف عبادت ہوں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سوال مندرجہ عنوان کے جواب میں لکھا۔ یہ بات محض غلط ہے کہ مسجد میں آکر اور مسجد سے نکلنے ہوئے بآواز بلند السلام علیکم کہنا چاہیے بلکہ ایسی حالت میں کہ لوگ اپنی اپنی نماز اور وظائف میں مشغول ہوں سلام کرنا مکروہ ہے (امداد الفتاویٰ مطبوعہ مجتہدائی دہلی جلد ۲ صفحہ ۱۸۹)

سوال۔ مسجد کے اندر جماعت کے انتظار میں بیٹھنے والوں میں سے بعض تو نماز اور ذکر و دعائیں مشغول ہوتے ہیں۔ اور بعض خاموش بیٹھے ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ خاموش بیٹھنے والوں کو سلام علیکم کہنا چاہیے یا نہیں ؟

جواب۔ خاموش بیٹھنے والوں کو بھی سلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے ان لوگوں کی توجہ و انہماک میں خلل ہوگا۔ جو مصروف عبادت ہوں۔

سوال۔ بے علم عوام کو قطعاً اس چیز کا احساس نہیں کہ مسجد کی فضا عبادت گزاروں کے لیے بالکل پرسکون رہنی چاہیے۔ وہ کسی کے بنانے اور سمجھانے پر بھی باز نہیں آتے اور مسجد میں آتے ہی بآواز بلند السلام کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو سلام کا جواب دینا چاہیے یا نہیں ؟

جواب۔ ان کو جواب دینا واجب نہیں۔ کیونکہ انھوں نے غیر مشروع طریق پر سلام کیا۔ یاں اگر دل میں آہستگی سے جواب دیں تو بہتر ہے۔ جواب سلام میں اسماخ لازمی شرط ہے۔ یعنی سلام کرنے والا اپنے سلام کا جواب سنے۔ لیکن چونکہ مکروہ طریق پر سلام کیا گیا۔ اس لیے آواز سے جواب دینا مکروہ ہے۔ اس سے عابدوں کی عبادت میں خلل ہوگا۔ علاوہ ازیں علی قاریؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں آواز کا بلند کرنا اگرچہ ذکر میں ہو۔ حرام ہے۔ (خیر مبین۔ شرح حصین حصین صفحہ ۳۵)



سوال۔ یہاں ضمنیہ بھی بنا دیجئے کہ کن کن حالات میں سلام کرنا مکروہ ہے ؟

جواب۔ خطبہ کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور سلام کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور ایسے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے جو قرآن یا درود یا تسبیح میں مصروف ہو۔ اور قرآن سننے والے پر بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور سلام کرنے والا اس پر سلام کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور درس و تدریس اور روایت حدیث اور تہذیبی اور علمی بحث و تکرار کے وقت بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔ اذان اور تکبیر کے وقت جب لوگ اذان اور تکبیر کے جواب دینے میں مصروف ہوں سلام کرنا مکروہ ہے اور سلام کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور ایسے شخص پر جو دارالخلاء میں ہو سلام کرنا مکروہ ہے اور سلام کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اور نماز پڑھنے والے پر سلام کرنا مکروہ ہے اور قاضی پر فصل قضایا کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت پر سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور استاد پر پڑھاتے کی حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور سبیل یعنی دروازہ گھر پر سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر خود سائل سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں۔ اور شطرنج اور نرد وغیرہ کھیلنے والے پر اور مبتدع یعنی رافضی خارجی مرزائی چکڑا لوسی وغیرہ پر قسم کے بے دینوں پر اور ملحدوں اور نہ ندقیوں پر اور مسخرن پر اور جھوٹی کہانیاں کہنے والوں پر اور یہودہ گڈوں اور گالیاں بکنے والوں پر اور نیا دین نکالنے والوں پر اور جھوٹوں پر اور برسر پاؤں مار بیٹھ کر کھانا کھانے والوں پر اور کبوتر اڑانے والوں پر اور کافروں پر سلام کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح ان لوگوں پر بھی سلام نہیں کرنا چاہیے جو یا تو میں اپنے کاروبار میں مصروف ہوں۔ اور پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کوئی سلام سے پہلے کچھ کلام کہے اس کے سلام کا جواب مسترد۔ اور چلنے والا بیٹھوں پر اور جھوٹا بڑے پر اور سوار پیادے پر اور گھوڑے کا سوار ٹٹوٹے سوار پر سلام نہ کرے۔ اور جب آدمی گھر میں جائے تو گھر والوں پر سلام کرے کہ موجب برکت ہے۔ اور اگر ایسے مکان میں جائے جہاں کوئی نہیں تو کہے السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَوْ عَلَیْ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ۔ فرشتے اس کا جواب دیں گے اور بڑی برکت ہوگی۔ (انتباس از کتب فقہ)

سوال۔ مسجد میں داخل ہونے کے آداب کیا ہیں ؟

جواب۔ مسجد میں داخل ہونے کے آداب یہ ہیں کہ گھبراہٹ سے نہ پھریں پاؤں مسجد میں رکھے اور بایاں بھیجے۔ اور مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالے اور پیچھے واہنا۔ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ



تھے مسجد میں پہلے بایاں پاؤں رکھا تو ان کے استاد نے تنبیہ فرمایا۔ کہ تم تو ریل یعنی بیل ہو۔ اس وجہ سے وہ  
 تنبیہاں ٹوری مشہور ہو گئے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ مشہور بزرگ حاتم احم نے ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے  
 پہلے احتیاطی سے پہلے بایاں پاؤں پر رکھ دیا۔ مگر ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور وہ گھبرا کر باہر  
 نکلے۔ اور دوبارہ داخل ہوتے وقت پہلے داہنا پاؤں رکھا۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ  
 میں نے مسجد کے آداب میں سے ایک ادب چھوڑ دیا تھا۔ اس وجہ سے مجھے یہ خوف دامنگیر ہوا کہ مبادا  
 اتالی قرب و لاہیت کی نعمت مجھ سے چھین لے۔ اتباع شرع مبین میں اہل اللہ کی یہ حالت تھی کہ  
 مستحب کے ترک کرنے میں بھی لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ اور دوسرے کو اس پر ملامت  
 کرتے تھے۔

سوال۔ آپ نے لکھا کہ مسجد سے نکلنے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالے اور پیچھے داہنا۔ اگر  
 بایاں پیر پہلے نکالا جائے تو لا محالہ بایاں جوتا پہلے پہننا پڑے گا۔ اور یہ خلاف سنت ہے۔ پس مسجد  
 سے باہر نکلنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ پہلے بایاں پیر نکال کر جوتے کے بائیں پیر کے اوپر رکھ دیں۔ پھر داہنا پاؤں نکال کر  
 داہنا جوتا پہن لیں۔ اس کے بعد بایاں جوتا پہنیں۔

سوال۔ بعض لوگ مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ذرا سستا کر نماز میں مصروف ہوتے ہیں۔  
 ایسا کرنا مستحسن ہے یا نہیں؟

جواب۔ مسجد میں جا کر بیٹھنا نہیں چاہیے۔ بلکہ اگر گھر سے وضو کر کے گیا ہے تو خیمۃ المسجد کی  
 دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ چنانچہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 کہ تم میں سے جو کوئی مسجد میں داخل ہوا سے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے۔ لے رواد البخاری و  
 مسلم۔ اس دو گانہ کو خیمۃ المسجد کہتے ہیں۔ اس حدیث سے امام شافعیؒ نے اس دو گانہ کے واجب ہونے  
 پر استدلال کیا ہے۔ لیکن ہم اسے نزدیک یہ دو گانہ مستحب ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسجد میں جا کر  
 قضا نماز پڑھے یا سنت یا کوئی اور نماز تب بھی اسے خیمۃ المسجد کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ خیمۃ المسجد  
 پڑھنے کی لازمی شرط یہ ہے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔ یعنی ایسا وقت نہ ہو جس میں نفل پڑھنے منع ہیں۔ اور  
 افضل راوی یہ ہے کہ جب مسجد میں آئے تو اعتکاف کی نیت کر لے۔ کہ میں اعتکاف کرتا ہوں۔ جب

یہ مسجد میں رہوں اور مسجد حرام میں کعبہ کا طواف تہجد کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

سوال۔ جماعت کے انتظار میں بیٹھنے کا کیا درجہ ہے ؟

جواب۔ حضرت عثمان بن مظعون صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں التماس کی یا رسول اللہ! مجھے تہجد کی اجازت دیجئے (یعنی جس طرح راہب لوگ گوشہ نشینی اختیار کر کے دنیوی اشتغال اور خطوط فانیہ سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ عورتوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور دنیا و مافیہا سے یکسر رہتے ہیں۔ اسی طرح مجھے بھی ترک دنیا اور ترک لذات کی اجازت دیجئے) آپ نے فرمایا کہ میری امت کا تہجد نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے جہاں نمازی سب لوگوں اور سب چیزوں سے منہ موڑ کر پروردگار عالم کی طرف متوجہ ہو بیٹھتا ہے (رواہ فی شرح السنہ)

سوال مسجد سے نکلنے وقت کیا پڑھنا مسنون ہے ؟

جواب۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد سے نکلنے وقت یہ کہارو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ اَللّٰہی! میں تجھ سے تیرے فضل کا ملتی ہوں (رواہ سلم۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جاتے تو فرماتے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور پھر کہتے۔ سَرِّتْ اَغْضُوْیَیْ ذُلُوْیَیْ وَاسْتَمِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ رواہ الترمذی و احمد و ابن ماجہ۔ اور احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی بجائے یہ الفاظ منقول ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ کہ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے دونوں موقع پر پڑھیں۔ اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب مسجد سے نکلے تو صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھ کر یہ کہے۔ اَللّٰهُمَّ اَعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ رواہ النسائی و ابن ماجہ



## فصل ۸۶۔ مساجد کے درجات فضیلت کا تفاوت

سوال۔ مسجد کی بزرگی اور اہمیت کیا ہے ؟

جواب۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا کہ اے فرزند! چاہیے کہ مسجد تیرا گھر ہو۔ کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ مسجدیں متقیوں کے گھر ہیں پس جس کا گھر مسجد میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی راحت اور رحمت اور پل صراط پر سے جنت میں جانے کا ضامن ہوتا ہے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حدیث یکے جاتے تھے کہ مسجد شیطان سے بچنے کے لیے قلعہ محکم ہے۔ اور امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجدیں زمین میں اللہ کے گھر ہیں۔ اور میزبان پر لازم ہے کہ وہ مہمان کا اعزاز و اکرام کرے یعنی اللہ تعالیٰ میزبان ہے۔ اور مساجد میں جانے والے اس کے مہمان ہیں پس رب العالمین مسجد میں آنے والوں کا اکرام فرماتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات اشخاص ہیں کہ جن کو غنی تعالیٰ اس دن جب کہ اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اپنے سایہ میں رکھے گا۔ جن میں سے ایک وہ ہے کہ مسجد سے نکلتے وقت اس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ پھر مسجد میں آئے۔ رواہ البخاری و مسلم۔

سایہ میں رکھے گا۔ یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے گا اور آخرت کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور بعض نے کہا کہ سایہ سے مراد عرش کا سایہ ہے۔

سوال۔ دنیا کی تین افضل ترین مساجد کون سی ہیں ؟

جواب۔ مکہ معظمہ کی مسجد حرام۔ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی اور بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ۔ ان تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد کی زیارت کے لیے سفر کی مشقت اٹھانا نا پسندیدہ ہے۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف کجاوہ نہ باندھا جائے۔ مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد رواہ البخاری و مسلم۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اہل جاہلیت میں جن مکانات کو بزرگ و معظم جانتے تھے ان کی زیارت کے لیے اور حصول برکت کی غرض سے سفر کیا



کرتے تھے۔ مگر اس قصد سفر اور اس کی بزرگی یقین کرتے ہیں جس قدر تحریف اور فساد ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس لیے اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے اس فساد کا افساد فرمایا تا کہ غیر شعائر شعائر کے ساتھ نہ مل جائیں۔ اور یہ قصد عبادت غیر اللہ کا وسیلہ نہ بن جائے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس میں قبر اور کوہ طور اور کسی ولی اللہ کی عبادت کا سب برابر ہیں۔ یعنی ان کی طرف بھی سفر نہ کریں۔

سوال۔ ان تینوں مسجدوں اور دوسری مساجد کی تفصیلات میں کیا ترتیب ہے ؟

جواب۔ سب سے افضل مسجد الحرام ہے پھر مسجد نبوی۔ پھر مسجد اقصیٰ۔ پھر مسجد نبأ۔ پھر مسجد عسار۔ پھر جامع مسجد۔ پھر محلے کی مسجد اس کے بعد شارع عام کی مسجد۔ شارع عام کی مسجد سے وہ مسجد مراد ہے جس میں کوئی امام اور مؤذن متعین نہ ہو۔

سوال۔ ان مسجدوں میں نماز باجماعت ادا کرنے والے کو کتنا کتنا ثواب ملتا ہے ؟

جواب۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اس کے گھر میں ایک ہی نماز ہے۔ اور محلے کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ جامع مسجد کی نماز پانچ نمازوں کے برابر ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے مساوی ہے اور میری مسجد میں بھی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نمازوں کے مساوی ہے۔ رواہ ابن ماجہ بطور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کو چھوڑ کر باقی مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ رواہ البخاری وسلم

سوال۔ مسجد حرام میں لاکھ نمازوں کا ثواب کس جگہ نماز پڑھنے سے ملتا ہے ؟

جواب۔ حسب بیان علی قاریؒ اس میں چار قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ سارا حرم ہے (۲) وہ مسجد حرام کی نماز باجماعت ہے۔ اور علمائے حنفیہ کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور بعض شوافع نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ علمائے حنفیہ نے فرمایا ہے کہ یہ تفصیلات فرائض کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ نوافل کے ساتھ۔ (۳) وہ سارا مکہ ہے۔ اس کو بعض علماء نے ابن ماجہ کی اس حدیث کی بنا پر اختیار کیا ہے و صلوة بمکة بہا خیر الصلوات نماز مکہ میں لاکھ درجہ مضاعفت ہے (۴) ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز کعبہ ہے مگر یہ قول سب قولوں میں بعید ہے۔



**سوال**۔ مسجد نبوی میں جو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے تو وہ اس قدیم حصہ مسجد کے ساتھ مخصوص ہے جو عہد نبوی میں تھی یا وہ اضافہ بھی اس فضیلت میں داخل ہے جو حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور خلیفہ ولیدؓ اموی اور خلیفہ ہمدی عباسی کی عملداری میں ہوا ہے۔

**جواب**۔ مسجد نبوی میں ثواب کی زیادت اس حصہ مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں جو آپ کے عہد سعادت میں تھا۔ بلکہ وہ تمام اضافے بھی اس ثواب کو شامل ہیں جو بعد میں ہوتے رہے۔ لیکن امام ذہبیؒ نے اس ثواب کو اسی قدر مسجد کے ساتھ مخصوص بنایا ہے جو عہد رسالت میں تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں فی مسجدی ہذا میری اس مسجد میں) فرمایا گیا ہے۔ جس سے اسی قدر مسجد جو عہد نبوی میں موجود تھی مراد ہے۔ پس اضافہ شدہ حصہ اس میں شامل نہ ہوگا۔ اس کے داخل ہونے کی کوئی دلیل چاہیے۔ حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہذا یہ) کا اشارہ جگہ کے خاص کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس طرف ہے کہ دربنہ منورہ کی مسجد نبوی کے سوا اور مساجد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں وہ اس فضیلت میں داخل نہ رہیں۔ کذا فی الشامی مع التصرف۔

**سوال**۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر زمین مسجد نبوی سے لاق حق کی گئی وہ ثواب میں اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہے۔ اور مقدار لاق حق میں بھی پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ لیکن اصل اور لاق حق میں امتیاز کیا ہے ؟

**جواب**۔ اصل مسجد کا طول اور عرض سو سو با تھ ہے ذکرہ العلی قاریؒ۔ اور تزکیہ کے کسی سلطان (غالباً سلطان عبدالحمید ثانی مرحوم) نے اصل مسجد کی شناخت کے لیے ستونوں پر لکھوا دیا تھا تاکہ ہر شخص لیسہولت تمیز کر لے کہ عہد نبوی کی مسجد مبارک اس قدر تھی۔

**سوال**۔ بیت نبوی اور منبر نبوی کے درمیان عبادت کرنے کا کیا ثواب ہے ؟

**جواب**۔ حضرت صادقؑ و صدوقؑ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کے اور میرے منبر کے درمیان ریاض جنت میں سے ایک روضہ یعنی باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) کے اوپر ہے رواہ البخاری و مسلم۔ علی قاریؒ نے ارشاد نبوی کی یہ تشریح کی کہ جو کوئی اس جگہ میں جو میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے عبادت کرے گا۔ وہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ کی طرف پہنچے گا۔ اور جو کوئی میرے منبر کے نزدیک عبادت لازم کرے گا۔ وہ قیامت کے دن میرے حوض سے سیراب ہوگا۔

امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر باقی ہے اور روضہ لمبعتی ٹکڑا ہے یعنی یہ جگہ جنت  
 کا ایک ٹکڑا ہے جو بہشت سے یہاں منتقل کیا گیا۔ اور قیامت کو زمین کی مانند فنا نہیں ہوگا۔ بلکہ اپنے اصل  
 مقام کو خود کھڑے گا۔ اور نور پشتیؒ کا بیان ہے کہ اس جگہ کا نام روضہ اس لیے رکھا گیا کہ قیرنبویؑ کی زیارت  
 کرنے والے سارے وہاں کے رہنے والے ملائکہ اور جن و انس اس میں ہمیشہ عبادت اور ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں۔  
 جب ایک جماعت جاتی ہے تو دوسری جماعت آتی ہے۔ پس اس مقام کو اسی طرح روضہ کہا کہ جیسے  
 حدیث میں ذکر کے حلقوں کو ریاض جنت فرمایا گیا ہے۔

سوال۔ کعبہ معلیٰ میں نماز پڑھنا بھی مشروع ہے یا نہیں؟

جواب۔ فتح مکہ کے دن حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ حضرت اُسامہ اور حضرت عثمان  
 بن طلحہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں داخل کعبہ ہوئے تھے۔ وہاں سے نکلنے کے بعد عبداللہ بن عمرؓ کے استفسار  
 پر حضرت بلالؓ نے بتایا کہ آنحضرتؐ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ رواہ البخاری وسلم۔ تمام اہل علم کے نزدیک  
 کعبہ معلیٰ کے اندر نفل پڑھنے جائز ہیں۔ البتہ فرض نماز میں اختلاف ہے۔ جمہور نے اس کو جائز رکھا ہے۔  
 لیکن امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

سوال۔ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب کیا ہے؟

جواب۔ قبا مدینہ منورہ کا ایک بیرونی حصہ ہے۔ جو اہل مدینہ شہر سے تین کوس پر واقع ہے۔  
 جب حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمائے مدینہ ہوئے تو آپؐ نے شہر میں داخل ہونے سے  
 پہلے قبا میں ایک مسجد بنائی۔ جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر پینچر کے دن  
 پیدل یا سوار مسجد قبا کو تشریف لے جاتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ رواہ البخاری وسلم۔  
 یہ دو رکعت نخیۃ المسجد یا کوئی اور نماز جو تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہوتی پڑھتے تھے۔ اس میں اس پر دلیل ہے  
 کہ شبہ کے دن صلحا کی ملاقات کرنا سنت ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے صحیح طور پر ثابت ہوا ہے کہ قبا میں نماز پڑھنا عمرہ کی مانند ہے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا  
 کہ مسجد قبا میں دو رکعت پڑھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں دو مرتبہ بیت المقدس جاؤں۔ اور  
 اگر لوگ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب جانیں تو دو روزہ نماز سے سفر کی مشقت اٹھا کر قبا پہنچیں۔ (مظاہر حق  
 ناقلہ عن علی الفاری والشیخ الدہلوی)



سوال مسجدِ عشر میں نماز پڑھنے کا کیا وجہ ہے ؟

جواب۔ صالح بن دینار تابعی کا بیان ہے کہ ہم بصرہ سے مکہ معظمہ کو حج کے لیے گئے۔ وہاں ایک شخص (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کو کھڑے پایا۔ وہ ہم سے کہنے لگے کیا تمہارے شہر کی ایک جانب کوئی گاؤں ہے جسے اُبلہ کہتے ہیں ؟ ہم نے کہا ہاں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص مل سکے گا جو میرے لیے اس بات کا متکفل ہو کہ میری نیت سے مسجدِ عشر میں دو یا چار رکعتیں پڑھے اور کہے کہ اس نماز کا ثواب ابو ہریرہ کے لیے ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ حق تعالیٰ قیامت کو مسجدِ عشر سے ایسے شہید اٹھائے گا کہ ان کے سوا شہداء کے سوا کوئی شخص اور کوئی شہید نہ اٹھائے جائیں گے۔ رواہ ابوداؤد۔ لوگ اس مسجد میں تبرک کے طور پر نماز پڑھتے ہیں۔ ابوداؤد نے کہا یہ مسجد دریائے فرات کے قریب ہے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ وہ شہداء اس امت کے ہوں گے یا پہلی امتوں کے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بزرگ مکانات میں نماز پڑھنا اور عبادات بجالانا بڑا کار فضیلت ہے۔

سوال مسجد محلہ کو چھوڑ کر کسی جامع مسجد میں جانا کیسا ہے ؟

جواب۔ دبوہند کے مفتی مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اس سوال کے جواب میں لکھا۔ درمختار میں ہے مسجد حیات افضل من الجامع یعنی اپنے محلہ اور قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ ان دونوں قول کو قنبلہ میں نقل کیا ہے لیکن شرح منیہ اور مصنفی اور خانیہ میں اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ جو درمختار میں لکھا ہے یعنی یہ کہ مسجد محلہ جامع مسجد سے افضل ہے۔ میں نماز پڑھنے سے افضل اور زیادہ کا ثواب ہے۔ شامی میں ایک قول یہ ہے اور دوسرا قول اس کے عکس ہے کہ مسجد جامع میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ ان دونوں قول کو قنبلہ میں نقل کیا ہے۔ لیکن شرح منیہ اور مصنفی اور خانیہ میں اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ جو درمختار میں لکھا ہے۔ یعنی یہ کہ مسجد محلہ جامع مسجد سے افضل ہے۔

بلکہ خانیہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر مسجد محلہ میں کوئی موزن نہ ہو۔ تو نمازی خود وہاں جا کر اذان کے اور نماز پڑھے۔ اگرچہ تنہا ہو۔ کیونکہ اس پر مسجد محلہ کا جو حق ہے اس کو ادا کرنا چاہیے۔ پس ان بیانات سے اور ان کے علاوہ دوسری روایات سے ظاہر ہے کہ جب مسجد محلہ کے امام میں عقاید وغیرہ کی کوئی خرابی نہ ہو۔ اور وہ قرآن صحیح پڑھتا اور بقدر سنون قراءت کرتا ہو۔ تو مسجد محلہ کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا مستحسن نہیں ہے۔ زیادہ ثواب مسجد محلہ میں نماز پڑھنے میں ہے واللہ اعلم

# فصل ۸۔ نماز باجماعت کی فضیلت اور تاکید

سوال جماعت سے نماز پڑھنے کی اہمیت کیا ہے ؟

جواب۔ پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو بدتِ العمر کبھی ترک نہ کیا یہاں تک کہ آخری مرض میں بھی جب چلنے کی طاقت نہ تھی آپ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے۔ اس وقت آپ قدم مبارک گھسیٹے ہوئے جاتے تھے۔ اور آپ میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں رنجاری اور نماز باجماعت کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ حسبِ روایت عبداللہ بن عمرؓ ہادی اناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ثواب میں ستائیس حصے زیادہ ہے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ دوسری روایتوں میں پچیس درجے مذکور ہے۔ علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اکثر روایتوں میں پچیس ہی درجے آیا ہے۔ سوائے حدیث ابن عمرؓ کے کہ اس میں ستائیس درجے مذکور ہیں۔ یہ اختلاف بسبب تفاوتِ احوال مصلیٰ کے ہو سکتا ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ فضیلت مسجد کی جماعت کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے بعضوں نے کہا کہ یہ ثواب جماعت مسجد کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے نے کہا کہ عام ہے۔ واللہ اعلم

انصار کا ایک قبیلہ بنو سلمہ مسجد نبوی سے بہت دُور رہتا تھا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب و جوار میں چہرِ مکان خالی ہوئے تو بنو سلمہ نے مسجد کے پاس آ جانے کا قصد کیا۔ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ مجھے علم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے مسجد کے پاس نقل مکانی کا قصد کیا ہے انہوں نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ! ہمیں نماز کے لیے بہت دُور سے آنا پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے بنی سلمہ! وہیں اپنے گھروں میں بٹیرے رہو۔ تمہارے تمام نقش قدم لکھے جا رہے ہیں۔ رواہ مسلم یعنی جتنا دُور ہو گئے نماز باجماعت کے لیے آنے جانے میں زمین پر اتنے ہی زیادہ قدم رکھو گے۔ وہ سب نیکیاں تمہارے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور یہ بہت زیادتی کا باعث ہوگا۔

مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا اتنا ضروری ہے کہ آپ نے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتومؓ کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی اور انہیں ظاہر کوری کے باوجود مسجد میں آنے کا منقید کیا۔ انہوں نے التماس کی یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو میری لاکھلی پکڑ کر مجھے مسجد میں پہنچا دیا کرے



اس لیے مجھے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے ان کو اس کی رخصت دی۔ لیکن جب وہ بیٹھ بھیر کر چلے تو آپ نے ان کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا تم نماز کی اذان سننا کرتے ہو۔ وہ عرض پیرا ہوئے۔ رسول اللہ! ہاں سنتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم کو مسجد ہی میں آکر نماز ادا کرنی ہوگی۔ یہاں نماز ادا کرنے کی روایت میں حضرت ابن ام مکتومؓ نے کہا یا رسول اللہ! مدینہ میں بہت موذی جانور پائے جاتے ہیں اور درندوں کی آمد و رفت ہے اور میں اندھا ہوں۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ جماعت میں شریک نہ ہوں؟ آپ نے پوچھا کیا تم اذان سننے ہو؟ وہ بولے ہاں سنتا ہوں۔ آپ نے انہیں جماعت چھوڑنے کی اجازت نہ دی۔ رواہ ابوداؤد والنسائی۔

سوال۔ جن حدیثوں میں نماز باجماعت کا ثواب پچیس یا ستائیس گنا زیادہ بتایا گیا ہے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ تنہا کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔ گو اس کا ثواب نسبت بہت کم ملے لیکن ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ جو شخص کسی انتہائی مجبوری کے بغیر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا۔ اس کی نماز ہی نہیں ہوتی یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد اور عطاء تابعی اور ابو ثور کے نزدیک جماعت فرض عین ہے۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی عذر و مجبوری پیش آجائے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جو کوئی نماز کی اذان سن کر مسجد میں حاضر نہ ہو اس کی نماز نہیں ہوتی مگر ہمارے نزدیک تنہا کی نماز تو ہو جاتی ہے مگر اس کے ذمہ ترک جماعت کا گناہ رہتا ہے۔

سوال۔ عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کرنے کا کیا درجہ اور ثواب ہے؟

جواب۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی نماز عشاء جماعت سے پڑھے اس کو نصف شب کی نفلی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ اور جو کوئی عشاء اور فجر کی دونوں نمازیں باجماعت ادا کرے اس کو پوری رات کی نفلی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ رواہ الترمذی۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھاٹی۔ سلام کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا فلاں شخص نماز میں حاضر ہے؟ صحابہ نے نفی میں جواب دیا۔ پھر آپ نے کسی اور کا نام لے کر پوچھا کہ کیا وہ موجود ہے؟ عرض کیا گیا کہ وہ بھی موجود نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں نمازیں فجر اور عشاء منافقوں پر بہت گراں ہیں۔ اور اگر تم ان کا ثواب جانو تو ان دونوں میں ضرور شرکت کرو۔ اگرچہ تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر ہی (دانتاں و خیراں) کیوں نہ آنا پڑے۔ رواہ النسائی۔

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابوحاتمہ کو نماز صبح میں نہ پایا۔ سلیمان کا مکان مسجد نبوی اور باتار کے درمیان تھا۔ جب حضرت امیر المؤمنین بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ تو ان کی والدہ سے دریافت کیا کیا وجہ ہے کہ میں نے آج سلیمان کو نماز میں نہیں پایا؟ ان کی والدہ نے کہا کہ سلیمان نے آج ساری رات نماز پڑھتے ہوئے گزار دی اس لیے صبح کے وقت ان کی آنکھ لگ گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ نماز صبح کی جماعت میں حاضر ہونا مجھے رات کے قیام سے زیادہ محبوب ہے۔ رواہ مالک۔ فیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ نماز صبح کی جماعت سے پڑھنا قیام شب سے افضل ہے۔

سوال۔ ترک جماعت پر کیا کیا وعیدیں وارد ہوئی ہیں؟

جواب۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم، پوٹا ظلم اور کفر و نفاق یہ ہے کہ اللہ کے پکارنے دے کہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔ لیکن اس کو جواب نہ دیا یعنی نماز کے لیے مسجد کا رخ نہ کیا، رواہ احمد۔ و بطبرانی۔ اور فرمایا مجھے اسی ذات برزخ کی قسم کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں نے قصہ کیا کہ کسی کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کے لیے اذان دلاؤں۔ پھر کسی کو اپنی جگہ امامت پر مامور کر کے ان لوگوں کی طرف جاؤں جو بلا عذر نماز کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہوں تاکہ ان کو اچانک جاکڑوں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جا کر ان کے لیے گھر جلا دوں۔ رواہ البخاری و مسلم۔ اور فرمایا کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے جن پر جماعت واجب نہیں، تو میں نماز عشاء کے بعد پکارنے کا حکم کرتا اور پھر صحابہ سے کہتا کہ جو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوئے جا کر ان کو اور ان کے سہارا کو نذر آتش کر دو۔ رواہ احمد۔ اس سے ثابت ہوا کہ تارک جماعت بڑا مجرم ہے۔ کہ جس کی سزا ایسی ہونا چاہیے۔ اور فرمایا کہ اگر کسی گاؤں یا جنگل میں نین افراد موجود ہوں۔ اور وہ نماز یا جماعت ادا نہ کریں تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ پس جماعت کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ بھڑپا اسی بکری کو لقمہ بناتا ہے۔ جو روٹ سے الگ ہو گئی ہو۔ رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی یعنی مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا شیطان کے پنجہ ضلالت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پتے آپ کو اور دوسرے صحابہ کو اس حالت میں دیکھا کہ منافق کے سوا جماعت سے کوئی پیچھے نہیں رہتا تھا اور منافق بھی وہ جس کا اتفاق معلوم اور ظاہر تھا۔ یعنی جو منافق اپنا اتفاق مخفی رکھتا تھا وہ بھی جماعت سے خلف نہیں کرتا تھا اور ایسا بیمار جو مسجد میں آنے



کی اصلاحات نہ رکھتا۔ وہ جماعت سے پیچھے بھی نہیں رہتا تھا۔ بیمار و داندیوں کے سہارے سے چل کر مسجد میں پہنچتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہدایت کے طریقے سکھائے اور سنن ہدی میں سے ایک سنت اس مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا ہے۔ جس میں اذان دی جاتی ہو۔ اور ایک روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کسی کو یہ امر محبوب ہو کہ فرمائے قیامت کو اللہ تعالیٰ سے پورے مسلمان کی حیثیت سے ملے تو اس پر لازم ہے کہ وہ پانچوں نمازیں مسجد میں جماعت سے ادا کیا کرے حق تعالیٰ نے تمہارے نبی کے واسطے سنن ہدی مقرر کیے ہیں اور ان پانچوں نمازوں کو جماعت سے پڑھنا انہی طرق ہدایت میں سے ہے۔ اگر اپنے گھروں میں نماز پڑھو یعنی اگرچہ گھر میں جماعت کر لو جیسا کہ یہ مختلف اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو اپنے نبی کی سنت چھوڑ بیٹھو گے۔ اور اگر اپنے نبی کی سنت سے اعراض کر دے تو گمراہ ہو جاوے گا۔ رواہ مسلم

عجاہ تابعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ جو شخص صائم اللہ صر اور قائم اللیل ہو مگر جمعہ اور جماعت کا تارک ہو اس کی نسبت آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا وہ دندخ میں جائے گا۔ رواہ الترمذی یعنی اس کو داخلہ اولیٰ نصیب نہ ہوگا۔ اور جب تک اسے ترک جمعہ و جماعت کی سزا نہ مل چکے گی۔ اس کی نجات نہ ہوگی۔  
سوال۔ تارک جماعت کی نسبت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا کیا فتوہ ہے؟  
جواب۔ امام ابن تیمیہ نے لکھا۔

یَوْمَ جَاءَ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ  
كَانَ لَا يَصِلُ قَائِمًا يُسْتَتَابُ فَإِنْ  
قَاتَبَ وَالْأَقْتَلُ  
فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ مطبوعہ مصر۔  
جلد اول صفحہ ۳۰۷  
اس سے حکم دیا جائے کہ نماز باجماعت ادا کیا کرے۔ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے باز رہے۔ تو اس سے توبہ کرانی جائے یعنی حاکم دفت توبہ کرائے۔ اگر اس نے توبہ کر لی تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے یعنی حاکم دفت اس کے خارج وجود سے دنیا کو پاک کر دے۔

جہاں تک راقم کے معلومات کو دخل ہے تو عمد رسالت اور خلافت راشدہ میں کافی تارک جماعت خچر خونخوار کے حوالے کیا گیا۔ اور نہ بعد کے حکام نے کبھی اس فتوے پر عمل کیا۔ تاہم اس سے کم از کم نماز باجماعت کی اہمیت اور تارک جماعت کے جرم کی شدت ابھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

سوال۔ اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا کیسا ہے ؟

جواب۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ اگر ہماری ہو جڑگی میں مسجد میں اذان دی جائے تو ہم نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلیں۔ مولانا احمد رشید صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ حنفی مذہب میں یہ نہی اس کے لیے ہے جو کسی دوسری مسجد کا امام یا منتظم نہ ہو۔ اور جو کسی دوسری مسجد کا امام یا منتظم ہو اس کے لیے اذان کے بعد مسجد سے جانا مکروہ نہیں۔ اور اگر نماز پڑھ چکا ہو تو اس کے لیے بھی نکلنا کسی حال میں مکروہ نہیں۔ لیکن اگر تکبیر یعنی اقامت شروع ہو گئی تو ہمارے نزدیک اسے ظر اور عشاء میں شریک ہو جانا چاہیے تاکہ ترک جماعت سے مٹھم نہ ہو۔ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ہر نماز میں شریک ہو جائے۔

سوال۔ اگر امام کے عقیدے مشرکانہ ہوں یا صحیح قرآن نہ پڑھتا ہو یا مقتدیوں کے مذہب کی رعایت نہ کرے تو کوئی شخص اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ ہاں۔ ان میں سے کوئی عذر پایا جائے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاسکتا ہے۔

سوال۔ اگر کوئی کسی ایسے عذر شرعی کی بنا پر جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مثلاً مرض یا بہت بوڑھا

ہو یا جماعت میں شامل ہونے سے قاصر رہے تو اس کو جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟

جواب۔ اگر کوئی شخص کسی حقیقی عذر کی بنا پر جماعت میں حاضر نہ ہو سکے مگر اس کی نیت میں یہ تھا کہ

عذر نہ ہوتا تو لازماً مسجد میں پہنچتا تو اس کو ان شاء اللہ جماعت کا ثواب ملے گا۔ کذا فی الشامی

سوال۔ اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو کیا کرے ؟

جواب۔ اگر جماعت نہ ملے اور امید ہو کہ کسی دوسری مسجد میں مل جائے گی تو مستحب ہے کہ جماعت

کی تلاش میں کسی دوسری مسجد میں جائے (رد مختار)

## فصل ۸۸ جماعت کی حکمتیں اور فائدے

سوال۔ نماز باجماعت کے فائدے اور حکمتیں کیا ہیں ؟

جواب۔ مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم دہلویؒ نے جماعت سے نماز پڑھنے کے یہ فوائد لکھے ہیں :-



(۱) ایک نماز پر ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا (۲) پانچوں وقت مسلمانوں کا آپس میں ملنا (۳) اس کی وجہ سے آپس میں اتفاق اور محبت کا پیدا ہونا (۴) دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہونا (۵) نماز میں دل لگنا (۶) نماز میں بزرگوں اور نیک لوگوں کی برکت سے گناہ گاروں کی نماز کا بھی قبول ہو جانا (۷) نادانوں کو واقف لوگوں سے مسائل پر چھنے میں آسانی ہونا (۸) حاجتمندوں اور غریبوں کے حال پر مطلع ہوتے رہنا (۹) ایک خاص عبادت یعنی نماز کی شان ظاہر ہونا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں برکات جماعت کے سلسلہ میں لکھا کہ مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جاہل بھی اور اہل علم بھی۔ پس یہ بڑی حکمت کی بات ہے کہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہو سکیں دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو دوسرا اس کو بتا دے پس جماعت نماز کی تکمیل کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ (۲) ایک جگہ جمع ہونے سے بے نمازیوں کا حال کھل جاتا ہے اور اس طرح نمازیوں کو دوسروں کے سامنے نشر و ابلاغ کا موقع ملتا ہے۔ (۳) مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا باہم مجتمع ہو کر رب العالمین کی عبادت کرنا اور اس کے سامنے دست بدعا ہو کر طلب حاجات کرنا۔ نزول رحمت اور قبولیت دعا کے لیے ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے۔ (۴) حق تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ کلمۃ اللہ بلند اور کلمۃ کفر پست ہو اور روئے زمین پر کوئی مذہب و ملت اسلام سے سر بلند نہ رہے اور یہ بات اسی صورت میں ممکن الوقوع ہے کہ عام اور خاص مسافر اور مقیم چھوٹے بڑے مسلمانوں کو ان کی بڑی اور مشہور عبادت گاہ میں جمع ہونے کا حکم دیا جائے تاکہ دین اسلام کی شان و شوکت ظاہر ہو۔ ان مصالح کے پیش نظر شریعت کی پوری توجہ جماعت کی طرف مصدق ہوئی۔ اور پیروان ملت حنیفیہ کو جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی۔ اور اس اجتماع سے غیر حاضر ہونے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی۔

## فصل ۹۸۔ ترک جماعت عذر اور مجبوریوں

سوال۔ جماعت ہر مرد عاقل۔ بالغ۔ آزاد پر واجب ہے۔ عورت نابالغ اور غلام پر واجب نہیں۔ لیکن وہ کون سے عذر شرعی ہیں جو حضور جماعت سے مانع ہیں؟

جواب - وہ عذرات یہ ہیں - (۱) گھٹنے سے لے کر ناف تک مرد کا ستر ہے - اگر کم از کم اتنا لباس بھی میسر نہ ہو تو مسجد میں جا کر جماعت میں شامل ہونا واجب نہیں رہتا - (۲) موسلا دھار بارش ہو - مدینہ منورہ میں برسات کی ایک رات سرد ہوا چل رہی تھی اور شدت کا جاڑا تھا - حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اذان دی اور اذان کے بعد لوگوں سے کہتے لگے کہ جاؤ اپنے اپنے گھروں میں جا کر نماز پڑھو - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردی اور بارش کی رات فرمایا کرتے تھے کہ اپنے گھروں ہی میں جا کر نماز پڑھو - رواہ البخاری وسلم - اس سے معلوم ہوا کہ موسم سرما میں تیز ہوا اور سخت جاڑا اور برسات بھی ترک جماعت کا معقول عذر ہے -

شاہ ولی اللہ رحمہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں وہ وجوہ اور اسباب بیان فرمائے ہیں جن کی بنا پر شارع علیہ السلام نے ترک جماعت کی اجازت دی ہے - ان وجوہ میں سے ایک یہ بتایا کہ سردی اور بارش کی رات ہر لیکن امام محمدؒ نے موطا میں فرمایا ہے کہ جب پانی نہ در سے برس رہا ہو گو اس وقت مسجد نہ جانا جائز ہے مگر پھر بھی فصل اور سخن یہی ہے کہ نمازی بارش ہی میں مسجد میں پہنچے اور نماز باجماعت ادا کرے - (۳) مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہو کہ چل کر مسجد تک پہنچنا سخت دشوار ہو - شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ بعضوں نے کہا کہ کیچڑ اور مدینہ اور سخت جاڑا اور بیت اندھیرا بھی قول صحیح میں عذر ہے - لیکن علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا تھا کہ کیچڑ کی حالت میں جماعت کے لیے مسجد جانے کی نسبت آپ کیا حکم دیتے ہیں - تو انہوں نے فرمایا تھا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے گوارا نہیں -

(۴) جائزے کی اتنی شدت ہو کہ مسجد تک پہنچنے میں کسی بیماری کے لگ جانے یا بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو جماعت واجب نہ رہے گی - اسی طرح (۵) رات کے وقت طوفان باد باران میں بھی حضور جماعت معاف ہے - لیکن دن کی آندھی وجوب جماعت کی مانع نہیں - (۶) ایسی اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ سوچھا نہ دیکھا ہو ایسے مواقع کے لیے نمازیوں کو چاہیے کہ بیٹری خرید کر اپنے پاس رکھیں تاکہ اندھیری رات میں کام دے - (۷) مسجد جانے میں چوروں اور قزاقوں کی طرف سے جان و مال یا آبرو کا خوف - ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت بشیر ذہبیؒ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے اذان سنی اور اس کو مؤذن کی متابعت سے کوئی عذر مانع نہیں ہے تو اس کی نماز جو بغیر جماعت کے پڑھے گا درجہ قبولیت حاصل نہ کرے گی ابن عباسؒ سے پوچھا گیا کہ وہ عذر کیا ہے ؟ انہوں نے فرمایا دشمن کا خوف یا بیماری - رواہ ابوداؤد والدارقطنی -

علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا کہ جو کوئی اذان سن کر مسجد میں بلا عذر حاضر نہ ہو اس کی نماز قبول نہ ہوگی - اور



اگر عذر سے حاضر نہ ہوا تو مقبول ہے۔ اور نماز کے عدم قبول کے معنی یہ ہیں کہ وہ نماز کا ثواب نہیں پاتا اگرچہ فرض سے سرسے اتر جاتی ہے۔ جیسے کہ معصوبہ زمین میں نماز پڑھنے یا مال حرام کے ساتھ حج کرنے میں گو آدمی فرض سے سبکدش ہو جاتا ہے لیکن ثواب و قبولیت سے محروم رہتا ہے۔

(۹) مسجد کی حاضری میں قرض خواہ کی گرفت اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو تو بھی جماعت میں شریک ہونا واجب نہیں رہتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ قرضدار ادائے قرض پر قادر نہ ہو۔ اور اگر قرض کے ادا کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود ولایت لعل کر رہا ہو۔ تو وہ ظالم و ناپاک سمجھا جائے گا۔ اور ترک جماعت کا مجاز نہ ہو گا۔ (۱۰) کھانا پینا یا تیار کرنے قریب ہو۔ اور بھوک کی اتنی شدت ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا یقین ہو تو پہلے کھانا کھائے۔ لیکن علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس اجازت میں فراخی وقت شرط ہے۔ اگر وقت تنگ ہو تو کھانا چھوڑ کر مسجد میں چلا جائے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے یا کسی دوسری غرض سے نماز کو مؤخر نہ کرو۔ رواہ فی شرح السنہ اور لکھا گیا کہ نماز سے پہلے کھانے سے فراغت کرے۔ اور اس حدیث میں فرمایا کہ کھانے وغیرہ کے لیے نماز میں تاخیر نہ کرو۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تاخیر کرنے میں وقت جاتا ہو تو نماز میں تاخیر روا نہیں۔ اور کھانا پہلے کھا لینے کا حکم اس صورت میں ہے کہ کھانا حاضر اور وقت فراخ ہو۔

(۱۱) پیشاب یا پائٹخانہ کا زور ہو تو پہلے اس سے فراغت پا لینی چاہیے۔ چنانچہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اس حالت میں نماز نہ پڑھے کہ پیشاب یا پائٹخانے کو بند رکھے۔ یہاں تک کہ ہلکا ہو جائے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔ اور عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیچھے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کھڑی ہونے کے وقت کسی کو بیت الخلاء جانے کی حاجت ہو۔ تو چاہیے کہ بیت الخلاء کے ساتھ ابتداء کرے (اگرچہ جماعت فوت ہو جائے) رواہ الترمذی والوداؤد والنسائی و مالک۔ شامی فرماتے ہیں کہ جس طرح بول و براز کو روک کر نماز پڑھنا منع ہے۔ اسی طرح ریح کو روکنا بھی ممنوع ہے۔ (۱۲) کو جانے وقت قافلہ کے چلے جانے کا خدشہ ہو تو بھی جماعت میں شرکت کرنا واجب نہیں رہتا۔ رد المحتار ہستی زیور میں ہے کہ ریل گاڑی کے سفر اور قافلے کے ساتھ جانے میں یہ فرق ہے کہ ایک کے بعد دوسرے قافلہ بیت دلوں میں جاتا ہے۔ اور ریل گاڑی ایک دن میں کئی بار جاتی ہے۔ اگر ایک وقت کی ریل گاڑی ملے تو مسافر دوسرے وقت لیسہولت جاسکتا ہے۔ ہاں اگر جماعت سے نماز پڑھنے میں سخت حرج و نقص ہو تا ہو تو ترک جماعت میں مضائقہ نہیں۔ ہماری شریعت سے حرج اٹھا دیا گیا ہے۔

(۱۳) کوئی تیمار دار مریض کی خبر گیری میں منہمک ہو اور اسے یہ خدشہ ہو کہ نماز کے لیے مسجد جائے گا تو مریض تکلیف اٹھائے گا۔ یا وحشت زدہ ہوگا تو اس پر بھی جماعت میں شرکت واجب نہیں۔ (در مختار) (۱۴) بیمار ادا پائے اور مدت کا بیمار اور بیت بوڑھا جو چلتے پھرنے سے عاجز ہو۔ اور جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے یا فقط ایک پاؤں کٹا ہوا ہو یا فالج زدہ ہو تو ان پر جماعت میں شمول واجب نہیں۔ اور اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ اس کو ایسا قائد میسر ہو جو اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو مسجد میں پہنچا دے (در مختار) عاجز پر اگرچہ اس کے پاس سواری موجود ہو جماعت واجب نہیں۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ جماعت بالاتفاق اندھے اور عاجز پر جو لقل و حرکت سے معذور ہو واجب نہیں اگرچہ ان کو پہنچانے والا میسر ہو اور نماز جمعہ بھی امام ابو حلیفہؒ کے نزدیک ان پر واجب نہیں۔ البتہ صاحبین رحمہ کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی

سوال۔ آپ نے اذپر لکھا کہ نابینا صحابی عبداللہ بن اُم مکتوم رحمہ کو حضرت سعید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی حالانکہ ان کے پاس کوئی ایسا شخص موجود تھا۔ جو ان کو مسجد میں پہنچایا کرتا۔ لیکن اب اس کے بالکل برعکس آپ ایسے اندھے کے لیے بھی مسجد کی حاضری ضروری نہیں بتاتے جس کو قائد میسر ہو یہ تفادات کیوں ہے ؟

جواب۔ حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں مروی ہے کہ جب عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بے بصری کا عذر کہے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو ہادی امام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت دی۔ یہ اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ اندھا ترک جماعت کا مجاز ہے۔ اور آنحضرتؐ نے عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو اس لیے گھر میں ادا کئے نماز کی اجازت نہ دی کہ وہ فضلاء کے ہاجرین میں تھے۔ ان کے علو شان کے زیادہ مناسب ہی تھا کہ عزیمت پر عمل کریں ۔

## فصل ۹۰۔ جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

سوال۔ امام کی امامت اور اس کے اقتدار کی کیا شرائط ہیں ؟



جواب۔ امام کی یہ شرطیں ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا۔ غیر مسلم امام نہیں ہو سکتا۔ (۲) بالغ ہونا۔ نابالغ کی امامت صحیح نہیں۔ (۳) عاقل ہونا۔ مست بہوش یا دیوانے کی امامت درست نہیں۔ (۴) مرد ہونا۔ عورت کی امامت درست نہیں۔ (۵) عذروں سے سلامتی یعنی نکسیر اور پیشاب کے حامی سے متصادق نہ تلاقین وغیرہ سے محفوظ ہونا۔ (۶) شروط نماز کا موجود ہونا مثل طہارت اور ستر پوشی وغیرہ کے۔

اقتداء (یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے) کے صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں۔ (۱) مقتدی کا اقتداء کی نیت کرنا یعنی دل میں یہ خیال مسخض کرنا کہ اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ (۲) امام اور مقتدی کے مکان کا متحد ہونا۔ ان شاء اللہ العزیز آئندہ چل کر اس کو ایک مستقل فصل میں بیان کیا جائے گا۔ (۳) ایک شرط دونوں کی نماز کا متحد ہونا ہے۔ اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مغائر ہوگی تو اقتداء درست نہ ہوگا۔ مثلاً امام نماز پڑھتا ہو۔ اور مقتدی اس کے پیچھے عصر کی نماز شروع کر دے۔ یا امام گزشتہ ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر پڑھے۔ ہاں اگر دونوں گزشتہ روز کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں امروزہ ظہر کی قضا پڑھیں تو درست ہے۔ اور اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتداء صحیح ہے۔ کیونکہ امام کی نماز قوی ہے۔ اور اگر امام نفل پڑھتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے نماز تراویح کی نیت باندھ لے تو بھی اقتداء صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ امام کی نماز ضعیف ہے۔ (۴) امام کی نماز کا مقتدی کے نزدیک صحیح ہونا۔ اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔ خواہ یہ فساد اختتام نماز سے پہلے محسوس ہو یا بعد ختم ہونے کے۔ مثلاً امام کے کپڑوں میں ایک درم سے زیادہ نجاست غلیظہ لگی تھی۔ اور نماز ختم ہونے کے بعد یا اثنائے نماز میں اس کا علم ہوا یا امام بے وضو تھا۔ نماز کے بعد یا دوران نماز میں اس کو خود اپنا بے وضو ہونا یاد آ گیا۔ اگر کسی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہو گئی ہو اور مقتدیوں کو اس کا علم نہیں تو امام پر واجب ہے کہ مقتدیوں کو اس سے مطلع کر دے۔ تاکہ وہ اپنا اپنا نماز لوٹا لیں۔ اگر اس اثنا میں بعض نمازی شہر سے باہر چلے گئے ہوں تو ان کے پاس پیغام یا خط بھیج دینا چاہیے۔ (۵) مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ ایڑیوں کے آگے نہ بڑھنا۔ اگر ایڑیاں دونوں کی برابر بھی ہو گئی تو اقتداء درست ہوگا۔ اگرچہ پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے مقتدی کی انگلیاں امام کے پاؤں کی انگلیوں سے آگے بڑھی ہوئی ہوں۔ (۶) مقتدی کو امام کے انتقالات مثل رکوع سجود۔ قنوت وغیرہ کا علم ہونا۔ یہ علم خواہ دیکھنے سے حاصل ہو یا آواز سن کر یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر۔ اگر مقتدیوں کو امام کے حرکات کا



علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کے باعث یا کسی اور وجہ سے تو اقتداء صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر پردہ یا دیوار وغیرہ کوئی چیز حائل ہو مگر امام کے انتقالات کا علم ہو رہا ہو۔ تو اقتداء درست ہے (۷) مقتدی کا یہ جانتا بھی اقتداء کی شرط ہے کہ امام مقیم ہے یا مسافر۔ یہ علم نماز سے پہلے ہو یا پیچھے۔ اگر امام نے چار رکعتی نماز میں دو پر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو شبہ ہوا کہ امام بھول گیا ہے تو اس مقتدی پر اپنی چار رکعتیں پوری کر کے امام کی حالت کی تحقیق کرنا واجب ہے۔ کہ مسافر تھا یا اسے سہو ہو گیا تھا۔ اگر اس کا مسافر ہونا ثابت ہوا تو نماز صحیح ہوگئی اور اگر سہو محقق ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر درجے تحقیق نہ ہوا بلکہ اسی شبہ کی حالت میں نماز پڑھ کر چل دیا تو اس صورت میں بھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ دہا رہ پڑھے۔ فجر اور مغرب کی نمازوں میں امام کے مقیم یا مسافر ہونے کی تحقیق غیر ضروری ہے۔ کیونکہ ان دو نمازوں میں مقیم اور مسافر سب برابر ہیں۔

(۸) مقتدی کا قراعت کے سوا تمام ارکان میں امام کے ساتھ شریک رہنا (۹) ارکان میں اور نماز کی شرطوں میں مقتدی کی حالت کا امام سے کم یا برابر ہونا۔ کتاب بشتی زیور میں پہلی کی مثال قیام کرنے والے کا۔ اقتداء اس کے پیچھے درست ہے۔ جو قیام سے عاجز ہو۔ کیونکہ شرع میں معذور کا نعوذ بمنزلہ قیام کے ہے (۱۰) مقیم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کی جگہ کیا ہو یا بمنزلہ غسل کے وضو اور غسل کرنے والے کا اقتداء صحیح ہے کیونکہ طہارت میں تیمم کا اور وضو اور غسل کا حکم یکساں ہے۔ (۱۱) مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر دھونے والے کا اقتداء درست ہے۔ کیونکہ مسح کرتا اور دھونا دونوں ایک ہی درجہ کی طہارتیں ہیں۔ (۱۲) معذور کے پیچھے معذور کا اقتداء درست ہے۔ بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں مثلاً دونوں کو سلسل بول ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو۔ (۱۳) حائل اُمّی کا اقتداء حائل اُمّی کے پیچھے درست ہے عورت کا اقتداء عورت کے پیچھے اور نابالغ لڑکے کا اقتداء نابالغ لڑکے کے پیچھے اور نابالغ لڑکی کا اقتداء نابالغ لڑکی کے پیچھے درست ہے۔

مقتدی کی حیثیت امام سے یقیناً یا احتمالاً برتر نہ ہو تو اقتداء درست نہیں۔ مثلاً (۱۴) نابالغ مرد یا عورت کا اقتداء نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔ مرد نابالغ یا نابالغ کا اقتداء عورت کے پیچھے درست نہیں۔ عورت نابالغ کا اقتداء بیہوش اور بے عقل کے پیچھے درست نہیں۔ ظاہر کا اقتداء معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل بول وغیرہ کی شکایت ہو درست نہیں۔ قاری کا اقتداء اُمّی کے پیچھے درست نہیں۔ قاری وہ کہلاتا ہے جس کو اتنا قرآن صحیح یاد ہو کہ جس سے نماز ہو جاتی ہے اور اُمّی وہ ہے جس کو اتنا بھی یاد نہ ہو۔ مقتدیوں میں کوئی



قاری ہو تو اسی امام کے پیچھے کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ نہ اسی امام کی نہ قاری مقتدی کی نہ اُٹھتی مقتدیوں کی۔ نہ صرف پڑھنے والے کا اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ جو شخص حرمت صاف صاف ادا نہ کر سکتا ہو یا حرمت میں تغیر و تبدل کر دیتا ہو۔ تو اس کے پیچھے صاف اوجھ پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہاں اگر پوری قراءت کے اندر ایک آدھ حرمت میں کچھ گڑا پڑا ہو جائے تو نظر انداز ہو سکتا ہے۔

صحبت اقتداء کی دسویں شرط کسی ایسے شخص کو امام نہ بنانا ہے جو خود کسی کا مقتدی ہو۔ خواہ حقیقتہً ہو جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاحق۔ لاحق اپنی ان کعبوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی مدرک یا لاحق کا اقتداء کرے تو درست نہیں۔ اسی طرح مسبوق لاحق کے یا لاحق مسبوق کے پیچھے نماز پڑھے تو بھی درست نہیں۔ ان شاء اللہ العزیز آئندہ صفحات پر مسبوق اور لاحق کی تشریح ہوگی۔

## فصل ۹۔ امام اور مقتدی کے اتحاد مکان کی شرط

سوال۔ امام اور مقتدی کے مکان کا متحد ہونا جو صحبت اقتداء کی ایک شرط ہے اس کی تفصیل کیا ہے؟  
جواب۔ امام اور مقتدی ادا کے نماز کے وقت ایک ہی مکان میں ہونے چاہئیں۔ خواہ حقیقتہً متحد ہوں یا حکماً۔ جس مقتدی اور اس کے امام کے بیچ میں ایسا راستہ ہو جس میں مانگے پیل گاڑیاں چل سکتی ہوں یا ایسی ہیر ہو جس میں کشتیاں چل سکیں تو اقتداء صحیح نہ ہوگا۔ اگرچہ چھوٹی کشتیاں یعنی ڈونگیاں یا بھرے ہوں۔ اور اگر وہ نہ ایسی تنگ ہو جس میں ڈونگی بھی نہ جاسکے تو اقتداء صحیح ہے۔ امام اور مقتدیوں کے درمیان اتنی خالی جگہ ہو کہ اس میں نماز کی دو صفیں کھڑی ہو سکتی ہوں تو اقتداء صحیح نہ ہوگا۔ بڑا مکان بھی میدان کے حکم میں ہے۔ بڑے کی یہ حد ہے کہ اس کا عین چالیس ہاتھ یا زیادہ ہو۔ اور اجنبوں نے ساتھ ہاتھ کہا ہے مگر قول اول مختار ہے۔ کثافی الشامی مسجد کا وہ دروازہ حوض امام اور مقتدیوں میں حائل ہو۔ تو اقتداء صحیح نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ حوض کے گرد صفیں برابر منضبط ہوں۔ اور اگر حوض اس سے چھوٹا ہو تو اقتداء صحیح ہے۔

اگر مقتدیوں پر امام کے انتقالات کا حال اس کی آواز سننے یا اس کو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہ ہو تو امام اور مقتدیوں کی درمیانی آواز مانع اقتداء نہیں۔ امام یا مکتبہ کی آواز کا استماع کیا گیا ہے اور دیکھنا عام ہے۔

خواہ مقتدی امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھے۔ اپنے مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہو۔  
 اقتداء صحیح ہے۔ بشرطیکہ مقتدیوں پر امام کے انتقالات کا حال محض مشتبیہ نہ ہو۔ فتاوائے عالمگیری میں  
 ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اپنے گھر میں امام مسجد کا اقتداء کرے تو یہ اس صورت میں درست ہے کہ اس کے اور  
 مسجد کے درمیان شارع عام نہ ہو۔ اور اگر ہو تو صفوں سے بھر گیا ہو۔

دو کشتیاں باہم یا ندھی ہوں۔ ایک پر امام اور دوسری پر مقتدی ہوں تو اقتداء صحیح ہے۔ اور جدا  
 جدا ہوں تو صحیح نہیں۔ اور اگر کشتی کنارے پر لڑکی ہوئی ہو۔ اور امام کشتی پر اور مقتدی خشکی پر ہوں۔ تو  
 اقتداء صحیح ہے۔ بشرطیکہ درمیان میں راستہ یا بڑی نہر کے برابر فاصلہ نہ ہو۔ یہ اس صورت میں ہے کہ امام کے  
 لیے کشتی سے اترنے کی کوئی صورت نہ ہو۔ اور اگر کشتی سے اتر کر خشکی پر نماز پڑھ سکتا ہو تو کشتی پر اس کی  
 نماز نہ ہوگی۔ عجیب گاہ میں امام اور مقتدیوں کے درمیان کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو۔ مانع اقتداء نہیں۔ اگرچہ  
 بیچ میں دو یا نہ زیادہ صفوں کی گنجائش ہو۔

لیکن حسب بیان مولانا تھانویؒ فتاوائے عالمگیری باب خامس فی الامامۃ کی چوتھی فصل میں لکھا ہے  
 کہ عجیب گاہ کی طرح مسجد میں بھی فاصلہ مانع اقتداء نہیں کہ کتنی ہی بڑی مسجد ہو۔ عالمگیری کی عبارت یہ ہے  
 وَالْمَسْجِدُ وَإِنْ كَبُرَ لَا يَمْنَعُ الْفَاصِلُ فِيهِ كَذَا فِي الْوَجِيزِ

## فصل ۹۲۔ امام کے ضروری صفات

سوال۔ نماز کی امامت کے لیے کس حیثیت کا امام متین کرنا چاہیے ؟

جواب۔ ہر مسجد کی مجلس انتظامی کا فرض ہے کہ امامت کے لیے ایسے علم و قاری کو منتخب کرے  
 جو علی اور علی صفات میں ممتاز و سربز آزدہ ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا۔ اجعلوا ائمتکم خیارکم فانکم قد فیکما بینکم و بین ربکم۔  
 ایسے لوگوں کو اپنا امام بناؤ جو تم میں بہتر و بہتر ہوں۔ کیونکہ وہ تمہارے رب کے درمیان تمہارے  
 (پہنچے ہیں) رواہ دارقطنی اور حاکم نے مرسل غویٰ کے ترجمہ میں روایت کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا



کہ اگر تم اپنی نماز کی مقبولیت کے آئندہ مند ہو تو ان حضرات کو اپنے امام بناؤ جو تم میں بہتر ہوں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان تمہارے ایچی ہیں۔“

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کتاب ”نوب القرآن“ میں رقم فرماتے ہیں کہ جب کسی کو مسجد میں امام مقرر کریں تو کسی ماہر کو اس کی متعدد اور مختلف صورتیں سنوا دی جائیں۔ اگر وہ صحت کی تصدیق نہ کرے تو کسی ماہر کو تلاش کریں۔ اگر ارزاں نہ ملے تو گراں کو لائیں کیسی ظلم کی بات ہے کہ ہر دینی کام کے لیے ذی ہنر اور ذی لیاقت ڈھونڈا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ لوہار معمار نجار بلکہ گانے بجانے والا تک بھی لیکن خدا کے رو برو جو سب لمناؤں کی طرف سے وکیل کھڑا ہوتا ہے وہ چھانٹ کر ایسا رکھا جاتا ہے جس میں نہ کوئی کمال ہو نہ جمال۔ تمام لوگوں میں جو ناکارہ۔ اندھا۔ چوندھا۔ فاترا لھواس۔ گنوار۔ بدتمیز۔ جاہل ہو۔ غرض جو کسی صفت کا نہ رہے اس کو امامت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوال۔ امامت کا زیادہ حق دار کون ہے؟

جواب۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا امام وہ ہوتا چاہیے۔ جو ان میں سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو۔ اگر قرآن خوانی میں برابر ہوں تو پھر وہ مقرر کیا جائے جو سنت کا زیادہ علم رکھتا ہو۔ یعنی نماز کے احکام و مسائل خوب جانتا ہو۔ رواہ مسلم۔ امام ابو یوسفؒ اور امام احمدؒ کا اسی حدیث پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک قاری عالم پر مقدم ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ امام محمدؒ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ رحمہم اللہ کے نزدیک بڑا عالم اور فقیہ بڑے قاری پر مقدم ہے۔ کیونکہ قرأت کی احتیاج نماز کے صرف ایک رکن میں ہے اور علم کی ضرورت سب ارکان میں ہے یہ حضرات ان حدیثوں کا جو تقدیم اقراء پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا صابہ و تابعین میں اقراء ہی اعلم ہوتے تھے کیونکہ وہ قرآن کو احکام کے ساتھ سمجھتے تھے اور ہمارے زمانے میں ایسا نہیں ہوتا اور اعلم کو اقراء پر مقدم کرنے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ خود شارع علیہ السلام نے اپنے مرض وصال میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نماز پڑھوائی۔ جو اعلم تھے۔ حالانکہ ان کے مقابلہ میں بڑے بڑے قاری موجود تھے۔

فقہاء کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ امامت کا مستحق اول عالم یعنی وہ شخص ہے جو مسائل نماز سے اچھی طرح واقف ہو۔ بشرطیکہ درع اور تقویٰ سے بھی موصوف ہو۔ اگر اس میں برابر ہوں تو پھر وہ جو قرآن مجید اچھا



پڑھتا ہو۔ اگر ان دونوں صفتوں میں بھی برابر ہوں تو پھر ان میں جو زیادہ صاحب ورع و تقویٰ ہو۔ پھر جو عمر میں بڑا ہو۔ اس کے بعد جو اخلاق حسنہ اور شرف ذاتی میں ممتاز ہو۔ اس کے بعد جو زیادہ صاحب جمال اور صاحب وقار ہو۔ اس کے بعد جو نسبی شرافت رکھتا ہو۔ ایک شرط یہ ہے کہ کوئی شخص امام کے دین پر طعن نہ کرتا ہو۔ اور وہ کسی شرک یا بدعت میں ملوث نہ ہو۔ اور وہ بے جو شبہوں سے بہت پیچھے اور تقویٰ سے عالم کاموں سے دامن کش رہنے کا نام ہے۔ اور قرآن اچھا پڑھنے سے یہ غرض ہے۔ کہ حدود کے خارج اور بدو مشد کو بخوبی جانتا ہو۔

سوال۔ اگر جماعت کھڑی ہونے کے وقت کوئی امام معین سے افضل شخص آجائے تو پھر امامت کا مستحق کون ہے ؟

جواب۔ امام معین آنے والے اجنبی سے زیادہ مستحق ہے اسی طرح یہ بھی حکم ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی ملاقات کو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہاں امامت سے احتراز کرے۔ کیونکہ اس جگہ خود صاحب مکان یعنی وہاں کا امام معین ہو امامت کا حقدار ہے۔ چنانچہ ابو عطیہ عقیلی تابعی کا بیان ہے کہ حضرت ملک بن حویرث صحابی ہماری مسجد میں تشریف لائے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھیں وہیں نماز کا وقت آگیا۔ ہم لوگوں نے درخواست کی آپ نماز پڑھا دیجئے تو انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ تم ہی میں سے کوئی صاحب نماز پڑھائیں اور میرے نماز نہ پڑھانے کی وجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ کہ جو شخص جا کر کسی نرم سے ملاقات کرے وہ ان کی امامت نہ کرے بلکہ انہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے۔ رواہ ابو داؤد و الترمذی۔ اور اس معنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی کسی کی حکومت کی جگہ پر اس کی امامت نہ کرے اور اس کے گھر میں اس کے حکم کے بغیر اس کی مسند پر نہ بیٹھے۔ رواہ مسلم

سوال۔ کیا نابینا کی امامت مکروہ ہے ؟

جواب۔ نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے جب وہ خواستوں سے بچنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ اور اگر کوئی نابینا خواستوں سے بچنے کا اہتمام رکھتا ہو اور قراءت اور علم مسائل میں دوسروں سے فائق ہو تو اس کی امامت ادنیٰ و افضل ہے۔ چنانچہ خود سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم صحابی رحمہ کو نماز پڑھانے کے لیے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ حالانکہ وہ نابینا تھے۔ رواہ ابو داؤد



سوال۔ کن لوگوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ؟

جواب۔ ان لوگوں کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی :- (۱) کافر و مشرک (۲) بدعتی جس کی بدعت حدیث کفر تک پہنچی ہوئی ہو۔ جیسے مرزائی (خواہ لاہوری ہو یا قادیانی) منکرین حدیث جو چکڑا لوی اور اہل قرآن کے نام سے مشہور ہیں۔ ردافض۔ قدری۔ بھی میثبہ وغیرہ۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھنے والے نام نہاد حنفی بھی انہی اہل بدعت کے زمرہ میں داخل ہیں۔ (۳) مجنون دائمی (۴) مدہوش۔ (۵) نابالغ کے پیچھے بالغوں کی (۶) عورت کے پیچھے مردوں کی (۷) جس نے باقاعدہ وضو یا غسل کیا ہو۔ اس کی نماز معذور کے پیچھے (۸) جو پورا سنتڑھا کر ہوئے ہو اس کی نماز ایسے شخص کے پیچھے جس کا صتر کھلا ہوا ہو (۹) رکوع سجدہ کرنے والے کی نماز اس شخص کے پیچھے جو رکوع اور سجدہ اشارے سے ادا کرتا ہو۔ (۱۰) فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے (۱۱) ایک فرض مثلاً، ظہر پڑھنے والے کی نماز دوسرا فرض مثلاً، عشاء پڑھنے والے کے پیچھے۔ ان لوگوں کے پیچھے بھی نماز نہیں ہوتی۔ (۱۲) خنثی۔ (۱۳) مسبوق (۱۴) لاحق (۱۵) قاری کی نماز اُمّی کے پیچھے۔ قاری اور اُمّی کی تشریح پہلے گزر چکی۔ (۱۶) صبح تول کے بعد جب غیر تولے کا اقتدار تولے کے پیچھے صحیح نہیں۔

سوال۔ نابالغ رکوع کے پیچھے فرض نماز ادا نہ کر سکتا ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب۔ بالغوں کو نابالغ کا اقتدار فرض یا تراویح کسی صورت میں دست نہیں۔ ہاں جب بڑا بچہ بڑا ہو جائے تو اس کو امام بنا سکتے ہیں۔ ویسے نفلوں میں اس کا قرآن سنتے رہیں۔ جس کی یہ صورت ہے کہ لڑکا نفل کی نیت ہاتھ نہ کھڑا ہو جائے اور سنتے والے ویسے ہی بیٹھ کر اس کا قرآن سنتے رہیں۔ سوال۔ عمرو بن سلمہؓ کا بیان ہے کہ ہم ساحل بحر پر بود و باش رکھتے تھے جہاں قافلوں کی آمد و رفت نہ ہوتی تھی۔ فتح مکہ کے بعد ہمارا قبیلہ مشرف ہوا گیا۔ جب میرے والد مدینہ منورہ سے واپس آئے۔ تو میرے قبیلہ نے نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے امام متعین کرنے کا قصد کیا۔ اس وقت قبیلہ میں مجھ سے زیادہ قرآن چاہنے والا کوئی نہ تھا۔ کیونکہ میں قافلے والوں سے قرآن سیکھتا رہتا تھا انہوں نے مجھے امام مقرر کر دیا۔ مجھ پر صرف ایک چادر تھی جس کے باعث سجدے میں میری شرمگاہ کھل جاتی تھی۔ قوم نے مجھے ایک

عہدہ سلمہ نام کے تمام دوسرے اسماء بفتح اللام ہیں مگر عمرو بن سلمہؓ میں سلمہ تکبیر اللام ہے۔ ۱۲



کُرتا ہوا دیا۔ اس وقت میری عمر کلیم چھ سات سال کی تھی۔ رفاہ البخاری۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناہالغ کے پیچھے بھی نماز ہو جاتی ہے۔

**جواب۔** امام شافعیؒ نے اس روایت سے استدلال کر کے لوط کے کی امامت جائز رکھی ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ناہالغ کی امامت جائز نہیں۔ بنا بر قول ابن مسعودؓ کہ کہ نہ امامت کرے وہ لوط کا جس پر حدود و شرعیہ واجب نہیں ہوتیں۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب تک لوط کا عظیم نہ ہو امامت نہ کرے اور ظاہر ہے کہ عمرہ کی امامت فرمان نبوی کے تحت نہیں تھی بلکہ نو مسلموں نے اپنے اجتہاد سے ان کو امام مقرر کر دیا تھا چونکہ قبیلہ کے لوگ ضروری مسائل سے واقف نہ تھے انہوں نے بے خبری میں چھوٹے پیچھے کو امام بنادیا۔ اور شوافع پر تعجب ہے جو عمرہ کے اس اعتراف کے باوجود کہ میرے پاس کرتا بھی نہیں تھا جس سے سنرڈھکتا۔ کس طرح عمرہ کی امامت سے استدلال کرتے ہیں۔

**سوال۔** کن لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ؟

**جواب۔** فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فاسق وہ ہے جو کبائر کا مرتکب ہو۔ نماز مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں دین کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں علاوہ ازیں شامی لکھتے ہیں کہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔ حالانکہ فسق پیشہ آدمی شرعاً اہانت کا مستوجب ہے۔ اگر وہ دوسرے سے زیادہ علم رکھتا ہو تو بھی کیا عجب ہے کہ وہ اپنی عادت فسق کے اقتدار سے لوگوں کو بے وضو ہی نماز پڑھاتا رہے۔ پس وہ مبتدع کی مانند ہے جس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے۔ اور شرح منیہ میں فاسق کی امامت کو مکروہ تحریمی لکھا ہے بلکہ امام مالکؒ کے نزدیک اور امام احمدؒ سے ایک روایت میں فاسق کے پیچھے نماز قطعاً ہوتی ہی نہیں لیکن ہمارے نزدیک فاسق فاجر کے پیچھے بھی نماز بالکرامت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكَ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ رَتَمَ بِهَا مُسْلِمَانِ كَيْفَ يَجِيءُ نَوَاحِ نَبِيٍّ هَدًى يَدُومًا وَاجِبٌ جَاءَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ فَاجِرٍ أَوْ اَوَّلُ نَبِيٍّ هَدًى يَدُومًا۔ اگرچہ کبائر کا مرتکب ہو (رواہ ابوداؤد)۔ گو فاسق کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن مومن صالح کی موجودگی میں فاسق کو آگے بڑھانے سے احتراز لازم ہے۔

**سوال۔** جو نماز کسی فاسق یا بدعتی امام کے پیچھے پڑھی جائے وہ واجب اعادہ ہے یا نہیں ؟



**جواب۔** تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ باغیوں نے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور آپ نے اسی محاصرہ میں باغیوں کے ہاتھوں سے شہریت شہادت نوش فرمایا تھا۔ ایام محاصرہ میں باغیوں کا سرغنہ کمانہ بن بشار لوگوں کو نماز پڑھانا تھا۔ واقعہ شہادت سے کئی دن پہلے عبید اللہ بن عدی نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ سے دریافت کیا کہ امام المقتدہ کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نیکی میں لوگوں کے ساتھ شریک رہو۔ رواہ البخاری۔ یعنی ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ حالانکہ بلوایوں سے بڑھ کر فاسق اور بدعتی کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوانہ علیہم اجمعین کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ نہ تو حضرت خلافت مآبؓ نے کسی کو یہ حکم دیا کہ امام المقتدہ کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کر لیا کرو۔ اور نہ اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ نہ کسی نے کمانہ کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کو دہرایا ہو۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جن کی زندگی حیات نبویؐ کا عکس اور پرتو تھی رئیس الفساق حجاج بن یوسف کے پیچھے جب اوہ مدینہ منورہ آیا تھا نماز پڑھی تھی۔ المفسرین فاسق امام کے اقتدار میں جو نماز پڑھی جائے اس کے ٹوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اور تنہا پڑھنے کی نسبت فاسق یا بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

ہاں اگر کسی امام کا مبدعانہ عقیدہ حد کفر تک پہنچا ہوا ہو تو اس کے اقتدار میں پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ چنانچہ عہد حاضر کے غلام نے حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ چونکہ یہ عقیدہ حنفی کتب فقہ کے رُوسے صریح کفر ہے اس لئے جو نماز اس عقیدے والے امام کے پیچھے پڑھی جائے گی وہ واجب الاعادہ ہوگی۔

**سوال۔** یہ کن حضرات نے لکھا ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنے والا مگر ابلیس دائرۃ ایمان سے خارج ہے؟

**جواب۔** استیعاب تو محال ہے لیکن نمونہ چند اسمائے گرامی سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔

**علامہ ابن الہمام** | علامہ محقق ابن الہمام شارح ہدایہ جن کی نسبت علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: یبلغ رُتَبَہُ الاجْتِهَادِ (مجتہدوں کے درجہ پر پہنچے ہوئے تھے) کتاب مسامرہ میں لکھتے ہیں: قل لا یعلم النبی من المغیبات الا ما علمہ اللہ بہ احیاناً و ذکر الحنفیۃ فی فروعہم بالتکفیر باعتبار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس لیس الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ: قُلْ لَا



يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا اللَّهُ رَبِّي غَيْبٌ نَحْنُ جَانِبُ الْغَيْبِ غَيْبِي أَمْرٌ كَوْجَنُ كَوْ  
 اللَّهُ تَعَالَى كَبْهِي كَبْهِي نَبِيْ بِرَظَاهِرِ كَرَامَاتِهِ وَأَوْعِلْمَانِي حَقِيْقِيْ نِيْ اِبْنِيْ فَرْوَعِيْ مَسْأَلِيْ فِيْ اِسْ شَخْصِ كِيْ كَفَرِ كَافِتُوِيْ  
 دِيَا سِيْ جُوْنِيْ صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِيْ غَيْبِ دَانِ هُوْنِيْ كَا عَقِيْدِيْ رَكْعِيْ - كِيُونَكِيْ اَلِيْسَا عَقِيْدِيْ حَقِّ تَعَالَى كِيْ اِسْ  
 اَرْشَادِ كَرَامِيْ كِيْ صَرِيْحِ خَلَاْفَتِيْ هِيْ - كِيْ اِيْ نَبِيْ! كِيْ دِيْ كِيْ اللّٰهُ كِيْ سَوَا اَسْمَانِيْ يَا زِيْنِ بِرَظَاهِرِ غَيْبِيْ جَانِيْ  
 دَالِيْ كُوْنِيْ سِيْ سِيْ نِيْ)

محبوب ربّانی سید عبدالقادر جیلانی رحمہ فرماتے ہیں۔ مَنْ يَحْتَقِدُ أَنَّ النَّبِيَّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَهُوَ كَا فِرْلَانٍ عَلَى الْغَيْبِ صِفَةٍ  
 مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ (جس کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہیں وہ کافر ہے۔ کیونکہ علم  
 غیب اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے ایک صفت ہے۔ مرآة الحقیقتہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸) اور فرماتے ہیں۔  
 اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ طَوَائِفُ الرَّافِضَةِ اَنْ اِلِمَامَ لِيَعْلَمَ كُلَّ شَيْءٍ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لَعَنَتْهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ  
 بَحْدُ وَالتَّزْيِيلُ (روافض کے مختلف فرقے اس اعتقاد پر متفق ہیں کہ ان کے رہبر وہ امام تمام زشتہ  
 اور آئندہ کے واقعات کا علم رکھتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے قرآن کا انکار کیا ہے۔  
 (غنیۃ الطالبین مطبوعہ مصر صفحہ ۶۱)

علامہ البو حیان اُنْدَلُسِيْ غَرْنَاطِيْ الْمَتَوْنِيْ ۷۷۷ھ اپنی شہرہ آفاق تفسیر البحر المحیط (مطبوعہ  
 مصر جلد ۴ کے صفحہ ۱۴۵) میں لکھتے ہیں (ترجمہ) (اللہ تعالیٰ نے حصر فرمادیا کہ مفسر  
 الْغَيْبِ لَعْنَتِيْ غَيْبِ كِيْ بَاتُوْنِ كُوْنِيْ خَدَائِيْ بِرَتْنِيْ سَوَا كُوْنِيْ نَحْنُ جَانِبُ الْغَيْبِ اُوْرِنِيْ اِنِْ بِرَظَاهِرِ غَيْبِيْ اَمْرٌ كَوْجَنُ كَوْ  
 سِيْ - اُوْرِيْمَتِيْ سِيْ نَامِ شَاوِدِ صَوْنِيْ عِلْمِ دِيْنِ سِيْ بِيْ ہُوْنِيْ كِيْ ہَادِ جُوْدِ غَيْبِ دَانِ ہُوْنِيْ كِيْ ہَدْعِيْ اِلٰی -  
 اُوْرِنِيْ اِسْ بَاتِ كِيْ ہَدْعِيْ اِلٰی ہُوْنِ كِيْ ہُوْرَانِ كِيْ مَرِيْدِيْ يَحْيِيَّا جَنَّتِ فِيْ جَانِبِيْ گے۔ یہ لوگ قبروں پر بیٹھ  
 کر پر ظا اِسْ قِسْمِ كِيْ بَاتِيْ كَمَا كَرْتِيْ ہُوْنِ۔ حالانکہ صحیح مسلم میں اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے  
 كِيْ جُو كُوْنِيْ يِهْ كَمَا نِ كَرِيْ كِيْ رَسُوْلُ خَدَا صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّ كِيْ ہُوْنِيْ دَالِيْ وَاقِعَاتِ سِيْ بِاَضْرَ اِلٰی - اِسْ  
 نِيْ يَحْيِيَّا اللّٰهُ تَعَالَى بِرَاْفِتْرَا كِيَا۔ اُوْر خَدَا دَنْدِ عَالَمِ اِبْنِيْ كَلَامِ يَاكِ فِيْ فَرَمَاتِيْ ہُوْنِ كِيْ جُو كُوْنِيْ يِهْ كَمَا نِ كَرِيْ كِيْ  
 رَسُوْلُ خَدَا صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّ كُوْنِيْ دَالِيْ وَاقِعَاتِ سِيْ بِاَضْرَ اِلٰی - اِسْ نِيْ يَحْيِيَّا اللّٰهُ تَعَالَى بِرَاْفِتْرَا  
 كِيَا اُوْر خَدَا دَنْدِ عَالَمِ اِبْنِيْ كَلَامِ يَاكِ فِيْ فَرَمَاتِيْ ہُوْنِ كِيْ اَسْمَانِيْ بِرَا دَرِ مِيْنِ بِرَا اللّٰهُ كِيْ سَوَا كُوْنِيْ اِلِيْسَا نَحْنُ۔ جُو



چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہو۔ دیار مصر میں اس قسم کے دعووں اور خرافات کی بڑی گرم بازاری ہے۔ کم عقل لوگ جو مشائخ طریقت کہلاتے ہیں۔ ان خرافات پر مضبوطی سے جھے ہوئے ہیں۔ ان جھلانے والے امر عظیم کا دعوے کیا جو ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ کی بھی سزاوار نہیں رہا۔ الحمد للہ جلد ۴ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۵

**علامہ ابن حجر عسقلانی** علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تو زید بن نصیت منافق کہنے لگا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو پیغمبر کہتے ہیں۔ اور آسمان کی خبریں سُناتے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ یہ سُنکر آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسا کہا ہے خدا کی قسم! میں اسی قدر غیب جانتا ہوں جس قدر کہ خداے علیم مجھے بتا دیتا ہے۔ اور اب مجھے اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کا پتہ بتا دیا ہے۔ اس کی چار قلاں گھاٹی میں ایک درخت کے ساتھ اُٹکی ہوئی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام وہاں جا کر اونٹنی کو لے آئے۔ پس حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فیصلہ کر دیا۔ کہ آپ اسی قدر غیب جانتے تھے جس قدر کہ حق تعالیٰ آپ کو بتلا دیتا تھا فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۸۴

**علامہ فقہیہ قاضی خان حنفی** فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ رجل تزوج من غیر شہود فقتل المرأة لئلا یراہ خدا و پیغمبر خدا را گواہ کر دیم قالوا یکرن کفرًا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت (اگر کسی شخص نے کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیا۔ پیغمبر عورت سے کہتے لگا کہ ہم نے اس نکاح پر خدا اور پیغمبر کو گواہ بنایا تو علماء نے فرمایا ہے کہ ایسا کہنا کفر ہو گا کیونکہ اس شخص نے گمان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ حالانکہ آپ اس وقت بھی غیب نہیں جانتے تھے جب آپ زندہ تھے۔ تو اب وصال کے بعد غیب کیونکر جان سکتے ہیں؟)

**علامہ ابن نجیم مصری حنفی** علامہ ابن نجیم مصری رح البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں رقم فرمایا ہے۔ و لو تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ لا ینعقد و یکفر لا اعتقادہ ان انبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب (اگر کسی نے اللہ اور رسول کی شہادت پر نکاح کیا تو نکاح

منعہ نہیں ہوگا۔ البتہ وہ شخص اس اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

**علامہ علی قاری حنفی** | علامہ علی قاری اپنے زمانہ کے شرک پسندوں کے بارہ میں موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں: - وَقَدْ جَاهَرَ بِالْكَذِبِ بَعْضُ مَنْ يَدْعِي الْعِلْمَ فِي زَمَانِنَا  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يعلم مٹی تقویم الساعة ولا ريب ان الله الحي  
هو لا علم على هذا القول صفا وهم ان الله يكفر عنهم سيئاتهم ويدخلهم الجنة  
وكما غلوا كانوا اقرب اليه فهم اعمى الناس لا امر ولا شئ هم مخالفون لسننهم فيهم  
شبه ظاهراً من انصارى غلوا على المسيح اعظم الغلو خالفوا شريعة ودينه اعظم  
المخالفة (ہمارے زمانہ کے بعض دعیان علم نے یہ صریح دروغ بانی کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ وہ اس خیال سے اس غلو پر مائل ہیں کہ یہ عقیدہ ان کی مغفرت  
کا باعث ہوگا۔ اور انہیں جنت میں داخل کر دے گا۔ اور وہ حضور کی شان میں جتنا زیادہ غلو کریں گے  
ان کو اسی قدر زیادہ آنحضرت کا تقرب حاصل ہوگا۔ حالانکہ یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
زیادہ نا فرمان اور آپ کی سنت کے سب سے زیادہ مخالف ہیں۔ ان میں نصاریٰ کی کھلی مشابہت پائی  
جاتی ہے۔ نصاریٰ نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت نہایت غلو سے کام لیا تھا اور رد و حملے  
اتباع کے باوجود ان کے دین کی مخالفت کی تھی۔ موضوعات کبیر صفحہ ۱۱۹)

اور شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: -

ما ان الانبياء لم يعلموا ما في باطن  
الاما علمهم الله تعالى احبانا  
وذكر الحنفية بالتصريح بالتكفير  
باعتقاد ان النبي صلي الله عليه و  
سلم يعلم الغيب لمعارضه قوله  
تعالى قل لا يعلم من في السموات  
والارض الا الله -

ما ان لو کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی وجہ باطنی جانتے  
تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو وقتاً فوقتاً بتلا دیں اور علمائے  
حنفیہ نے صراحت کے ساتھ اس شخص کے کفر کا فتوہ دیا  
ہے جس کا یہ اعتقاد ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب داں  
ہیں کیونکہ یہ عقیدہ اس ارشاد بانی کے صریح خلاف ہے  
کہ اے نبی! کہہ دو کہ آسمانوں پر اور زمین میں اللہ کے سوا  
کوئی ہستی ایسی نہیں جو غیب جانتی ہو۔



علامہ جلال الدین سیوطیؒ | سید طبری اپنے رسالہ ”الکشف عن مجاوزة هذه الامثلة“ میں رقمطراز ہیں (ترجمہ) ان غالبوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ادراک کے رسول علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا علم برابر ہے۔ یعنی ان کا عقیدہ ہے کہ جن چیزوں کو علام الغیوب جانتا ہے۔ رسول خدا کو بھی ان کا علم ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں آنحضرت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے ارد گرد کے دیہاتیوں میں بھی بعض منافق ہیں۔ اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پراٹھے ہوئے ہیں لیکن اے نبی! آپ کو ان کا علم نہیں؟ یہ آیت سورہ براءۃ میں ہے جو ان سورتوں میں سے ہے جو اخیر میں نازل ہوئیں۔ اور مدینہ منورہ میں منافق آپ کے ہم سایہ تھے۔ (موضوعات کبیر لعلی القاری مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۱۹) یعنی ہمسایہ ہونے کے باوجود آپ کو ان کے نفاق کا حال معلوم نہ ہوا۔

شاہ حمزہ مارہرویؒ | شاہ حمزہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ جو مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے دادا پیر تھے۔ وہ اپنی کتاب خزینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ علم غیب صفت خاص ہے رب العالمین کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کے وہ بے دین ہے۔ اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا۔ جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے۔ (خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵)

سوال۔ کن لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے؟  
جواب۔ وہ یہ ہیں:- مفلوج (فالج زدہ) مجذوم (کوڑھی) مبرص (برص والا) جس کا برص ظاہر اور نمایاں ہو۔ امرد (بے ریش) ایک ہاتھ والا جس کا ہاتھ شانہ سے پیدا ہوا ہو۔ وہ نابینا جو تجاستوں سے بچنے کا اہتمام نہ رکھتا ہو۔ جاہل گنہار۔ سفیہ یعنی وہ بے وقوف جو معاملات میں عقل و تمیز نہیں رکھتا اور شریعت کے موافق لین دین نہیں کر سکتا۔ ولد الزنا یعنی حرامی۔ معذور اپنے جیسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ لڑکلا یا وہ شخص جس کو سلسل البول کا عارضہ ہو۔ لڑوہ ایسے ہی مفندلوں کی امامت کر سکتا ہے سلسل البول والا نکیسر والے کا امام نہیں ہو سکتا۔

سوال۔ غیر مقلد امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟  
جواب۔ مولانا تھانویؒ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ غیر مقلد بہت طرح کے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے۔ چونکہ فی الفور پورا حال معلوم

ہونا مشکل ہے۔ اس لئے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ (امداد القنادی ص ۹۰) مجتہد جلد اول صفحہ ۹۰) اور فرماتے ہیں کہ غیر مقلدوں سے ہماری نزاع فقط بوجہ اختلاف فروع جزئیات کے نہیں ہے۔ بلکہ اصول میں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ سلف صالح خصوصاً امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موعودین رکھا ہے اور تقلید امامہ کو مثل رسم جاہلان عرب کی کہتے ہیں۔ کہ وہ کہا کرتے تھے وَجَدْنَا عَائِشَةَ ابْنَاءَنَا۔ خدا کے عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں۔ کتب فقہ کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں۔ اور فقہاء کو مخالف سنت ٹھہراتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں۔ پس بوجہ مذکورہ سبب دینی و دنیاوی امور میں ان سے احتیاط بہتر معلوم ہوتی ہے۔ البتہ جس غیر مقلد میں یہ امور نہ ہوں اس کا حکم مثل شافعی المذہب کے ہے (امداد القنادی مجتہد جلد ۳ صفحہ ۵۰) اور لکھتا ہے کہ جو غیر مقلد عقائد میں ہمارے موافق ہو۔ اگرچہ بعض فروع میں مخالفت ہو اس کا افتراء جائز ہے۔ اگرچہ خلاف اولیٰ ہے۔ (ایضاً جلد ۴ ص ۹۲)

مولانا عزیز الرحمن صاحب مرحوم سابق مفتی دیوبند نے مختلف اوقات میں اس فرقہ کی نسبت جو فتوے دیئے ان کا ضروری خلاصہ یہ ہے :- اگر غیر مقلد امام نماز میں کوئی ایسا فعل نہیں کرتا جس سے حنفی کی نماز فاسد یا مکندہ ہوتی ہے اور وہ متعصب نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور اگر عقیدے کا خراب ہو تقلید کو شرک۔ مقلدین کو مشرک بتاتا ہو اور اسلاف کرام کے خلاف دریدہ دہی کرتا ہو تو وہ فاسق و مبتدع ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

سوال۔ کن لوگوں کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے ؟

جواب۔ اگر دیہاتی عالم ہو اور ماہدھا۔ صفائی میں محتاط اور عالم یا حافظ قرآن ہو اور دلد الحرام عالم اور نیک بخت ہو اور ان سے افضل کوئی اور شخص موجود نہ ہو تو ان کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ لکھنے کے پیچھے بلا کراہت جائز ہے۔

سوال۔ کیا امام کے لئے مقتدیوں کی امامت کی نیت بھی ضروری ہے ؟

جواب۔ جو شخص صرف مردوں کا امام ہے اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے اس پر لازم نہیں کہ مقتدیوں

عہ مثلاً عام سوتی یا اونی موزوں پر مسح نہیں کرنا (مرہف)



کی امامت کی نیت بھی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے امامت کی نیت چاہیے اور نیت اس وقت ہو جب کوئی امام کا اقتدار کرے۔ پہلے سے یہ بھی ضروری نہیں۔ اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے۔

**سوال۔** اگر کوئی شخص فجر یا مغرب یا عشاء کی فرض نماز تہنہ پڑھتا اور قراۃ دل میں کمرہ باہر۔ اور کوئی دوسرا آدمی اگر انھی نمازیں اس کا اقتدار کرے تو وہ امام ہونے کی حیثیت سے نماز کو کس طرح پڑھا کرے؟

**جواب۔** اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ شخص جس کا اقتدار کیا گیا ہے دل میں امام ہونے کا قصد کرے۔ تاکہ نماز باجماعت ادا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ امام ہونے کا قصد نہ کرے بلکہ حسب سابق تہنہ نماز پڑھتا رہے۔ پہلی صورت میں اس پر امام کی نیت کے ساتھ ہی اسی جگہ سے آواز قراوت کرنا واجب ہو جائے گا۔ اس حالت میں اگر وہ امامت کی نیت کرنے سے پہلے سورۃ فاتحہ اور کسی قدر دوسری سورۃ کو آہستہ دل میں پڑھ چکا ہو تو اس پر لازم ہے کہ اسی جگہ سے باقی ماندہ سورۃ فاتحہ یا البقیہ دوسری صورت کو بالجہر پڑھنا شروع کرے۔ کیونکہ فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں امام پر قراعت بالجہر واجب ہے اور امامت کی نیت نہ کرنے کی صورت میں اس کو آواز سے قراعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر اگر صورت میں مقتدی کی نماز بھی درست رہے گی۔ کیونکہ مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ امام امامت کا قصد و نیت کرے۔

**سوال۔** مسجد سے تنخواہ پانے والے امام کی کس قدر غیر حاضری معاف ہو سکتی ہے؟

**جواب۔** شامی جلد سوم کتاب النفل میں ہے کہ امام کو اپنی ضرورت یا راحت کے لئے سال بھر میں پندرہ دن سے کم تک غیر حاضری عرفاً و شرعاً جائز ہے۔ غرض امام کو ایک سال میں دو ہفتہ تک چھٹی تنخواہ کے ساتھ مل سکتی ہے۔ زیادہ نہیں۔

## فصل ۹۳۔ آئۃ مکیہ الصوت کی آواز کا اتباع

**سوال۔** نماز کی تکبیروں اور خطبہ جمعہ میں آئۃ مکیہ الصوت کی آواز کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟



جواب مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ رقم فرمایا ہیں کہ آلہ لاؤڈ سپیکر یعنی بکڑاؤ کی صورت جس میں آواز بڑھ جاتی ہے اس کا اجمالی حکم یہ ہے کہ تقریریت میں اس کا استعمال جائز ہے اور جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں بدعت اور تکبیرات صلوٰۃ میں اس کا اتباع مفسد صلوٰۃ ہے۔ مولانا ممدوح نے اس دعوے کے اثبات میں ایک مستقل رسالہ بنام ”التحقیق الفریدی فی آلۃ التقرب لصوت البعید“ تالیف فرمایا جس میں وہ لکھتے ہیں :-

اول ایک قاعدہ لکھا جاتا ہے جو عقلی بھی ہے اور نقلی بھی اور فقہائے حنفیہ نے اس قاعدہ پر بہت احکام کو متفرع کیا ہے۔ وہ یہ کہ جو مباح یا مندوب درجہ ضرورت و مقصود دینت فی الشرع تک نہ پہنچا ہو اور اس میں کوئی مفسدہ یا احتمال قریب محتمل ہو تو اس مباح یا مندوب کا نزک اور اس سے منع کرنا لازم ہے۔ عقلی ہو نا تو اس کا ظاہر ہے اور قبول فقہاء کے بعد اس کے ماخذ نقلی کے نقل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر تیسرا اس کو بھی نقل کیا ہوں۔ سو اس کے نقلی ہونے کی تقریر یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَلَا تَسْبُوا السِّدِّیْنَ یَذْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فِیْسُبُوا اللّٰهَ عَدُوًّا یَغْیِرُ عَلَیْهِ۔ ظاہر ہے کہ سب آلہ باطلہ مباح تو ضرور ہی ہے اور بعض حالات میں مندوب بھی مگر مقصود مستقل نہیں۔ کیونکہ اس کی غایت دوسرے طریق سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ یعنی حکمت و موعظت و مجادلہ حذ سے اور اس میں مفسدہ تھا۔ سب مشرکین للالہ الحق کا اس لئے اس سے نہی فرمادی گئی۔ اب اس قاعدے کی تہمید کے بعد جواب ظاہر ہے کہ تبلیغ صوت سامعین ابید تک شرعاً غیر ضروری ہے۔ کیونکہ بعیدین کو دوسرے غیر مخدوش ذریعہ سے بھی تبلیغ ممکن ہے۔ سب غیر مخدوش ذریعہ دوسرے و عظیمین ہیں۔ کہ وہ بعیدین کو سنا سکتے ہیں۔ اور اس میں یہ مفسدہ محتمل ہے کہ لوگ اس آلہ کو لٹو میں استعمال کرنے کی یا دوسرے آلات لو کے استعمال کرنے کی گنجائش سمجھ جائیں گے اور گمان کریں گے کہ اس آلہ میں اور دوسرے آلات لو میں مثلاً گراموفون میں کیا فرق ہے۔ جب اس کا استعمال جائز ہے تو بقیہ کا بھی جائز ہے۔ اہذا نزک اور منع لازم ہو گا۔ یہ تو اس وقت ہے جب خطیب سے مراد واعظ و لیکچرار ہو۔ اور اگر اس سے مراد خطیب جمعہ و عیدین ہے تو اس وقت تبلیغ صوت کا غیر ضروری ہونا اظہر ہے اس لئے کہ خطیب میں حضور مقصود ہے نہ کہ سماع صوت۔ میری مراد مطلق تبلیغ نہیں بلکہ تبلیغ الی الکل ہے یعنی اگر مجموعہ حاضرین نہ سنیں تو بعض کا سماع اور بقیہ کا حضور کافی ہے۔ چونکہ سماع بھی مقصود ہے اس لئے شریعت نے اس کا اہتمام بھی فرمایا۔ مگر اسی حد تک جو لیسر کے ساتھ ہو۔ چونکہ آلہ تکبیر الصوت کا مفسدہ تو یہ ہے کہ اس آلہ کو مسجد میں داخل کرنا ہو گا۔ جو احرام مسجد کے خلاف ہے۔ اور نیز تشبیہ ہے مجالس غیر مشرورہ کے ساتھ۔



مثلاً مجلسِ قرض و سرود کہ اس میں تبلیغِ صوت الی البعید کے لئے اس کا استعمال کیا جائے۔ اس تشبیہ کی بنا پر فقہاء نے مسجد میں درخت لگانے کو منع فرمایا ہے اور تشبیہ بالبیع والکنسیہ سے معطل کیا ہے۔

شرعیات نے احکام کی مطلوبیت کے درجات اور حدود مقرر کر دیئے ہیں جو کتب مذہب میں مضبوط و مبسوط ہیں۔ ان سے تجاوز کرنا غلو فی الدین ہے۔ جو شارع کی نظر میں غیر مرضی ہے۔ چنانچہ حدیث میں اس کی ایک تفسیر وارو ہے فی جمع لقواعد قضاء الحاجة البروانسل۔ کان ابو موسیٰ یبشدد فی البول و یبدل فی قمار و سماء و یقذل ان بنی اسرائیل اذا اصاب جلد احدہم ببول قرضہ بمقار یض فقال حد یفہ لوددت ان صاحبکم لا یبشدد ہذا التشدید فلقد سرائتینی اذا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تماشائی فاتی سباطة قوم خلف حائط الی قولہ ذبال الحدیث۔ تنترہ عن البول شرعیات میں اس درجہ مطلوب ہے کہ اس میں کوتاہی کرنے پر وعید شدید بھی وارو ہے اور ایسا مبالغہ فی التنترہ آسانی سے ممکن بھی ہے کیونکہ قارورہ کی شیشی ہر شخص کو میسر ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اہتمام فرمایا۔ نہ حضرات صحابہ نے۔ اور اگر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے غالبہ حال سے اس کا اہتمام کیا بھی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان پر نکیر فرمایا۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نہ اس نکیر پر کچھ کلام فرمایا نہ دوسروں کو ایسا کرنے کی رائے دی۔ اور خفض صوت فی التکبیر یا فی القراءۃ پر کوئی وعید نہیں۔ تو اس میں ایسا مبالغہ کرنا اور اس کی اشاعت کا اہتمام کرنا یسر فی الدین کے سراسر خلاف ہے۔

یہاں یہ جملہ دینا بھی مناسب ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے فعل پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لوددت انت صاحبکم لا یبشدد ہذا التشدید فرمانا محض ان کی ذاتی رائے نہیں بلکہ رائے ناخوذ عن فعل الشارع ہونے کے سبب حکم شرعی ہے۔ اور صحابی کا ایسا قول حنفیہ کے نزدیک حجّت اور مجتہد تک کے لئے واجب التقلید ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے اس کو اپنے اجتہاد پر عمل جائز نہیں۔ کما صرح بہ فی اصول الفقہ۔ باقی عنوان لوددت انت صاحبکم کا اختیار کیا یہ ادب فی التنبیر ہے۔ منافی فتوے ہونے کا نہیں۔ جیسے خود ہماری مجتہدین مذہب مکروہ کو لا احب سے اور حرام کو اکراہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ "مولانا تھانوی" نے ایک فتوے نبوی بلا واسطہ بھی نقل فرمایا ہے۔ جو صاحب دیکھتا چاہیں وہ کتاب بود والنوادر (ص ۴۹۴-۴۹۵) کی طرف رجوع کریں۔

# فصل ۹۲۔ امام اور مقتدیوں کا موقف

سوال۔ امام اور مقتدی کس طرح کھڑے ہوں ؟

جواب۔ ایک مقتدی خواہ بالغ ہو یا نابالغ امام کے معاذی یعنی برابر داہنی طرف بنا بر مذہب قوی کھڑا ہو۔ بخلاف اس مرجوع قول کے جو امام محمدؐ سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کہ کھڑا ہو کہ اس کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں۔ اگر مقتدی عورتیں یا صرف ایک عورت یا نابالغ لڑکی ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہوں۔ امام کو چاہیے کہ مرد یا لڑکے مقتدی کو داہنی طرف کھڑا ہونے کے لئے کہہ دے۔ حالت سجدہ میں اگر تنہا مقتدی کا سر لرز قد ہونے کے باعث امام سے آگے نکل جاتا ہو۔ تو اس میں مضائقہ نہیں۔ مقتدی کا قدم آگے سے نہ نکلنا چاہیے اور اگر امام کا قدم چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جب تک مقتدی کا اکثر قدم امام سے آگے نہ بڑھ سکے تا زمانہ نماز فاسد نہ ہوگی یعنی پتھوں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اگر ایک مقتدی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو تو یہ بالاتفاق مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح ایک مقتدی کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا بھی طریقہ سنت کے خلاف ہونے کے باعث صحیح تر قول میں مکروہ تنزیہی ہے یا ایک سے زائد مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ اگر امام دو مقتدیلں کے پیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زائد کے پیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ شامی فرماتے ہیں کہ اس سے استفادہ ہوا کہ امام کو صف سے آگے بڑھ کر کھڑا ہونا واجب ہے۔ اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد یا لڑکا مقتدی ہو اس کے بعد دوسرے مقتدی آجائیں تو پہلے مقتدی کو پیچھے ہٹ آنا چاہیئے تاکہ سب مقتدی صف باندھ کر امام کے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ اگر پہلا مقتدی نہ ہٹے تو بعد میں آنے والے مقتدیوں پر لازم ہے کہ اس کو پیچھے کھینچ لیں۔ اور اگر پیچھے آنے والے مقتدی ازراہ نادانستگی امام کے داہنے یا بائیں طرف کھڑے ہو جائیں اور پہلا مقتدی امام کی داہنی طرف ہو تو اب امام کو چاہیے کہ آگے بڑھ جائے۔ تاکہ مقتدی یا ہم مل کر امام کے پیچھے ہو جائیں۔ اور اگر مقتدیوں کے لئے پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تو بھی امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے۔ اور اگر مقتدی مسائل شرعیہ سے ناواقف ہوں جیسا کہ عام طور پر مشاہدہ میں رہا ہے تو بھی امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے۔

سوال۔ امام کے پیچھے کی صفوں میں کسی نے مقتدی کے کھڑے ہونے کی کوئی گنجائش نہ ہو۔  
نواب جو شخص آئے وہ کس جگہ کھڑا ہو ؟



جواب۔ اگر صف میں کوئی جگہ نہیں تو قندے انتظار کرنے تاکہ دوسرا مقتدی آجائے اگر نہیں آیا تو صف سے ایسے شخص کو جو مسئلہ سے واقف ہو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کرے۔ اگر ایسا کوئی شخص نظر نہ آئے تو تنہا صف کے درمیان یعنی امام کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے۔

سوال۔ اگر تمام مقتدی امام کی داہنی طرف کھڑے ہو جائیں اور بائیں طرف سے صف بالکل خالی یا بالعکس ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

جواب۔ ہنوں یہ ہے کہ امام صف کے بیچ میں کھڑا ہو۔ اگر تمام مقتدی ایک طرف کھڑے ہو جائیں تو نماز مع الکرہت ہو جائے گی۔

سوال۔ چونکہ فقہائے کرام غیر محراب کی جماعت کو مکروہ لکھتے ہیں۔ اس لئے ائمہ عام طور پر محراب مسجد میں کھڑے ہو کر جماعت کو انا ضروری خیال کرتے ہیں۔ لیکن موسم گرما میں صبح اور مغرب اور عشاء کی نمازیں صحن میں پڑھی جاتی ہیں۔ جہاں محراب نہیں ہوتا۔ پس صحن میں جواز نماز کی کیا صورت ہے ؟

جواب۔ جہاں محراب نہ ہو وہاں محاذی محراب میں کھڑا ہونا بلا کر اہت جائز ہے۔ صحن میں بھی ائمہ محراب کے بالمقابل ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ بلکہ تنہا کی عبادت سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر محراب کا سامنا نہ بھی ہو مگر صف کا وسط پر تپ بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کے قول میں محراب سے وسط مسجد یا وسط صف مراد ہے۔ ارشاد نبوی **تَوَسَّطُوا الْاِمَامَ** (امام کو بیچ میں رکھو) رواہ ابوداؤد سے بھی حکم مذکور کی تائید ہوتی ہے۔

## فصل ۹۵۔ جماعت میں نشستوں کا حق

سوال۔ صف میں امام کے قریب اور متصل کن لوگوں کو بیٹھنے کا حق حاصل ہے ؟

جواب۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے وہ لوگ میرے قریب رہیں جو اہل بلوغ اور صاحب عقل و خود راہ یعنی علماء و صلحاء ہوں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ رواہ مسلم۔ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ

پہلی صف میں صاحبان علم و فضل اور عقلاء اور محرم اور تجربہ کار لوگ نماز پڑھیں۔ پھر جن کا درجہ ان کے بعد ہو وہ دوسری صف میں۔ پھر جن کا درجہ ان سے بھی کمتر ہو وہ تیسری صف میں۔ ان سب کے پیچھے نایا لنگ لڑکے اور صف کے بالکل اخیر میں عورتیں کھڑی ہوں۔

مشکوٰۃ المصابیح کے باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے۔ اسی طرح دوسرے جلیل القدر صحابہ جین شیخین کی داہنی طرف ہوتے تھے۔ اسی طرح تمام اکابر صحابہ درجہ بدرجہ کھڑے ہونے لگے۔ مگر عہد حاضر میں اس کے بالکل برعکس دیکھا جاتا ہے۔ کہ امام کے پیچھے اور منبر کے سامنے ٹھوٹا جملا ہوتے ہیں۔ حالانکہ اہل علم و فضل کی تقدیم کا یہ مقصد تھا کہ نماز کی کیفیت اور اس کے احکام بسہولت ذہن نشین کر کے اُمت کو پہنچا سکیں۔ علاوہ ازیں اگر کبھی امام تجرید و صلوٰۃ کے لئے جاتے وقت کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ بتانا چاہے تو جھٹ کسی ذی علم مقتدی کو آگے کر سکے لیکن امام کے قریب کھڑے ہونے والے جاہلوں کے ذریعہ سے کوئی مقصد بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ سوال۔ یہ جو اہل علم میں مشہور ہے کہ رئیس القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قیس بن عباد کو پہلی صف سے ہٹا دیا تھا۔ وہ کیا واقعہ ہے ؟

جواب۔ قیس کہتے ہیں کہ میں پہلی صف میں تھا۔ کسی نے مجھے پیچھے کی طرف کھینچا اور مجھ کو ایک طرف کر کے خود میری جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ میرے دل و دماغ پر اس واقعہ کا ایسا شدید اثر ہوا کہ میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر پچھلی طرف مڑے تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت ابی بن کعب صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ مجھ سے فرمانے لگے اے جوان ! اس سلوک کی وجہ جو میں نے تم سے کیا بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت ہے جو آپ نے ہم لوگوں کو کی تھی کہ ہم نماز میں حضور کے قریب کھڑے ہوا کریں۔ رواہ النسائی۔

سوال۔ اگر علماء و صلحاء کی جگہ پر کوئی جاہل امام کے قریب آ بیٹھے تو اس کو اٹھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب۔ بہتر یہی ہے کہ امام کے قریب علماء و صلحاء کھڑے ہوں۔ لیکن جاہل کو بھی اٹھانا نہیں چاہیے بلکہ اسے نرمی سے سمجھا دینا چاہیے تاکہ آئندہ اس اقدام سے باز رہے ۔



# فصل ۹۶۔ پہلی صفت کی فضیلت

سوال۔ صفت اول میں نماز پڑھنے کا کیا کچھ درجہ اور فضیلت ہے ؟

جواب۔ ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو دیکھا کہ پہلی صفت سے پیچھے رہے جاتے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور پہلی صفت میں میرے پیچھے میرے قریب کھڑے ہو کہ وہ تاکہ میرے افعال دیکھو اور وہ لوگ تمہاری متابعت کریں جو تمہارے پیچھے کھڑے ہوں۔ اور ایک قوم ہمیشہ تاخیر کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و رحمت سے پیچھے ڈال دے گا۔ رواہ مسلم

اور ابوامامہ باہلیؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفت پر رحمت بھیجتے ہیں۔ صحابہ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! دوسری صفت پر بھی ؟ آپ نے مکرر فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفت پر رحمت بھیجتے ہیں (یعنی آپ نے اس مرتبہ بھی دوسری صفت کا کوئی ذکر نہ فرمایا) صحابہ نے دوبارہ دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا دوسری پر بھی ؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفت پر رحمت بھیجتے ہیں۔ صحابہ نے التماس کی یا رسول اللہ! اور دوسری صفت پر بھی ؟ فرمایا۔ ہاں دوسری پر بھی۔ رواہ احمد۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ پہلی صفت کا درجہ بہت زیادہ ہے۔ کتاب بحر الرائق میں صفت اول کی وجہ اولیت یہ لکھی ہے کہ اخبار میں وارد ہے کہ جب خدائے رحیم وودود جماعت پر رحمت نازل فرماتا ہے تو پہلے امام پر نازل کرتا ہے۔ پھر امام کے بعد وہ رحمت اس شخص پر وارد ہوتی ہے جو صفت اول میں امام کی سیدھ پر ہو۔ پھر وہی طرف والوں پر۔ پھر بائیں طرف کے نمازیوں پر۔ پھر صفت دوم پر۔

اور فرمایا کہ جو قوم پہلی صفت سے ہمیشہ پہٹی رہے گی حق تعالیٰ دوزخ میں بھی ان کو پیچھے ڈال دے گا۔ رواہ ابوداؤد۔ حاصل یہ کہ نمازی کو پہلی صفت کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔ اس نے جو اپنے کو ایسے ثواب سے محروم رکھا تو اس کے بدلے میں یہ سزا پائے گا۔ اور برابر بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو پہلی صفت

کے قریب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس قدم سے زیادہ کوئی قدم محبوب نہیں جو چل کر صفت کو ملائے  
(یعنی اگر صفت میں جگہ خالی رہ گئی ہو تو وہاں جا کھڑا ہو) رواہ ابوداؤد۔ اس حدیث میں آپ نے اشارۃً دوسری  
صفت کی بھی فضیلت بیان فرمادی جو صفت اول کے بعد ہوتی ہے یعنی پیچھے کی صفوں پر اس کو بھی فضیلت  
حاصل ہے۔

سوال۔ پہلی صفت میں امام کے داہنی طرف کھڑے ہونے میں زیادہ ثواب ہے یا بائیں طرف ؟  
جواب۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے داہنی طرف والی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ رواہ ابوداؤد۔ علماء  
نے فرمایا کہ امام کی داہنی طرف کھڑے ہونا اگرچہ امام سے دور ہو بائیں طرف کھڑے ہونے سے زیادہ افضل  
ہے۔ اگرچہ امام سے نزدیک ہو۔ اور اگر بائیں طرف نمازیوں سے خالی ہو تو پھر بائیں طرف جا کھڑا ہونا  
افضل ہے۔

## فصل ۹۷۔ جماعت کے قیام اور امام کے تکبیر تحریمہ کرنے کا وقت

سوال۔ لاہور کی ایک مسجد میں معمول ہے کہ مؤذن کے سوا سارے نمازی بیٹھے رہتے ہیں۔ جب  
مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتا ہے تو امام اور مقتدی کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ  
کہتا ہے تو امام تکبیر تحریمہ کہہ دیتا ہے۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے ؟

جواب۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہؒ سے اور انہوں نے طلحہ بن مصرف سے روایت  
کی کہ امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ جب مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو قوم کو چاہیے کہ نماز کے لئے کھڑے ہو  
جائیں اور جب قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہہ دے۔ یہ روایت نقل کر کے امام محمدؒ فرماتے ہیں  
کہ اگر امام مؤذن کے فارغ ہونے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے تو اس میں کچھ عوج نہیں۔ دونوں میں سے جو نسا  
طریقہ اختیار کیا جائے مستحسن ہے۔



لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں ترجیح کس کو حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ وہی طریق عمل مرتجح ہوگا جس پر صحابہ کرام رض کا عمل تھا۔

اصحابِ علیہم السلام کے معمول سے متعلق محدث عبدالرزاق نے ابن جریر سے اور انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ جو نبی مؤذن اللہ اکبر کہتا رہتا تھا۔ اصحاب پیغمبر کھڑے ہو جاتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک تشریف نہ لاتے تھے جب تک صفیں بھی درست نہ ہو جاتیں۔  
فتح الباری جلد ۱ ص ۱۰۰

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا جو مسلک ہے وہ اوپر لکھا گیا۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ امام شافعیؒ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ امام اس وقت تک نماز شروع نہ کرے جب تک اقامت ختم نہ ہو۔ امام ابو یوسفؒ اور دوسرے ائمہ کا یہ قول عادل المذاہب ہے۔ کافی شرح الجمع۔ اور ہستانی۔ خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ یہی سب سے صحیح اور مختار مسلک ہے پس اسی کو اخذ کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں نمازیوں پر کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔ کذا فی الخطا دی

روایات سے قطع نظر درایت بھی شروع اقامت سے مقتدیوں کا قیام کرنا قرین صواب ہے۔ اگر نمازی حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے نہ ہوں اور امام قد قامت الصلوٰۃ پر تکبیر تحریمہ کہہ دے تو تسبیح صفوں کے فرمان نبوی کی تعمیل نہ ہوگی۔ کیونکہ تجربہ شامد ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کی صیرت میں تکبیر تحریمہ صاف کسی طرح سیدھی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں امام قد قامت الصلوٰۃ پر اللہ اکبر کہہ دے تو مؤذن امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ پانے سے محروم رہے گا۔ غرض افضل واضح یہی ہے کہ مقتدی اور امام شروع ہی پر کھڑے ہو جائیں اور امام تکبیر ختم ہونے بلکہ صفیں سیدھی ہونے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے۔

سوال۔ کیا خلفائے راشدین اقامت ہو جانے کے بعد تسبیح صفوں کی پڑتال کرتے تھے؟  
جواب۔ ہاں۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی اقامت صفوں کی نگرانی پر مقرر کر رکھا تھا۔ اور آپ اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے۔ جب تک وہ آکر صفوں کے سیدھی ہو جائے۔

۱۔ بعد الزاد صفحہ ۳۸۸ سے ۳۸۹ قد قامت الصلوٰۃ پر امام نماز شروع کرے تو پچھلی صفوں کے نمازیوں کو یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ اللہ اکبر کی یہ آواز امام کی ہے یا اقامت کہنے والے کی۔

کی اطلاع نہیں دیتا تھا۔ اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی یہی اہتمام کر رکھا تھا۔ یہ کہا کرتے تھے سیدھے ہو جاؤ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اے فلاں آگے بڑھو۔ اے فلاں پیچھے ہٹو۔ رواہ الترمذی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تسبیح صفوت کے لئے کئی آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ وہ آکر خبر دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں تو آپ تکبیر کہتے۔ رواہ مالک

## فصل ۹۸۔ صفوں کے سیدھا کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کی تاکید

سوال۔ صف میں نمازیوں کو کس طرح کھڑا ہونا چاہیئے؟

جواب۔ صف بالکل سیدھی کر کے آپس میں اس طرح مل کر کھڑے ہوں کہ پھیڑ یا بکھری کا بچہ بھی صف میں سے نہ گزر سکے۔ اور آگے پیچھے ہٹ کر نہ کھڑے ہوں بلکہ برابر کھڑے رہیں اور اگر صفیں متعدد ہوں تو اس طرح کھڑی ہوں کہ ہر صف کے درمیان مساوی فاصلہ رہے۔ لیکن ابن بشیر صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح برابر کرتے تھے کہ گویا آپ ان کے ساتھ تیروں کو برابر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم صفوں کا برابر کرنا سمجھ گئے۔ ایک مرتبہ تکبیر شروع ہونے والی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صف کے قریب کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ اے بندگانِ خدا! اپنی صفوں کو برابر کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری ذات میں اختلاف ڈال دے گا۔ رواہ مسلم۔ یعنی تمہارے ظاہری اختلاف کی پاداش میں تمہارے اندر باطنی اختلاف اور نفاق و شقاق پیدا کر دے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نماز کھڑی ہوئی۔ آپ نے اپنا چہرہ زیبا ہماری طرف کر دیا۔ اور فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ اور آپس میں اس طرح مل کر کھڑے ہو جس طرح سبسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے۔ میں تم لوگوں کو اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ زبانی حالت نماز میں بطور مکاشفہ اپنی پچھلی طرف سے بھی نمازیوں کا حال معلوم کر لیتا ہوں (رواہ البخاری۔ اور بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ صفوں کو پورا کرو۔ میں تم لوگوں کو اپنی پیٹھ پیچھے سے



بھی دیکھتا ہوں۔ صفوں کو پورا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جب تک پہلی صف بھرنے لے دوسری صف قائم نہ کی جائے اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کا قصد کرتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ رواہ مسلم

اور حاکم بن سمرہ صحابی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایسے وقت میں تشریف لائے جب ہم نے حلقے حلقے بتا رکھے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں کو الگ الگ ٹکڑیوں میں دیکھتا ہوں یعنی یوں نہ بیٹھنا چاہیے۔ کہ نا اتفاقی کی علامت ہے۔ اس کے بعد آپ ایک اور مرتبہ ہمارے پاس قدم فرما ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ بھی نماز میں ایسی ہی صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے حضور میں بندگی کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو صف باندھ لیتے ہیں ؟ ہم عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! فرشتے اپنے رب قدیر کے حضور میں کس طرح صف بندی کرتے ہیں ؟ فرمایا۔ کہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ رواہ مسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت مخدوم انام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رُضُّوا صُفُوفَكُمْ اپنی صفوں کو سیدھے پلائی ہوئی دیواریں بنادو یعنی آپس میں خوب مل کر کھڑے رہو اور صفوں کو ایک دوسری سے قریب قریب رکھو اور گزروں کو برابر رکھو یعنی ایک دوسرے کی برابری میں ہوں۔ اور مجھے اسی ذات برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جہان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کے شکافوں میں اس طرح آگھستا ہے۔ گویا کہ وہ بکری کا سیاہ بچہ ہے۔ رواہ ابو داؤد اور ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنی صفوں کو برابر کرو اور مونڈھوں کو دوسروں کے مونڈھے کے محاذی رکھو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کے آگے نرم ہو جاؤ یعنی اگر کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھے کہ صف کو سیدھا کرنا چاہے تو اس کا کتہا مالو اور صف کے شکافوں کو بند کر دو۔ کیونکہ شیطان تمہارے درمیان بھڑکے چھوٹے بچے کی مانند آگھستا ہے رواہ احمد

سوال۔ اگر مقتدیوں میں عورتیں اور بچے بھی ہوں تو صفوں کی ترتیب کیا ہوگی ؟

جواب۔ امام کو چاہیے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے۔ آگے مردوں کی صفیں۔ ان کے

پیچھے نابالغ لڑکوں کی۔ پھر عورتوں کی۔ پھر نابالغ لڑکیوں کی ۔

# فصل ۹۹ صفت میں خالی جگہوں کا پر کرنا

**سوال۔** اس صفت کے پیچھے کی صفت میں نماز پڑھنا جس میں کوئی جگہ چھوٹی ہوئی ہو کیسا ہے ؟  
**جواب۔** اگر صفت میں فرجہ یعنی کوئی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو تو اس کو معاً بھر دینا چاہیے۔ اگر نمازی نے نیت باندھنے کے بعد اپنے سامنے کی صفت میں کوئی چھوٹی ہوئی جگہ دیکھی اور وہ اس جگہ کو پر کرنے کے لیے اپنی جگہ سے چل کر اگلی صفت میں کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ بشرطیکہ تین قدم نہ اٹھائے اور ایک یا دو قدموں پر اکتفا کرے۔ فرجہ یعنی خالی جگہ والی صفت کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ کذا فی الشامی  
**سوال۔** اگر نمازی صفت اول میں فرجہ پائے تو کیا کرے ؟

**جواب۔** جب کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہے اور پہلی صفت میں کوئی جگہ خالی دیکھے اور دوسری صفت کو معمور پائے تو دوسری صفت کو چیر کر پہلی صفت میں جا پہنچنا جائز ہے کیونکہ یہ دوسری صفت والوں کا قصور ہے۔ کہ انہوں نے اگلی صفت کو نہ بھرا اس لئے ان کو چیرنے میں کچھ مضائقہ نہیں (در مختار)

**سوال۔** پہلی صفت مکمل ہو جانے کے بعد جو آدمی جماعت میں شامل ہونا چاہے اب وہ صفت میں کس مقام سے نمازی کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملائے۔ اگر وسط صفت سے کھینچے تو لا یتذسروا فرجات الشیطان۔ (شیطان کی خالی جگہیں نہ چھوڑو) کا خلاف لازم آتا ہے اور اگر کنارہ صفت سے کھینچے اور وہیں کھڑا ہو جائے تو حکم توسط الامام (امام کو وسط میں رکھو) کا خلاف ہوتا ہے اور جو کنارہ صفت سے کھینچ کر وسط صفت میں لائے تو حرکت زیادہ ہوتی ہے۔ جو نماز میں ممنوع ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی کو نیت باندھنے سے پہلے کھینچنا چاہیے یا نماز شروع کرنے کے بعد ؟

**جواب۔** مولانا اثر علی تھانویؒ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وسط صفت میں سے کھینچ لے رہا یہ کہ لا یتذسروا الخ کے خلاف لازم آتا ہے سوا ثناء صلوٰۃ میں اگر کسی عارض ضروری سے درمیان میں فرجہ ہو جائے تو ایسے فرجات کی کراہت کی کوئی دلیل نہیں۔ چنانچہ اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے اور اس کو غلبہ بنانے کی حاجت ہو یا کسی مقتدی کا وضو ہاتھ سے اور وہ چلا جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرجہ موجب کراہت نہیں۔ اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی وہ عارض ضروری سنت کی اقامت اور قیام الصفت وحدہ سے نحر ہے لہذا کراہت



نہ ہوگی۔ البتہ جو شخص اس کے بعد جماعت میں حاضر ہو اس پر لازم ہے کہ اس فرجہ کو بند کر دے اگرچہ نمازی کے آگے سے گزرنا پڑے۔ کیونکہ ضرورت شرعی کے وقت نمازی کے آگے سے گزرنا بھی مکروہ نہیں۔ یہ تو حکم جذب المصلیٰ کی تحقیق ہے۔ لیکن درمختار اور ردالمحتار میں مصرح ہے کہ عصر حاضر میں عوام پر جہل کا غلبہ ہے۔ اس لئے کسی صفت سے نہ کھینچنا ہی بہتر ہے۔ مبادا وہ اپنی نماز فاسد کر لے (جلد اول ص ۶۷۶) اور کھینچنا نیت باندھ کر اور قبل نیت باندھنے کے ہر طرح درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

## فصل ۱۰۔ نماز میں پیر پھیلائے کی بدعت

سوال۔ حکم تو اس طرح مل کہ کھڑے ہونے کا ہے کہ بکری کا بچہ بھی صفت میں سے نہ گزر سکے لیکن غیر مقلد حضرات اپنے پیروں کو پھیلا کر اتنے فاصلہ پر لے جاتے ہیں کہ ان کی ٹانگوں کے نیچے سے بکری بھی گزر سکتی ہے۔ تمام نمازیوں کو ان کی یہ تلقین ہوتی ہے کہ پاؤں سے پاؤں ملاؤ۔ چنانچہ ہر شخص اپنے پاؤں کی چھنگلیاں دوسرے کی چھنگلیاں سے چپا کر تا ہے۔ اس فعل میں چند فتور ہیں۔ اول ہر شخص کے دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے جس کا پیر چھوٹا ہو وہ صفت سے نیچے کھڑا دکھائی دیتا ہے۔ اس کا منہ دوسرے کے مونڈھے سے نہیں ملتا۔ تیسرا جب سجدے میں جاتے ہیں تو سب کے پیر اپنے مقام سے ہٹ جاتے ہیں۔ پھر جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہیں تو پیروں کی طرف ملتفت ہو کر اور ان کو دونوں طرف پھیلا کر ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔ یہ التفات اور حرکت غیر مامور بہا سخت مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

جواب۔ مولنا اشرف علی تھانویؒ نے اس سوال کے جواب میں لکھا:۔ اس باب میں مختلف الفاظ سے روایتیں آئی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ہیں۔ فكان احدنا يلترق منكبه بمنكب صاحبه وقتد منه في المصنف زعم من من من شخص صفت میں اپنا مونڈھا اپنے ساتھ والے کے مونڈھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم کے ساتھ چپا کر تا تھا۔ رواہ البخاری۔ اور سنن ابوداؤد میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ آئے ہیں۔ قال فراءيت الرجل يلترق منكبه بمنكب صاحبه وسركبته بركبته صاحبه وكعبه بكعبه اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وسحاذوا لبعنا

اگر دین ایک دوسری کی سیدھ میں رکھو) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں آپؐ نے فرمایا۔ حَاذُوا  
بِالْمَنَاقِبِ (مونڈھے برابر رکھو) ۛ

مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ان سب عبارتوں کا معنیٰ عنہ ایک ہی ہے۔ اسی کو آپؐ نے نزاہن اور محاذاتہ  
سے تعبیر فرمایا۔ اور بعض صحابہ نے اس کو الزاق یعنی چسپاں کرنا کہہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نزاہن اور محاذاتہ ہی  
الزاق ہے۔ اور اگر الزاق کے معنی حقیقی لیے جائیں تو الزاق المناکب (مونڈھوں کا باہم چسپاں کرنا)۔ اور  
الزاق الکعب (ٹخنوں کا باہم چسپاں کرنا) اس صورت متعارفہ معتادہ میں مجتمع نہیں ہو سکتے کہ نمازی اپنے دونوں  
قدموں میں خوب الفراج (بڑا اشکاف رکھے۔ کیونکہ اس میں ٹخنے تو باہم چسپاں ہوں گے لیکن مونڈھے چسپاں  
نہ ہوں گے جیسا کہ ظاہر اور مشاہد ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ٹخنوں کے چسپاں کرنے کو مقصود سمجھا جائے۔ اور مونڈھوں  
کے چسپاں کرنے کی رعایت نہ کی جائے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ الزاق المناکب اصل ہے اور الزاق الکعب  
غیر مقصود ۛ

اس کے بعد مولانا اشرف علیؒ لکھتے ہیں کہ ٹخنے چسپاں کرنے کی جو صورت بھی لی جائے گھٹنوں کے  
ساتھ اس کے تحقق کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کا زانو دوسرے کے زانو سے جب چسپاں ہو سکتا  
ہے کہ دو شخص باہم متقابل اور متواجد ہوں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ البتہ گھٹنوں کا ایک دوسرے کے ساتھ محاذاتہ  
ہر حال میں ممکن ہے۔ ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ جس الزاق (چسپاں کرنے) کا دعویٰ کیا جاتا ہے حدیث  
نبوی اس پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ فرجات (خالی تگیں) چھوڑنے کی ممانعت سے الزاق کی نفی ہوتی ہے  
(امداد الفتاویٰ مع التصرف) ۛ

## فصل ۱۰۔ خواتین کا شریک جماعت ہونا

سوال۔ عورتوں کا پنجگانہ جماعت میں اور جمعہ اور عیدین اور مجالس وعظ میں شریک ہونا کیسا ہے؟  
جواب۔ عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی اس کا مسجد میں شریک جماعت ہونا یا جمعہ عیدین اور مجالس  
وعظ میں جانا فساد زمانہ کی وجہ سے مذہب مفتیؒ پر مکروہ ہے۔ البتہ علامہ کمال الدین ابن الہمامؒ نے بوڑھی فانی



عورتوں کو اس عموم سے مستثنیٰ کیا ہے۔ (درمختار) عہد رسالت میں خواتین اسلام جماعت میں حاضر ہوتی تھیں۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو اسرار شریعت کے راز دان تھے انہیں اپنے عہد خلافت میں مساجد میں جانے سے منع فرمادیا۔ عورتوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی۔ ام المومنین نے فرمایا کہ اگر پھیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی عورتوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے جس کا عمر رضی اللہ عنہ نے مشاہدہ کیا ہے۔ تو آپ بھی عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی ممانعت فرما دیتے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہوئے علمائے متاخرین نے فتوے دیا کہ جماعت میں نماز پڑھنے کے لئے عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے۔ کذا فی الطحاوی

علماء نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں خوف فتنہ کے باعث عورتوں کا مسجدوں میں جانا مکروہ ہے۔ اس کی موید بخاری و مسلم کی یہ روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو دیکھتے جو عورتوں نے پیدا کی ہے تو آپ ان کو مساجد میں جانے سے اسی طرح منع فرما دیتے جس طرح بنو اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں میلے کچیلے کپڑوں میں بناؤ سنگار اور خوشبو کے بغیر مسجد میں جائیں تو جائز ہے۔ اور جوانوں کو جائز نہیں۔ عہد نبوی میں عورتیں تعلیم دین کے لئے مسجد میں جاتی تھیں۔ اب اس کی احتیاج نہیں رہی۔ کیونکہ احکام دین مشہور معلوم ہیں۔

## فصل ۱۰۲۔ مرد کے اقتداء میں عورتوں کی جماعت

سوال۔ مرد خواتین کا امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ مرد کا کسی ایسے مکان میں عورتوں کی امامت کرنا مکروہ ہے۔ جہاں عورتوں کے پاس امام کے سوا کوئی اور مرد موجود نہ ہو۔ اور نہ عورتوں میں امام کی کوئی محرم مثلاً ماں بہن یا بیوی حاضر ہو۔ اور اگر عورتوں کے ساتھ امام کے علاوہ کوئی اور مرد یا عورتوں میں امام کی بیوی یا بہن وغیرہ موجود ہوں یا مرد عورتوں کی امامت مسجد میں کرے تو مکروہ نہیں۔ کذا فی البحر ودرمختار یعنی اگر مرد عورتوں کی امامت

کرے تو خلوت کے مکان میں نہ کرے اور اگر مسجد میں کرے تو مسجد کے دروازے کھلے ہوں اور نماز گوشہ مسجد میں نہ ہو۔ اور اگر جماعت خلوت میں ہو تو وہاں دوسرے مرد یا امام کی محرم عورت کی موجودگی ضروری ہے۔ کذا فی الفتاویٰ

سوال۔ کیا صرف عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے ؟

جواب۔ صرف عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو۔ اور اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت کریں تو ان کی امام (یعنی عورت) ان کے بیچ میں کھڑی ہو۔ اگر آگے بڑھ کر کھڑی ہوگی تو گنہ گار ہوگی۔ بیچ میں کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ صف کے برابر اس طرح کھڑی ہو کہ اس کی ایڑیاں اہل صف کی ایڑیوں سے آگے نہ نکلی ہوں۔

## فصل ۱۰۳۔ تکبیر اولیٰ پانے کی اہمیت

سوال۔ تکبیر تحریمیہ کی اہمیت کیا ہے ؟

جواب۔ نماز باجماعت بڑی فضیلت کا عمل ہے۔ لیکن جماعت کی کامل فضیلت اس میں ہے کہ تکبیر تحریمیہ امام کے ساتھ ادا کی جائے۔ عام نمازی تو جماعت اس کو سمجھتے ہیں کہ سلام سے پہلے پہلے کسی موقع پر جا بلیں۔ لیکن صاحبین امت کو امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ پانے کا اتنا اہتمام تھا کہ کسی دوسری عبادت سے شاید اتنا مشغف نہ رہا ہو۔ خواجہ جنید بغدادی رحمہ اللہ کا یہ قول شاید عطارؒ کی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں پڑھا تھا کہ چالیس سال ہوئے میری کوئی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی اور پھر یہ نہیں کہ کبھی میں بعد میں بھی شریک جماعت ہو گیا ہوں بلکہ چالیس سال کے زمانہ میں میری کوئی تکبیر تحریمیہ بھی فوت نہیں ہوئی۔ اس سعادت کے ادراک کے لئے میرا ہمیشہ معمول رہا کہ اذان سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ جایا کرتا۔

مفسر موجودات سیدنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس طرح جماعت میں نماز پڑھی کہ تکبیر اولیٰ برابر پاتا رہا ہو۔ اس کے لئے دیراتین یعنی خلاصیاں لکھی جاتی ہیں۔ ایک خلاصی آتش جہنم سے اور دوسری خلاصی نفاق سے۔ رواہ الترمذی



ہمالے علماء رقم طراز ہیں کہ حدیث میں تکبیر اولیٰ پانے سے مراد یہ ہے کہ امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت مقتدی بھی تکبیر تحریمہ کہے۔ اگر امام کی دعائے استقراح یعنی ثنا تک شریک ہو جائے تو بھی اسی حکم میں ہے۔ نفاق سے مخلصی بخشنے کا یہ مطلب ہے کہ خدائے حنیط اس کو دنیا میں اس سے مامون رکھتا ہے کہ منافقوں کے سے عمل کرے۔ یعنی ریا۔ دروغ گوئی۔ غیبت۔ نماز میں کسل وغیر ذاک اور اہل اخلاص کے عملوں کی توفیق دیتا ہے۔ اور آخرت میں اس عذاب سے محفوظ رکھے گا جس سے منافق معذب ہوں گے۔ اور اس کے لئے گواہی دی جائے گی۔ کہ یہ زمرہ منافقین میں سے نہیں ہے۔ اس شہادت کا مقصد یہ ہوگا کہ منافق جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو کسل مندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں لیکن اس نمازی کا حال ان کے برخلاف تھا کہ نماز میں پہلے سے آموجود ہوا۔ کہ تکبیر اولیٰ کا ثواب حاصل کیا (مناظر حق)

سوال۔ تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک حاصل ہو سکتا ہے ؟

جواب۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک تکبیر امام کی مقارنت سے تکبیر اولیٰ کا ثواب ملتا ہے۔ یعنی دونوں ساتھ کہیں۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک امام کے ثناء سے فارغ ہونے سے پہلے تک ہے۔ اور بعض کے نزدیک امام کے سورہ فاتحہ ختم کرنے سے پہلے مل جائیگا تو بھی اس فضیلت کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلی رکعت میں شریک ہو جانے سے یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

## فصل ۴۰۔ متابعت امام کا لزوم

سوال۔ متابعت امام کے بارہ میں کیا حکم ہے ؟

جواب۔ امام کی متابعت لازم ہے۔ نماز کا کوئی رکن امام سے پہلے کرنا ممنوع ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا سلام پھیر کر صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ پس رکوع، سجدہ قیام اور فراغت نماز میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ رواہ مسلم۔ علماء نے فرمایا ہے کہ امام کی متابعت بطریق مواصلت واجب ہے۔ یعنی جو جو فعل امام کرے مقتدی بھی اس کے ساتھ ساتھ کرنا جائے۔ یہاں تک کہ

امام مقتدی کے تین بار تسبیح پڑھنے سے پہلے ہی رکوع یا سجود سے سر اٹھائے۔ تو مقتدی امام کی موافقت و متابعت کرے۔ اور اگر کبھی مقتدی امام سے پیشتر رکوع و سجود سے سر اٹھائے تو اس پر لازم ہے کہ دوبارہ رکوع یا سجود میں چلا جائے۔ یہ فوراً رکوع اور سجود نہیں ہونے کے۔ مقتدی پر یہ بھی لازم ہے کہ امام کو جس حال میں پائے اسی میں اس کی موافقت کرے۔ امام قیام میں ہو یا رکوع میں یا سجود میں معاً اس کی متابعت کرے۔ عوام کی طرح یہ انتظار نہ کرے کہ امام سجود سے اٹھ کھڑا ہو تو جماعت میں شریک ہو۔ امام کے کسی فعل سے تاخیر یا اس میں تقدیم ہرگز ردائیں۔

سوال۔ امام سے پہلے رکوع سجود سے سر اٹھانے میں کتنا گناہ ہے؟

جواب۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ اس انجام سے نہیں ڈرتا کہ خدائے غیور اس کے سر کو گدھے کا سانس بنا ڈالے؟ و رواہ البخاری و مسلم۔ یعنی اس کو گدھے کی طرح کم فہم کر دے۔ چنانچہ گدھا سب حیوانوں میں کم فہم ہے۔ اس صورت میں یہ مسخ معنوی ہوگا۔ علامہ علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے معنی حقیقت پر بھی محمول ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس اُمت میں بھی مسخ کا امکان ہے۔ اور اس کی مؤید وہ روایت ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان یحول اللہ صورۃ حمارٍ (کیا وہ اس انجام سے نہیں ڈرتا کہ مبادا خدا اس کی صورت گدھے کی سی کر دے)۔ اس کے بعد علی قاریؒ نے خطابی کا قول نقل کیا ہے کہ اس اُمت میں بھی مسخ جائز ہے۔ اس لئے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کر سکتے ہیں۔ اور علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ مسخ خاص ہے۔ اور اُمت محمدی میں ممتنع مسخ عام ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔

اور اس دعوے کی تائید میں ایک طالب علم کا واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے جس نے طلب حدیث کے لئے دمشق کا سفر کیا تھا۔ علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ طالب علم نے وہاں کے ایک مشہور شیخ سے سب کچھ پڑھا اس مدت میں شیخ کا معمول رہا۔ کہ پس پردہ بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے شیخ کا چہرہ دیکھنے کی کبھی نوبت نہ آئی تھی۔ جب طالب علم کو وہاں ایک طویل مدت گزر چکی اور شیخ نے حدیث نبوی کے حصول میں شاگرد کا غیر معمولی شغف و انماک پایا۔ تو ایک دن پردہ درمیان سے اٹھادیا۔ شاگرد یہ دیکھ کر مبہوت و ششدر رہ گیا۔ کہ شیخ کا چہرہ گدھے کا سا ہے۔ شیخ کہنے لگا بیٹا! اس جرأت سے ہمیشہ بچنا کہ اپنے



امام سے سبقت کرو۔ اس کے بعد شیخ نے بتایا کہ جب میں نے یہ حدیث سنی کہ کیا وہ شخص جو اپنے امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس انجام سے نہیں ڈرتا کہ خدا اس کا سر گدھے کا سر بنا دے۔ میں نے اس کا وقوع بعد جانا۔ پھر اس کے بعد جو نماز پڑھی تو اپنے امام سے سبقت کی۔ پس میرا چہرہ اس شکل پر متغیر ہو گیا جو دیکھتے ہو۔“

اس کے بعد علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ ظاہر تو یہ ہے کہ حدیث میں امام سے پہلے سر اٹھانے والے کو دار دنیا میں مسخ ہونے سے نہیں ڈرایا گیا۔ بلکہ محض تہدید شدید اور وعید مؤکد ہے۔ ایسی حالت میں یہی احتمال ہے کہ چہرے کا مسخ عالم بزرخ میں یا دوزخ میں ہوگا۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال۔

## فصل ۵۔ اکرین امور میں امام کی متابعت لازم ہے اور کین میں نہیں

سوال۔ فصل سابق میں معلوم ہوا کہ امام مقتدی کے تین تسبیحیں پڑھنے سے پہلے ہی سر اٹھالے بھی مقتدی پر واجب ہے کہ جتنی تسبیحیں رہ گئی ہوں ان کو چھوڑ کر امام کے ساتھ ہی سر اٹھالے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر امام مقتدی کے التحیات ختم کرنے سے پہلے تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو اس صورت میں بھی مقتدی پر امام کا اتباع واجب ہے یا نہیں؟

جواب۔ اگر مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی۔ اور امام تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ التحیات کو پورا کرے۔ کیونکہ التحیات کا پورا کرنا واجب ہے اور مقتدی التحیات کے بغیر اٹھ کھڑا ہو تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ جس طرح التحیات واجب ہے اسی طرح متابعت امام بھی واجب ہے۔ تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کا انجام دینا بھی بلا کراہت درست ہے۔ کذا فی الخطاری۔ مگر حلی کہتے ہیں۔ کہ التحیات کو نا تمام چھوڑ کر امام کی متابعت کرنے سے نماز کی تحریمی کے ساتھ درست ہوگی۔

سوال۔ مقتدی ہنوز درود پڑھ رہا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا یا تشہد کی دعائیں مصروف کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس صورت میں مقتدی امام کی متابعت کرے یا نہیں؟

جواب۔ امام کی متابعت میں سلام پھیر دے۔ کیونکہ نہ تو درود کا پڑھنا واجب ہے اور نہ دعا کا۔ بلکہ دونوں مسنون ہیں۔ اس لئے واجبات کی طرح ان کا پورا کرنا ضروری نہیں اور بہت لوگ اس امر سے غافل ہیں۔ وہ درود اور دعائیں پڑھتے رہ جاتے ہیں۔ اور امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لئے واجب میں تاخیر کرتے ہیں۔

سوال۔ کن پانچ امور میں امام کی متابعت لازم ہے ؟

جواب۔ وہ پانچ باتیں جن میں امام کی متابعت لازم ہے یعنی اگر امام ان کو کرے تو مقتدی بھی کریں اور امام نہ کرے تو وہ بھی نہ کریں یہ ہیں۔ (۱) دعا کے قنوت پڑھنا (۲) قعدہ اولیٰ (۳) سجدہ تلاوت (۴) سجدہ سہو۔ (۵) تکبیر عید۔ یہ چیزیں امام سے سہواً رہ جائیں تو مقتدی بھی چھوڑ کر امام کی متابعت کریں (در مختار)

سوال۔ وہ کون سے افعال ہیں جن میں امام کی متابعت نہ کی جائے ؟

جواب۔ وہ کام جن کو امام کرے تو مقتدی نہ کریں چار ہیں۔ (۱) تکبیر عید کا زیادہ کرنا۔ مثلاً اگر امام چوتھی بار تکبیر کہے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں (۲) تکبیر جنازہ کی زیادت کہ اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو مقتدی متابعت نہ کریں۔ (۳) کسی رکن کا زیادہ کرنا مثلاً امام کا دوبار رکوع کرنا یا تین مرتبہ سجدہ کرنا۔ (۴) امام کا پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جانا (در مختار) لیکن شامی لکھتے ہیں کہ چوتھی صورت رکن کے زیادہ کرنے میں داخل ہے۔ اس لئے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی ۔

سوال۔ وہ کون سے افعال ہیں کہ امام ان کو کرے یا نہ کرے مقتدی ان کو عمل میں لائیں ؟

جواب۔ وہ آٹھ ہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھوں کا اٹھانا (۲) ثنا۔ سبحانک اللہم پڑھنا۔ (۳) تکبیر انتقال یعنی ایک رکن سے دوسرے کو جاتے وقت اللہ اکبر کہنا (۴) اگر امام سمیع اللہ من حمد نہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہہ لیں (۵) رکوع اور سجدہ کی تسبیحیں (۶) تشہد یعنی التحیات پڑھنا۔ اس صورت میں کہ امام بیٹھے لیکن اگر امام قعدہ اولیٰ میں نہ بیٹھے تو مقتدیوں پر اس کی متابعت لازم ہے (۷) سلام پھیرنا۔ یعنی اگر امام السلام علیکم درجۃ اللہ کہنے کی بجائے بول پڑے یا مسجد سے نکل جائے تو مقتدی خود ہی سلام پھیر لیں۔ کذافی الطحاوی (۸) تکبیرات تشریق (در مختار)



سوال۔ جس طرح نماز کے فرائض و واجبات میں امام کی متابعت لازم ہے اسی طرح سنن میں بھی لازم ہے یا نہیں ؟

جواب۔ سنن میں امام کی متابعت واجب نہیں۔ پس اگر ثنائی المذہب امام رفع یدین کرے تو حنفی المذہب مقتدی اس کی متابعت نہیں کرے گا۔ کیونکہ رفع یدین شوافع کے ہاں بھی سنت ہی ہے واجب نہیں۔ اسی طرح نماز صبح میں ثنائی المذہب قنوت پڑھے تو حنفی کے لئے اس کی متابعت ضروری نہیں البتہ وتر میں چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے اس لئے اگر ثنائی المذہب امام اپنے مسلک کے دوسرے رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی بھی رکوع کے بعد پڑھیں۔

## فصل ۱۰۶۔ امام کو مقتدی کی تذکیر و یاد دہانی

سوال۔ نماز مغرب میں امام نے بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ لیکن سلام پھیرنے وقت اس کو شبہ ہوا کہ شاید دو رکعتیں پڑھی ہیں لیکن عدم یقین کی بنا پر کچھ توجہ نہ کی۔ سلام پھیرنے کے بعد ایک مقتدی نے بتایا کہ دو رکعتیں ہوئی ہیں۔ یہ سن کر امام اٹھ کھڑا ہوا اور مقتدی بھی کھڑے ہو گئے۔ اس بتانے والے مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

جواب۔ چونکہ مقتدی کے بتانے پر امام کا شبہ یقین کے ساتھ بدل گیا اور وہ شارع علیہ السلام کے حکم کے بموجب کھڑا ہوا اس لئے اس کی اور مقتدیوں کی نماز ہو گئی۔ البتہ بتانے والے مقتدی کی نماز کلام کرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔ اب اسے دوبارہ پڑھنی چاہیے۔

سوال۔ امام کے سہر قعدہ پر مقتدی بجائے سبحان اللہ کے العبادات اللہ کے جو تعلیم ہے یا یوں کہے کہ بیٹھ جائے موخر الذکر صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب۔ سبحان اللہ یا انھیات کہنا دونوں طرح جائز ہے۔ اور تعلیم و تلقین نہیں بلکہ تذکیر ہے البتہ یہ کہنا درست نہیں کہ بیٹھ جائے اور اگر یہ کلمہ کہہ دیا تو کہنے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اور دوسرے مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی۔ اور امام جس نے اس کی تذکیر و یاد دہانی پر عمل کیا اگر شارع کی پیروی میں ایسا کیا تو مفسد

صلوٰۃ نہیں اور اگر محض اس کی خاطر سے اس کے کہنے پر عمل کر لیا تو مفسد صلوٰۃ ہے۔

سوال۔ مسافر امام کے ساتھ مقیم مقتدی سلام پھیرے اور امام یوں کہے کہ کھڑے ہو جاؤ یا یوں کہے کہ نماز پوری کر لو اور وہ بلا اعتماد علیٰ ظنہ کھڑا ہو جس کا یہ مطلب ہے کہ محض امام کے کہنے سے یا پھر ابرو اے کے بتلانے اور تعلیم کے لئے سے کھڑا ہوا تو یہ مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں ؟

جواب۔ وہی تفصیل ہے جو سوال بالا کے جواب میں گزری۔

## فصل ۱۰۔ نماز میں آیات قرآنی کا جواب

سوال۔ قرآن مجید میں بعض آیتیں ایسی ہیں کہ جب امام ان کو پڑھتا ہے تو غیر مقلد مقتدی ندر سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ مثلاً جب سبح اسم ربک الاعلیٰ کہتا ہے تو مقتدی ندر سے سبحان ربی الاعلیٰ پکار اٹھتے ہیں۔ یہ فعل نماز کے اندر جائز ہے یا نہیں ؟

جواب۔ مولانا عز بنہ الرحمن مرحوم سابق مفتی دیوبند نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ آیات مذکورہ فی السؤال کا جواب عند الحنفیہ نماز میں دینا جائز نہیں۔ مقتدیوں کو یہ سن کر خاموش رہنا چاہیے۔ البتہ خارج از نماز آیات مذکورہ پڑھی جائیں تو جواب دینا مسنون و مستحب ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر یہ جوابات خارج صلوٰۃ ہی منقول ہیں۔ نماز میں اگر کہیں وارد ہے تو وہ تعلیم کے لئے یا ابتداء اسلام میں تھا۔ جبکہ نماز میں زیادہ قہود نہ بھٹیں۔ مثلاً نماز میں باتیں کر لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ امر ممنوع ہو گئے۔

سوال۔ جب امام ترغیب کی کوئی آیت پڑھے جس میں رحمت اور ثواب اور جنت کا تذکرہ ہو یا ترہیب کی کوئی آیت پڑھے جس میں عذاب اور دوزخ کا ذکر ہو تو خود امام اور نیز مقتدی اس کا کیا جواب دیں ؟

جواب۔ مقتدی نہ رحمت و ثواب کا سوال کرے اور نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اسی طرح امام بھی قرأت پر اکتفا کرے کسی دعا وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔ اور اس باب میں جو کچھ حدیث میں وارد ہوا ہے وہ



حالت انفراد میں نفلوں کے اندر تھا۔ ابو داؤد میں بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی۔ آپ جس آیت رحمت پر گزرے وہاں توقف فرما کر اپنے لئے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر پہنچے وہاں وقفہ کر کے ہماہ مانگی۔ تو وہ نماز نفل تھی۔ کذا فی الشامی

## فصل ۱۰۸۔ قرات فاتحہ خلف الامام

سوال۔ امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے پر حضرات غیر مقلدین خفیوں کو سخت مطعون کرتے ہیں اور بر ملا کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ ہمارے پاس امام کے پیچھے قرات نہ کرنے کی کیا دلیل ہے؟

جواب۔ امام کے پیچھے الحمد یا دوسری سورت کے پڑھنے کی ممانعت حدیثوں سے اور قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

جب قرآن پڑھا جائے تو سُنو اور چپ رہو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اور دوسری سورت کے پڑھنے سے روکتی ہے کیونکہ اس میں استماع اور انصات رُسُنہ اور چپ رہنے کا حکم ہے پس دونوں پر عمل کہ نا لازم ہے یُسْتَمَاعُ جہری نمازوں کے لئے مخصوص ہے اور چپ ہونا کے ساتھ خاص نہیں پس مطلق بحال خود باقی رہے گا۔ اور چونکہ امام سری اور جہری دونوں نمازوں میں قرات کرتا ہے۔ اس لئے مقتدیوں کو دونوں حالتوں میں خاموش رہنا ہوگا۔

سوال۔ کیا یہ آیت قرات نماز کے بارہ میں نازل ہوئی تھی؟

جواب۔ ہاں یہی قول مستند اور قابل وثوق ہے۔ چنانچہ تفسیر عماد بن کثیر میں ہے کہ علی بن طلحہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ یَعْنِیْ فِی الصَّلَاةِ الْمَقْرُوءَةِ رُبَعِیْ جِبْزِ نِزْوَی نماز میں قرآن پڑھا جائے، اور امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا۔ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ إِلَى أَنَّهُمَا فِی الْقِرَاءَةِ فِی الصَّلَاةِ رَأِیْ جَمَاعَتِ الْقَوْلِ ہے کہ یہ آیت قرات نماز کے بارہ میں نازل ہوئی، اور امام بغوی نے مخالفین کا





عبداللہ بن عمر سے پوچھا جانا کہ کیا امام کے پیچھے قرائت کریں یا نہیں؟ تو فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرائت اکتفا کرتی ہے۔ اور جب تنہا پڑھے تو الحمد ضرور پڑھے اور حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قرائت نہیں کرتے تھے۔ اور مسلم نے اپنی صحیح میں عطاء بن یسار سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرائت کرنے کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي هَذِهِ (امام کے ساتھ کسی چیز میں کوئی قرائت نہیں) اور یہی نے ابوداؤد سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرائت خلف الامام کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن کے لئے خاموش رہو۔ نماز میں ایک شخص غل ہے اور قرائت کے لئے تمہیں امام اکتفا کرنا ہے اور عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت دونوں اہل مدینہ اہل کوہ کے فقہاء اور جلیل القدر صحابہ میں سے تھے (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)۔

علامہ بیہقی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرائت کرنے سے انہی صحابہ نے جن میں حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس بھی داخل ہیں منع کیا ہے۔ پس ایسے ایسے جلیل القدر صحابہ کا اس مسئلہ پر اتفاق کرنا بمنزلہ اجماع کے ہو گیا۔ اسی کثرت کا لحاظ کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے لکھا۔ کہ اس پر اجماع ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ بھی قرائت نہ کرے۔ اور عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دس تربیت یافتگان عالی مقام امام کے پیچھے قرائت کرنے کو شرت سے منع فرماتے تھے۔ ۱۔ (۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق (۳) حضرت عثمان ذوالنورین (۴) حضرت علی مرتضیٰ (۵) حضرت عبدالرحمن بن عوف (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص (۷) حضرت عبداللہ بن مسعود (۸) حضرت زید بن ثابت (۹) حضرت عبداللہ بن عمر (۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ انتہی کلام بیہقی

سوال۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی جس میں آپ پر قرائت گمراہ ہو گئی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قرائت کرتے ہو عبادہؓ کہتے ہیں ہم لوگ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! بے شک ہم آپ کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو۔ اور سورہ فاتحہ اس لئے پڑھو کہ اس کے پڑھنے بغیر کوئی نماز نہیں۔ (سوانح الترمذی)۔ اس حدیث میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا حکم بتصریح دہرایا ہے۔

جواب۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔ چنانچہ علامہ زلیحی رقمطراز ہیں قَدْ ضَعُفَ أَحَدُ وَجْهَاتِهِ عَنْهُ



اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے (اور امام یحییٰ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا جملہ استثنائے صحیح نہیں یعنی یہ الفاظ غیر صحیح ہیں کہ سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو کہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں) اصل یہ ہے کہ اس حدیث کے طریق استناد میں ایک راوی محمد بن اسحق بن یسار واقعہ ہوا ہے۔ اس کی نسبت یحییٰ قطان نے لکھا ہے کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق کذاب یعنی بڑا جھوٹا ہے اسی طرح سلیمان بن تہی نے بھی اس کو کذاب لکھا ہے اور امام مالک نے اس کو دجال کہا ہے۔ کمافی میزان الاعتدال۔ اور داؤد قطنی نے کہا کہ محمد بن اسحق کے ساتھ حجت نہیں پکڑ سکتے اور نسائی نے کہا کہ قوی نہیں ہے۔

سوال۔ ہدایہ میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ احتیاطاً پڑھنی چاہیے۔

جواب۔ مولانا محمد شفیع سابق مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمدؒ ویکرہ عندہما لما فیہ من الوعد۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ امام محمدؒ کا یہ قول جو نقل کیا گیا ہے ظاہر اور قوی نہیں بلکہ ضعیف روایت ہے۔ صحیح قول وہی ہے جو امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اس میں امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے الیٰی ضعیف روایت بھی نہیں بلکہ وہ یقینی طور پر قراءۃ خلف الامام کرنا جائز فرماتے ہیں۔ ان دونوں دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن اللام فتح القدیر میں ہدایہ کے اس قول کے تحت میں فرماتے ہیں۔ انہا لیست ظاہر الروایۃ عنہ و الحق ان قول محمدؒ کقولہما فان عباساً فی کتبہ مصر حۃ۔ الغرض امام محمدؒ سے قراءت خلف الامام کا جو استحسان منقول ہے وہ ضعیف روایت ہے۔ جو ان کی تمام تصانیف کے خلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اس بارہ میں امام محمدؒ کا بھی وہی قول ہے جو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے۔

سوال۔ اگر مقتدی امام کے پیچھے الحمد پڑھ لے تو اس میں نقصان ہی کیا ہے؟

جواب۔ گواہ مذہب کے بموجب مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے۔ مگر فاتحہ خلف الامام پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک نے فرمایا کہ میں پتھر بھروں اس کے منہ میں جو امام کے پیچھے الحمد پڑھے۔ رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو کوئی امام کے پیچھے قراءت کرے وہ سنت پر نہیں ہے۔ رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار بسند صحیح۔ اور دوسری روایت میں جناب علی مرتضیٰؑ نے فرمایا کہ وہ فطرت پر نہیں ہے۔ رواہ عبد الرزاق۔



# فصل ۱۰۹۔ امام کو لقمہ دینا

سوال۔ لقمہ دینا کسے کہتے ہیں ؟

جواب۔ قراوت کی غلطی پر مقتدی امام کو بتائے تو اس کو لقمہ دینا کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ اس سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم پر قراوت ملتیس ہوئی۔ نماز کے بعد آپ نے (رئیس القراء حضرت) ابی بن کعبؓ سے پوچھا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے ؟ انہوں نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ ! آپ نے فرمایا تو لقمہ دینے سے کیا چیز مانع رہی ؟ رواہ ابو داؤد۔ اسی طرح مسولہ بن یزیدؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر علیہ السلام نے قراوت میں سے کچھ چھوڑ دیا اور اس کو پڑھا نہیں۔ سلام کے بعد ایک صاحب عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ ! آپ نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے (نماز میں) کیوں نہ بتا دیا ؟ انہوں نے التماس کی یا رسول اللہ ! میں نے گمان کیا کہ وہ آیتیں منسوخ ہو چکی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا منسوخ نہیں ہوئیں۔ رواہ ابو داؤد

سوال۔ لقمہ دینے سے متعلق کیا آداب و احکام ہیں ؟

جواب۔ مقتدی کو مکروہ ہے کہ فوراً لقمہ دے بلکہ چاہیے کہ قدرے انتظار کرے تاکہ امام خود نکال لے یا دوسری جگہ سے پڑھنے لگے۔ اسی طرح امام کو مکروہ ہے کہ بار بار ایک آیت پڑھ کر مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ چاہیے کہ اس مقام کو چھوڑ کر کسی دوسری آیت یا سورت کی طرف منتقل ہو جائے۔ یا اگر اتنی قراوت ہو چکی ہو جس سے نماز جائز ہو تو رکوع کرے۔ (شامی)

سوال۔ غیر مقتدی لقمہ دے تو کیا حکم ہے ؟

جواب۔ اگر کوئی شخص کسی امام یا منفرد کو لقمہ دے اور لقمہ دینے والا اس امام یا منفرد کا مقتدی نہ ہو تو لقمہ لینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ لقمہ دینے والا نماز میں ہو یا نہ ہو۔ ہاں اگر قراوت کرنے والے امام یا منفرد کو خود بخود یاد آ جائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے یا پیچھے۔ اور اس کے لقمہ دینے کو اس میں کوئی دخل نہ ہو اور اپنی یاد پر اعتماد کر کے پڑھنے لگے تو جس کو لقمہ دیا گیا ہو اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آئے گا۔ اسی طرح اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں خواہ وہ شخص جس کو لقمہ دیا گیا ہو نماز میں ہو یا خارج از

صلوٰۃ ہو بہر حال میں لغتہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر مقتدی دوسرے شخص سے سن کر یا دیوار پر سے پڑھ کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لغتہ دے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر مقتدی کو قرآن میں دیکھنے یا دوسرے سے سننے کے بعد خود بھی یاد آگیا اور پھر اپنی یاد پر لغتہ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر حالت نماز میں قرآن دیکھ کر ایک آیت بھی پڑھی جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر وہ آیت جو دیکھ کر پڑھی ہے اس کو پہلے سے یاد تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یا پہلے سے یاد تو نہ تھی مگر ایک آیت سے کم دیکھ کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

سوال۔ حنفی فقہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب امام بقدر مایحوز بہ الصلوٰۃ قنوت کرچکے یعنی ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ چکے یا کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے تو اس کے بعد اگر مقتدی لغتہ دے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر امام لغتہ قبول کر لے تو امام اور اس کے ساتھ سب مقتدیوں کی بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب۔ یہ بالکل بے دلیل بات ہے۔ فقہ کی جس کتاب میں بھی ایسا لکھا ہے غلط ہے۔ متذکرہ صدر دونوں صورتوں میں لغتہ دینے سے نہ مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ امام کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے امام بالفرض سو آیتوں کے بعد بھی بھڑے تو اس کو بتا دینا چاہیے۔

## فصل ۱۰۔ لائق کی نماز

سوال۔ مقتدی کتنی قسم سے ہیں اور ہر ایک کی کیا تعریف ہے؟

جواب۔ مقتدی چار قسم کے ہیں۔ (۱) مُدْرِك۔ (۲) لائق (۳) مسبوق (۴) مسبوق لائق۔

مُدْرِك وہ ہے جس نے شروع سے آخر تک پوری نماز امام کے ساتھ ادا کی۔ (۲) لائق وہ ہے کہ شریک جماعت ہونے کے بعد جس کی کل یا بعض رکعتیں کسی عذر سے فوت ہو جائیں۔ مسبوق وہ ہے جس کو امام کے ساتھ ایک یا زیادہ رکعتیں نہ ملی ہوں۔ مسبوق لائق اس کو کہتے ہیں جو مثلاً دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں اس کا وضو ٹوٹ گیا۔

سوال۔ لائق اپنی نیت شدہ نماز کو کس طرح پورا کرے؟



جواب۔ لاحق کی جو رکعتیں کسی عذر مثلاً سو جانے کے باعث رہ گئی ہوں تو جس وقت وہ بیدار ہو، امام کا ساتھ چھوڑ کر اپنی چھوٹی ہوئی نماز پڑھے اور اس طرح پڑھے جیسے امام کے ساتھ پڑھتا ہے۔ یعنی قراوت نہ کرے۔ اور جب چھوٹی ہوئی نماز پوری کرے تو اس وقت اگر جماعت ہو رہی ہو تو اس میں شریک ہو جائے۔ ورنہ خود ہی اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر لے۔ لاحق اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا پس جس طرح مقتدی امام کے پیچھے قراوت نہیں کرتا، اسی طرح لاحق بھی قراوت نہ کرے۔ بلکہ اتنی دین تک چپ چاپ کھڑا رہے۔ اور جیسے مقتدی کو سہو ہو جائے تو اسے سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ویسے ہی لاحق بھی سجدہ سہو سے سبکدوش اور بری الذمہ ہے۔

## فصل ۱۱۔ مسبوق لاحق کی نماز

سوال۔ مسبوق لاحق اپنی نماز کیوں کر پوری کرے۔

جواب۔ جو شخص کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک جماعت ہوا ہے اور شرکت کے بعد اس کی کوئی اور رکعت بھی رہ جائے اس کو چاہیے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو شرکت کے بعد چھوٹ گئی ہیں جن میں وہ لاحق ہے لیکن ان کے ادا کرنے میں اپنے تئیں ایسا سمجھے جیسا وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو یعنی قراوت نہ کرے۔ اور امام کی ترتیب کا لحاظ رکھے۔ اس کے بعد اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو تو اس میں شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز تنہا پڑھ لے۔ اس کے بعد اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں مسبوق ہے۔ کتاب "ہشتی زیور" میں اس کی مثال دی ہے۔ عصر کے نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شریک ہوا۔ اس کے بعد فوراً ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ وہ وضو کر لے گیا تو اتنے میں جماعت ختم ہو گئی۔ اب اس کو چاہیے کہ پہلے ان تین رکعتوں کو ادا کرے جو جماعت میں شریک ہونے کے بعد رہ گئیں۔ ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قراوت نہ کرے۔ اور ان تین کی پہلی رکعت میں التحیات بیٹھے۔ اس لئے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھر دوسری رکعت میں قعدہ نہ کرے۔ کیونکہ یہ امام کی تیسری رکعت ہے۔ پھر تیسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے۔ اس میں امام نے قعدہ کیا تھا۔ پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اس کے شریک جماعت ہے۔



سے پہلے ہو چکی تھی امد اس میں بھی قعدہ کرے کیونکہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں اس کو قنوت بھی کرنی ہوگی۔ کیونکہ اس رکعت میں وہ مسبوق ہے۔ اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔

سوال۔ اگر مقتدی مقیم نے مسافر امام کے پیچھے ایک رکعت پائی تو اب وہ باقی تین رکعتیں کس طرح ادا کرے۔ اگر مقتدی امام مسافر کے ساتھ قعدہ میں اگر شریک ہوا تو اب وہ اپنی چار رکعت کس طرح پڑھے؟  
جواب۔ یہ شخص مسبوق لاحق ہے۔ اگر اس نے مسافر امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تو امام مسافر کے سلام کے بعد اٹھ کر پہلے ایک رکعت خالی پڑھے۔ پھر بیٹھ جائے تہجد کے بعد اٹھ کر پھر ایک رکعت خالی پڑھے۔ پھر چوتھی رکعت بھری پڑھے پھر بیٹھ کر تہجد وغیرہ پڑھنے کے بعد سلام پھیرے اور اگر قعدہ میں شریک ہوا تو پہلے دو رکعتیں خالی پڑھے پھر دو رکعتیں بھری پڑھے۔

## فصل ۱۱۲۔ مسبوق کی نماز

سوال۔ مسبوق یعنی جس کی امام کے ساتھ شروع سے کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں وہ اپنی چھوٹی ہوئی نماز کس وقت اور کس طرح پوری کرے۔

جواب۔ جب امام سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اس طرح ادا کرے کہ گویا اس نے ابھی نماز شروع کی ہے۔ مثلاً جس کی صرف ایک رکعت چھوٹی ہو وہ امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر پہلے سبحانک اللہم اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد پڑھے۔ پھر کوئی اور سورت تلائے پھر قاعدہ کے موافق رکعت پوری کر کے التحیات پڑھے اور قعدہ پورا کر کے سلام پھیرے۔ یہ طریقہ بہ نماز کی چھوٹی ہوئی رکعت کے پورا کرنے کا ہے۔ اور جب مغرب کے سوا کسی اور نماز یعنی ظہر یا عصر یا عشاء یا فجر کی دو رکعتیں رہ گئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثنا اور تَعُوذ اور تسمیہ (یعنی سبحانک اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ) کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ کر رکوع اور سجدے کر کے التحیات بیٹھے۔ اور درود اور دعا سے فارغ ہو کر سلام پھیرے۔



اور اگر ظہر یا عصر یا عشاء کی صرف ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو باقی تین رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں ثنا اور تَعَوَّذ اور الحمد اور کوئی اور سورت پڑھ کر رکوع سجود کرے اور رکعت پوری کر کے التحیات بیٹھ کر عیدہ در سولہ تک پڑھے۔ پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ اور کسی دوسری سورت کے ساتھ پڑھے اور رکوع و سجود کے بعد کھڑا ہو جائے۔ اب اس ایک آخری رکعت میں صرف الحمد پڑھے۔ پھر رکوع و سجود کرے اور بیٹھ کر التحیات اور درود اور دعا پڑھنے کے بعد سلام پھیرے۔ اور جو تیسری رکعت میں شریک ہوا وہ تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھے اور ان دونوں کے بیچ میں التحیات نہ بیٹھے اور اگر مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو باقی ماندہ دو رکعتیں پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر ایک رکعت سبحانک اللہم اور الحمد اور کسی اور سورت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے اور عیدہ در سولہ تک پڑھ کر کھڑا ہو جائے پھر دوسری رکعت الحمد اور دوسری سورت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے اور التحیات درود اور دعا سے فراغت پا کر سلام پھیرے۔ جو شخص مغرب کی تیسری رکعت میں شریک ہوا اُسے تینوں میں سے ہر رکعت پر قعدہ بیٹھنا پڑتا ہے۔ اور جب کبھی امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی ہو تو پھر اپنی نماز میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہیے خواہ کسی وقت کی نماز ہو۔

سوال۔ امام نے ابھی ایک ہی طرف سلام پھیرا تھا کہ مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا لیکن امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق کیا کرے ؟

جواب۔ جھٹ لوٹ آئے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو جائے۔ اور جب امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کر لے۔

سوال۔ مسبوق جو سلام پھیرنے کے قریب اگر داخل جماعت ہوا التحیات کے دو تین کلمے ہی پڑھنے پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا۔ تو یہ مسبوق امام کے سلام پھیرتے ہی باقی نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے۔ یا پوری التحیات پڑھ کر کھڑا ہو ؟

جواب۔ پوری التحیات پڑھ کر کھڑا ہو۔

سوال۔ مسبوق اور لاحق کے احکام میں کیا فرق ہے ؟

جواب۔ لاحق مد رک کے حکم میں ہے کہ جب اپنی قوت شدہ نماز پڑھے گا۔ تو اس میں زقارات کرے گا نہ سہو سے سجدہ سہو کرے گا۔ اور مسبوق پہلے امام کے ساتھ ہو لے گا۔ پھر امام کے سلام پھیرنے کے

بعد اپنی فوت شدہ نماز پڑھے گا اور اپنی فوت شدہ نماز میں قراوت کرے گا۔ اور اس میں سہو ہو جائے گا تو سجدہ سہو کرے گا۔

سوال۔ اگر کوئی امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد شریک جماعت ہوا تو باقی نماز کے لئے کب کھڑا ہو۔ اور ایک طرف کے سلام کے بعد جماعت کی شرکت صحیح بھی ہے یا نہیں؟

جواب۔ پہلی بار لفظ السلام کہتے ہی امام نماز سے باہر ہو گیا۔ اگرچہ ہنوز علیکم نہ کہا ہو۔ اگر کوئی اس وقت شریک جماعت ہوا تو اقتداء صحیح نہیں ہوا۔ پس وہ تکبیر تحریمیہ کہ کراڑ سر تو اپنی نماز تہتا پوری کرے اس کا تحریمیہ اولیٰ باطل ہو گیا۔ کیونکہ اقتداء موضع افراد میں مفسد نماز ہے۔ اور یہ افراد کا موقع تھا۔ ہاں اگر امام نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا تو اقتداء صحیح ہو گیا۔

سوال۔ مسبوق دوسری رکعت میں اس وقت شریک جماعت ہوا جب امام بالجہر قراوت کر رہا تھا۔ تو اب وہ ثنا یعنی سبحانک اللہم پڑھے یا نہیں؟ اور اگر مسبوق سہری نماز کی دوسری رکعت میں شریک ہو تو اس وقت ثنا پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ دونوں صورتوں میں مسبوق ثنا نہ پڑھے بلکہ جب سلام کے بعد پہلی رکعت پڑھنے کو اٹھے تو اس وقت ثنا پڑھے۔

سوال۔ اگر امام کو مسبوق کے اقتداء سے پہلے سہو ہوا ہو تو مسبوق امام کا اقتداء کرے یا نہیں؟

جواب۔ مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے خواہ امام کو مسبوق کے اقتداء سے پہلے سہو ہوا ہو۔ یا اقتداء کے بعد۔ پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پوری کرے۔ اور اگر اس باقی ماندہ نماز میں مسبوق کو سہو ہو جائے تو دوبارہ سجدہ سہو کرے۔ کیونکہ خود مسبوق کی نماز اب منفرد کی نماز کا حکم رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور اپنی مانتی ماندہ نماز کے اخیر میں کر لیا تو بھی کافی ہو گا۔ اگرچہ اس کو باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہ۔ کذا فی البحر الرائق۔

سوال۔ مسبوق آخری قعدہ میں عبیدہ و رسولہ تک پڑھنے کے بعد کیا کرے؟

جواب۔ مسبوق آخری قعدہ میں اتنا ٹھیر ٹھیر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت تک تراغت پائے۔ اور بعض نے کہا کہ الحیات کو پورا کرنے کے بعد خاموش بیٹھا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ کلمہ شہادت بار بار پڑھتا رہے۔ شامی لکھتے ہیں کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے۔



سوال۔ ایک شخص ایک رکعت کے بعد جماعت میں شریک ہوا۔ تین رکعت پڑھ کر بھولنے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب۔ مولانا عزیز الرحمن سابق مفتی دہلی بند نے اس کے جواب میں لکھا کہ اس کی نماز صحیح ہے اپنی نماز پوری کر کے یعنی چھوٹی ہوئی رکعت پڑھ کر سجدہ سو کر لے پھر کچھ نقصان نہ رہے گا۔

سوال۔ مسبق نے امام کے ساتھ بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا اور اپنی یادداشت سے یاد دوسرے کے کہنے سے اسی وقت یا کچھ تو وقت کر کے کھڑا ہو گیا۔ ان چاروں صورتوں میں سجدہ سہول لازم ہے یا نہیں؟

جواب۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ اگر امام سے پہلے یا اُس کے ساتھ سہولاً سلام پھیرا تو جمیع صورتیں سجدہ سہول لازم نہیں کیونکہ ہنوز یہ مقتدی ہے اور سہول مقتدی سے سجدہ لازم نہیں۔ اور اگر امام کے سلام کے بعد پھیرا تو سب صورتوں میں سجدہ سہول لازم ہے۔ و لا یجوز علیہ ان سلم سجداً قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لكونہ منقاداً حیثین بجرار شامی بحجۃ بحمد المسبق سہولاً جلد اول صفحہ ۹۹ م) اور اس مسبق کو قبل کلام و تحویل عن القبۃ بنا و جائز ہے۔ و لیجوز للسجد ولو مع سلام للقطع ما لم یحول عن القبۃ او یتکلم (در مختار شامی جلد اول صفحہ ۵۵) اور دوسرے کے کہنے سے کھڑے ہونے میں احتیاط یہ ہے کہ اس کے کہنے کے ذرا بعد کھڑا ہوتا کہ قیام اپنی رائے سے ہو۔ اس کا اقتال نہ ہو کیونکہ نمازی کو غیر نمازی کے اقتال کا مفسد غیر مفسد ہوتا مختلف فیہ ہے۔ اگرچہ اصح عدم فساد ہے لا یدل القتل علی

سوال۔ ایک شخص مسجد میں آیا۔ جماعت ہو رہی تھی۔ جب تک وضو کیا۔ امام ختم کر کے قعدہ میں چلا گیا۔ وہ شریک قعدہ نہیں ہوا۔ دوسری مسجد میں پوری جماعت حاصل کرنے کی کوشش میں چلا گیا۔ اس مسجد سے نکلنے اور شریک جماعت نہ ہونے سے گنہ گار ہو گا یا نہیں؟

جواب۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ اس نماز کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا گناہ ہے۔ گویا نماز سے اعراض کیا۔ لہذا اس جماعت میں شریک ہونا چاہیے کہ صورت اعراض نہ ہو۔

واللہ اعلم ۱۲



## فصل ۱۳۔ نماز میں وضو لوٹنا اور بنا کرنا

**سوال۔** نماز میں وضو لوٹ جائے تو کن صورتوں میں پڑھی ہوئی نماز بحال رہتی ہے اور کن میں فاسد ہو جاتی ہے ؟

**جواب۔** اگر وضو لوٹ جائے تو بایہ اختیاری ہوگا یا بے اختیاری۔ اگر اس وضو شکنی میں بندے کے اپنے اختیار کو دخل ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً نماز میں قنقے کے ساتھ منہس پڑا۔ یا دانستہ ریح خارج کی۔ اور اگر بے اختیاری ہوگا تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ یا تادرا لوقوع ہوگا جیسے جنون بے ہوشی وغیرہ۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی یا کثیر الوقوع ہوگا۔ جیسے پیشاب پاخانہ خروج ریح وغیرہ تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور نمازی کو اختیار ہے کہ وضو کر کے اسی نماز کو جہاں سے باقی ہے پورا کر لے۔ اس تکمیل کو بتا کہتے ہیں۔ لیکن افضل یہ ہے کہ نماز کو از سر نو پڑھ لے۔ یہ استیفات کہلاتا ہے۔

**سوال۔** بنا کے جائز ہونے کی کیا شرطیں ہیں ؟

**جواب۔** (۱) نمازی کسی رکن کو بے وضو ہو جانے کے بعد ادا نہ کرے۔ مثلاً رکوع یا سجدہ میں حدیث ہوا اور اس نے یہ نیت ادا سے رکن سر اٹھایا یعنی رکوع سے سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور سجدہ سے اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھا تو نماز فاسد ہو گئی۔ اب بتا نہیں کر سکتا۔ نماز از سر نو پڑھے (۲) کسی رکن کو چلتے چلتے ادا نہ کرے۔ مثلاً وضو کرے۔ لیٹے جاتے ہوئے طے وقت قرات کی تو نماز فاسد ہو گئی۔ کیونکہ قرات نماز کا ایک رکن ہے۔ اب بتا نہیں کر سکتا۔ (۳) کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے۔ اگر وضو لوٹنے کے بعد کھانا کھا لیا یا پانی پیا تو اب بتا نہیں کر سکتا۔ از سر نو نماز پڑھے۔ (۴) کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔ اگر پانی پاس تھا بلا ضرورت دُور چلا گیا۔ تو نماز فاسد ہو گئی اور بنا نہیں ہو سکتی۔ (۵) وضو کو جاننے بٹنے اتنا توقف نہ کرے جس میں تین مرتبہ سُحَّان اللہ کہا جاسکتا ہے۔ یا اگر کسی مجبوری سے مثلاً انبوہ وغیرہ کے باعث دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ انبوہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور صفوں کو چیر کر پہنچنے میں مزاحمت اور دشواری ہو (۶) ایک شرط یہ ہے کہ نمازی وضو سے فارغ ہونے کے بعد فی الفور جماعت میں شامل ہو۔ اور اگر جماعت ہو چکی ہو تو



اپنی نماز وضو خانہ کے قریب ہی کسی جگہ پوری کرے اور وہاں تمام کرنا بہتر ہے یا پھر اپنی سابقہ جگہ پر آجائے تاکہ کل نماز کی جگہ ایک ہو۔

سوال۔ بنا کے دوسرے مسائل کیا ہیں ؟

جواب۔ جس رکن میں حدث واقع (یعنی وضو ٹوٹا) ہو اس کا اعادہ کہے (۲) کسی نے سر پر پتھر مار دیا۔ کہ خون نکل کر بہ گیا۔ یا چھت پر سے کوئی پتھر گرا اور اس کے بدن سے خون بہا یا درخت سے کٹھریا بھی یا کوئی اور بڑا بھیل گرا جس سے زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا یا پاؤں میں کانٹا چبھا یا سجدہ میں پیشانی زخمی ہو گئی اور خون بہا۔ یا بھڑٹے کاٹا اور ٹخنہ بہا تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور بتا نہیں ہو سکتی۔ (۳) نماز میں چت لیٹ گیا اور دیر کے بعد بیدار ہوا تو جھٹ وضو کر کے بنا کر سکتا ہے۔ اور اگر بیداری کے بعد توقف کیا تو نماز فاسد ہو گئی۔ (۴) چھینک یا کھانسی سے رنج خارج ہو گئی۔ یا قطرہ آگیا تو بتا نہیں کر سکتا۔ از سر نو نماز پڑھے (۵) کسی نے بدن پر تجاست ڈال دی یا کپڑا یا بدن ایک درم سے زیادہ خبس ہو گیا تو اسے پاک کرنے کے بعد بتا نہیں کر سکتا۔

سوال۔ اگر تنہا نماز پڑھنے والے کا وضو جاتا رہے تو اس کے لئے بنا سے متعلق کیا ہدایات ہیں ؟

جواب۔ اگر منفرد کو حدث ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ جلد سے جلد تمام سُننِ مستحبات کے ساتھ وضو کرے۔ اس درمیان میں کسی سے ہمکلام نہ ہو۔ اگر پانی قریب مل جائے تو دُور نہ جائے۔ جتنی نقل و حرکت لازم دنا گزیر ہو اس سے زیادہ نہ کرے۔ وضو کر کے خواہ وضو خانہ کے قریب اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرے اور یہی بہتر ہے۔ اور چاہے تو اپنی پہلی جگہ پر آ کر اپنی نماز مکمل کرے۔ لیکن بہترین صورت یہ ہے کہ وضو ٹوٹنے کے بعد اپنی پہلی نماز کو سلام پھیر کر دانستہ قطع کر دے اور پھر تجدید وضو کے بعد از سر نو نماز پڑھے۔

## فصل ۱۱۲۔ امام کا اپنا قائم مقام مقرر کرنا

سوال۔ خلیفہ بنانے کے کیا احکام ہیں ؟

جواب۔ اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے اگرچہ قعدہ اخیر میں ہو تو اس پر لازم ہے کہ فی الفور وضو کرنے کے لئے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ ناک بند کر کے (لوگ نکسیر کا گمان کریں) پیچھے ہٹے اور اپنے مقتدیوں میں سے



کسی ایسے شخص کو جسے قابل امامت سمجھتا ہو اشارے سے یا ہاتھ سے محراب کی طرف کھینچ کر اپنی جگہ پر کھڑا کر دے۔  
مُدرک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ اگر مسبوق کو خلیفہ کر دے تو بھی جائز ہے۔ اور مسبوق کو اشارے سے بتلا دے کہ میرے اوپر اتنی نماز ہوتی ہے۔ امام خلیفہ کی طرف ایک انگلی سے ایک رکعت ہوتی رہنے کا اشارہ کرے۔ دو انگلیوں سے دو رکعتیں رہنے کا اشارہ کرے۔ رکوع کے چھوٹ جانے کے لئے اپنا ہاتھ زانو پر رکھے اور سجدہ کے رہ جانے کے لئے پیشانی پر اور قرائت کے رہ جانے کے لئے منہ پر اور سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لئے پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ رکھے۔ اور اگر امام کے ذمہ سو ہو تو اس کے اظہار کے لئے سینے پر ہاتھ رکھے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ ان اشارات کو سمجھتا ہو ورنہ اس کو خلیفہ نہ بنائے۔

پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت ہو رہی ہو تو اس پر واجب ہے کہ جماعت میں شامل ہو کر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے اور اپنے خلیفہ کے اتنا قریب کھڑا ہو کہ اقتدار ہو سکے۔ اور اگر خلیفہ نماز پوری کر چکا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وضو خانہ کے قریب ہی نماز پوری کرے۔ یا اپنی پہلی جگہ پر اگر نماز پڑھے۔ اگر وضو خانہ فرش مسجد کے قریب ہی ہو جیسا کہ عام طور پر مسجدوں میں ہوتا ہے تو پھر خلیفہ کرنا ضروری نہیں۔ کرے یا نہ کرے بلکہ جب خود وضو کر کے لوٹے پھر امام بن جائے۔ اتنی دیر مقتدی اپنی ہیئت پر قبلہ رخ پورے سکوت و سکون کے ساتھ اس کی دایبسی کے منتظر رہیں۔ خلیفہ کر دینے کے بعد امام اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس کی دایبسی تک جماعت ہو چکی ہو تو امام اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرے اگر امام کسی کو اپنا قائم مقام نہ کرے بلکہ مقتدیوں میں سے کوئی ان خود امام کی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور امام ہونے کی نیت کر لے تو بھی درست ہے بشرطیکہ امام ہنوز مسجد کے اندر ہو یا سہرہ نکلا ہو۔

اور اگر نماز کہیں مسجد سے باہر ہو رہی ہو تو یہ شرط ہے کہ امام ہنوز صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھا ہو۔ اگر ان حدود سے متجاوز ہو چکا ہو تو نماز سب کی فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے اب کوئی دوسرا شخص بھی امام نہیں بن سکتا۔ مسبوق کو خلیفہ کیا تو اسے مناسب ہے کہ امام کی نماز پوری کرنے کے بعد سلام پھیرنے کے لئے کسی مُدرک کو آگے کر دے کہ وہ سلام پھیرے۔

تعاوی قاضی خان میں ہے کہ چار رکعت والی نماز میں ایک شخص شریک جماعت ہوا۔ پھر امام کو حث ہوا اور اسے خلیفہ بنایا اور اسے معلوم نہیں کہ امام کتنی رکعتیں پڑھا چکا ہے تو یہ چار رکعتیں پڑھا لے اور احتیاطاً ہر رکعت پر قعدہ کرے۔ تین یا چار رکعت والی نماز میں اس مسبوق کو خلیفہ کیا۔ جس کو دو رکعتیں نہ ملی تھیں تو اس خلیفہ پر دو



فدے فرض ہیں۔ ایک امام کا قعدہ اخیرہ اور ایک اس کا اپنا۔ اور اگر امام کے اشارہ کر دیا کہ پہلی رکعتوں میں قرأت کرنا  
کی تھی تو چار رکعتی نماز کی ہر رکعت میں اس پر قرأت فرض ہے۔

سوال۔ امام کو حدت ہوا۔ چونکہ اس کی پشت کے پیچھے نماز پڑھانے کے لائق کوئی مقتدی نہ تھا  
اس نے نماز چھوڑ کر علحدہ ہوتا چاہا۔ جماعت کی داہنی یا بائیں طرف دس یا پندرہ نمازیوں سے پرے ایک شخص  
نماز پڑھانے کے لائق کھڑا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ امام کا وضو ٹوٹ گیا ہے سب نمازیوں کے سامنے کو گنہگار امام کی  
جگہ پر آکھڑا ہوا اور نماز پڑھائی۔ کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

جواب۔ مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ نماز صحیح ہو گئی۔

سوال۔ اگر امام وضو ٹوٹنے کے بعد سلام پھیر کر نماز کو قطع کر دے اور وضو کر کے واپس آئے تو سب لوگ  
شرع سے ساری نماز پڑھیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ کیا خلیفہ بنانا لازم و لابد ہے۔ دوسرے امام  
مجتہدین کی اس میں کیا رائے ہے؟

جواب۔ خلیفہ بنانا صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ خلیفہ نہ بنانا اور استیفاء یعنی از سر نو نماز پڑھنا افضل  
ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ امام کا وضو ٹوٹ گیا تو وہ از سر نو وضو کر کے نماز پڑھائے کیونکہ  
لوگ بنا کے مسائل سے واقف نہیں ہوتے اور استیفاء اولیٰ بھی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۳۱) استیفاء  
کے اولیٰ و افضل ہونے کی ایک وجہ یہ مختار میں یہ لکھی ہے، واستیفاء افضل تحریراً عن الخلافات  
سے بچنے کے لئے امام کا از سر نو پڑھنا افضل ہے، خلاف سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک  
خلیفہ بنانا سرے سے جائز ہی نہیں۔ ان کے نزدیک امام کو حدت ہو تو سب کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس  
لئے صاحب درمختار نے لکھا کہ نماز کو نئے سرے سے پڑھنا افضل ہے۔ تاکہ نماز سب کے نزدیک صحیح ہو  
جائے۔ اور استیفاء کی صورت یہ ہے کہ کوئی کام نماز کے مخالف کر کے پہلے نماز کو قطع کر دے اور وضو  
کے بعد از سر نو نماز پڑھنے کے لئے جہاد نیت کرے۔ کذا فی الشامی

# فصل ۱۵۔ تعداد رکعات میں نمازیوں کا باہمی اختلاف

سوال۔ اگر کبھی جماعت کے بعد امام اور اس کے مقتدیوں میں رکعات پر خلافت ہو جائے مثلاً مقتدی کہیں کہ تین بار پڑھی گئی ہیں اور امام چار رکعات بتلائے تو فریقین میں سے کس کا قول معتبر ہے ؟

جواب۔ اگر امام کو اپنے ٹھیک پڑھنے کا یقین ہے تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب نماز دوبارہ پڑھی جائے۔ لحاظ دیئے کہ پہلی صورت میں مقتدی از سر نو نماز پڑھیں۔ کیونکہ ان کے زعم میں ان کی نماز نہیں ہوئی۔

سوال۔ اگر مقتدیوں میں باہم اختلاف ہو۔ بعض کہیں کہ تین رکعت پڑھی گئیں اور بعض کہیں چار۔ تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے ؟

جواب۔ جس فریق کے ساتھ امام ہو گا اسی کا بیان معتبر سمجھا جائے گا۔ خواہ ایک ہی آدمی امام کے ساتھ ہو۔

سوال۔ ایک مقتدی کو یقین ہے کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں اور دوسرے کو چار کا یقین ہے اور امام اور دوسرے مقتدی منرد ہیں تو اب کیا کرتا چاہیے ؟

جواب۔ جو نماز پڑھی گئی اسی کو صحیح سمجھیں۔ البتہ اس مقتدی پر جس کو تین رکعت ہونے کا یقین ہے لازم ہے کہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے۔

سوال۔ ایک مقتدی کو یقین ہے کہ امام نے تین رکعتیں پڑھی ہیں اور دوسرے مقتدی اور امام منرد ہیں اور شک میں پڑے ہیں تو کیا کیا جائے ؟

جواب۔ ایک مقتدی کے یقین کی بنا پر اور اس کی مخالفت میں کوئی آواز نہ ہونے کی وجہ سے احتیاطاً نماز کو لوٹالیں ۔



# فصل ۱۱۶۔ ہلکی نماز پڑھانے کی تاکید

سوال۔ امام فرض نماز سبک پڑھانے کا مامور ہے یا طویل ؟

جواب۔ مقدار سنت سے زیادہ قراوت اور اذکار و تسبیحات میں طول دینا مکروہ تحریمی ہے۔  
مقتدی راضی ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ حدیثوں میں ہلکی نماز پڑھانے کا حکم مطلق واقع ہوا ہے۔ (رد مختار)  
چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی لوگوں کو نماز  
پڑھائے تو اسے چاہیے کہ نماز ہلکی کرے کیونکہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ضعیف القوی بھی۔  
اور بوڑھے بھی۔ اور جب تنہا نماز پڑھے تو حتیٰ چاہے نماز کو طول دے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اگر مقتدی سب کے سب حضور قلب کے جوہر سے آراستہ ہوں جو درازی  
سے نہ گھبراتے ہوں اور ان میں بیمار ضعیف القوی اور بوڑھے بھی کوئی نہ ہو تو امام مقتدیوں کی خواہش کے  
موجب نماز کو دراز کر سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس صفت کے منتخب نمازی تو شاید کہیں بھی نہ پائے  
جائیں گے۔ مدت الحمر کا تجربہ شاید ہے کہ نمازیوں میں بوڑھے اور ناتوان لوگ کافی تعداد میں موجود  
ہوتے ہیں +

عثمان بن ابی العاص صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری وصیت یہ کی  
تھی کہ جب امامت کرو تو سبک نماز پڑھاؤ۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی امامت کرے  
اس پر لازم ہے کہ ہلکی نماز پڑھائے۔ کیونکہ ان میں بوڑھے بیمار ضعیف اور کام کاج والے بھی ہوتے  
ہیں۔ اور جب اکیلا پڑھے تو جس قدر چاہے نماز کو طول دے دے۔ (رواہ مسلم۔ علامہ علی قاری رحمہ اللہ)  
رقم فرمایا کہ اکیلا جس طرح چاہے پڑھے۔ لیکن منفرد کے لئے طویل نماز پڑھنا افضل ہے اور عہد حاضر  
کے اکثر اماموں کی حالت اس کے برخلاف ہے۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں تو بڑی دراز پڑھاتے ہیں۔  
اور جب اکیلے پڑھتے ہیں تو بقدر مایوسیہ الصلوۃ سے طویل کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کسی امام کے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے  
زیادہ خفیف اور زیادہ کمکل اور پوری نماز نہیں پڑھی۔ اور آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کسی لڑکے کے رونے



کی آواز سنتے تو اس خوف سے نماز ہلکی کر دیتے کہ میاں اس بچے کی ماں کو تشویش ہو۔ رواہ البخاری و مسلم  
 علماء نے فرمایا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تمام و کمال ہونے کے باوجود سبک ہوتی تھی۔  
 اور سبک سے یہ مراد ہے کہ آپ قراءت اور تسبیحات زائد از ضرورت نہ پڑھتے تھے اور قراءت میں بے محل مدد  
 شد نہ کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی قراءت بے تکلف ترتیل کے ساتھ سبک ہوتی تھی۔ اور رکوع و سجود اور تحویل  
 و اذکار وغیرہ میں نقصان نہ آتا۔ اور امام کو قطعاً لائق نہیں ہے کہ تسبیح وغیرہ کو لمبیل کر کے لوگوں کو ملول کرے  
 اس لئے کہ نماز کا طویل کرنا لوگوں کو نفرت دلانے کا سبب اور مکروہ ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہ بھی نہ چاہئے  
 کہ قراءت اور تسبیحات میں لوگوں کے ملال کے خیال سے کمی کر دے۔

سوال۔ مردی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نماز عشاء میں سورہ بقرہ شروع  
 کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی۔ اور صبح کو بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر جناب معاذ رضی اللہ عنہ کی  
 شکایت کی۔ آپ نے ان کو بلا کر فرمایا۔ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ جب امامت کرو تو عشاء میں سورہ  
 وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا اور سُبْحِ اسْمِ اور اقراء اور وَاللَّيْلِ پڑھا کرو۔ رواہ مسلم شریف بلالی نے اس  
 حدیث سے استنباط کیا ہے۔ کہ امام کو کیسی نماز پڑھانی چاہیے جو ضعیف آدمی کے مناسب حال ہو  
 اس سے نمائندہ کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جائے۔

جواب۔ لیکن علامہ شامی نے اس بیان کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عشاء میں سورہ  
 سے یہ استنباط صحیح نہیں۔ بلکہ اس حدیث سے تو یہ مستخرج ہوتا ہے کہ امام مقدار مسنون سے زیادہ  
 کرے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سورہ شمس اور سورہ لیل وغیرہ پڑھا  
 کریں۔ جو عشاء میں مسنون ہیں۔ اس حدیث سے ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ ضعیف کی رعایت کرتے ہوئے  
 قراءت قدر مسنون سے بھی کم کر دی جائے۔

سوال۔ حضرات غیر مقلدین رکوع و سجود کو بہت دراز کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب کا بیان  
 ہے کہ ایک مرتبہ کشمیری بازار لاہور سے کوٹتے وقت مجھے غیر مقلدوں کی مسجد چشتیہ لڑالی میں نماز مغرب  
 پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مولوی محمد داؤد صاحب امام تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے رکوع میں تسبیح  
 سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھ کر پوری کی۔ تب کہیں جا کے امام صاحب نے سميع اللہ لمن حمدہ کہا تھا  
 اور لطف یہ ہے کہ جب ان لوگوں کو متنبہ کیا جائے تو یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ صرف قراءت کی دلائی



منوع ہے۔ یہ بیان کہاں تک صحیح ہے ؟  
**جواب**۔ حدیثوں میں طوالت نماز کی ممانعت عام ہے۔ جس میں قرائت اور تسبیحات سب کی درازی شامل ہے۔ جس طرح قرائت کی طوالت بیماریوں بڑھوں کمزوروں اور کاروباری افراد کے لئے یا عسٹ حرج و تکلیف ہے۔ اسی طرح لمبے چوڑے رکوع اور سجدے بھی ان کے لئے تکلیف دہ ہیں۔ بلکہ راقم السطور کا ذاتی تجربہ ہے کہ بڑھوں اور ضعیفوں کو تطویل قیام میں اتنی تکلیف نہیں ہوتی۔ جتنی رکوع و سجود کی درازی میں پہنچتی ہے۔ رکوع یا سجدہ ذرا بھی لنبا ہو جائے تو بڑھوں کی کمر بڑی طرح ڈکھنے لگتی ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں کہ ممانعت درازی نماز کی ہے نہ کہ صرف تطویل قرائت کی۔ یہاں ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے۔

ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ہارگا و نموت میں شکایت کی یا رسول اللہ! فلاں صاحب ہم کو نماز صبح بہت لمبی پڑھاتے ہیں۔ اس لئے میں نماز فجر میں تاخیر کر دیتا ہوں۔“ ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی وعظ میں اس روز سے زیادہ غصے میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے بعض اشخاص نماز کے طویل کرنے کے سبب لوگوں کو جماعت سے نفرت دلاتے ہیں پس جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اس پر لازم ہے کہ ہلکی نماز پڑھائے۔ کیونکہ نمازیوں میں ضعیف اور بوڑھے اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔ رواہ البخاری وسلم۔ حدیث میں تطویل کا امتناع مطلق ہے۔  
**سوال**۔ کیا امام اس کوشش میں کہ وضو کرنے والے رکعت پالیں۔ قرائت یا رکوع کے دراز کرنے کا مجاز ہے ؟

**جواب**۔ علامہ علی قاری اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ فرمایا ہیں کہ حسب زعم خطابی رحمہ جب امام حالت رکوع میں کسی ایسے شخص کی آمپٹ پائے جو نماز میں شریک ہونے کا قصد رکھتا ہو تو اس کو جائز ہے کہ اس کا رکوع میں انتظار کرے تاکہ وہ رکعت پالے۔ لیکن بعض نے اس نفل کو مکروہ بتایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مجھے اس کے شرک ہونے کا خوف ہے۔ اور امام مالک رحمہ کا یہی مذہب ہے۔ انتہی۔ اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ اگر امام کسی آنے والے کے شریک جماعت ہونے کے لئے رکوع کو طویل کرے اور اس میں تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو۔ تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور اس میں اس کے بڑے گناہ و یعنی شرک کا خوف ہے۔ لیکن اس نفل سے کافر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس نے اس میں عبادت لغیر اللہ کی

نیت نہیں کی ہے۔“

اور بعض کا یہ قول ہے کہ اگر امام رکوع میں شامل ہونے والے کو نہیں پہچانتا تو رکوع کے طویل کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن پھر بھی اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اور اگر کوئی امام ایسی حالت میں رکوع کو طویل کرے کہ اس کے دل میں رخصتے الہی کے سوا کوئی رجحان نہ ہو تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے۔ مگر یہ حالت نماز الوجود ہے۔ مسئلہ مسئلہ الہی سے ملقب ہے۔ لیکن اس میں احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ کذا فی شرح المینہ۔

## فصل ۱۱۔ شرکت جماعت کے لئے دوڑنے کی مذموم عادت

سوال۔ عام طور پر مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے یا امام رکوع میں چلا جائے تو جملہ رکعت پانے کی کوشش میں دوڑتے ہیں۔ یہ کہاں تک روا ہے؟

جواب۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم نماز کو دوڑتے ہوئے نہ آؤ۔ بلکہ چل کر آؤ۔ اور تم پر اطمینان اور دستار لازم ہے۔ پس امام کے ساتھ جتنی نماز پاؤ۔ اس کو ادا کرو۔ اور جو نہ پاؤ تو بعد فراغ امام کے اٹھ کر پوری کرو۔ رواہ البخاری و مسلم۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز کا قصد نہ کرے تو وہ (حکماً و ثواباً) نماز ہی میں ہے۔“ علماء نے لکھا ہے کہ جماعت کے لئے دوڑنا غفلت اور سبکی عقل کی دلیل ہے۔ جو کوئی تکبیر اولیٰ یا رکعت پانے کا آرزو مند ہے اسے چاہیے کہ پہلے سے مستعد اور کمر بستہ رہے۔ محمود پسندیدہ شتائی یہ ہے کہ انسان جماعت کھڑی ہونے سے کافی دیر پہلے تیار رہ کر مسجد میں پہنچ جائے۔

علماء نے اختلاف کیا ہے کہ جس کی تکبیر اولیٰ کے وقت ہونے کا خدشہ ہو وہ تیز گامی اختیار کرے یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ جلدی کرے۔ کیونکہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بقیع میں



تکبیر سنی تو مسجد کی طرف جانے میں عجلت سے کام لیا۔ اور بعض نے حدیث متذکرہ صدر کے بموجب وقار سے جیسے کو مستحسن فرمایا ہے۔ کیونکہ جو شخص نماز کا قصد کرتا ہے وہ نماز ہی میں ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ نماز کی طرف سے مسجد جانے میں کوئی تقصیر اور کوتاہی واقع نہ ہو۔ اگر وہ دانستہ دیر کرے گا تو اسے یہ فضیلت میسر نہ ہوگی۔ اور ظاہر تریہ ہے کہ نماز کی کوتاہی میں جلدی کرنے کے بجائے وقار کے ساتھ جلدی کرنی چاہیے تاکہ حدیث پر بھی عمل ہو اور تکبیر اولیٰ کا ثواب بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ اگر نماز جمعہ میں نماز ہی سمجھتا ہے کہ جلدی کرنے کی صورت میں امام سلام پھیر دے گا۔ تو عجلت کر کے شریک ہو جائے۔ واللہ اعلم (مطابری)

## فصل ۱۸۔ فرض نماز کی دوسری جماعت

سوال۔ فرض نماز کی جماعت دوبارہ کرنا کیسا ہے ؟

جواب۔ محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے۔ البتہ شارع عام کی مسجد میں یا ایسی مسجد میں جس میں کوئی امام اور مؤذن متعین نہ ہو۔ تکرار جماعت مکروہ نہیں۔ (رد مختار) شرح جامع صغیر میں دوسری جماعت کو بدعت لکھا ہے۔ مسجد محلہ سے وہ مسجد مراد ہے جس کا امام و مؤذن مقرر ہو۔ اور وہاں پانچوں وقت باقاعدہ جماعت ہوتی ہو۔

سوال۔ کن مسجدوں میں جماعت ثانی جائز بلکہ افضل ہے ؟

جواب۔ جماعت ثانی کے جواز کی چار صورتیں ہیں (۱) مسجد محلہ میں غیر اہل محلہ اگر جماعت کر لیں (۲) مسجد محلہ میں اہل محلہ نے بلا اعلان یا بلا اذان جماعت کر لی ہو (۳) مسجد شارع عام پر واقع ہو۔ شارع عام کی مسجد وہ ہے جس میں لوگ جوق جوق وارد ہوتے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے ہوں۔ جیسے ریلوے سٹیشنوں اور عام گزرگاہوں پر مسجدیں بنی ہوتی ہیں کہ وہاں جو آتا ہے نماز پڑھ کر چل دیتا ہے۔ (۴) ایسی غیر آباد مسجدیں جہاں امام و مؤذن متعین نہ ہوں۔ ان چاروں صورتوں میں اگر اذان و اقامت کے ساتھ بار بار جماعت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ یہی افضل ہے کہ جوں جوں لوگ آتے رہیں۔ نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے رہیں۔

سوال۔ کیا جماعت ثانیہ کی تائید میں کوئی حدیث نبوی پیش کی جاسکتی ہے ؟

**جواب۔** ہاں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ یہاں فرمایا کہ میں نے اُمّت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں سے گزرنے کو تشریف لے گئے۔ مال کا وقت ہوا تو آپ ایک مسجد میں گئے۔ مگر وہاں جماعت ہو چکی تھی اس لئے آپ اپنی منزل پر قدم نہ دیا ہوئے۔ اور اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے نماز یا جماعت ادا کی۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والد وسط۔ میشی۔ ہم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر جماعت ثانی مسجد میں دست ہوئی تو آپ مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھر میں کیوں قدم نہ فرماتے؟ راہ ادا التہجدی جلد اول مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۷

**سوال۔** جماعت ہو چکنے کے بعد ایک شخص نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آیا۔ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی صاحب ایسے ہیں جو ان کے ساتھ نماز پڑھ کر ان کو صدقہ دیں۔ ایک صاحب کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ رواہ الترمذی والوداؤد۔ اس حدیث سے جماعت ثانیہ کا بلا کر اہت جواز ثابت ہوتا ہے۔

**جواب۔** اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ متغفل نے مفترض کا اقتداء کیا۔ اور کلام اس جماعت ثانیہ میں ہے جہاں امام اور مقتدی دونوں فرض پڑھیں۔ علاوہ ازیں یہ واقعہ مسجد نبوی کا ہے اور مکہ معظمہ کی مسجد حرام اور مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کا عالی شائع عام کی مانند ہے۔ اور اوجہ گزرنے چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بلا کر اہت جائز ہے۔

**سوال۔** سنن بیہقی اور مسند ابوالعباس وغیرہ میں مروی ہے اور صحیح بخاری میں بطور تعلیق مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مسجد نبوی واقعہ میں داخل ہوئے جہاں جماعت ہو چکی تھی۔ انہوں نے وہاں اذان دی اور اقامت کی۔ اس سے بھی جماعت ثانیہ کا ثبوت ملتا ہے۔

**جواب۔** مولانا شرف علی تھانوی رحمۃ اللہ اس سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت انس کا یہ فعل مسجد طریق میں ہو۔ چنانچہ تکرار اذان اس کا قرینہ ہے۔ کیونکہ مجوزین جماعت ثانیہ بھی تکرار اذان کو منع کرتے ہیں۔

**سوال۔** مسجد محلہ میں عدم کراہت جماعت ثانیہ کے کیا شرائط ہیں ؟

**جواب۔** بقول مولانا عبدالحی رحمہ اللہ شرح مجمع میں ہے کہ مسجد محلہ کی تعلیق سے شارع سے احتراز ہو گیا۔ اور اذان ثانی سے اس صورت سے جبکہ مسجد محلہ میں بغیر اذان کے جماعت کی۔ کیونکہ ایسی جماعت ثانیہ اجماعاً مباح ہے۔ اور شامی باب الاذان میں مسطور ہے کہ جو لوگ جماعت ہو جانے کے بعد مسجد میں جائیں وہ



اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔ اس کی تائید ظہیر یہ ہے بھی ہوتی ہے۔ جس نے تنہا نماز پڑھنے کو ظاہر الروایۃ بتایا ہے اور شرح منیہ میں امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ اگر جماعت تین آدمیوں سے زیادہ پر مشتمل ہو تو تکرار مکروہ ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر جماعت ہیئت اولیٰ پر نہ ہو۔ تو مکروہ نہیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور محراب سے علیحدہ ہو کر جماعت کی جائے تو ہیئت بدل جاتی ہے۔ کذا فی البزازیہ اور تاتاریخانیہ میں ہے۔ کہ وہیہ ناخذ۔ (ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں)

مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں کہ ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ مطلقاً جماعت ثانیہ کو مکروہ کہتے ہیں۔ ان کا قول غلط و مخالف قول مفتی ہے۔ اور یہ خیال کہ تکرار جماعت پہلی جماعت کی تقلیل کی طرف منجر ہے باطل ہے۔ کیونکہ یہ امر جب لازم آئے گا کہ کسی مسجد میں تکرار جماعت کو مقرر و معمول بنالیا جائے۔ کہ ہر وقت دو یا تین جماعتیں ہوا کریں۔ اس حالت میں البتہ جماعت اولیٰ کے اہتمام میں فرق ہوگا۔ اور جب مقرر ایک ہی جماعت ہو اور اتفاقاً کچھ لوگ پیچھے پہنچے تو ان کی جماعت کرنے سے کوئی مانع شرعی نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ جماعت ثانیہ کا امام جماعت اولیٰ کے قیام کی جگہ پر نہ کھڑا ہو۔ غرض جماعت ثانیہ اتفاقیہ کی کراہت کی کوئی وجہ معتد بہ نہیں ہے۔ علی الخصوص جبکہ جماعت اولیٰ کی ہیئت پر نہ ہو۔ ومن ارعی فغلبہ البیان (مجموع فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ جلد اول صفحہ ۲۴۱)

## فصل ۱۱۹۔ جماعت ہو جانے کے بعد فرضیہ صلوٰۃ کا ادا کرنا

سوال۔ مسجد میں جماعت ہو گئی تو اس کے بعد فرض نماز پڑھنے کے لئے موزون مقام کون سا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ مسجد محلہ کی جماعت ہو جانے کے بعد مسجد میں اور گھر پر نماز پڑھنا ثواب میں مساوی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب۔ اگر اپنی مسجد میں جماعت نہیں ملی تو پھر کسی ایسی دوسری مسجد میں جانا چاہیے جہاں جماعت ملنے کی امید ہو سکے۔ اگر کسی دوسری مسجد میں بھی نہیں ملی۔ تو پھر اپنے گھر جا کر اہل و عیال کو جمع کر کے جماعت کر لینی چاہیے۔ اگر اہل و عیال نہ ہوں یا کسی وجہ سے گھر پر جماعت کا انتظام نہ ہو سکے تو ناچار اپنی مسجد محلہ میں جا کر تنہا نماز پڑھ لیں۔ کیونکہ گھر پر تنہا پڑھنے کی نسبت مسجد میں تنہا نماز پڑھنا کمین فضل ہے فضیلت مسجد میں جو

احادیث مطلق وارد ہیں۔ وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ گھر پر نماز پڑھنے کی نسبت مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب چیس گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ حاکم ثبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صَلَوةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةِ صَلَوةٍ فِي الْمَسْجِدِ الثَّقَابِثِلِ بِخَمْسِينَ وَعِشْرِينَ صَلَوةً رَّادِيَةً كِي نَمَازِ اس کے گھر میں ایک نماز کے برابر ہے اور محلے کی مسجد میں چیس نمازوں کے برابر ہے۔

سوال۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔۔۔ رجل فاتته الجماعة في مسجد حية فان ذهب الى مسجد آخر وصلى فيه بجماعة فهو حسن وان صلى في مسجد حية وحده فهو حسن وان دخل منزله وصلى فيه باهله فهو حسن (جس کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملی ہو اگر وہ کسی دوسری مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھے تو بہتر ہے۔ اور اگر مسجد محلہ میں تنہا پڑھ لے تو بھی اچھا ہے۔ اور اگر قیام گاہ پر جا کر اپنے اہل و عیال کے ساتھ نماز ادا کرے تو بھی خوب ہے) لیکن سوال یہ ہے کہ جو شخص کسی مجبوری کی وجہ سے جماعت سے محروم رہ گیا ہو۔ اور وہ اس کوشش میں دوسری مساجد تک بھی دوڑ دھوپ کر لیا ہو۔ اور اپنے گھر میں بھی جماعت سے نماز پڑھنے کا کوئی انتظام نہ کر سکا ہو۔ تو وہ تنہا نماز پڑھنے کی بجائے کہوں نہ اپنے جیسے پچھڑے ہوئے دو ایک نمازیوں کو شامل کر کے اپنی مسجد محلہ میں ایسی ہیئت پر نماز پڑھ لے جو جماعت اولیٰ کی ہیئت کے خلاف ہو؟ اس میں کون سا محدث شرعی لازم آتا ہے؟

جواب۔ چونکہ کبھی اتفاقاً طور پر ایسا کرنا جماعت اولیٰ پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر کوئی پچھڑا ہوا نمازی میسر آجائے تو الگ الگ نماز پڑھنے سے بہتر یہی ہے کہ مل کر نماز پڑھ لیں۔ واللہ اعلم۔

## فصل ۲۰ چند اہم انتباہات

سوال۔ وہ کن سے ضروری مسائل ہیں۔ جن سے پیش امام عام طور پر غافل دکھائی دیتے ہیں؟  
جواب۔ وہ تو بے شمار ہیں لیکن ان میں سے یہاں تین مسئلوں کی طرف ان کو خاص طور پر متوجہ کیا جاتا ہے۔۔۔

(۱) تکبیر تحریر سے امام کی نیت محض لوگوں کو مطلع کرنے اور اعلان کرنے کی ہوگی تو نہ امام کی نماز ہوگی۔



۱۔ مقتدیوں کی۔ صحیح صورت یہ ہے کہ نفس تکبیر سے تحریمہ مقصود ہو۔ اور اس کے ہر سے اعلان ہو نظر ہو۔ اسی طرح استقالات کی آواز پہنچانے والے مکبر کو قصد کرنا چاہیے۔ اگر اس نے محض آواز پہنچانے کا قصد کیا تو نہ اس کی نماز ہوگی۔ اور نہ ان لوگوں کی جو اس کی آواز پر تحریمہ باندھیں گے۔ تکبیر تحریمہ کو چھوڑ کر باقی تکبیرات یا جمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا دلک الحمد میں اگر محض اعلان مقصود ہوگا۔ تو نماز ہو جائے گی مگر بالکراہت (شامی)۔

(۲) اگر مکبر اللہ اکبر کہنے میں مد کرے تو امام کے اللہ اکبر کہہ لینے کے بعد لوگوں کو ہرگز نہ چاہیے کہ مکبر کی تکبیر ختم ہونے کا انتظار کریں۔ بلکہ ثنا تشہد وغیرہ جو کچھ پڑھنا ہو جھٹ پڑھنا شروع کر دیں۔ اور اگر امام اللہ اکبر کہہ لینے کے بعد اس انتظار میں کہ مکبر کی تکبیر بھی ختم ہوئے تین بار سبحان اللہ کہنے کے برابر خاموش رہا اور اس کے بعد تشہد وغیرہ پڑھنا شروع کیا تو ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الافادہ ہوگی۔ مکبر کے لئے نہایت ضروری ہے کہ امام کی آواز کے ساتھ ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے۔ امام کے ختم کہنے کے بعد اللہ اکبر کہنا شروع کرے گا تو لوگوں کو دھوکا ہوگا۔ اور مفسدہ پیدا ہوگا۔

(۳) امام اس طرح محراب کے اندر کھڑا ہو کہ قدم بھی محراب سے باہر نہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ قدموں کا اکثر حصہ محراب سے باہر رہنا ضروری ہے۔ درمیانی دیوار کے دروں کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر امام بالکل ان کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو نماز مکروہ ہوگی۔ پیروں کا اکثر حصہ دروں سے بھی باہر رہنا لازم ہے۔

## فصل ۱۲۱۔ امام سے مقتدیوں کی کینہ توڑی

سوال۔ اگر مقتدی اپنے امام سے منتظر ہوں اور اس سے بغض و عناد رکھیں تو کیا حکم ہے؟  
جواب۔ اگر لوگوں کی نفرت امام کی کسی دینی خرابی کے باعث ہو تو اس شخص کا امام رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار اس کے معنی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے نفرت رکھیں۔ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ۔ اور اگر امام کے دین میں کوئی خرابی نہیں تو نماز میں مقتدیوں کی ناراضی کچھ بھی اثر انداز نہیں۔ نماز بلا کراہت درست ہے۔ اور مقتدی گنہگار ہیں۔ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت جس نے شوہر کی خفگی میں رات گزاری

اور وہ امام حسینؑ کے قوم کی امت کے لئے ان دونوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ روایہ الترمذی  
 علی قاضیؒ لکھتے ہیں کہ عورت کے حق میں جو فرمایا تو یہ جب ہوگا کہ خاندانی بیوی کی کج خلقی، بے ادبی یا  
 نافرمانی کے باعث طلاق ہو۔ اور امام کے حق میں این ملک نے کہا کہ یہ گناہ اس صورت میں ہے کہ لوگ امام سے  
 اس کے جہل یا بدعت یا فسق کی بنا پر ناخوش ہوں اور اگر لوگوں کی کدہستہ عداوت کسی دنیوی وجہ سے ہو تو  
 امام اس وعید کا مورد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ناحق ناراض ہونے والے ہی گنہگار ہوں گے۔

## فصل ۱۲۲۔ جماعت کے بعض ضروری احکام

سوال۔ امامت افضل ہے یا اذان ؟

جواب۔ علیؑ لکھتے ہیں کہ ہم حنفیوں کے نزدیک امامت اذان سے افضل ہے اور اس میں زیادہ  
 ثواب ہے۔ اور بعض علماء و دولوں کو مسادی قرار دیتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا  
 مشہور مقولہ ہے کہ اگر خلافت نہ ہوتی تو میں اذان کہا کرتا۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے  
 اذان کو امامت سے افضل بنایا ہے لیکن اس سے اذان کی فضیلت نہیں ثابت ہوتی۔ کیونکہ امیر المؤمنین اپنے  
 دور خلافت میں دوسرے خلفاء کی طرح امامت بھی کرتے تھے۔ پس ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر  
 خلافت کی ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو میں امامت کی طرح اذان کی خدمت بھی اپنے ذمے لے لیتا کہ دواؤں سے  
 جمع ہونے میں زیادہ فضیلت ہے۔ حضرت خلافت مابین نے خلافت کو اس لئے مانع اذان بتایا کہ کا ویا  
 خلافت کی شدت انہماک میں اذان کا وقت نکالنا اور اس کی پابندی کرنا تکلیف مالا یطاق تھی۔ اس لئے  
 امامت پر اکتفا کیا۔ کذا فی الشامی

سوال۔ فریضہ صلوٰۃ کا جماعت سے پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت ؟

جواب۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جماعت فرض علیؑ لکھا یہ اور امام مالکؒ کے ہاں سنت مؤکدہ ہے۔ امام  
 احمدؒ اور داؤدؒ حطائے تابعیؒ اور ابو ثورؒ اسے فرض عین کہتے ہیں۔ مگر ان کے نزدیک عذر کے وقت فرضیت ساقط ہو  
 جاتی ہے۔ بعض حنفی جماعت کو سنت مؤکدہ اور دوسرے واجب کہتے ہیں۔ لیکن زاہدی کا بیان ہے کہ حقیقت یہ



کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ اول الذکر نے بھی تاکید سے وجوب ہی مراد لیا ہے۔ چنانچہ بحر الرائق اور لطفا دی ہیں جماعت کے وجوب ہی کی توثیق کی ہے

سوال۔ کم از کم کتنے آدمی جمع ہوں تو جماعت ہو جاتی ہے ؟

جواب۔ جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے اس طرح مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں کہ ایک تالیع ہو۔ دوسرا مقبوع۔ مقبوع کو امام اور تالیع کو مقتدی کہتے ہیں۔ مقتدی مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ۔ نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں۔ جماعت کے لئے یہ ضرور نہیں کہ دونوں فرض ہی پڑھتے ہوں۔ اگر امام فرض اور مقتدی نفل پڑھے تو بھی جماعت ہو جائے گی۔ جمعہ اور عیدین کی نماز میں امام کے سوا کم از کم تین مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے

## فصل ۱۲۳۔ جماعت کے متفرق مسائل

- (۱) امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں امام کی طرح مقتدی کو بھی اپنی نماز کا دہرانا ضروری ہوگا۔ (۲) جب جماعت میں امام کی آواز نہ پہنچتی ہو تو مکبر کا یا آواز بلند تکبیر کہتے یا اتفاق درست ہے۔ اور اگر آواز نہ پہنچتی ہو تو مکبر کا تکبیر کہتا مکروہ ہے۔ (۳) اگر لڑکے متعدد ہوں تو مردوں کی صفوں کے پیچھے اپنی الگ صف بنائیں۔ اگر لڑکا اکیلا ہو تو مردوں کی صف میں داخل کیا جائے (۴) اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھانے اور رکوع اور سجدہ کرتا ہو اور اشاروں سے نماز نہ پڑھتا ہو تو اس کے پیچھے کھڑے شخص کا اقتدار درست ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا ام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز بیٹھ کر ہی پڑھائی تھی۔ (۵) اعضا کا دھونے والا مسح کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ مسح شکستہ عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پیروں کو دھوتا ہو۔ وہ موزہ پر مسح کرنے والے کا اقتدار کر سکتا ہے اور جو کوئی غسل یا وضو میں تمام اعضا کو دھوتا ہو وہ ایسے شخص کا اقتدار کر سکتا ہے جس کے ایک عضو پر کھپا چین بندھی ہوں (۶) سفیہ دکم عقل کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ علماء نے سفیہ ایسے شخص کو بتایا ہے جو مقتضائے شرح یا عقل کے موافق تصرف خوب نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح مفلوج کے پیچھے اور اس ابرص کے پیچھے جس کا برص ظاہر ہو نماز مکروہ ہے۔ (۷) کوئی نکلے ہوئے کے پیچھے کھڑے ہونے والے کا اقتدار قول معتمد پر درست ہے اگرچہ اس کا کوئی ذکر کو پہنچ گیا



ہو۔ اسی طرح قائم کا اقتدار لنگڑے کے پیچھے درست ہے۔ تاہم اولیٰ یہ ہے کہ کسی لنگڑے کو امام نہ بنایا جائے۔  
 (۸) جب تیسرا آدمی آگیا تو امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے کو بیٹھیں دونوں امر جائز ہیں۔ لیکن امام کے آگے بڑھنے کی نسبت مقتدی کا پیچھے ہٹنا بہتر ہے۔ (۹) خونی یا اسیر کے جس مریض کو تمام وقت نماز میں اتنا موقع نہ ملے کہ وضو کر کے جاری خون کے بغیر نماز پڑھ سکے تو وہ معذور ہے۔ وہ تندرستوں کا امام نہیں ہو سکتا (۱۰) جو کوئی علم دین کی تحصیل میں مصروف ہے یا دینی تعلیم دیتا ہے یا دین کے مسائل ضروریہ کی کتاب تصنیف کرتا ہے ان حضرات کو جماعت کی حاضری معاف نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ترک جماعت پر موانعت کرے گا تو حاکم شریعت بہاہ ماور ہے کہ ان کو تعزیر سے (۱۱) جو متولی اپنے لئے جماعت میں تاخیر کرنے اور منتظر رہنے کا حکم دے وہ گنہگار ہے۔ ایسے متولی کا انتظار درست نہیں۔ ہاں عوام مسلمین کا انتظار درست ہے۔ بشرطیکہ حاضرین کو ناگوار نہ ہو اور وقت بھی مکروہ نہ آجائے۔ لیکن رئیسوں اور دنیا داروں کا ہرگز انتظار نہ کریں۔ جب وقت ہو جائے یا اکثر نمازی موجود ہوں۔ تو نماز پڑھ لیں۔ جو امام متولی یا کسی دنیا دار رئیس کا انتظار کرتا ہے وہ گنہگار ہے مگر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔

(۱۲) مسجد محلہ میں جماعت کرنے کا حق امام، مؤذن اور محلہ کے نمازیوں کا ہے۔ اور جماعت کرنا انہی کو زیبا ہے۔ اگر چند آدمی مل کر لاگرچہ اسی محلہ کے ہوں، وقت محبت سے پہلے جماعت کر لیں تو انہیں جماعت کا ثواب نہ ہوگا۔ صحیح جماعت انہی اہل محلہ کی ہے جنہوں نے وقت محمود پر امام منتخب کے پیچھے نماز پڑھی (۱۳) فاسق اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اگر وہ اتنا بااثر ہے کہ مقتدیوں کو اس کی معزولی پر قدرت نہیں یا اس کی علیحدگی پر فتنہ برپا ہوتا ہو تو مقتدی بے بس ہیں۔ اس لئے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کئی کراہت نہیں (۱۴) بعض مقامات پر رواج ہے۔ کہ نماز جمعہ اور نماز عشا سے پہلے الصلوٰۃ الصلوٰۃ پڑھتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ مطلع ہو جائیں کہ اب جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ اذان کے بعد اس اطلاع ثانی کو تنزیہ کہتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے خاں قاضیوں اور مفتیوں کے لئے جو مسلمانوں کے دینی امور میں منہمک رہتے ہیں اس اطلاع کو جائز رکھا تھا اور فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو دوبارہ جماعت کھڑی ہونے سے پہلے اطلاع ملنے کی ضرورت رہتی ہے۔ لیکن جس طرح بے شمار دوسرے دینی و دنیاوی حالات متغیر ہوتے ہیں اسی طرح آخر کار تنزیہ بھی مستحکم و محمود ہو گئی۔

(۱۵) اگر مقتدی جماعت میں سو گیا اور امام کے ساتھ اس کا ایک سجدہ رہ گیا تو جب تک یہ سجدہ نہ کر لے گا۔



نہ ہوگی۔ پس کر چاہیے کہ بیدار ہوئے کے بعد فی الفور اس سجدہ کو کر کے امام کے ساتھ ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک سجدہ کر کے سجدہ سہو کہے۔ اس وقت شدہ سجدہ کے ادا کئے بغیر نماز نہ ہوگی۔ (۱۶) اگر مرد لوٹ کا خوش حال ہو اور احتمال ہو کہ کوئی فاسق بوالہوس اس کو نظر شہوت سے دیکھے گا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگرچہ حافظ وقاری ہو۔ یا دینی علوم کی تحصیل کر رہا ہو۔ اگر ایسا نہیں بلکہ مقتدیوں سے علم دین اور قراءت میں فائق ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں (۱۷) اگر کوئی قراءت شروع ہو جانے کے بعد جماعت میں شامل ہو تو ہماری نماز میں سبحانک اللہ نہ پڑھے اور سرری میں پڑھے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جب کوئی امام کے قراءت شروع کر دینے کے بعد جماعت میں ملا تو ابن الفضل کے نزدیک ثمانہ پڑھے اور دوسرے نے کہا پڑھے۔ لیکن اس میں تفصیل ہے۔ اگر امام قراءت آواز سے کر رہا ہو تو ثمانہ پڑھے اور آہستہ کر رہا ہو تو پڑھے۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ کا یہی مختار ہے۔ اور مضمرات میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (شامی)۔ (۱۸) فقہار نے لکھا ہے کہ امام کر چاہیے کہ نماز سے نکلنے وقت دوسرے سلام کو پہلے سلام سے کچھ لیست آواز سے کہے۔

## فصل ۱۲۴۔ نوافل کی جماعت

سوال۔ نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب۔ رمضان کے سوا کسی عینہ میں دن جماعت سے نہ پڑھیں۔ نوافل کی جماعت بجز اُن مواقع کے جو احادیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمی ہے۔ پس کسوف اور تراویح اور استسقا کی نماز باجماعت درست اور باتی سب مکروہ ہیں۔ کسوف یعنی سورج گمن میں جماعت سنت ہے۔ اور چاند گمن میں نوافل کے ساتھ مکروہ ہے۔

سوال۔ اگر دو چار آدمی مل کر خاموشی کے ساتھ نفل نماز کی جماعت کر لیں۔ تو بلا کراہت حیا نہ

ہے یا نہیں؟

جواب۔ اگر نفل کی جماعت میں ایک یا دو مقتدی ہوں تو جماعت مکروہ نہیں۔ چاہے ہوں تو مکروہ تحریمی

ہے۔ اور اگر تین ہوں تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اس کو مکروہ کہتے ہیں اور دوسرے تین تک کو بلاکرتا جائز بتلاتے ہیں۔ کتب فقہ میں جو لکھا ہے کہ اگر ندائی ہو تو نفل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ندائی سے مقتدیوں کا جائز تک پہنچ جانا مراد ہے۔ دو تین آدمی مل کر نفل جماعت سے پڑھ لیں تو یہ دو شرطوں سے بلاکرتا ہے۔ جائز ہے۔ ایک یہ کہ اس پر دوام نہ کریں۔ دوسرے اذان و اقامت کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے لوگوں کو جمع نہ کریں۔

سوال۔ اگر نفل کی جماعت غیر مستحسن ہے تو نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھ کر جماعت کا ثواب حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ صحیح قول میں فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے والے کا اقتدار درست ہے سوائے تراویح کے۔ کذا فی النجانیہ۔ تراویح پڑھنے والے کے لئے مفترض کا اقتدار صحیح نہیں۔ عدم صحت کی وجہ شاید یہ ہو کہ تراویح ایک سنت مخصوص ہے۔ تو اس سے عمدہ برآ ہونے کے لئے اس کی وضع خاص کا لحاظ کیا جائے گا۔ (در مختار) لیکن اگر مفترض کے پیچھے نفل پڑھنے والے کا اقتدار جائز رکھا جائے تو اس میں یہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت میں قرائت فرض اور فرض کے آخری دو گانہ میں سنت ہے۔ تو اخیر دو گانہ میں مفترض کا سنت دانے کے پیچھے اقتدار لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مقتدی اقتدار کی جہت سے قرائت کے باب میں امام کا تابع ہے۔ اسی وجہ سے قرائت اس کے حق میں ان دونوں رکعتوں میں سنت ہو گئی۔ کذا فی الطحاوی

## فصل ۱۲۵۔ نفل پڑھنے والے کے پیچھے مفترض کا اقتدار

سوال۔ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کی اقتدار میں ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی امام شافعیؒ کے استدلال کا کیا جواب ہے۔ جو اس کو جائز رکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عاذ بن جبل انصاریؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء پڑھتے تھے۔ پھر اپنی قوم میں جا کر ان کو نماز عشاء پڑھایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفترض کی نماز تنفل کے اقتدار میں ہو جاتی ہے۔ کیونکہ معاذ بن جبلؓ کے پیچھے فرض پڑھ



نماز عشاء سے فارغ ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد اپنے قبیلہ میں جا کر لوگوں کو نماز عشاء پڑھاتے تھے۔ حالانکہ معاذ اپنی جو نماز پڑھاتے تھے وہ نفل ہوتی تھی۔ اور مقتدی ان کے پیچھے فرض پڑھتے تھے۔

جواب۔ یہ امر بایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور پھر اپنی قوم میں جا کر فرض ادا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ان کے قبیلہ کے بعض افراد نے آپ سے ان کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا اے معاذ! یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو۔ مرداہ احمد۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آپ کے پیچھے نفل پڑھا کرتے تھے۔

سوال۔ امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ چہ رکعت پوری کر کے سجدہ سہو کیا اور سلام پھیرا۔ ایک آدمی جو پانچویں رکعت میں شریک جماعت ہوا تھا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب۔ اگر امام چوتھی رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ کر سہو کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا۔ تو چوتھی رکعت ملا لے اور سجدہ سہو کر لے۔ فرض نماز پوری ہو گئی۔ اب جو کوئی پانچویں یا چوتھی رکعت میں شریک جماعت ہوا اس کی نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ امام نے جو پانچویں اور چوتھی رکعتیں پڑھائیں وہ نفل تھیں۔ اور فرض متفضل کا اتنا نہیں کر سکتا۔

## فصل ۱۲۶۔ دوسری نمازوں کو قطع کر کے جماعت شامل ہونے کے احکام

سوال۔ نماز کو توڑنا تب جائز ہے اور کب منوع؟

جواب۔ بحر الرائق میں۔ بے کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے کبھی مستحب کبھی مباح اور کبھی واجب بدون عذر کے توڑ دینا حرام ہے حصوں جماعت کے لئے یا کسی اور وجہ سے نماز کو کامل کرنے کے لئے توڑنا مستحب ہے فتن مال کے خوف سے مباح ہے اور کسی کی جان بچانے کے لئے واجب ہے۔ کذا فی النشامی

نماز توڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کو حالت قیام میں دہائی طرت سلام پھیر کر قطع کرے۔ اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ کھڑا ہو۔ یہی قیاس لئے لگائی کہ بیٹھا حلال ہونے کے واسطے شرط ہے اور یہ حلال ہونا نہیں بلکہ توڑنا ہے۔

**سوال۔** اگر کوئی شخص تنہا فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں فرض نماز جماعت سے پہنچے لگے تو وہ نماز کو کس حالت میں قطع کرے ؟

**جواب۔** اگر وہ فجر کی نماز ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر پہلی رکعت کا ہتھوڑا سجدہ نہیں کیا تو حالت قیام میں دائیں طرف سلام پھیر کر اس نماز کو قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو لیکن دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو بھی قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو وہ نماز دو رکعتیں پوری کر لے۔ اب جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ مغرب کی نماز ہے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے اور پوری کرنے کے بعد جماعت میں شامل نہ ہو کیونکہ اب امام کے پیچھے وہ جو نماز پڑھے گا وہ نفل ہوگی اور نفل کی تین رکعتیں مشروع نہیں۔

اور اگر وہ فریضہ نماز چار رکعتی ہو یعنی ظہر عصر اور عشاء میں سے کوئی نماز ہو۔ تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر کے جماعت میں مل جائے۔ اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو اس سے ایک رکعت میں جو باقی رکعت ملائے گا وہ نفل ہوگا اور دُعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اور جماعت میں مل جائے۔ یہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔ اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی ہو اور ہتھوڑا اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر کے جماعت میں مل جائے۔ اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو نماز پوری کر کے امام کا اقتدار کرے۔ امام کے پیچھے جو کچھ پڑھے گا وہ نفل ہو جائیں گے۔ اور اقتدار سے جماعت کا ثواب بھی حاصل کرے گا۔ اور بن صورتوں میں نماز پوری کرے ان میں سے فجر عصر اور مغرب میں تو شریک جماعت نہ ہو کیونکہ فجر اور عصر کے بعد نفل مکروہ تحریمی ہیں اور تین رکعت نفل مشروع نہیں۔ البتہ ظہر اور عشاء میں شریک ہو جائے۔

**سوال۔** اگر کوئی نفل نماز پڑھنے لگا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی تو نفل کو توڑ کر امام کا اقتدار کرے یا نہیں ؟

**جواب۔** نفل نماز کو نہ توڑے۔ رکعت اول کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت کی نیت کی ہو۔ اور پھر جماعت میں شریک ہو جائے۔ اور اگر تیسری رکعت پڑھتا ہو تو چار پوری کر لے۔

**سوال۔** ظہر کی سنت یا سنت جمعہ پڑھتے وقت جماعت ظہر یا خطبہ جمعہ شروع ہو جائے تو کیا کرے ؟



جواب۔ قول غالب کے بموجب چاروں رکعتیں پوری کرے اس لئے کہ یہ چار رکعت سنت ایک مستقل نماز ہے۔ اور اس کا قطع کرنا اکمال کے لئے نہیں۔ یعنی اگر قطع کرے گا۔ اور بعد میں پھر پڑھے گا تو پہلی ہی کی طرح پڑھے گا۔ بخلاف فرض نماز قطع کرنے کے کہ اس کا توڑنا اور پھر جماعت سے پڑھنا کامل کرنے کے لئے ہے۔ لیکن علامہ کمال الدین ابو الہمام نے اس کو تریح دی ہے کہ سنت چہار گانہ کو دو رکعتوں پر توڑ دے۔ اور ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ کذا فی الشامی۔ نمازی کو لازم ہے کہ ایسے وقت میں کہ جماعت ہو رہی ہو نظر اور جمعہ کی سنت شروع ہی نہ کرے۔ اسی طرح خطبہ جمعہ کے وقت بھی سنت جمعہ شروع نہ کرے بشرطیکہ فرض کی کسی رکعت کے چلے جانے کا خدشہ ہو۔ اور اگر یقین غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جانے پائے گی تو پڑھ لے۔ مثلاً جب ظہر کی جماعت شروع ہو جائے اور احتمال ہو کہ سنت پڑھنے سے فرض کی کوئی رکعت جاتی رہے گی تو پھر سنت مؤکدہ چھوڑ دے۔ اور بہتر ہے کہ ظہر اور جمعہ کے فرض کے بعد والی سنن مؤکدہ ادا کر کے فرض سے پہلے کی چھوٹی ہوئی چار رکعتیں پڑھ لے۔

## فصل ۱۲۔ فجر کی سنت مؤکدہ

سوال۔ سنتوں میں سب سے زیادہ اہم مؤکدہ سنت کون سی ہیں ؟

جواب۔ حسب بیان شیخ عبدالحق علماء نے لکھا ہے کہ سب سے زیادہ مؤکدہ سنت فجر کی دو رکعت ہے اس کے بعد مغرب کی دو رکعت۔ اس کے بعد فرض ظہر کے بعد کی دو رکعت۔ اس کے بعد فرض عشاء کے بعد کی دو رکعت اور ان سب کے بعد فرض ظہر سے پہلے کی چار رکعت۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ لفلوں (یعنی غیر فرض نمازوں) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت فجر کی جتنی محافظت فرماتے کسی اور سنت پر اتنی محافظت و مداومت نہ فرماتے تھے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ یعنی آپ ان دو رکعتوں کو سفر اور حضوں کی بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ سنت فجر کو انتہائی مجبوری کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔ اور سرور دو جہان علیہ التحیہ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ سنت فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ رواہ مسلم۔ یعنی دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں اگر راہِ خدا میں خرچ کی جائیں تو ان سب سے دو رکعت سنت فجر افضل ہے اور

آپ نے فرمایا۔ صلّوہا و ان مردیکہ المجلد علیہا (یعنی سنت فجر پڑھو اگرچہ تم کو لشکر ہاگ رہا ہو) (مطابریٰ حق) سوال۔ سنت فجر ابھی شروع نہیں کی تھی کہ جماعت کھڑی ہو گئی۔ اب اس کے ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

جواب۔ سنت فجر جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد بھی پڑھ لینی چاہیے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر فجر کی سنت پڑھنے میں فرض کی ایک رکعت بھی ہاتھ لگے تو سنت پڑھ کر شریک جماعت ہونا چاہیے۔ تاکہ سنت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہ جائے اور جماعت کی فضیلت بھی ملے۔ اور اگر سنت پڑھنے میں جماعت کے ساتھ فرض کی دونوں رکعتوں کے وقت ہو جانے کا خدشہ ہو تو سنت ترک کر کے جماعت میں مل جائیں کہ جماعت کا ثواب بہت بڑا ہے۔

سوال۔ کیا اکابر سلف میں سے کسی نے کبھی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنت فجر پڑھی؟ جواب۔ علامہ شامی نے امام طحاری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ انہوں نے مسجد میں ستون کی طرف مبٹ کر فجر کی دو رکعت سنت ادا کی۔ اقد پھر جماعت میں جا شامل ہوئے۔ اور یہ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے سامنے کا واقعہ ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ، ابودرداءؓ، ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا (رد المحتار) سوال۔ جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنت فجر صفوں کے پاس ہی کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ جماعت کے رو بہ رکھ کر سنت پڑھنا سخت ممنوع ہے۔ اذائے سنت کی لازمی شرط یہ ہے کہ پیرہ سے پڑھے۔ اگر کسی پرچے اور آلہ میں پڑھنے کی جگہ میسر نہ ہو تو نمازی کو چاہیے کہ سنت چھوڑ کر شریک جماعت ہو جائے۔ اگر مسجد کے دو درجے ہوں تو جماعت جس درجہ میں نہ ہو رہی ہو اس میں سنت ادا کی جاسکتی ہے۔

سوال۔ جماعت کے بعد سوزج نکلنے سے پہلے چھوٹی ہونی سنت فجر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ نماز صبح کے بعد طلوع سے پہلے اس کی ممانعت ہے۔ چنانچہ عمرو بن عباسؓ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہجرت کے بعد نبیؐ مدینۃ الرسول پہنچا۔ اور آستان نبوتؐ میں حاضر ہو کر التماس کی۔ یا رسول اللہ! مجھے نمازوں کے اوقات بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز صبح پڑھ کر اٹھ دو سنت تک نماز سے بڑے رہو۔ جب تک آفتاب



طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے۔ اگر رواہ مسلم۔ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
لَا صَلَوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ۔ رواہ  
 البخاری و مسلم۔ (نماز صبح کے بعد سے لے کر آفتاب کے بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں۔ اسی طرح عصر کے بعد  
 بھی سورج کے غائب ہونے تک کوئی نماز نہیں)۔

نماز فجر کے بعد سے لے کر آفتاب کے پڑنا بھر بلند ہونے تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نفلی  
 نماز مکروہ ہے۔ اور یہ نفلی نہی کے معنی میں ہے۔ نفلی نماز سے خیر فریضہ مراد ہے۔ جس میں سنت موکدہ بھی داخل  
 ہے۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع کے ساتھ ہی نماز کی ممانعت زائل نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اس کا بلند  
 ہونا بھی ضرور ہے۔

سوال۔ حسب بیان محمد بن ابراہیم قلیس بن عمروؒ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا  
 کہ فرض صبح کے بعد دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ نماز صبح دو ہی رکعت ہے۔ اس نے کہا۔ یا  
 رسول اللہ! میں نے صبح کی دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھی۔ میں نے وہ اب پڑھی ہیں۔ آپ یہ سن کر خاموش  
 رہے۔ رواہ ابو داؤد و ترمذی و بخاری۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے فجر کی سنت فرض سے پہلے نہ  
 پڑھی ہو تو اس کے بعد پڑھ سکتا ہے۔

جواب۔ ترمذی نے یہ حدیث درج کر کے لکھا کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں ہے۔ کیونکہ محمد بن  
 ابراہیم راوی نے قلیس بن عمروؒ سے نہیں سنا۔ پس ترمذی کے نزدیک یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ اور علامہ علی قاریؒ  
 نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ اور شیخ عبدالحقؒ نے لکھا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ قابل  
 استناد نہیں۔ قطع نظر اس کے نہی کی حدیث مقدم ہوتی ہے۔ خصوصاً اس وقت کہ دوسری حدیث جس سے  
 جواز ثابت ہو۔ ایسی قوت نہ رکھتی ہو۔ جیسی کہ نہی کی حدیث قوی ہو۔ پس نماز صبح کے بعد طلوع سے پہلے  
 سنت فجر کا پڑھنا کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے۔

سوال۔ سنت فجر جیسی مؤکدہ نماز کو بعد از طلوع قضا کر سکتے ہیں یا نہیں؟  
 جواب۔ ایسا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی جائے تو اس کو بعد میں قضا کر لیں  
 لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سنت فجر کی قضا نہیں ہے۔ نہ طلوع سے پہلے نہ اس کے بعد۔ البتہ  
 اگر فرض سے ساتھ قوت ہوئی ہو تو زوال سے پہلے فرض کے ساتھ قضا کی جائے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہی سنت



سوال :- یہ جو شہر ہے کہ سنت فجر فرض سے پہلے چھوٹ جائے تو بعد از طلوع ہیٹھ لیں۔ اس کی اصل کیا ہے ؟

جواب۔ فرض اور سنت کے درمیان دینی گفتگو اور غیر ضروری بات کرنا مذموم ہے۔ خصوصاً صبح کے وقت جو ذکر اللہ کا بہترین وقت ہے۔ لیکن کلام خیر اور دینی گفتگو سنت فجر پڑھنے کے بعد بھی بلا کر بہت جائز ہے۔ بشرطیکہ اس سے کسی نمازی کی عبادت میں حرج و خلل واقع نہ ہو۔ ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سید کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر پڑھا لیتے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے۔ ورنہ لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کو نماز فرض کے لئے اطمینان کی جاتی۔ رواہ البخاری و مسلم۔ اور سہل بن شہظہؓ کا بیان ہے کہ جب صبح ہوئی تو سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی جگہ پر تشریف لائے اور دو رکعتِ سنت فجر پڑھا کہ دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں اپنے سوار کا کچھ کھینچ ملا۔ حاضرین نے نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد نماز فرض کے لئے تکبیر کہی گئی۔ رواہ ابوداؤد

جواب۔ پہلی رکعت میں قلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری میں قلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ رواہ مسلم  
یا پہلی رکعت میں آیت قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا  
وَالْحَقُّ وَكَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ  
بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (۲: ۱۳۶) اور دوسری میں قلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا



إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِلَّا تَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا  
بَعْضًا آثَرًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهُ هَٰذَا قَوْلُكُمْ أَشْهَدُ وَإِنَّا مُسْلِمُونَ (۶۴: ۳) رواہ مسلم  
سوال۔ سنت فجر کے بعد داہنی کرپٹ پر لیٹنا کیسا ہے ؟

جواب۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت پڑھ لیتے  
تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے در نہ لیٹ جاتے۔ بیان تک کہ آپ کو نماز (صبح) کی اطلاع دی جاتی۔  
رواہ البخاری۔ اس عادت مبارکہ سے بعض لوگوں نے سنت فجر کے بعد لیٹنا بھی منہون سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اگر لیٹنا  
داخل سنت ہے تو اس وقت یا نہیں کرنا بھی منہون ہے۔ غیر مقلدین ایک مزعومہ سنت کو تو لیتے ہیں اور دوسری  
کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ لیٹنا محض استراحت کے لئے تھا تا کہ نفس قیام شب سے آرام پا کر یہ نشاط فرض ادا کرے۔  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی مشروعیت سے سخت انکاری تھے۔ بلکہ ان کے شاگرد امام ابراہیم نخعی رحمہ  
فرمایا کرتے تھے۔ هِيَ ضَجْعَةُ الشَّيْطَانِ (یعنی یہ لیٹنا ایک شیطانی عمل ہے) آخر جہما بن ابی شیبہ  
(فتح الباری) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں ہمیشہ گھر پر پڑھتے تھے اور سنت صبح کے بعد استراحت فرمانا بھی ممکن  
مبارک کے ساتھ مخصوص تھا۔ لیکن حضرات غیر مقلدین کی مضحکہ خیز نادانی ملاحظہ ہو کہ یہ لوگ مسجد میں جا کر سنت فجر کے  
بعد صفت کے اندر دوسرے نمازیوں کے بیچ میں دراز ہو جاتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے  
ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں سنت فجر پڑھ کر لیٹ گیا ہے امیر المؤمنین  
کو اس کا لیٹنا سخت ناگوار ہوا اور اس کو کنکھ مار کر اٹھا دیا اور اس طرح اس بدعت کا گلا گھونٹ دیا۔ ہاں اگر کوئی تہجد  
گزار گھر پر سنت ادا کرے اور اس کے بعد تھوڑی دیر تک سیر بھی کر لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مسجد میں جا کر لیٹنا تو سخت  
جہالت اور بے عقلی کا کام ہے۔

سوال۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی صبح سے  
پہلے دو رکعتیں پڑھے تو اُسے چاہیے کہ داہنی کرپٹ پر لیٹ جائے۔ رواہ ابوداؤد۔ اس حدیث میں سنت فجر کے  
بعد لیٹ جانے کا صریح حکم موجود ہے۔

جواب۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی عبدالواحد بن زیاد مجروح ہے۔ محدثین کرام نے  
عبدالواحد پر جرح کی ہے۔ اس کی تفصیل کتاب بذل المجہود فی حل ابوداؤد (جلد ثانی صفحہ ۲۶۱) میں ملاحظہ فرمائیے بخاری  
کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوتی تھیں تو حضور سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم



سنت فجر پڑھ کر نہیں لیٹتے تھے۔ یہ اس بات کی قلعی شہادت ہے کہ لیٹنا کوئی امر مشروع نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو نکر وہ بدعت قرار دیتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ فجر کی دو رکعت پڑھ کر گدھے کی طرح لیٹتا ہے۔ رواہ ابن ابی شیبہ۔ اور مجاہد تابعی کا بیان ہے کہ میں سفر اور حضر میں حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ رہا۔ اس مدت میں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ وہ سنت صبح پڑھ کر لیٹے ہوں۔ رواہ ابن ابی شیبہ۔ اور سعید بن مسیب تابعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو سنت فجر پڑھ کر لیٹتے ہوئے دیکھا تو حکم دیا کہ اس کو کنکریاں مار کر اٹھا دو۔ اور ابو مجلز کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لیٹنا شیطانی کھیل کوڈ ہے۔ رواہ ابن ابی شیبہ۔ جو حضرات اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل دیکھنا چاہیں۔ وہ کتاب بذل المجدود جلد ثانی صفحہ ۲۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## فصل ۱۲۸۔ سلام کے بعد مقدم راس پر ہاتھ رکھنا

سوال۔ لاہور کی بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض حضرات نعرہ نماز کے سلام کے بعد سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ یہ فعل سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب۔ خلاصہ موجودات سیدنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا دایا ہاتھ اپنے سر مبارک یعنی سر کے آگے حصے کی جانب پھیرتے اور فرماتے:

میں اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یا اللہ! مجھ سے فکر اور غم دور کر۔

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ + رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط و ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ۔

سوال۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب۔ یہ حدیث سخت ضعیف ہے بلکہ عجیب نہیں کہ موضوع ہو۔ کیونکہ اس کے دو راوی (۱) سلام مدائنی اور (۲) عبدغنی سخت مجروح ہیں۔ سلام مدائنی کی نسبت امام احمد نے فرمایا کہ وہ منکر حدیث روایت کرتا ہے۔ ابن ابی مریم نے



بیحی بن معین سے روایت کی کہ اسلام کی حدیث منکر ہیں۔ اور دوسری وغیرہ نے بیحی بن معین سے روایت کی کہ اسلام ہیچ ہے اور ابن المدینی نے کہا ضعیف ہے۔ ابن عمار نے کہا کہ حجت نہیں۔ جو زجانی نے کہا ثقہ نہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے اسلام کو ترک کر دیا ہے۔ ابو حاتم نے کہا ضعیف الحدیث ہے۔ ابو زرعه نے کہا ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا متروک ہے۔ مرہ نے کہا ثقہ نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ابن خراش نے کہا کذاب ہے ابو القاسم بغوی نے کہا سخت ضعیف الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ ثقات کے نام پر موضوع یعنی من گھڑت حدیثیں اس طرح روایت کرتا ہے کہ گمراہان ثقات کا معتمد ہے۔ ساجی نے کہا کہ اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ اور حکم نے کہا کہ موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۸۱-۲۸۲)

اسلام کے ادھر کا راوی زید غمی بھی ضعیف ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ اس کی حدیث لکھ لی جائے لیکن اس سے حجت نہیں پکڑنی چاہیے۔ ابو زرعه نے کہا۔ قوی نہیں۔ داہی الحدیث اور ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ وہ حدیثیں جو اس سے روایت کی جاتی ہیں۔ عام طور پر ضعیف ہوتی ہیں۔ ابن سعد نے کہا کہ زید غمی حدیث میں ضعیف تھا۔ ابن مدینی نے کہا۔ ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ عجل نے کہا کہ ضعیف اور بے حقیقت ہے ابن عدی نے کہا کہ وہ متحمل ان ضعفاء کے ہے جن کی حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ حضرت انسؓ سے ایسی موضوع چیزیں روایت کرتا تھا۔ جن کی کوئی اصل نہ ہوتی تھی۔ اور ایسا ظاہر کرنا تھا کہ گویا وہ حضرت انسؓ کا معتمد ہے (تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۴۰۸)۔

سوال۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے اکابر نے بھی فریضہ نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر یہ عمل حدیث سے ثابت نہ ہوتا تو اتنی بڑی جلیل القدر ہستیاں افادی حیثیت سے ہرگز اس کا تذکرہ نہ فرماتیں۔

جواب۔ حدیث زیر بحث کتاب حصن حصین مؤلف شیخ محمد جزری المتوفی ۸۸۷ھ میں ہے اور جزری نے حصن حصین کے دیباچہ میں لکھا کہ میں نے اس کتاب کو صحیح حدیث منتخب کر کے مدون کیا ہے۔ چونکہ جزری کا شمار اکابر علماء میں ہے اس لئے عام طور پر یہی گمان کیا گیا کہ اس کتاب کی ساری حدیثیں صحیح ہیں۔ اسی حسن ظن کی بنا پر مولانا گنگوہیؒ اور مولانا تھانویؒ رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی کبھی روایت حدیث کی جانچ پڑتال کی ضرورت محسوس نہ فرمائی ہوگی۔ ورنہ اگر ان کو کبھی محیا تنقید پر رکھنے کی ضرورت پیش آتی تو یہ کبھی ممکن تھا کہ وہ اس حدیث کے ضعف کا اظہار نہ فرماتے۔



# فصل ۱۲۹۔ فریضہ کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر دُعا مانگنا

سوال۔ ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق صحیح ثابت ہے یا نہیں ؟

جواب۔ ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا اور دُعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مولانا تھانویؒ نے اپنے مشہور رسالہ ”استجابت الدعوات حقیب الصلوٰۃ“ میں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے اور پھر ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کا ثبوت احادیث صحیحہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے دیا ہے اور ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جنہوں نے بساطِ جبرأت پر قدم رکھ کے فرض نماز کے بعد دُعا مانگنے کو خلافِ سنت قرار دیا۔ جو حضرات اس موضوع پر مبسوط تبصرہ دیکھنا چاہیں وہ اس رسالہ سے رجوع کریں۔

سوال۔ فرض نمازوں کے سلام کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر دُعا مانگنا سہرط رائج و معمول ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ شرح صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں ۱۔  
اَمَّا اِیْنَ دُعَاكَ الْمَدْمُورَ عَدْلًا لِمَا رَوَى عَنْهُ تَمَازِیْمُ كُنْتُمْ تَقْرَأُونَ آئِينَ آئِينَ مِی كُوْنُتُمْ۔ چنانکہ الآن در دیار عرب و عجم متعارف است از عادت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نہ بود۔ و دریں باب هیچ حدیثی ثابت نہ شدہ و بدعتی است مستحسن کذا فی التلخیص المرغوبہ۔

یعنی یہ دعا جو مسجدوں کے امام نماز کے سلام کے بعد مانگتے ہیں اور مقتدی آئین آئین کہتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل دیار عرب و عجم میں متعارف ہے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک ایسی نہ تھی اور اس بارہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی۔ اور یہ بدعت مستحسن ہے۔ ر التلخیص المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ لمفتی کفایت اللہ دہلوی صفحہ ۱۵

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :- نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کی اجتماعی دُعا کسی روایت میں بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ البتہ آپ نے حضرت معاذ کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر نماز کے بعد اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَلٰی ذٰلِکَ وَشَکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ اور اس قسم کے دوسرے اذکار کا ورد رکھیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح بنی صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد اذکار کا رٹا اور ہر پڑھا کرتے تھے اسی طرح آپ نے فرضوں کے



بعد مقتدیوں کے ساتھ مل کر کبھی دعا نہ مانگی۔ اس دعا کے بارہ میں علمائے متاخرین کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ فجر اور عصر کی دو نمازوں کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر دعا مانگنا مستحب ہے جیسا کہ اصحاب ابو حنیفہؒ، مالکؒ اور احمدؒ وغیرہم کی ایک جماعت اس کی قائل ہے۔ لیکن ان قائلین کے پاس کوئی ایسی سنت نہیں جس کو وہ حجت گردان سکیں (فتاویٰ ابن تیمیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۹)

اسی طرح لکھتے ہیں :-

دُعَاءُ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُورِ مِنْ جَمِيعًا عَقِيبَ الصَّلَاةِ فَهُوَ يَدْعُو لَكَ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَتَا لَكَ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ جلد اول صفحہ ۱۸۲

اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ بذل المجہود میں فرماتے ہیں :-

وَأَمَّا مَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْعَوَامِ مِنْ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ دُعَاءِ جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَثَمَةِ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَفِيَّةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَلَا وَجْهَ لَهُ وَلَا عِدَّةَ بِمَا جَوَّزَهُ ابْنُ الْمَجَّزِ الْمَكِّيُّ -

بذل المجہود فی حل ابی داؤد جلد ۳ صفحہ ۱۳۸

سوال - یہ بدعت کیونکر رائج ہوئی ؟

جواب - حسب روایت ترمذی و نسائی فرض نماز کے سلام کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ چونکہ سلام کے بعد امام اور مقتدی سب ہی اپنی اپنی حاجات کے لئے دست بدعا ہو جاتے تھے۔ اس انفرادی دعا نے اجتماعی دعا کا رنگ اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ یہ بدعت لوگوں پر ہر جگہ مسلط و محیط ہو گئی۔

سوال - آپ خود فرض کے سلام کے بعد امام کی متابعت میں دعا مانگتے ہیں یا نہیں ؟

جواب - میں امام کے ساتھ دعا نہیں مانگتا۔ بلکہ امام سے پہلے یا پیچھے یا کبھی ساتھ ہی اپنی الگ دعا شروع کرتا اور امام سے پہلے یا پیچھے ختم کر دیتا ہوں۔ یہی میرا معمول ہے۔ اگر دوسرے لوگ بھی اسی طرح امام سے پیچھے

اپنی اپنی دعائیں مانگیں تو وہ بھی بدعت کے ٹوٹناک چنگل سے نجات پاسکتے ہیں۔

سوال۔ جب یہ بدعت بقول شیخ عبدالحق بدعت حسنہ ہے تو اس میں خوف و خطر کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

جواب۔ بدعت حسنہ صرف تین چیزیں ہو سکتی ہیں۔ اول وہ جو تحفظ شریعت کا لازمی ذریعہ یا ارکان دین یا دایا جیات دین میں سے کسی کی موقوف علیہ اور ذریعہ حصول ہیں۔ جیسے علم صرف و نحو یا اصول فقہ یا جرح و تعدیل کی تدبیر یا بدعتی فرقوں کی تردید۔ دوسرے وہ افعال جن کو خلفائے راشدین یا دوسرے اصحاب کرام علیہم الرضوان کی سند قبول حاصل ہوئی۔ اس کے چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قرآن جمع ہوا۔ یہ عہد صدیقی کی بدعت حسنہ ہے۔ خلافت ثانی میں رمضان کا سارا مہینہ تراویح پڑھنے کی طرح ڈالی گئی۔ یہ عہد فاروقی کی بدعت حسنہ ہے۔ خلافت عثمانی میں پہلی اذان جمعہ کا اضافہ ہوا۔ یہ عہد عثمانی کی بدعت حسنہ ہے۔ پہلے ہر شہر میں ایک ہی جگہ نماز جمعہ پڑھی جاتی تھی حضرت علی مرتضیٰ نے شہر کے متعدد مقامات پر اذان جمعہ کی اجازت دے دی۔ یہ عہد مرتضوی کی بدعت حسنہ ہے۔

بدعت حسنہ کی تیسری قسم میں سرودہ عمل داخل ہے۔ جو خیر القردن میں بلا تکبر رائج ہو گیا۔ ان نینوں قسموں کے علاوہ جو بدعت بھی عرصہ شہود میں آئی وہ بدعت سیئہ ہی ہو سکتی ہے۔

حضرت مجددِ عالم ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بدعت حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو عہد نبوت اور خلافت راشدہ کے بعد پیدا ہوا۔ اور وہ کسی سنت کا رافع نہیں۔ اور بدعت سیئہ وہ ہے جو کسی سنت کو ملے۔ لیکن یہ نیکر کسی بدعت میں حسن اور لرانیت نہیں پانا اور ظلمت و کدورت کے سماں میں کچھ غموس نہیں کرتا۔ البتہ یہ لوگ اپنی کم نگاہی کی وجہ سے کسی بدعت میں کوئی حسن اور شادابی دیکھتے ہیں تو کل قیامت کو جب ان کی نظریں تیز ہوں گی اور آنکھوں سے پردے اٹھ جائیں گے اس وقت خسارہ اور ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

بوقتِ صبح شہد ہم چوروز معلومت کہ پاکہ باخترہ ای عشق درشبِ دیچور

بھلا جو چیز زبان رسالت سے مردود ہو چکی اس میں حسن کہاں ہے؟ (و فتاویٰ مکتوب ۱۸۷) الغرض فرض نماز کے سلام کے بعد امام اور اس کے مقتدیوں کا مل کر دعا مانگنا بدعت سیئہ ہے۔ واللہ اعلم۔



## فصل ۱۳۔ دعا اور اذکارِ ماثورہ کا جملہ

سوال۔ اکثر مقامات پر رواج ہے کہ سلام کے بعد امامِ نورِ نور سے دعا مانگتا ہے جو عموماً آیاتِ قرآنی پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس جہری دعا کے بارہ میں کیا حکم ہے ؟

جواب۔ یہ جہرِ اذکارِ ماثورہ ہے کیونکہ اس سے سبقتین کی نماز میں سخت خلل رونما ہوتا ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر امام اس غرض سے دعا سے ماثورہ زورِ زور سے پڑھے اور مقتدی بھی زور سے پڑھیں کہ ماثورہ دعاؤں کو سیکھ لیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں اور جب لوگ سیکھ چکیں تو پھر جہری دعا بدعت ہے۔ کذا فی السعایہ دعا کی حقیقت شرعیہ حکماً حقیقہً تضرع و زاری پر مشتمل ہے آواز سے دعا مانگنا اس کی حالت موضوعہ کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ خداے حکیم و برتر اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

ادْعُوا سِرًّا تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً  
إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (۵۷: ۵۸)

لوگرا اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو  
رہو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یعنی اس سے زاری و تضرع کرتے ہوئے غفی طور پر دعا مانگنا کہ اس میں نمود اور بیا کا دخل نہ ہو اور دعا خلوص دل سے نہ زور سے دعا مانگنا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ خداے علیم و خبیر کا علم کائنات کے ہر ذرہ کو محیط ہے اور وہ سب سے دلوں کی بات جانتا اور ہر ایک کی دعا ہر وقت اور ہر جگہ سنتا ہے۔ پھر چیخنے اور چلا کر طلبِ حاجات کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟

ایک موقع پر حضورِ اقدس نبی الرحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّكَ تَدْعُونَ فِي رَوَايَةٍ لَا يَتَنَادُونَ بِصَمَدٍ وَلَا غَائِبًا رواہ ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و تہذیب  
ہو) غرض دعا بالجہر تعلیماتِ قرآن و حدیث کے صریح خلاف اور ہر اس بدعت ہے۔

سوال۔ آپ نے اذکارِ ماثورہ کا آواز سے پڑھنا بدعت قرار دیا ہے۔ حالانکہ حدیث صحیح میں حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بار بار بلند کہتے۔  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ  
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا تَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعَمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الْمُلْكُ



لِحَسَنٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَكَوْثَرًا الْكَافِرَاتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

**جواب۔** مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں کہ یہ تصریح علمائے حنفیہ وغیرہ حنفیہ ذکر بعد نماز کے سرّاً مستحب ہے نہ جہراً۔ اور امام ابن الحاج نے کتاب المدخل میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کتاب اُمّ میں فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدیوں کے لئے یہی مختار و پسندیدہ ہے کہ نماز کے بعد خفی طور پر ذکر کریں بجز اس صورت کے کہ امام مقتدیوں کو کسی ذکر کی تعلیم دے رہا ہو لیکن جب امام محسوس کرے کہ لوگ سیکھ چکے تو پھر وہ اور مقتدی آہستہ پڑھنا شروع کر دیں۔ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَجْهَرُوا بِمَلَأَتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا الْوَعْدَ بِمَعْرِی ہو اور نہ اتنی خفی کہ اپنے کان بھی نہ سنیں اور میرا گمان ہے کہ آپ کا ہر قلیل سا تھا۔ جس سے غرض لوگوں کی تعلیم تھی۔ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ دیکھو امام شافعیؒ نے حدیث ابن زبیرؓ کو تعلیم پر محمول کیا ہے پس جب تعلیم کی غرض حاصل ہو جائے تو جہر سے رکنا چاہیئے اور مدخل کے دوسرے مقام میں ہے۔ وَلِيَحْذَرُوا جَمِيعًا مِنَ الْجَهْرِ بِالذِّكْرِ وَالِدُعَاءِ عِنْدَ الْفَرَاحِ مِنَ الصَّلَاةِ اِنْ كَانَ فِي جَمَاعَةٍ فَاِنْ ذَاكَ مِنَ الْبِدْعِ۔

**سوال۔** بعض مقامات پر رواج ہے کہ جب امام سلام پھیرتا ہے تو سب لوگ ایک مرتبہ زور سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ ان کا استدلال ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا القضاء تکبیر ہی سے پہچان کرنا تھا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔ اس سے بھی ذکر بالجہر کا ثبوت ملتا ہے۔

**جواب۔** مولانا عبدالحی لکھتے ہیں کہ شرح حدیث نے اس کو حالت جہاد وغیرہ پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ ابن الحاج نے کتاب المدخل میں لکھا ہے کہ ابوالحسن ابن بطال شرح صحیح بخاری میں حدیث ابن عباسؓ کے بارہ میں رقم طراز ہیں کہ احتمال ہے کہ ابن عباسؓ نے مجاہدین مراد لئے ہوں۔ اگر ایسا ہے تو تکبیر اب بھی مجاہدین کا معمول ہے ان کے لئے مستحب یہی ہے کہ زور سے تکبیر کہیں تاکہ دشمن مرعوب ہو۔ اگر حدیث مجاہدین پر محمول نہ ہو۔ تو بالاجماع منسوخ ہے۔ کیونکہ علمائے اُمت میں سے کوئی بھی نماز کے سلام کے بعد یا از بلند تکبیر کہنے کا قائل نہیں۔ مولانا عبدالحی لکھتے ہیں کہ حنفیہ کی اس قسم کی عبارتیں بہت ہیں۔ جن سے ذکر جہری کی کراہت بجز چند مواضع مستثنا کے ثابت ہوتی ہے۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد ۲ صفحہ ۴۷-۴۸۔



## فصل ۱۳۔ سلام کے بعد امام کی رُخ گردانی

سوال۔ سلام پھیر کر امام گھر چلا جائے یا قبلہ رُخ بیٹھا رہے یا نمازیوں کی طرف متوجہ رہے؟

جواب۔ اتمام نماز کے بعد امام مجاز رہے کہ بائیں طرف مڑ کر قبلہ کو اپنی داہنی طرف کر لے اور چاہے تو داہنی طرف مڑ کر قبلہ کو بائیں جانب کر لے اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں یہ امر بڑا محبوب تھا کہ آپ داہنے رُخ پر مڑیں اور اپنا چہرہ منور ہماری طرف کریں۔“

اور اگر امام چاہے تو اپنے حواج کے لیے چلا جائے کیونکہ وہ نماز پوری کر چکا اور اگر چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے۔ چنانچہ صحیحین وغیرہ میں حضرت عمر بن عبد بن جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کر اپنا رُخ اور ہماری طرف کر دیتے تھے اور صحیح مسلم وغیرہ میں جابر بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح پڑھ کر اپنے مصلے سے نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ آفتاب طلوع نہ کرتا۔ اس اثنا میں مختلف موضوع پر گفتگو بھی ہوتی تھی۔ انتہی

اور یہ اس وقت ہے جب نمازیوں کی طرف منہ پھیرتے وقت کوئی نماز پڑھنے والا امام کے سامنے نہ ہو اور اگر کوئی شخص امام کے سامنے مصروف نماز ہو تو امام کو نمازیوں کا رُخ چھوڑ کر داہنی یا بائیں جانب مڑ جانا چاہیے خواہ نماز پڑھنے والا امام کے قریب پہلی صف میں ہو یا کسی بعید صف میں امام کے سامنے ہو اور دونوں کے بیچ میں کوئی حائل نہ ہو۔ امام کا کسی نمازی کے سامنے ہو کر بیٹھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں صورت کی عبادت کا تشبہ ہے۔ (کبیری شرح منیۃ المصلیٰ صفحہ ۳۳۰)

یاد رہے کہ داہنی یا بائیں طرف مڑنا یا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا انہی فرائض کے بعد ناموزن ہے جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں یعنی صبح اور عصر۔

سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فراغت نماز کے بعد داہنی اور بائیں دونوں جانبوں کو مڑ کر بیٹھتے تھے لیکن جو امام داہنی طرف مڑ کر بیٹھنے کا التزام کر لے اور بائیں طرف کبھی نہ بیٹھے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ امور مبہمہ مستحبہ اصرار و التزام سے بدعت ہو جاتے ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی



اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص ہمیشہ داہنی طرف مڑ کر اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے۔  
 میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تھا کہ آپ بہت دفعہ بائیں طرف بھی مڑا کرتے تھے۔ رواہ الترمذی۔ ملاحظہ ہو  
 سیدھی طرف مڑنا خود شائع علیہ السلام سے ثابت ہے لیکن اس کے باوجود رازدان شریعت حضرت ابن  
 مسعود رضی اللہ عنہ اسے ضروری سمجھتے اور اس کا التزام کرنے کو شیطان کا حصہ قرار دیتے ہیں طیبی نے حاشیہ  
 مشکوٰۃ میں اس حدیث پر لکھا ہے :- اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ جو کوئی امر مندوب پر اصرار  
 کرے اور اسے لازم سمجھ لے اور رخصت پر عمل نہ کرے شیطان اس کو راہ راست سے برگشتہ کرنے میں کامیاب  
 ہو گیا۔ پھر اس کا تذکرہ ہی کیا ہے جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔ کذا فی الصحاح

## فصل ۱۳۲۔ فرائض کے بعد کے ذکر

سوال۔ جب امام سلام پھیرے تو اس کے بعد کیا کیا اور اذکار پڑھنا سنون ہے ؟  
 جواب۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پوری کر کے یعنی سلام پھیر کر ایک  
 مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ رواہ البخاری وسلم۔ آپ سلام پھیر کر تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللہَ کہہ کر فرماتے۔ اللّٰهُمَّ  
 اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ رواہ مسلم۔ آپ ہر فرض نماز کے بعد یہ بھی  
 پڑھتے تھے۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
 قَدِيْرٌ اللّٰهُمَّ لَا مَالَعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطٰی لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ  
 رواہ البخاری وسلم والبداد والنسائی والبخاری وابن السنی۔ ہزار اور طبرانی کی روایت میں یُحْيٰی وَيُمِیْتُ اور  
 ابن السنی کی روایت میں بَیْدُ الْخَيْرُ کا بھی اضافہ ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ بھی پڑھا کرتے تھے۔ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ  
 الْجُبْنِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْلِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمْرِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَ  
 عَذَابِ الْقَبْرِ رواہ البخاری۔ اور فرمایا جو کوئی ہر نماز کے پیچھے ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور  
 ۳۳ بار اللہ اکبر کہے یہ نماز سے ہوئے۔ ان کے بعد ایک دفعہ یہ پڑھے۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ



آيَةُ الْمَلَأَتْ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ برابر ہوں۔ رواہ مسلم

مسلم کی دوسری روایت میں ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر بھی آیا ہے۔ پس جس کسی کو کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ یاد نہ ہو وہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرے۔ اور حضرت عقیب بن عامر صحابی رضہ کا بیان ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر نماز کے بعد قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ رواہ احمد والوداع والفسائی۔

اور آنحضرتؐ نے فرمایا جو کوئی نماز صبح اور نماز مغرب کے فرض پڑھ کر نماز کی جگہ سے ہٹے اور اپنے پاؤں موڑنے سے پہلے ربیعہ تشہد کی حالت پر بیٹھ کر دس مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَئِلَهُ الْمَلَأَتْ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہے اس کے واسطے ہر کلمہ کے ساتھ دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے دس بُرائیاں دور کی جاتی ہیں۔ اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بڑی چیز سے امان اور شیطان رجیم سے پناہ ہو جاتے ہیں اور ان کلمات کی برکت سے اس کو بجز شرک کے کوئی گناہ ہلاک نہیں کر سکے گا (یعنی اگر شرک کرے گا تو نہیں بخشا جائے گا) رواہ احمد والترمذی۔ اور فرمایا جو کوئی ہر نماز کے پیچھے آیت الکرسی پڑھے اس سے موت کے سوا کوئی چیز داخلہ جنت سے نہیں روک سکتی۔ اور جو کوئی اس کو اپنی خوابگاہ میں جانے کے وقت پڑھے خدا سے حفیظ اس کے گھر کو اور اس کے ہمسایہ کے گھر کو اور اس کے ارد گرد کتنے گھروں کو امن دیتا ہے۔ رواہ البیہقی فی الشعب وقال اسنادہ ضعیف

حضرت مسرور درجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرا ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو نماز صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک یاد الہی میں مصروف رہیں مجھے اس سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلام آزاد کروں۔ اور میرا ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک یاد خداوندی میں مشغول رہیں مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ رواہ ابوداؤد اور فرمایا کہ جو کوئی نماز صبح باجماعت پڑھ کر طلوع آفتاب تک بیٹھا برابر اللہ کو یاد کرے۔ پھر آفتاب بغیر تیرہ بلند ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھے جسے اشراق اور ضحیٰ بھی کہتے ہیں، اس کو حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ پورے حج اور عمرے کا پورے حج اور عمرے



سوال۔ جواز کار اور ادرا و فضل سابق میں حوالہ قرطاس ہوئے ان کو فریضہ کے متصل ہی پڑھنا چاہیے یا سننوں اور نقلوں سے فارغ ہونے کے بعد ؟

جواب۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ ان اذکار کو سنن مؤکدہ سے پہلے ادا کرے کیونکہ بعض اذکار میں تو اس کی تصریح ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو شخص نماز مغرب اور نماز صبح کے بعد کوٹنے اور پادوں موڑنے سے پہلے یہ کہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الخ اور جیسے راوی کا یہ قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو رگوں کی تعلیم کے لئے بلند آواز سے زماتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الخ اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر دلالت ہے جیسے یہ قول کہ نماز کے بعد آپ یہ پڑھتے تھے “

سوال - ایک حدیث میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اتنی مقدار سے زیادہ نہ بیٹھتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَرَبُّكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْبَامِ - رواہ ابن ماجہ وسلم - اس سے معلوم ہوا کہ تمام اذکار ماثورہ مستثنیٰ اور نفلوں سے فارغ ہونے کے بعد پڑھنے چاہئیں۔

جواب۔ شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس شبہ کے جواب میں فرمایا ہے ”ہا حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے کہ اللھمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھیں۔ تو اس قول میں کئی احتمال ہیں۔ اور انجملہ یہ ہے کہ آپ نماز کی ہر بیت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے بلکہ داہنے یا بائیں طرف جاتے تھے یا لوگوں کی طرف منہ کر لیتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادغیہ بھی نماز میں داخل ہیں۔ اور انجملہ یہ ہے کہ آپ سوائے اللھمَّ اَنْتَ السَّلَام کے اور اذکار احیاناً چھوڑ دیتے تھے۔ چھوڑنے میں یہ تعلیم مقصود تھی کہ اذکار و ادغیہ فرض نہیں ہیں۔“

اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم اپنے رسالہ التفاسیر المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ میں اُم المؤمنین



کی اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں: بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ سے زیادہ دعا پڑھنا حدیث کے خلاف ہے۔ اس شبہ کا جواب طرح پر ہے اول یہ کہ روایتان روایات صحیحہ کثیرہ کے خلاف ہے جو اس کے خلاف حضرت علیؑ علیہ السلام سے بکثرت منقول ہیں اور روایات باوجود اپنی کثرت کے اس روایت سے زیادہ صحیح ہیں۔ بلکہ اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ کیونکہ ابو معاویہ جو اس حدیث کے راہبوں میں ہیں انہیں ابو داؤد نے مرجعہ کہا ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابو معاویہ عبد اللہ بن عمر رض سے منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ پس اس روایت سے ان روایات صحیحہ کثیرہ کے مقابلہ میں استدلال کرنا اور حجت پکڑنا صحیح نہیں۔ دوم قطع نظر اس کی صحت و تعارض کے خود اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ نہیں بیٹھتے تھے مگر بقدر اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ کے یعنی اس روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ہی پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا پڑھا کرتے تھے۔“

**سوال۔** کیا تمام اذکار ماثورہ فرض نماز کے بعد متصل پڑھنے چاہئیں یا بعض؟

**جواب۔** شیخ عبدالحق رحمہ لکھتے ہیں کہ احادیث میں متعدد اذکار کی نسبت لکھا ہے کہ نماز کے بعد

پڑھے جائیں۔ ان کے بارہ میں اولیٰ و افضل یہ ہے کہ مختصر اذکار و ادعیہ کو فرض کے بعد متصل پڑھ لیں۔ اور طویل اذکار کو سنن و نوافل کے اختتام تک ملتوی رکھیں۔ (مدارج النبوة)

**سوال۔** حضرت عائشہ رضی کی حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں: اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ

تَبَا سَأَلْتُكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ لیکن ائمہ مساجد عام طور پر سلام پھیر کر دعا کے طور پر یوں پڑھتے ہیں۔

اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيْثَا سَأَلْنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخَلْنَا دَا

السَّلَامِ تَبَا سَأَلْتُكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ کیا ان الفاظ کا کوئی ثبوت ہے؟

**جواب۔** علامہ طحطاویؒ مرقی الفلاح کے حاشیے میں اور علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ میں رقمطراز

ہیں۔ شرح مشکوٰۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر نبوی میں وَمِنْكَ السَّلَامُ کے بعد جو اس قسم کے

الفاظ پڑھا دیئے گئے ہیں وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيْثَا سَأَلْنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخَلْنَا دَا السَّلَامِ تو ان کی

کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ یہ الفاظ کسی داستان گو کے گھڑے ہوئے ہیں۔“



# فصل ۱۳۲۔ سُنن اور نوافل کا گھر میں جا کر ادا کرنا

سوال۔ سُنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں ؟

جواب۔ فرض نمازوں کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے سوائے فرض نماز کے۔ (رواہ البخاری و مسلم۔ اور عبد اللہ بن سعد انصاری کا بیان ہے کہ میں نے ہارثہ بن ابی اسلمہ کی یا رسول اللہ! نماز مسجد میں افضل ہے یا گھر میں ؟ تو آپ نے فرمایا مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے مگر یہ کہ نماز فرض ہو۔ (رواہ الترمذی فی شمس الدین ماہجہ۔ اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ تمام سنتیں خواہ فرض نمازوں سے پہلے کی ہوں یا پچھلی گھر ہی میں پڑھتے تھے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان سنئے۔ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں فرض ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے۔ پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر عصر کے وقت مسجد میں جا کر عصر کی اور مغرب کے وقت مغرب کی نماز پڑھاتے۔ پھر اندر آ کر دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر جا کر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں قدم رنجہ فرما کر دو رکعتیں پڑھتے۔ (رواہ مسلم و احمد والبدادی) \*

اور ظاہر ہے کہ جب خود پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل تھا اور آپ نے ہمیشہ اس کی تعلیم دی تو صحابہ کرام علیہم السلام کا بھی گھروں میں جا کر سنت و نفل پڑھنا لازم و لابد تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجتہ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ سنن و نوافل میں اصل حکم یہ ہے کہ گھروں میں ادا کئے جائیں اور اس میں راز یہ ہے کہ فرضوں اور غیر فرضوں میں ظاہری طور پر بھی ایسا فضل اور فرق ہو جائے جو ظاہری نگاہ سے معلوم ہو سکے۔ مگر یاد رہے کہ بعض غیر فرضی نمازیں ایسی بھی ہیں جن کا مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ جیسے نماز تراویح، تہجد المسجد اور سورج گرہن کی نماز۔

اور مولانا مفتی کفایت اللہ نے لکھا کہ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ امام نماز پڑھانے کے بعد اپنے مکان یا حجرے میں جا کر سنتیں پڑھیں۔ اسی طرح مقتدی بھی اپنے مکانوں میں جا کر سنتیں پڑھیں۔ اگر سب مقتدی ایسا



نہ کر سکیں تو جو کر سکتے ہوں وہ کر لیں اور سبھی نہ کر سکیں تو وہ امام کو اس ادنیٰ و افضل عمل سے نہ روکیں۔

## فصل ۱۳۵۔ فرض نماز کی جگہ سے بہت کسنت اور نفل ادا کرنا

سوال۔ بعض لوگ فرض پڑھنے کے بعد اپنی جگہ سے بہت کسنت اور نفل پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب۔ جو کوئی فریضہ صلوٰۃ جماعت سے پڑھے اور اس کے بعد مسجد ہی میں سُنتن و نوافل ادا کرنا چاہے اس کو حکم ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے وہاں سے بہت کسنت اور نفل پڑھے۔ چنانچہ حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سنت اور نفل پڑھنے کے لئے آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ آؤ یا دائیں طرف یا بائیں جانب کو ہو جاؤ۔ رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ۔ ابو رثہ صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پہلی صف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف کھڑے ہو ا کرتے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو ایک شخص نے جس کو تکبیر اولیٰ ملی تھی (اور سبق نہیں تھا) معاً اُٹھ کر دو رکعتیں شروع کر دیں۔ یہ دیکھ کر جھٹ حضرت عمرؓ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے دونوں مونڈھے پکڑ کر ان کو جنبش دی اور کہا بیٹھ جاؤ۔ اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنی نماز کے درمیان فصل اور فرق نہیں کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھائی اور فرمایا اے ابن خطاب! خدا نے راہ حق و صواب کی طرف تمہاری راہ نمائی فرمائی ہے۔ رواہ ابو داؤد۔

جوہرہ میں ہے کہ امام اور مقتدیوں کو اسی مقام پر سنت اور نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ جہاں انہوں نے فرض نماز ادا کی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفوں کا توڑ دینا مستحب ہے۔ کذا فی الشامی۔ سائب بن یزید صحابی کا بیان ہے کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں نماز جمعہ پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو میں نے معاً کھڑے ہو کر وہیں سنت ادا کی۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دولت کدہ پر پہنچے تو مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ آئندہ یہ کام نہ کرنا۔ (یعنی فرضوں کی جگہ پر سنت اور نفل فرق کئے بغیر کبھی نہ پڑھنا) جب نماز جمعہ ریا کوئی اور فریضہ) پڑھو تو اس کو دوسرے نماز کے ساتھ نہ ملاؤ۔ یہاں تک کہ کلام کرو یا اس مقام سے بہت جاؤ۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں



حکم دیا تھا کہ ہم فرض نماز کے ساتھ غیر فریضہ کو نہ ملائیں۔ یہاں تک کہ کلام کریں یا اس جگہ کو بدل دیں۔ رواہ مسلم۔  
 امام نوویؒ رقم فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کے مستحب ہونے کی دلیل ہے کہ سنت اور نفلوں کو  
 فرض کی جگہ سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ ادا کیا جائے اور نفل تحول اپنے گھر جاکر سنن و نوافل ادا کرنا ہے۔ درنہ مسجد  
 وغیرہ میں کسی دوسری جگہ کو منتقل ہو جائیں۔ تاکہ مواضع سجود کی کثرت ہو۔ اور سنن و نوافل کی صورت فریضہ کی صورت سے  
 منفصل ہو جائے۔ ”یہاں تک کہ کلام کریں“ میں اس بات کی دلیل ہے کہ فرض اور غیر فرض میں نفل اور فرق کلام سے  
 بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن کلام کی نسبت دوسرے مقام کو منتقل ہونا افضل ہے۔“

## فصل ۱۳۱ سنت اور نفلوں کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر دوبارہ دعا مانگنا

سوال۔ فرض پڑھا کہ جس طرح امام اور مقتدی مل کر دعا مانگتے ہیں۔ اسی طرح بعض مساجد میں سنن و نوافل  
 سے فارغ ہو کر بھی مکرر یہ ہیئت اجتماعیہ دعا مانگی جاتی ہے۔ اور جو اس دعا کا تارک ہو اس کو بُرا سمجھتے ہیں۔  
 اس دعا کی ثانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب۔ یہ مکرر اجتماعی دعا بلا ریب بدعت سیئہ ہے۔ شامی میں ہے۔ اذا تردد الحکماء بین سنت و  
 بدعت کان ترک السنۃ سراجاً علی فعل البدعۃ (جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو  
 وہاں ترک سنت کا احتمال فعل بدعت کے احتمال پر راجح ہے) چونکہ یہ اجتماعی دعا نہ کسی قولی یا فعلی حدیث سے  
 ثابت ہے اور نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے قول و فعل سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے اس کے  
 سنت ہونے کا تو کوئی ادنیٰ احتمال بھی نہیں۔ البتہ اس کا بدعت ہونا یقینی ہے۔ اس لئے اس سے احتراز  
 لازم ہے۔

علاوہ ازیں اس اجتماعی دعائیں دوسری صریح خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ بعض لوگ سنن و نوافل  
 کو سکون و اطمینان سے پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس میں عجلت سے کام لیتے ہیں۔ جو لوگ پہلے  
 فارغ ہو جائیں ان کو امام کی دعا کا اور امام کو ان لوگوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے جو دیر میں نزاع پائیں اور یہ البسی  
 پابندی ہے جو بدعت نوازوں نے ناحق اپنے اوپر عاید کر رکھی ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ جن افراد کو جانے کی



جلدی ہو وہ بسا اوقات امام سے جلد دعا کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس لئے امام بیچارہ سنت اور نفل کو طینتا سے ادا کرنا چاہے تو بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ سنتوں کو یہ محبت ادا کر کے چاروں طرف دیکھنے لگتا ہے کہ نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو دعائے مانگے۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ دعائے ثانی میں شریک نہ ہونے والے کو لوگ برا سمجھتے ہیں۔ اور مطعون کرتے ہیں اور اگر امام اوائے سنت میں دیر کر دے تو اس پر معترض ہوتے ہیں۔ اس رسم کا جو نقصان پیدا ہے کہ سنن و نوافل کا گھروں میں پکڑ پکڑھنا افضل ہے۔ لیکن جن دیار و مصارف میں فرض کے بعد مسجد ہی میں سنت و نفل پڑھنا اجتماعی دعائے مانگنے کا رواج ہے وہاں کے نمازی گھروں میں جا کر سنن و نوافل پڑھنے کی سنت سے قطعاً محروم ہیں۔

## فصل ۱۳۔ نماز کے بعد نمازیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا

سوال۔ بعض مقامات میں رواج ہے کہ تراغت نماز کے بعد نمازی ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں۔ مجھے سب سے پہلے حیدرآباد دکن میں اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تراغت کے بعد ہر نمازی دوسرے نمازیوں سے ہاتھ ملانے لگا۔ ان کی ہیئت کذا فی بڑی مضحکہ خیز تھی۔ میں حیران تھا کہ الیٰ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ہر حال نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا کسی اصل صحیح سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب۔ یہ طریقہ مسلک سلف صالح کے خلاف اور سراسر بدعت ہے۔ شامی رد المحتار شرح درمختار میں لکھتے ہیں۔ تکملة المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولا انها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعت مكرهة لا اصل لها في الشرع ثم نقل عن ابن الحاج من المالكية ان موقع المصافح في الشرع انما هو عند لقاء اخيه المسلم لا في ادبار الصلوة (اوائے نماز کے بعد مصافحہ ہر حال میں مکروہ ہے۔ کیونکہ صحابہ علیہم الرضوان اوائے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کرتے تھے اور نمازوں کے بعد کا مصافحہ اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کے شعار میں سے ہے۔ پھر ابن حجر مکی شافعی سے منقول ہے۔



کہ یہ ایک بدعت مکروہہ ہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہیں اور علامہ ابن الحاج مالکیؒ سے منقول ہے کہ  
مصافحہ مسلمان بھائی سے ملاقات کرتے وقت مشروع ہے نہ کہ نمازوں کے بعد

## فصل ۱۳۸۔ نماز کے مسائل شش

سوال۔ نماز کے وہ کون سے متفرق و پراگندہ مسائل ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ لیکن کسی عنعان کے تحت ہنوز زیب قرطاس نہیں ہوئے ؟

جواب۔ بعض ایسے متفرق مسائل مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ اور دوسری کتب فقہ سے انتخاب کر کے سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔ (۱) اگر بیوی شوہر کے پیچھے نماز پڑھے تو اگر بیوی کے دونوں قدم شوہر کے قدموں کے پیچھے ہوں گے تو نماز جائز ہوگی اور اگر کچھ بھی محاذاتہ ہوگا تو دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) زہین مقصد بہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو فرض اس کے ذمے سے اتر جائے گا۔ (۳) تشہد میں جب **إِلَّا اللہ** پڑھا ہو تو انگلی گرائے تو پھر داہنے ہاتھ کو اخیزنک اسی ہیئت پر رکھے بعض لوگ انگلی گرانے کے بعد ہاتھ کو کھول دیتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ (۴) اگر غیر مصلیٰ نماز پڑھنے والے کو سچکھا جھلتا رہے اور نمازی اس سے خوش ہو تو ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر یہ غلط ہے۔

(۵) اگر نمازی کے سر کے اوپر یا پس پشت کسی جاندار کی تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔ رسائل ارکان میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ سب سے زیادہ شدید گناہ است اس تصویر میں ہے جو نمازی کے آگے ہو۔ پھر اس میں جو نمازی کے سر پر ہو۔ پھر اس میں جو اس کی داہنی طرف ہو۔ پھر اس میں جو بائیں طرف ہو۔ پھر اس میں جو پیچھے ہو۔

(۶) موسم سرما میں ضعیف العمر اور سخت کمزور آدمی بوقت صبح ٹھنڈے پانی سے غسل کرے تو بیمار پڑ جائے گا خدشہ ہے۔ اور اگر پانی گرم کرنے سے بیٹھے تو نماز کا وقت جانا ہے۔ بالکل میں ایندھن موجود نہیں اور اس وقت بازار سے لکڑیاں مل نہیں سکتیں یا لکڑیاں خریدنے کے لئے پیسے موجود نہیں تو اس کے لئے جائز ہے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر دن چڑھے غسل کر لے۔ اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔



(۷) گودلیار مسجد یا اس کی چھت پر نیم کرنا جائز ہے مگر ایسی مٹی سے جو عزت و احترام کے لائق ہے نجاست حکم کا ازالہ سوء ادب میں داخل ہے۔ (۸) طہارت کے بغیر نماز پڑھنا یا سجدہ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ علماء کے نزدیک تو بلا طہارت نماز پڑھنے میں کفر کا خوف ہے۔ سجدے کی آیت پڑھنے سے سجدہ تلاوت و تکبیروں کے درمیان کیا جاتا ہے۔ سجدہ تلاوت کی بھی طہارت وغیرہ ہی شرطیں ہیں جو نماز کی ہیں۔ (۹) صفیں یا نکل قریب قریب کھڑی ہونی چاہئیں ان میں یا ہم اتنا فاصلہ ہرگز نہ رہنا چاہیے کہ دونوں کے بیچ میں کوئی اور صف کھڑی ہو سکے (۱۰) میاں بیوی بیدار ہوئے تو انہوں نے بستر پر مٹی کا نشان پایا۔ نہ تو انہوں نے عجمت کی تھی اور نہ اختلام کسی کو یاد ہے تو دیکھنا چاہیے کہ اگر مٹی حرم و رنگ کی ہے تو عورت پر غسل واجب ہے اور اگر سفید ہو تو مرد پر۔ اور اگر امتیاز نہ ہو سکے تو دونوں پر غسل واجب ہے (۱۱) کان آنکھ ناف پستان وغیرہ سے جو کچھ نکلے وہ اس صورت میں ناقض وضو ہے جب کہ ان مواضع میں سے کسی جگہ درد ہو۔ اور اگر درد نہیں تھا اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ حد کی صورت میں لا محالہ کوئی مرض ہوگا۔

(۱۲) جو شخص قتل کو گُل پڑھے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس کی یہ کج بختی بیکار ہے کہ عرب عام طور پر قتل کو گُل ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ عربوں کی زبان عجیوں کے اختلاط کے باعث بگڑ چلی ہے (۱۳) سجدہ سہو سے پہلے داہنی طرف السلام و علیکم ورحمۃ اللہ کہنا سنون ہے۔ اگر سلام کے بغیر سجدہ کر لیا تو بھی جائز مگر خلاف سنت ہے (۱۴) مخن کا کچھ حصہ جسے ریکہ کہتے ہیں دانتوں کے بیچ میں منجد ہو جاتا ہے غسل میں اس ریکہ کے نیچے پانی پہنچانا لازم ہے ورنہ غسل جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر چھالیا یا کوئی اور چیز دانتوں میں پھنسی ہو اور اس کی وجہ سے پانی نہ پہنچتا ہو تو اس کو نکال کر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ (۱۵) اگر پاک تکیے یا بساط یا منہ وغیرہ پر ہاتھ مارنے سے ہوا میں غبار محسوس ہو تو اس سے تیمم جائز ہے اگرچہ وہ غبار ہاتھ پر محسوس نہ ہو (۱۶) وہ حجر مسجد جو داخل مسجد ہے جہاں صحن مسجد میں سے ہو کر داخل ہوتے ہوں اور دوسرا کوئی راستہ نہ ہو اس حجرے میں بھی خرید و فروخت کرنا خصوصاً اسباب تجارت رکھنے کے ساتھ مکروہ و ممنوع ہے۔

(۱۷) آدھی رات کے بعد نماز عشاء پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح نماز عصر اتنی دیر میں پڑھنا کہ دھوپ سیلی پڑ جائے یا نماز مغرب میں اتنی تاخیر کر دینا کہ ستارے چمکنے لگیں مکروہ تحریمی ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ بہرہ نماز جو کہ بہت تحریم کے ساتھ ادا کی جائے اس کا ٹوٹنا واجب ہوتا ہے۔ (۱۸) طلوع کے بعد یا ثجاء پر مٹی کا دھبہ دیکھا حالانکہ اختلام یاد نہیں اور وہ نہیں کہہ سکتا کہ دھبہ بوجہ اختلام شب کے ہے یا پہلے کا ہے اس صورت میں اختلام اسی رات کا قرار دیا جائے گا۔ پس غسل کے بعد اس پر عشاء و تراویح یقین نمازوں کا اعادہ واجب ہوگا۔



(۱۹) نوافل کا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب رہ جاتا ہے (۲۰) اگر تعدہ اخیرہ میں دس دیکھ کر پڑھ لیا تو سجدہ سہولہ لازم ہوگا (۲۱) فرض یا سنت میں سورت کے بجائے حدود پڑھا جائے تو اس سے بعد جب یاد آئے تو سورت پڑھے اور آخر میں سجدہ سہولہ کرے (۲۲) اگر بھول کر نہیں سجدے کر لئے تو سجدہ سہولہ لازم آئے گا۔ (۲۳) اگر سجدہ میں التحيات پڑھنے لگے التحيات چھوڑ کر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے تو نماز صحیح ہے (۲۴) اگر نماز میں بھول کر دو دفعہ الحمد پڑھ لیا تو سجدہ سہولہ لازم نہیں (۲۵) اگر اذان اور اقامت میں سے کوئی غلط کھی جائے تو اس کو لوٹانا چاہیے۔

## فصل ۱۳۹۔ نماز میں تفکر اور حضور قلب

سوال۔ نماز میں طرح طرح کے خیالات اور دسو سے پریشان کرتے اور ملال خاطر کا باعث بنتے ہیں یہ کہاں تک حضرت رساں ہیں ؟

جواب۔ کہا گیا ہے کہ خاطر و دساوس انسان کی جبلت ہے۔ ان سے کسی طرح مفر نہیں اس بنا پر ان سے نماز میں فساد نہیں آتا اگر ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ یہ خطرات ہمارے لئے زبان و نقصان کا باعث ہیں لیکن حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے خیالات و خواطر بھی داخل عبادت تھے۔ شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ نے ایک صحابی کو دشمن کی طرف بھیجا۔ صحابی رات بھر سوار رہ کر پاسبانی کرتا رہا۔ جب آنحضرت سنت فجر میں مشغول ہوئے تو آپ اس راہ کی طرف نظر کرتے تھے جس پر آپ صحابی کو چھوڑ آئے تھے۔ گو یہ تصنیہ بر سبیل ندرت تھا مگر چونکہ اہل اسلام کی مہم اور مصلحت کے لئے تھا کہ مسلمانوں کی محافظت مقصود تھی یہ واقعہ داخل عبادت کی حیثیت رکھتا تھا۔ نماز عبادت ہے اور مصلحت مذکور کے لئے صحابی مذکور کی طرف نظر کرنا دوسری عبادت تھی۔

اسی طرح امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھیز شکر میں منہمک ہوتا ہوں۔ حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔ امام بخاری نے اس کے لئے تفکر الرحمن فی الصلوٰۃ کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔ جس کے ترجمہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول درج ہے کہ یہ حدیث لائے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ سلام کے بعد بڑی سرعت سے آستان مبارک میں تشریف لے گئے۔ اور مراجعت کے بعد فرمایا کہ گھر میں کچھ سونا تھا۔ مجھے نماز میں یاد آگیا اور میں نے یہ امر بکرہ جانا کہ رات کو میرے گھر میں رہے۔ اس لئے



سوال - نمازیں کم سے کم کتنا حضور قلب ضروری ہے ؟

سوال۔ اگر نمازی کے دل و دماغ پر دس دس دواطر کا ہجوم ہو تو اس سے نماز میں کس درجہ غریبی لازم آتی ہے ؟

اور وہ دسواں جو نماز پر غالب آجائیں ان کی نسبت ابو عبد اللہ بن حاتم اور ابو حامد غزالی وغیرہما کا قول ہے کہ ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آکر نمازی کے دل میں دسویں ڈالتا اور کہتا ہے کہ فلاں بات کو یاد کر۔ فلاں کو یاد کر۔ یہاں تک کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ کتنی نماز پڑھ چکا ہے۔ جب یہ حالت ہو تو نمازی کو چاہیے کہ سجدہ سہو کر لے۔“

سوال۔ حضور قلب اور قلت و سادس کی کیا فضیلت ہے ؟

جواب۔ جس قدر کم دسواں آئیں۔ تمنا اسی درجہ زیادہ اکمل ہوگی۔ اس لئے کوشش کرنی چاہیے



کہ دل حاضر رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لئے اس پر لازم ہے کہ اس چیز کی فکر کرے (یعنی ذہن نشین رکھے) جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے۔ رواہ احمد۔ یعنی نماز حضور قلب اور فکر و تامل اور خشوع و خضوع سے پڑھے۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا پھر دو رکعتیں ایسی پڑھیں جس میں نخی بیٹ نفس (یعنی خیالی گھوڑے دوڑانے) سے باز رہا اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں رواہ البخاری اسی طرح دوسری صحیح حدیث میں آنحضرت نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا۔ پھر دو رکعتیں ایسی پڑھیں جن میں چہرے اور دل سے پوری طرح متوجہ اور منہمک رہا تو اس کے تمام سابقہ گناہوں پر عفو کا خط کھینچ دیا جاتا ہے۔“

سوال۔ ہماری برابریہ کوشش رہتی ہے کہ دل نماز میں حاضر رہے لیکن وہ موقع پاتے ہی بھاگ نکلتا ہے۔ ہم واپس لاتے ہیں وہ اچانک پھر راہ زرا اختیار کرتا ہے۔ کیشمکش برابری رہتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کون سے نفوس قدسیہ ہیں جن کا باطن پوری نماز میں بارگاہ رب العالمین کے سوا کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

جواب۔ ہر زمانہ میں ایسے مقبولان بارگاہ برابریہ ہیں۔ قرن اول میں صحابہ کرام علیہم السلام یا لخصوص اس صفت سے علی وجہ الکمال منصف تھے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ قبیلہ اوس کے رئیس اعظم حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رب العالمین عز اسمہ نے مجھے نین خصال سے نوازا ہے۔ میں کسی حال میں بھی ہوں۔ یہ نین خصلتیں مجھ سے منفک نہیں ہوتیں۔ جن میں سے اول یہ ہے: کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔ تو حدیث نفس سے بچتا اور اعمال نمازیں مستغرق ہو جاتا ہوں۔“ اسی طرح مسلمہ بن یسار مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے مسجد کا ایک حصہ منہدم ہو گیا۔ دوسرے لوگ اٹھ بھاگے لیکن انہیں نماز میں اس کا کچھ احساس نہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا متحقیق سے پتھر برس رہے تھے لیکن وہ مسجد سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ عامر بن عبد القیس سے لوگوں نے پوچھا تمہارا دل بھی نماز کے اندر کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے؟ فرمایا کہ کیا نماز سے بھی بڑھ کر کوئی چیز محبوب ہو سکتی ہے۔ جس میں مشغول ہو کر دوں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں میں تو خیالات کا طوفان برپا رہتا ہے۔ پوچھا کیا جنت اور اس کی نعمتوں کے خیالات هجوم کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ اہل رعایا کے بارہ میں اور طرح طرح کے دوسرے دنیوی و سادس کی گرم بازی رہتی ہے۔ فرمایا۔ جو چیز کسی کو محبوب ہو



نماز کے اندر بھی اسی کے خیالات دل و دماغ پرستی رہیں گے۔“

سوال۔ دس دس و خطرات سے بچنے کا کیا نوا ہے ؟

جواب۔ اس کا یہی علاج ہے کہ جو کچھ منہ سے کہے اس کے سمجھنے کی کوشش کرے اور قرائت نہایت اور دوسرے اذکار میں تندر و تفکر سے کام لے۔ اور جو نئی خیال منتشر ہو جھٹ اس کے والیں لانے کی کوشش کرے۔ لیکن مولانا اثر علیؒ لکھتے ہیں کہ ذکر و نماز وغیرہ میں سرسری توجہ و استحضار کافی ہے۔ توجہ و تندر میں زیادہ کاوش نہ کریں ورنہ دل و دماغ ملوث ہو جائیں گے۔ زیادہ کاوش سے تعب اور پریشانی ہوتی ہے۔ پھر جیسی جیسی استعداد بڑھتی جائے گی حالت میں اصلاح ہوتی جائے گی۔ اور امام محمد غزالیؒ نے کیا بے سعادت میں فرمایا ہے کہ اگر دماغ کسی کام میں الجھا ہوا ہو تو پہلے وہ کام کر لینا چاہیے۔ اسی بنا پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانا حاضر ہو تو پہلے اس سے فراغت پا لو۔ اسی طرح کوئی بات کہنے کی ہو تو اس کو کہ ڈالو۔ پھر نماز پڑھو۔

سوال۔ جب حضرت عمرؓ جیسی شخصیت کا دماغ نماز کے اندر تیاری لشکر میں مشغول رہتا تھا تو دوسروں کے لئے حدیث نفس سے بچنا کہاں ممکن ہے ؟

جواب۔ امام تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ میں نماز کے اندر تہیہ لشکر میں مشغول ہوتا ہوں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا کہ جہاد کے مامور تھے اور وہ امیر المؤمنین ہونے کے ساتھ ہی امیر الجہاد بھی تھے۔ پس وہ بعض وجوہ سے بمنزلہ اس مصلیٰ کے تھے جو دشمن کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے نماز خوف ادا کرتا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ شان ہے کہ خدا کے برتر نے ان کی زبان کو ناطق بحق اور ان کے قلب منور کو مورد حق بنایا تھا۔ وہ محدث، مکلف اور ملہم تھے۔ پس ایسی جلیل القدر ہستی کے بارہ میں انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ تہیہ جیش کے ساتھ ہی نماز میں حضور قلب کی صفت سے بھی اس طرح ممتاز تھے۔ جو دوسروں کو حاصل نہ تھی۔ (فتاویٰ امام ابن تیمیہؒ جلد ۲ صفحہ ۴۱۸)۔

## فصل ۱۲۰۔ تکان یا سستی کی وقت بہت سے عبادت بردار ہو جانا

سوال۔ مجھے رات کا زیادہ سے زیادہ حصہ مصروف عبادت رہنے کی تمنا ہے لیکن نیت ایسی ہی طرح مغلوں



کرتی ہے کہ سارے دلوں کے دھڑے رہ جاتے ہیں۔ نیند کے دغیہ اور حصول شب بیداری کا کیا ذریعہ ہے ؟

جواب۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”تلبیس ابلیس“ میں لکھتے ہیں کہ میں نے عبادت گزاروں میں سے ایک شخص حسن ترویجی کو دیکھا کہ وہ جامع منصور میں ان کو بہت ٹٹلا کرتے تھے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو بولے کہ اس جیلہ سے نیند کو دفع کرتا ہوں۔ میں نے کہا یہ تو احکام شریعت سے تمہاری بے خبری کی دلیل ہے۔ اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ نماز میں قیام بھی گمراہ اور خواب بھی گمراہ۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک رستی بندھی ہوئی ٹٹک رہی ہے۔ فرمایا۔ یہ رستی کیسی ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضور! یہ ام المومنین حضرت زینبؓ کی رستی ہے۔ جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹٹک جاتی ہیں یا ادنگھ آتی ہے۔ تو اس رستی کو ختم لیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کھول دو۔ اس کے بعد اوشاد فرمایا کہ جب تک آدمی چاق بے تب تک نماز پڑھے۔ اور جب ٹٹکان ہو یا سستی آئے تو چھوڑ دے۔ اور اگر نیند کے وقت اس کو ٹال دیا جائے تو یہ سخت مفرحت ہے! اور عقل انسانی میں فتور پیدا کرتی ہے۔

اس کے بعد امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ واقعی پہلے زمانہ کے بہت سے بزرگ رات بھر عبادت کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے رفتہ رفتہ تمام رات شب بیداری کی عادت ڈالی تھی۔ اور انہیں نماز جمع کی محافلت اور نماز باجماعت ادا کرنے پر پورا بھروسہ اور کافی اعتماد ہوتا تھا۔ وہ بقدر قلیل قلیل سے بھی شب بیداری میں مدد لیتے تھے۔ اور اس کے ساتھ کھانا بھی کم کھاتے تھے۔ ان تدبیروں سے ان کو یہ کامیابی حاصل ہو گئی۔ اور ہم کو کسی روایت سے معلوم نہیں ہوا کہ پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ساری رات شب بیدار رہے ہوں۔ پس ہم پر آپ ہی کے طریقہ مسنون کی پیروی لازم ہے۔

## فصل ۱۴۱۔ نفلی عبادات کے مخفی رکھنے کی پسندیدگی !

سوال۔ نفلی عبادتوں کا اخفاء مستحسن ہے یا اظہار ؟



لا رہو اسباب۔ بعض عباد میں اجتماع میں اور بعض انفرادی۔ وہ عبادات جو باہم مل کر انجام دی جاتی ہیں جیسے نماز، حج، زکوٰۃ، اور نماز تراویح جو مسجد میں جا کر دسویں کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ اسی طرح حج اور جہاد جو مجتمعاً مستحقین پر عمل میں آتے ہیں ان میں کراخفا و مطلوب نہیں۔ البتہ نفی عبادتوں میں اشتغال و تامل و توجہ کیلئے پسندیدہ اور مستحسن ہے۔ ہمارے اسلاف کرام اپنی نفی عبادت کو حتی الامکان مخفی رکھنے کی کوشش میں رہتے تھے۔ ایک بار امام ابو یوسفؒ نے امام ابو یوسفؒ سے کہا کہ ہم ہمیشہ عبادت و ریاضت کو چھپاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے زہد اور عبادت گزاری کا چھپانا چاہے تو اسے ہرگز نہ بتائے۔ (ابن سعد) ساری ساری رات صرف عبادت میں رہتے تھے۔ لیکن لوگوں سے چھپانے کے لئے مجمع کراخفا و تامل و توجہ کرنے کے لئے دلوں کو معلوم ہو کہ ابھی سرور آئے ہیں۔ اس کے بعد ان کا وہی جہاد و صلوات اور ریح بن خنیسؒ کے کل اعمال مخفی تھے۔ ہمارے اسلاف ہر ایک انہوں نے عبادت کے لئے مصروف کیا کہ کھولا کہ اچانک کوئی آگیا۔ تو اس کو اپنے کپڑے کے نیچے چھپا لیتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ یہ نہیں گناہ تھا کہ کب مخفی کرتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہ عبادتیں ہر ایک کے لئے ہیں۔ عامر بن قیسؒ کو ٹانگا اور تھا کہ کوئی ان کو نقل پڑھنے دیکھے اس لئے وہ مسجد میں داخل ہو جاتے تھے۔ انہیں چھپاتے تھے۔ حالانکہ ان کی عبادت مبارک تھی کہ ہر روز ہزار رکعت نقل پڑھتے تھے۔ اور امام عبد الرحمن بن ابی نجرانؒ نے جب انہیں نقل پڑھتے اور کوئی شخص وہاں آ جاتا تو بیٹھا بیٹھ جاتے تھے۔ عابدوں کی ایک جماعت پر ابلیس نے تبلیغ الہی کی رکھی ہے کہ وہ لوگوں کے مجمع میں رد و تاراج کر دیتے ہیں۔ گو کبھی رقت ہو کر گریہ طاری ہو جاتا ہے لیکن جو کوئی اس سے کوڑک شک کے اور رد و تاراج کے لئے اپنے آپ کو برباد کر دیتی ہے۔ اس لئے ہمیں کیا تبلیغ عابدوں کے دل میں دوسرے بھی ڈالتا ہے کہ تم کو اس لئے اپنے عمل کو لوگوں پر ظاہر کرنے پر کہ لوگ تمہارا تقویٰ اور حسن اعمال کو دیکھ کر خوش ہو جائیں۔ ایک کی نیت خوب جانتا ہے کہ امام حسنؒ نے فرمایا کہ جب وہ ایک کوئی عمل خفیہ کیا کرتا ہے۔ شیطان اس کو برابر ابلیس کہتا رہتا ہے جہاں تک کہ وہ لوگوں سے بیان کرنے لگتا ہے۔ اس وقت اس کا نام مخفی اعمال کے دفتر سے نکال کر علانیہ والوں کے دفتر میں درج کر دیا جاتا ہے۔ تبلیغ ابلیس امام ابن

جو زئی صفحہ ۲۲۰

ہر چند کہ جہاد ایک اجتماعی عمل ہے جس کے خفیہ بجالانے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن صلیح صلیح الامکا اس میں بھی اخفا و تامل و توجہ کی کوشش فرماتے تھے۔ حسب روایت ابو حاتم رازی عبد بن سلمان مروزی کا بیان ہے کہ ہم ایک لشکر میں نصاریٰ پر جہاد کرنے کے لئے بلاد روم میں گئے۔ دامن دشمن سے مقابلہ ہوا۔ نصاریٰ کی طرف سے



ایک پہلوان میدان میں آیا اور مقابلہ و مبارزہ طلب کیا مسلمانوں کی طرف سے ایک شخص نے اس سے مقابلہ پر گیا اور کچھ دیر تک نصرانی کے ساتھ کاد واد سے کہ اس کو قتل کر ڈالے پھر وہ نصرانی نکلا اس کو بھی ہلاک کیا۔ پھر تیسرا آیا۔ اس کو بھی ایک عہد میں پیچا یا اور آواز دی کہ تم ایک کسی اور کو بھیجو جو تمہارا نصرانی مقابلہ پر آیا اور کس کو بھی تھوڑے سے مقابلہ کے بعد شہر خوشان میں بھیج دیا۔

اب ازیت سے مسلمان اپنے مبارز کی دوڑ پر اسے تاک رہے تھے کہ اس نے لاٹھیاں کہ مت ٹھک گیا ہو گا اور دیکھیں کہ یہ کون بنا دے۔ عہد بن سلمان کا بیان ہے کہ جب ہم اس شہر اور عرصہ شجاعت کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بڑے عمارت سے ڈھانپا ہوا تھا۔ میں نے اس کا حال دیکھا کہ وہ بڑا جوان سیکو تو مسلم مول کہ مشہور عالم عبداللہ بن مبارک ہیں۔ یہ واقعہ یہ کہ رقم نیر کا امام ابن جوزی لکھتے ہیں کہ بھائیو! اس مجلس عالم کو دیکھو کہ اسے کس طرح اپنے اخلاص کے بارے میں خوف پیدا ہوا کہ لوگوں کے دیکھے اور مدح کرنے سے اس میں کسی قسم کا تشاؤ یا اثر کرنے کی فکر نہیں رہی۔

## فصل ۴۲ قضا نماز میں پڑھنا

سوال۔ اگر نماز قضا ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

جواب۔ نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے۔ قضا کر دینے والے پر نرض ہے کہ اس نماز کو ادا کرے اور آئندہ کو بھی دل سے توبہ کرے۔ ہاں اگر بلا قصد قضا ہو جائے مثلاً صواتا ہو گیا۔ نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی۔ تو جاگنے کے بعد فی الفور پڑھ لے۔ دیر کرنا گناہ ہے۔ البتہ اگر وقت گزرے ہو تو اس کے نکل جانے کے بعد پڑھے۔

سوال۔ قضا نماز کی نیت کس طرح کرنی چاہیے اور جس نے متواتر کئی مثال نماز پڑھی وہ کس طرح پڑھے اور نیت کس طرح کرے؟

جواب۔ قضا نماز کی نیت اس طرح کرنی چاہیے کہ میں فلاں دن کی فجر یا مغرب کی نماز قضا پڑھتا ہوں۔ مغرب یا نیت کر لینا کہ فجر یا مغرب کی قضا پڑھتا ہوں کافی نہیں ہے۔ اور اگر کسی کے ذمے کئی سال کی نمازیں



ہوں تو مثلاً نماز فجر کی نیت اس طرح کرے کہ میرے ذمے جس قدر فجر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی قضا نماز پڑھنا ہوں۔ یا ان میں سے آخری فجر کی قضا پڑھنا ہوں۔ اسی طرح سب نمازوں کی نیت کہے اگر غلطی سے نمازیں قضا ہوں تو جلد سے جلد سب کی قضا پڑھ لے۔ اگر ایک وقت میں ایک ہی وقت کی قضا پڑھے تو یہ ضرور نہیں کہ ظہر کی قضا ظہر کے وقت اور عشاء کی قضا عشاء کے وقت پڑھے۔ اگر زیادہ مدت کی نمازیں واجب الادا ہوں۔ تو ان کی قضا میں بھی حتی الامکان جلدی کرے۔ ایک ایک وقت میں دو دو تین تین چار چار نمازیں پڑھ لیا کرے۔ اور اگر جسمانی کمزوری یا کوئی اور مجبوری زیادہ نمازیں قضا کرنے میں مانع ہو تو کم از کم ایک ایک وقت میں ایک ایک نماز قضا کر لیا کرے۔ قضا پڑھنے کا کوئی وقت متعین نہیں۔ جس وقت فرصت ہو وہو کم کے قضا پڑھ لیا کرے۔ بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ مکروہ وقت تین ہیں۔ طلوع آفتاب۔ آفتاب نصف النہار اور غروب آفتاب کے اوقات۔

سوال۔ اگر یہ یاد نہ ہو کہ کتنے سال کی نمازیں نہیں پڑھی تھیں تو وہ کتنی مدت کی نمازیں قضا کرے؟  
جواب۔ ظن غالب پر عمل کرنا چاہیے۔ پس جتنے سال کی نمازیں بظن غالب فوت ہوئی ہوں اتنے سال کی نمازوں کی قضا پڑھے۔

سوال۔ بستی زیور حصہ دوم میں لکھا ہے کہ اگر کسی کی کئی سال یا کئی عینے کی نمازیں قضا ہوں تو ان کی قضا پہلے وقت عینے اور سال کا نام لینا بھی لازم ہے۔ کہے کہ یہ فلاں سال کے فلاں عینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی نماز ہے۔ اس طرح نیت کئے بغیر قضا صحیح نہیں ہوتی۔ ایک شخص کے ذمے دو سال کی نمازیں واجب الادا تھیں۔ اس کو معلوم تھا کہ اس طرح نیت کرنا ضروری ہے اس نے دو سال کی قضا نمازیں صرف یوں کہہ کر کہ میں قضا سے عری کی نیت کرتا ہوں پڑھ لیں تو اس کی دو سال کی نمازیں درست ہوئیں یا سب اکارت گئیں؟ بصورت ثانی کیا اب اس پر صحیح نیت سے جو بستی زیور حصہ دوم میں مرقوم ہے از سر نو تمام نمازیں پڑھنی واجب ہیں یا نہیں؟

جواب۔ مولانا تھانویؒ نے اس سوال کے جواب میں لکھا:۔ فی رد المحتار قیل لا یلزم من التعمین الی آخر ما قال واطال (جلد اول صفحہ ۷۷) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس میں اختلاف ہے لہذا قضا پڑھی ہوئی نمازوں میں چونکہ وہ کثیر ہیں دفع حرج کے لئے اس قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔  
سوال۔ جس کے ذمے ایک ہی قضا نماز واجب الادا ہو۔ اس سے پیشتر اس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا پہلے



کی تمام قضا نمازیں ادا کی جا چکی ہیں۔ صرف اسی ایک نماز کی قضا پڑھنی باقی ہے۔ تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟  
**جواب۔** وہ پہلے اس کی قضا پڑھے۔ اس کے بعد وقتی نماز ادا کرے۔ ہاں اگر قضا نماز بالکل ذہن سے اُتر گئی تو اس کے فراموش ہو جانے کی صورت میں ادا درست ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب قضا یاد آئے تو تنہا اس کو پڑھ لے۔ اور اگر وقت آتا تنگ ہے کہ قضا کو مقدم رکھا جائے تو ادا کا وقت نہیں رہتا۔ تو پہلے ادا اور پھر قضا پڑھے۔

**سوال۔** اگر پانچ یا اس سے کم نمازیں قضا ہوئی ہوں تو پھر کیا صورت ہوگی؟

**جواب۔** اگر دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہو گئیں اور ان نمازوں کے سوا نمازیں کے ذمے کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں تو ان پانچوں یا کم نمازوں کی قضا پڑھے بغیر ادا نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور جب ان پانچوں کی قضا پڑھنی ہو تو جو نماز سب سے پہلے چھوٹی ہے اول اس کی قضا پڑھے۔ پھر اس کے بعد والی۔ پھر اس کے بعد والی۔ فرض علی الترتیب پانچوں وقتوں کی قضا پڑھے۔ اگر پہلے بجائے فجر کے ظہر یا عصر کی نماز پڑھ لی تو یہ درست نہیں ہوئی۔ ان کو از سر نو ترتیب دار پڑھے۔

**سوال۔** اگر کسی کے ذمے چھ قضا نمازیں ہوں تو اس کے لئے ادا نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب۔** چھ نمازوں کی قضا پڑھنے کے بغیر ہی ادا نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور ان چھ نمازوں کی قضا پڑھنے میں یہ ضروری نہیں کہ قضا نمازوں میں ترتیب ملحوظ رکھے بلکہ ان میں تقدیم تاخیر بھی روا ہے۔ چند سال پیشتر کسی کی چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہو گئی تھیں۔ جن کی اب تک قضا نہیں پڑھی تھی۔ اس لئے وہ کسی ترتیب کا پابند نہیں تھا۔ لیکن اس کے بعد اس نے سب کی قضا پڑھ لی۔ تو اس کے بعد جب بھی ایک درجن چار یا پانچ نمازیں قضا ہو جائیں تو اب از سر نو ترتیب لازم ہو جائے گی اور ان پانچوں کی قضا پڑھے۔ بغیر ادا نماز پڑھنی درست نہ ہوگی۔

**سوال۔** کیا قضا شدہ وتر پڑھے بغیر نماز صبح ہو جاتی ہے؟

**جواب۔** اگر نماز وتر قضا ہو گئی اور وتر کے سوا اور کوئی نماز اس کے ذمے قضا نہیں تو وتر کی قضا پڑھے بغیر نماز صبح پڑھنی درست نہیں۔ اگر وتر کا قضا ہو گیا ہے۔ پھر بھی وتر کی قضا نہیں پڑھی اور فجر کی نماز پڑھ لی تو وہ نہیں ہوگی۔ اب وتر قضا پڑھے کے نماز صبح دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔ کسی بے نمازی نے تو یہ کی تو مدت العمر میں اس کی جتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا پڑھنا واجب ہے۔







وقت ہوئی تھی۔ وہ سفر پر تھا کہ اتفاقاً کسی رکعت پڑھی جائے گی۔  
 سوال: قضا نماز میں مسجد میں بیٹھنا بہتر ہے یا گھر میں؟  
 جواب: گھر میں بیٹھنا بہتر ہے۔ اور مسجد میں بھی پڑھ لے تو مضائقہ نہیں لیکن کسی سے ذکر نہ کرے  
 کہیں نہ پڑھنا لازماً پڑھی ہے۔ کیونکہ نماز کا وقت سے ٹالنا گناہ ہے۔ شامی لکھتے ہیں کہ طیاراً اہلدار و اعلان  
 رکعت قضا نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔  
 سوال: اگر کسی رکعت کا قضا کرنا مستحسن ہے؟  
 جواب: اگر نماز پھر قضا ہو جائے تو اس کو زوال سے پہلے پڑھ لینا چاہیے۔ اور اگر زوال کے بعد پڑھے  
 تو صرف فرض کی قضا کرے۔ اگر صرف سنت چھوٹی تھی تو سنت کی قضا نہیں۔ طالع آفتاب سے پہلے تو سنت  
 نماز کا پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ آفتاب نکلنے کے کچھ بعد دو رکعتیں سنت ہو گئے کہ ان کو اب اس کے لئے پڑھا جاسکتے ہیں  
 گویا دو رکعت سنت اور وہ ہے گئی نفل ہو جائے گی۔ اگر کسی چار رکعت سنت اگر فرض سے پہلے نہیں پڑھی گئی  
 تو فرض کے بعد پڑھ لے۔ فرض کے بعد دو رکعت سنت ہو گئے۔ پہلے یا اس کے بعد جب چاہیں پڑھ سکتے  
 ہیں۔ لیکن دو رکعت کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

سوال: رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں چار رکعت نفل بہ نیت قضا کے عری کا جو رد و وجہ ہے  
 اس کی کوئی شرعی اصل ہے یا نہیں؟ اور ان چار رکعتوں کے پڑھ لینے سے تمام عری کی قضا نماز میں پڑھنے  
 اخراجات کی بات نہیں، ہاں یہ نفل کی بات ہے۔  
 جواب: قضا کے عری شرعاً ہے اصل ہے اور یہ اعتقاد کرنا کہ یہ چار رکعتیں تمام عری کی نوبت شدہ نمازوں  
 کا بدلہ ہو جاتی ہیں یہ موضوع معیجہ و صریحاً اور ذرا بعد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے۔ یہ اعتقاد فاسد کسی جاہل ہی کا  
 ہو سکتا ہے جو دین سے بے خبر ہو جائے۔

## فصل ۴۴ امیت کی قضا نمازوں کا فیہ

سوال: اگر کسی شخص نے متفرق اوقات کیا اور اس کے وقتے فوت شدہ نماز میں نقصان اور اس نے وصیت



کی کہ میری فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دیا جائے تو اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے ؟

جواب۔ اگر وہ نوانت کے ادا کرنے پر قادر تھا لیکن اس نے وہ نمازیں ادا نہ کیں تو اس پر لازم ہے کہ نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے۔ ہر نماز کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے یعنی آدھا صاع ایلوے دو سیر گہیوں یا گہیوں کا آٹا یا ایک صاع رساڑے سے عین سیر جو یا چھو ہار سے یا کھجوریں یا ان کی قیمت و تدار روزہ رمضان کا کفارہ بھی اسی قدر ہے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تنائی سے دیا جائے۔ اور اگر میت نے فدیہ دینے کی وصیت نہ کی یا وصیت تو کی مگر اس قدر مال نہیں چھوڑا کہ کفن و دفن اور قرض ادا کر کے باقی تنائی مال سے تمام نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔ تو درغہ کے ذمے فدیہ دینا واجب نہیں۔ اگر ادا کریں۔ تو یہ احسان اور تبرع ہے۔

سوال۔ ایک شخص کے ذمے دس سال کی نمازیں تھیں۔ ابھی وہ ان نمازوں کی قضا نہیں کرنے پایا تھا کہ جرعہ مرگ بن گیا۔ تاہم وہ وصیت کر گیا کہ میرے مال سے میری وہ سالہ قضا نمازوں کا فدیہ دیا جائے۔ لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ بصورت نقد و جائداد چھوڑ گیا ہے۔ اس کے واسطے فدیہ ادا کرنا چاہتے ہیں دس سال کا فدیہ کس قدر ہوگا ؟

جواب۔ ایک قضا نماز کا فدیہ نصف صاع گہیوں ہے نصف صاع گہیوں بعض علماء کے نزدیک (انٹی تولہ کے سیر سے) پونے دو سیر اور دوسروں کے نزدیک ایک سیر چھوٹا ٹک ہوتا ہے۔ و نیز سمیت روزانہ چھ نمازیں قضا ہوئیں۔ سال کے ۳۶۵ دن ہوتے ہیں۔ اگر نصف صاع کی مقدار پونے دو سیر ہی صحیح سمجھی جائے تو ایک سال کا فدیہ ۹۵ من ۳ سیر اور دس سال کا تو سوا اٹھادھائی من بنتا ہے۔ اگر گیارہ روپے فی من گہیوں کا نرخ لگایا جائے تو ۹۵۸ من گہیوں کی قیمت دس ہزار پانسواڑتیس روپے بنتی ہے۔ اس قدر گہیوں یا اس کی قیمت غریب مساکین میں تقسیم کرنی چاہیئے۔ چونکہ مرنے والے نے وصیت کی ہے اور مال بھی چھوڑا ہے اس لئے وارثوں پر فدیہ مذکورہ کا ادا کرنا فرض و لازم ہے۔

سوال۔ سفر آخرت کرنے والا اپنے مرض موت میں بذات خود اپنی فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دے تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب۔ اپنے مرض موت میں فدیہ صحیح نہیں۔ اس پر یہی واجب ہے کہ وصیت کر جائے بخلاف روئے کے کہ اگر مرض موت میں روزے کا فدیہ دے تو درست ہے لیکن اس کی صحت موت کے بعد ثابت ہوگی۔

کذا فی الطحاوی۔

**سوال۔** اگر میت کے حکم بموجب در نماز اس کی طرف سے قصداً نماز میں پڑھیں تو درست ہوگی یا نہیں ؟  
**جواب۔** درست نہ ہوں گی کیونکہ ہر مکلف مامور ہے کہ نماز بذات خود ادا کرے۔ دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہ ہوگی۔ بخلاف حج کے کہ وارث کے حج کرنے سے میت کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ گو میت نے اس کی وصیت نہ کی ہو۔

**سوال۔** میت کی نماز کے فدیہ میں ہر نماز کے بدلے دو مسکینوں کو ایک وقت شکم سیر کر کے کھانا کھلانا کافی ہے یا نہیں ؟

**جواب۔** فدیہ نماز میں ایک مسکین کو دو دن وقت کھانا کھلانا چاہیے۔ اگر دو مسکینوں کو ایک وقت شکم سیر کھانا کھلایا تو فدیہ ادا نہ ہوگا۔ جب تک کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے وقت کھانا نہ کھلائیں۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ ہر نماز کے فدیہ میں اپنے دو سیر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ان کی قیمت یا ساڑھے تین سیر جو یا کھجوریں یا ان کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔

**سوال۔** نماز کے فدیہ میں گیہوں یا آٹا افضل ہے یا نقد دینا ؟

**جواب۔** اختیار ہے کہ گیہوں وغیرہ دیں یا نقد لیکن نقد بہتر ہے۔ کہ اس میں سب حوائج پورے ہو سکتے ہیں اور اگر دینی کتابیں خرید کر دینا چاہیں تو یہ بھی درست ہے لیکن اس صورت میں یہ ضروری ہوگا۔ کہ وہ کتب طلبہ کو تقسیم کر دی جائیں۔ یعنی ان کی ایک کپی دیں۔ مدارس میں جس طرح کتابیں وقف رہتی ہیں۔ اس طرح ایک کئی بغیر دینے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔

## فصل ۱۴۴۔ بیمار کی نماز

**سوال۔** اگر کوئی بیہوش ہو جائے اور اسی حالت میں ہوشی میں نماز کا وقت آجائے۔ تو اس کو نماز صاف ہے یا نہیں ؟

**جواب۔** اگر بیہوشی آٹھ پر سے زیادہ طویل نہ ہو تو نمازوں کا قصداً پڑھنا واجب ہے۔ اور اگر ایک



دن رات سے زیادہ ہو گئی ہو۔ تو اوقات بیوشی کی نماز اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

سوال۔ بیمار کی نماز کے دوسرے احکام و مسائل کیا ہیں ؟

جواب۔ اگر کوئی بیمار تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہے۔ پورا قیام نہیں کر سکتا تو اس کے لئے اتنی ہی دیر کھڑا ہو نا ضروری ہے۔ جب بیمار میں بالکل کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو یا کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہو۔ یا مرض بڑھ جانے کا خطرہ ہو یا سر جھکا کر جانے کا خوف ہو یا قیام کی طاقت تو ہے لیکن رکوع و سجود نہیں کر سکتا تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ پھر اگر رکوع و سجود کر سکتا ہے تو رکوع اور سجدہ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر رکوع و سجدہ بھی نہیں کر سکتا تو اشاروں سے نماز پڑھے۔ رکوع اور سجدہ کے اشارے سر جھکا کر کیے۔ سجدہ کے اشارے کے لئے رکوع کے اشارے کی نسبت سر کو زیادہ جھکا کر اگر مریض میں بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے نماز پڑھے۔ جس کی یہ صورت ہے کہ پیچھے کوئی ٹکاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا رہے۔ بلکہ قریب قریب بیٹھنے کی مانند رہے۔ اور اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور اگر گھٹنے کھڑے نہ رکھ سکے تو پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا لے۔ پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ نیچا کرے۔ اگر تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح لیٹ نہ سکے کہ سر اور سینہ اونچا رہے۔ تو قبلہ کی طرف پیر کر کے بالکل چٹ لیٹ جائے لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں کہ چہرہ قبلہ رخ ہو جائے۔ آسمان کی طرف نہ رہے۔ پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے۔

اگر چٹ نہ لیٹے بلکہ داہنی یا بائیں کر دٹ پر قبلہ رخ لیٹے اور سر کے اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے تو یہ بھی جائز ہے لیکن چٹ لیٹ کر نماز پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر بیمار میں سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ پھر اگر ایک رات دن سے زیادہ اس کی یہی حالت رہی تو چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا بھی اس کے ذمے نہیں۔ ہاں اگر ایک رات دن یا اس سے کم میں سر سے اشارہ کرنے کی طاقت آگئی تو چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا جو پانچ نمازیں یا اس سے کم ہوں گی اس کے ذمے لازم ہوگی۔ اگر کوئی شخص فالج گرنے سے ایسا بیمار ہو گیا کہ پانی سے استنجا نہیں کر سکتا تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالے اور اسی طرح نماز پڑھ لے۔

اگر خود تیمم نہیں کر سکتا تو کوئی دوسرا شخص کرا دے۔ اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو اسی طرح نماز پڑھ لے۔ بیوی کے سوا کسی دوسرے عزیز قریب تک کو بھی اس کا بدن دیکھنا درست نہیں۔ اگر

بیمار کا بستر ناپاک ہے اور اس کے بہ لٹنے میں سخت تکلیف دکھائی دیتی ہے تو اسی ناپاک بستر پر نماز پڑھ لیے۔  
مریض کے لئے درست ہے۔ کسی کی آنکھ میں موتیا اتر آیا اور اس نے آنکھ بنوائی اور حاج نے ہلنے جلنے کی نعمت  
کد دی تو اسی طرح لیٹے لیٹے نماز پڑھ لیا کرے۔ اگر کسی مریض کو کپڑے پاک کرنے میں زحمت ہو تو ناپاک کپڑوں  
سے ہی اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

سوال۔ موتیابند کے اوپر پیش میں تین دن چٹ لٹایا جاتا ہے۔ کسی طرح کی حرکت کی اجازت نہیں  
ہوتی۔ لیٹے کو دودھ پلا دیتے ہیں۔ نماز کے بارہ میں کیا حکم ہے؟  
جواب۔ اگر اشارہ سر سے نماز پڑھنا مضر نہ ہو۔ تو اشارے سے پڑھنا واجب ہے۔ اور اگر اشارہ  
مضر ہو تو نماز کو قضا کر دینا بھی جائز ہے۔ (امداد فقہی جلد اول ص ۳۴۱، ۳۴۲)

## فصل ۱۴۵۔ نماز خوف

سوال۔ جب دشمن کا خوف ہو تو نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟  
جواب۔ جب کسی دشمن کا سامنا ہو تو تمام لشکر کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک حصہ دشمن کے مقابلہ  
میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کرے۔ اگر تین یا چار رکعتی نماز ہو یعنی ظہر، عصر، مغرب اور  
عشاء اور اہل لشکر مسافر نہ ہوں۔ اور قصر نہ کریں تو جب امام دوسری رکعت کا قعدہ ختم کر کے تیسری رکعت کے  
لئے کھڑا ہونے لگے تو یہ لوگ چلے جائیں اور اگر اہل لشکر قصر کرتے ہوں۔ یا دو رکعتی نماز ہو جیسے فجر، جمعہ یا  
عبیدین کی نماز یا مسافر کی ظہر، عصر اور عشاء کی نماز تو ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے اور لشکر کا دوسرا  
حصہ دشمن کا مقابلہ چھوڑ کر چلا آئے اور امام کے ساتھ باقی ماندہ نماز پڑھے۔ امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا  
چاہیے۔ پھر جب امام بقیہ نماز پوری کر چکے تو سلام پھیرے۔ اور یہ لوگ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلہ  
میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آکر اپنی باقی ماندہ نماز بلا قراوت پڑھیں اور تمام کر کے سلام پھیر دیں کیونکہ  
وہ لوگ لاحق ہیں۔ پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور لشکر کا دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قراوت  
کے ساتھ پوری کرے اور سلام پھیرے کیونکہ وہ سبق ہیں۔ حالت نماز میں دشمن کے مقابلہ میں جاتے وقت یا



وہاں سے نماز کی تکمیل کے لئے آتے وقت پیدل چلنا چاہیے۔ اگر سوار ہو کر چلیں گے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

امام کے ساتھ دوسرے حصہ لشکر کا نماز پڑھ کر چلے جانا اور پہلے حصے کا پھر یہاں آکر نماز تمام کرنا۔ اس کے بعد دوسرے حصے کا یہیں آکر نماز تمام کرنا مستحب اور افضل ہے۔ ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز دیں مکمل کر لے۔ تب دشمن کے مقابلہ میں جائے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز دیں پڑھ لے۔ یہاں نہ آئے۔ نماز پڑھنے کا یہ طریقہ اس وقت کے لئے ہے جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں۔ ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ کسی دوسرے امام کے پیچھے پوری نماز پڑھ لے۔ نماز قبلہ کی بجائے کسی دوسرے رخ پر شروع کر چکے ہوں کہ اتنے یں دشمن مارا قرار اختیار کرے تو نماز پڑھنے والوں کو چاہیے کہ فی الفور قبلہ کی طرف پھر جائیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر مجاہدین اسلام اطمینان سے قبلہ رخ نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فی الفور دشمن کی طرف مڑ جائیں۔ اس وقت جہت قبلہ نماز پڑھنا شرط نہ رہے گا۔

## فصل ۱۴۶۔ مسافر کی نماز

سوال۔ کتنی دُور کے سفر کا ارادہ کرنے سے آدمی شرعی نقطہ نظر سے مسافر ہوتا ہے ؟

جواب۔ شریعت میں مسافر وہ ہے جو اتنی مسافت کا عازم سفر ہو۔ جہاں اکثر پیدل چلنے والے تین دن میں صبح سے رات تک پہنچا کرتے ہیں۔ امام اعظم کے نزدیک سفر کی حد تین منزلیں ہیں۔ ہر منزل ایسی ہو کہ چھوٹے دلوں میں اگر قافلہ صبح کو چلے تو دوپہر کے بعد منزل پر پہنچ جائے۔ ہر حجتہ کہ تین منزل کی مسافت معتبر ہے۔ لیکن سہولت کے لئے ۱۷۰ (ایک ہزار سات سو ساٹھ) گز کے اڑتالیس میلوں کی مسافت تین منزل کے برابر قرار دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص ریل گاڑی یا موٹر کار یا ہوائی جہاز پر اتنی مسافت کا ارادہ کرے چلے جہاں پیدل آدمی تین دن میں پہنچتے ہیں تو وہ بھی شرعاً مسافر ہے خواہ اس قدر جلد پہنچ جائے۔



سوال۔ مقیم اور مسافر کی نماز میں کیا فرق ہے ؟

جواب۔ شرعی مسافر ظہر اور عشاء کے فرض بجائے چار کے دو رکعت پڑھتا ہے اور فجر اور مغرب کے فرضوں اور وتر کی نماز میں کوئی تخفیف نہیں۔ اور سنت کا یہ حکم ہے کہ اگر عجلت ہو تو فجر کی سنت کے سوا اور سنتیں چھوڑ دینا جائز ہے۔ ان کے چھوڑنے میں گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر جلدی نہ ہو اور نہ اپنے رفتار سے پیچھے رہ جانے کا خدشہ ہو تو نہ چھوڑیں۔ سنتیں حالت سفر میں پوری پوری پڑھیں۔ فرضوں کی طرح ان میں کمی نہیں ہے۔ چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھنے کو قصر کہتے ہیں۔ اگر مسافر کسی مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو پھر مسافر کو بھی پوری نماز پڑھنی ہوتی ہے۔

سوال۔ سفر میں بھی حضر کی طرح چار چار رکعت فرض پڑھیں تو اس میں کیا خرابی ہے ؟

جواب۔ ہمارے نزدیک قصداً جب ہے سفر میں چار پڑھنے والا گناہ گار ہوتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قصداً لی ہے پس ہمارے نزدیک پوری چار رکعتیں پڑھنا ایسا ہی گناہ ہے جیسے ظہر کی چار رکعتوں کی بجائے کوئی چھ رکعتیں پڑھے تو گناہ گار ہوگا۔ اگر سابقہ عادت کے مطابق کوئی مسافر دو کی بجائے بھول کر چار رکعتیں پڑھے لے تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التعمیات پڑھی ہے تب تو فرض کی دو رکعتیں ہو گئیں اور دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔ لیکن اخیر میں سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھا ہو۔ تو چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں۔ فرض کو پھر سے پڑھے۔

سوال۔ مسافر کس وقت سے قصر شروع کرے اور کب تک قصر کرے ؟

جواب۔ جب تک سفر میں رہے اور کسی شہر یا قصبے یا گاؤں میں کم از کم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو اس وقت تک برابر قصر پڑھتا رہے۔ اور جب کسی جگہ پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اس نیت کے بعد سے پوری نماز پڑھنی شروع کر دے۔ پندرہ دن یا زیادہ کی نیت کے بغیر برسوں رہے تب بھی قصر ہی کیا کرے۔ قالہ الطحاوی۔ چنانچہ امام محمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آذربائیجان میں چھ مہینے قیام فرمایا۔ اور اس مدت میں برابر آج کل چلنے کا ارادہ کرتے اور نماز مسافرانہ پڑھتے رہے حالانکہ اور صحابہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ اور حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس شام میں مدت تک رہے۔ اس عرصہ میں وہ برابر دو رکعت ہی پڑھتے رہے۔

سوال۔ اگر کسی جگہ پانچ سات دن ٹھہرنے کا ارادہ تھا لیکن کام ختم نہ ہوا۔ اس لیے ہفتہ عشرہ اور پھر گیارہ کا



آرادہ ہوا۔ لیکن پھر بھی کام پورا نہ ہوا۔ اور مزید چند روز کی نیت کر لی اسی طرح تین ہفتے گزر گئے۔ تو اب قصر کر ہو گا یا نہیں ؟

جواب۔ جب تک پندرہ دن یا زیادہ ٹھیرنے کی نیت نہ کی جائے نماز قصر پڑھی جائے گی اور جب پندرہ دن یا زیادہ ٹھیرنے کی نیت کر لی۔ تو اب مسافر مسافر نہیں رہا۔ اس لئے پوری نماز پڑھے۔ پھر جب یہاں سے دوسری جگہ جانے کا قصد ہوا تو اگر وہ جگہ جہاں کا عزم ہے تین منزل ہو۔ تو پھر مسافر ہو جائے گا۔ اور کہہ دو تو پوری نماز پڑھی جائے گی۔

سوال۔ ایک شخص یا رہ سال سے سیاحی کر رہا ہے۔ آج ایک گاؤں میں کل دوسرے گاؤں میں ہے۔ کیا ہمیشہ قصر پڑھے گا ؟

جواب۔ اس میں دو صورتیں ہیں (۱) کسی مقام سے چلتے وقت تین منزل یا زائد کے سفر کا قصد ہے۔ لیکن وہاں پہنچ کر پندرہ روز یا اس سے زیادہ مدت ٹھیرنے کا قصد نہیں۔ اس صورت میں قصر پڑھے (۲) کسی جگہ سے وقت ایسی بستی کا قصد ہے جو تین منزل یا اس سے زائد فاصلے پر ہے۔ اور اس جگہ پہنچ کر پندرہ روز یا زائد قیام کا ارادہ ہے۔ اندر میں صورت راہ میں قصر اور وہاں پہنچ کر پوری نماز پڑھے۔

سوال۔ منزل مقصود چھتیس کوس (۴۸ میل) سے کم ہے۔ مگر سرکاری ملازم کو دیہات کے دورے میں جن بستیوں میں سے ہو کر وہاں پہنچنا ہے اس کی مسافت چھتیس کوس سے زیادہ ہے۔ ایسی حالت میں وہ سرکاری ملازم پوری نماز پڑھے یا قصر کرے ؟

جواب۔ چونکہ اعتبار اس راستے کا ہے جس سے اس کو وہاں پہنچنا ہے لہذا قصر کرے گا۔

سوال۔ جو لوگ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جیسے خلاصی یا سارنگ۔ ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا پوری

جواب۔ ہمیشہ سفر میں رہنے والے شرعاً مقیم نہیں ہیں۔ کیونکہ وطن کی نین ہی قسمیں ہیں۔ وطن اصلی و وطن اقامت اور وطن سکنی۔ وطن اصلی وہ ہے جہاں انسان مستقل بود و باش رکھتا ہو۔ وطن اقامت اس کو کہتے ہیں جہاں کوئی پندرہ دن یا زیادہ ٹھیرنے کی نیت کرے اور وطن سکنی وہ ہے جہاں پندرہ دن سے کم رہنے کا قصد ہو۔ چونکہ خلاصی رجوع ان تینوں وطنوں سے خالی ہیں اس لئے وہ قصر کریں گے۔ میزان شعرانی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جب ملاح ایسی کشتی میں سفر کرے جس میں اس کا مال احوال و خیال ہوں تو وہ قصر کرے لیکن امام احمد کے کہنا کہ پوری پڑھے۔ اسی طرح وہ شخص جو ہمیشہ سفر میں رہتا ہے امام احمد کے نزدیک قصر نہ کرے لیکن امام ثلاثہ کے

نزدیک اس کو قصر کہنے یا پوری پڑھنے کا اختیار ہے۔

**سوال**۔ شغف میں اور ریل گاڑی اور جہاز میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

**جواب**۔ شغف میں بعد فرض پڑھنا جائز ہے اور اگر اترنے اور قافلے کی معیت میں دشواری نہ ہو تو شغف میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ چلتی ریل گاڑی اور جہاز اور کشتی پر نماز جائز ہے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر جھکانے یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ نماز کے درمیان ریل گاڑی یا جہاز کے گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہیئے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی۔

**سوال**۔ ریل گاڑی کے ڈبے میں پٹری پر یوجہ کثرت مسافران جبکہ نہیں اور رفقائے سفر سب غیر مسلم ہیں معلوم نہیں کہ کہنے پر جگہ خالی کہیں یا نہ کریں تو ایسی صورت میں نماز کیونکر پڑھی جائے ؟

**جواب**۔ درخواست کی جائے اور جگہ نہ دیں تو تختہ کے نیچے نماز کا موقع نکالے۔ اگر کسی طرح ممکن نہ ہو تو پھر سجدہ اشارے سے کرے (امداد الفتاویٰ)

**سوال**۔ ریل گاڑی میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی جاتی ہے تو ریل کی چھت سے ٹکراتی ہے۔ اس کے علاوہ پوربا کی جانب جو تختہ ہے اس میں اوزر بچھ دالے تختے میں اس قدر فاصلہ ہے کہ گد جانے کا اندیشہ ہے اور بحالت قیام ریل سے اتر کر نماز ادا کرنے میں یہ خدشہ ہے کہ گاڑی چل دیگی۔ ان حالات میں نماز کیونکر ادا کی جائے ؟

**جواب**۔ نماز پڑھنے کے لئے گاڑی سے اترنے کی کوئی حاجت نہیں۔ عذر یہی ہے کہ چلتی ریل میں اتر نہیں سکتا۔ اور کھڑی ریل میں پلیٹ فارم پر نماز پڑھنے سے ریل کے چل دینے یا مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے اترنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ یہ بھی امید ہو کہ نماز کا وقت رہنے تک اتر کر پڑھنا ممکن ہے۔ تب بھی ریل میں بہر حال پڑھنا جائز ہوگا۔ کیونکہ عذر شروع نماز کے وقت معتبر ہے۔ اگرچہ آخر وقت میں اس کے زوال کی بھی توقع ہو سکتی ہے۔ البتہ ایسی صورت میں آخر وقت مستحب تک انتظار مستحب ہوگا۔ غرض ریل گاڑی میں قیام پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھنا درست ہے۔ خواہ کسی شکل سے بیٹھے اور اگر رکوع و سجود شرقی اور غربی تختوں کے درمیان زیادہ فاصلہ ہونے کے باعث متعذر ہو تو اشارہ سر سے رکوع و سجود کرے لیکن معمولی وقت کو تعذر نہ سمجھ جائے۔ اور سجدہ سے کو رکوع سے ذرا بیست کرے۔ (امداد الفتاویٰ)

**سوال**۔ ریل گاڑی میں بعض مرتبہ کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھتا ہوں کہ ایک تختے پر کھڑا ہوتا ہوں۔ اور دوسرے تختے پر سجدہ کرتا ہوں۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ سجدہ میں تمہارے گھٹنے تختے پر نہیں لگتے۔ اس لئے تمہاری



نماز نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ وقت سجدہ زمین میں سات اعضا لگنے چاہئیں۔ ان میں سے ایک گھٹنے بھی ہیں۔ ان کی رائے میں اس طرح نماز پڑھنی چاہیے کہ ایک تختے پر نمازی بیٹھ جائے۔ اور دوسرے تختے پر سجدہ کرے۔ مگر اس صورت میں قیام جو فرض ہے ترک ہوتا ہے۔ کیا سجدہ میں گھٹنوں کا زمین میں لگنا لازم و لابد ہے یا نہیں ؟

جواب۔ سجدے میں زانوؤں کا زمین پر ٹکنا فرض یا واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور قیام فرض ہے پس آپ کا طریقہ صحیح اور ان صاحب کا قول قطعاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے جو خرابی حالت قیام میں بتلائی ہے۔ یعنی گھٹنوں کا بحالت سجدہ زمین میں نہ لگنا۔ وہی خرابی بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں بھی پیش آتی ہے۔ فافہم (امداد الفتادی)

سوال۔ ریل گاڑی کے چلتے وقت بیٹھنے کی پٹری قیلہ رخ نہیں ہے۔ اور ایڈرہ سٹیشن پر پہنچنے سے پیشتر نماز کا وقت جاتا رہے گا۔ یا گاڑی اس قدر کم ٹھیرے گی کہ جس میں نماز نہ پڑھی جاسکے۔ تو کیا ایک پٹری پر بیٹھ کر اور پاؤں لٹکا کر دوسری پٹری پر سجدہ کرنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب۔ بلاغذریٹھنا درست نہیں اس لئے چاہیے کہ ایک پر کھڑا ہو اور دوسری پٹری پر سجدہ کرے (ایضاً)۔

سوال۔ کتنے مالی نقصان پر فرض یا سنت یا نفل کی نیت توڑی جاسکتی ہے۔ اور اگر نماز شروع کرنے کے بعد گاڑی روانگی کی سیٹی دے دے تو مصروف نماز مسافر کیا کرے ؟

جواب۔ ایک درہم کے نقصان پر نماز کی نیت توڑ دینا درست ہے۔ اور اگر سفر نہ کرنے سے کچھ ہرج و مرج و نقصان ہو تو ریل کی سیٹی پر بھی نماز توڑ دینا جائز ہے (ایضاً)

سوال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ریل گاڑی حرکت میں ہو۔ اور دوڑتی جا رہی ہو تو اس وقت اس پر نماز نہیں ہوتی۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

جواب۔ علماء اس بارہ میں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ متحرک ریل پر فرض و واجب درست نہیں اور بعض درست بتلاتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس حالت میں ریل گاڑی پر فرض نماز جائز ہے (ایضاً)

سوال۔ ہوائی جہاز پر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب۔ چونکہ ہوائی جہاز کو زمین پر قرار نہیں۔ اس لئے اس پر اس وقت تک نماز نہیں ہو سکتی جب تک

نہ کہ وہ زمین پر نہ اُترے۔ لیکن اسے کو بھری جہاز پر تیار نہیں کر سکتے کیونکہ بحری جہاز بواسطہ پانی کے مستقر علی الارض ہے۔ اور اس کا استقرار پانی پر یا لکل ظاہر ہے (ایضاً مع المقرن)

سوال۔ اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم نہ مقتدی اپنی نماز کی پوری کرے ؟

جواب۔ مسافر امام اپنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرے اور کہہ دے کہ میں مسافر ہوں تم لوگ اپنی نماز پوری کر لو۔ اب مقتدی کھڑے ہو جائیں اور اپنی باقی ماندہ دو رکعتیں اس طرح پوری کریں کہ ان میں سورہ فاتحہ نہ پڑھیں محض اتنی مقدار کھڑے رہ کر رکوع کو چلے جائیں۔ اور کوئی سہو ہو جائے تو سجدہ سہو بھی نہ کریں کیونکہ وہ حکماء امام کے پیچھے ہیں۔

سوال۔ مقیم نے قعدہ اخیرہ میں مسافر کا اقتدار کیا تو اب مقیم سبق کس طریقہ سے نماز ادا کرے ؟

جواب۔ امام کے سلام کے بعد مقیم کھڑا ہو کر پہلے دو رکعت بلا فاتحہ پڑھے یعنی فاتحہ پڑھنے کی مقدار میں کھڑا رہ کر رکوع میں چلا جائے۔ ان دو رکعتوں میں سہو ہو جائے۔ تو سجدہ سہو بھی واجب نہیں۔ قعدہ کے بعد کھڑا ہو کر دو رکعت مع فاتحہ و سورت کے پڑھے۔ ان دو رکعتوں میں بھی سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے۔

سوال۔ نماز قصر کرنے کا حکم تو خوف دشمن کی وجہ سے ہوا تھا۔ اگر اعداء کی طرف سے کسی قسم کا خوف و خطر متصور نہ ہو تو پھر ہم سفر میں قصر کرنے کے کیوں مامور ہیں ؟

جواب۔ یحییٰ بن اُمیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے: **مُسْلِمَانَا** جب تم زمین میں سفر کرو اور تم کو خوف ہو کہ نماز پڑھنے میں کانر لوگ تم سے رابطہ اتی کی (چھپ چھپا کر) لگیں گے کہ تم پر سچہ گناہ نہیں (بلکہ ضروری ہے) کہ نماز میں قصر کیا کرو (۴: ۱۰۱) اب لوگ امن میں ہیں۔ خوف جاتا رہا۔ اب بحالت موجودہ نماز میں قصر کیوں کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی یہی علحیدان تھا۔ پھر میں نے حضرت سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تھا۔ کہ حق تعالیٰ نے تم پر یہ احسان کیا ہے لہذا اس کا یہ احسان قبول کرو۔ رواہ مسلم

آیت میں خوف کی قید باعتبار غلبہ کے ہے کہ عام طور پر مسافروں کو خوف ہوتا ہے خصوصاً عند رسالت میں کہ کفار ہر وقت درپے آزار تھے۔ اور لفظ قبول کر دہ امر و جوبی ہے جو امام ابو حنیفہؒ کے قول کا مؤید ہے جو فرماتے ہیں کہ قصر واجب ہے۔



# فصل ۱۴۷ پندرھویں شعبان کا قیام

سوال۔ شعبان کی پندرھویں رات میں جس کو عرف عام میں شب برات کہتے ہیں لوگ مصروف عبادت رہنے کو بہت بڑا کار فیلیٹ سمجھتے ہیں۔ کیا احادیث نبویہ میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب۔ امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ میری باری کی ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو نے سے مفقود تھے۔ آخر میں نے آپ کو مدینہ کے قبرستان بقیع میں پایا۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں آسمان دنیا کی طرف نازل فرماتا ہے۔ اور قبیلہ بنو کلب کے رہوڑوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ لیکن ترمذی کہتے ہیں کہ امام بخاری اس حدیث کو ضعیف بتاتے تھے۔ اور امام المومنین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات میں بنی آدم کا ہر بچہ جو اس سال پیدا ہوئے والا ہو قلمبند کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس رات ہر وہ شخص بھی مومن تحریر میں آ جاتا ہے جو اس سال جریمہ مرگ پینے والا ہو۔ اور اس رات آدمیوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اس رات میں ان کے رزق اتارے جاتے ہیں۔ رواہ ابی یحییٰ فی الدعوات الکبیر

اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں جلوہ فرما ہو کہ مشرک اور (مومن سے) کینہ رکھنے والے کے سوا ساری مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ رواہ ابن ماجہ و احمد۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ دو شخصوں یعنی کینہ رکھنے والے اور خود کشی کرنے والے کے سوا سب (مومنوں) کو بخش دیتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس میں قیام کرو یعنی نماز پڑھو اور اس کے دن میں ریعنی چودھویں اور پندرھویں رات کے درمیان روزہ رکھو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس رات میں غروب آفتاب کے بعد سے آسمان دنیا پر نازل فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ اگر کوئی مغفرت خواہ ہے تو میں اس کو بخشوں۔ کوئی طالب رزق ہے تو اس کو رزق دوں۔ کوئی مصیبت میں گرفتار ہے تو اسے عافیت بخشوں۔ طلوع فجر تک رب العزت ایسا ہی فرماتا رہتا ہے۔ رواہ ابن ماجہ



شیخ عبدالحق رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس رات مشرک کینہ پرور قاطع رحم عاق اور میخواری کے عادی کے سوا سب بخشے جاتے ہیں۔ اور اس رات میں لوگوں کے رزق اور پیدائش و اموات بھی (سمال بھر کے لئے) قلمبند ہو جاتے ہیں۔ پس پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہ رات لیلة القدر کے سوا تمام راتوں سے افضل ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ چار راتوں میں رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔ (۱) عید الفطر کی رات (۲) عید اضحیٰ کی رات پندرہویں شعبان کی رات اور شب عرفہ میں اور اذان صبح تک برابر کھلے رہتے ہیں۔

سوال۔ اس رات چراغاں کرنا اور آتش بازی کا مشغلہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس رات میں نیام اور طویل سجدہ اور اہل بقیع کے لئے طلب مغفرت کے سوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عمل صحت کو نہیں پہنچا۔ اور یہ جو ہمارے دیا رہیں چراغاں کرنا اور اس قسم کے دوسرے خرافات کا رواج ہے یہ سب نامشروع اور رسم مجوس اور ہنود کی وراثی کے مشابہ ہے۔ (مدارج النبوت)

## فصل ۱۲۸۔ سجدہ شکر اور سجدہ تقطیمی

سوال۔ سجدہ شکر بلا کراہت جائز و مشروع ہے یا نہیں؟

جواب۔ درمختار میں ہے وسجدۃ الشکر مستحبۃ شکر کا سجدہ مستحب ہے شیخ عبدالحق رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ سجدہ شکر جو حصول نعمت اور دفع بلیہ پر کیا جاتا ہے اس کے متعلق ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سنت ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ یا منسوخ ہے۔ مؤخر الذکر دونوں بزرگ فرماتے ہیں کہ خدائے منعم کی نعمتیں غیر تنہا ہی ہیں۔ بندہ عاجزان کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے اور اس سجدہ سے جو شکر نعمت کے متعلق حدیثوں میں وارد ہے نماز مراد ہے۔ کہ جس کو سجدہ سے تعبیر کیا گیا۔ اور وہ حضرات جو سجدہ شکر کے قائل ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ ہر نعمت عظیمہ کے وقت جو کبھی کبھی عرصہ ظہور میں آتی ہے سجدہ شکر



مسنون ہے اور سنت میں ایسے ہی مواقع میں سجدہ شکر واقع ہے نہ کہ بہر نعمت پر۔

شیخ عبدالحق رحمہ دارج النبوت میں لکھتے ہیں جس صورت میں کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعض خلفائے راشدین سے بھی سجدہ شکر یا ثور ہے تو نسخ کا قول درست نہیں مستدام احمد جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خبر خوش دل و مسرور کرتی تھی تو آپ خدائے عزوجل کا شکر کرنے کے لئے سر بسجود ہو جاتے تھے اور بیٹھی نے باسنہا و صحیح روایت کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے اطلاع بھیجی کہ قبیلہ ہمدان مشرف بایمان ہو چکا ہے تو آپ فی الفور سجدہ شکر بجالائے اور اس قبیلہ کے حق میں دعا کی۔

اور جب آپ کے پاس بشارت ربانی پہنچی کہ جو کوئی آپ پر ایک دفعہ درود بھیجے حق سبحانہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ اور جو کوئی ایک بار سلام بھیجے حق تعالیٰ اس پر دس سلام بھیجتا ہے۔ تو آپ نے اس نعمت کے شکرانہ میں سجدہ کیا۔ اور جب غزوہ بدر کے دن ابو جہل لعین کا ناپاک سر آپ کے سامنے لاکر ڈالا گیا۔ تو آپ نے فرمایا الحمد للہ اس اُمت کا نزع و نزع مرگیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے شکرانہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دجال زمانہ میں کذاب کے مارے جانے کی خبر سنی تو سجدہ شکر بجالائے۔ (مدارج النبوت)

سوال۔ بعض لوگ سجدہ تعلیمی کو جائز سمجھتے ہیں اس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

جواب۔ شیخ عبدالحق رحمہ دارج النبوت لکھتے ہیں کہ سجدے کی ایک قسم کو سجدہ تحیث کہتے ہیں بعض فقہی روایات میں اس کی اجازت واقع ہوئی ہے۔ مگر صحیح مختار یہ ہے کہ سجدہ تحیث مکروہ حرام ہے (مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۴۲۷)

سوال۔ بعض لوگ ادائے نماز کے بعد سر بسجود ہو کر دعا مانگنے لگتے ہیں اس سجدہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب۔ شیخ عبدالحق رحمہ دارج النبوت لکھتے ہیں کہ سجدے کی ایک قسم سجدہ مناجات ہے جو نماز کے بعد کرتے ہیں۔ اکثر فقہاء کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سجدہ بھی مکروہ ہے (مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۴۲۷)

## فصل ۱۲۹۔ نماز تراویح کی رکعات

سوال۔ حضرت سرور انام صلی اللہ علیہ وسلم نماز پنجگانہ کی طرح نماز تراویح بھی باقاعدہ پڑھایا کرتے تھے یا نہیں ؟

جواب۔ آپ نے ایک رمضان کی تیسیسویں رات میں تہائی رات تک اور پھر چالیسویں شب میں اُدھی رات تک نماز تراویح پڑھائی۔ اس کے بعد جب ستائیسویں رات آئی تو آپ نے اپنے تمام گھروالوں اور اہل بیت المؤمنین کو جمع ہونے کا حکم دیا اور آپ اخیر رات تک تراویح پڑھاتے رہے یہاں تک کہ صحابہ کرام رفتہ بہ رفتہ محسوس کرنے لگے کہ سحری کھانے کا وقت نہ مل سکے گا۔ رواہ ابوداؤد و الترمذی والنسائی وابن ماجہ۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کے غیر معمولی اجتماع کو دیکھتے ہوئے اس خدشہ کے پیش نظر نماز تراویح نہ پڑھائی کہ میاں دایہ نماز بھی فرض ہو جائے اور لوگ اس کے ادا کرنے سے قاصر رہیں۔ رواہ البخاری و مسلم

سوال۔ آپ نے ان تین راتوں میں کتنی کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں ؟

جواب۔ کسی صحیح روایت میں آپ کی تعداد رکعات ذکر نہیں۔ اور اس بارہ میں بیس یا آٹھ رکعات کی جس قدر روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ قاضی شوکانی <sup>رح</sup> لکھتے ہیں۔ والحاصل ان الذی دلت علیہ احادیث الباب وما یشاء بہا هو مشروعیۃ القیام فی رمضان بالصلاۃ فیہ جماعۃً وفردیً فقصر الصلاۃ المسماۃ بالتراویح علی عدد مجہول و تخصیصہا بقراءۃ مخصوصۃ لم یرد بہ سنتہ (اس باب کی حدیثوں کا خلاصہ نیام رمضان کی مشروعیت اور اس میں نماز ادا کرنا ہے۔ خواہ جماعت سے ہو یا تنہا۔ پس نماز تراویح کو رکعات کے کسی عدد معین پر محدود کرنا یا کسی خاص ترادت کے ساتھ مخصوص کرنا سنت نبوی سے ثابت نہیں۔ رینل الاطراف مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

مولانا شمس الدین امرت سیری (مرحوم) نے شیخ جلال الدین سیوطیؒ کا ایک رسالہ ”المصباح فی صلاۃ التراویح“ تقسیم ملکی سے آٹھ نو سال پہلے اپنے مطبع ثنائی امرت سیری میں طبع کر کے شائع کیا تھا۔ اس



رسالہ میں سیوطیؒ رقم طراز ہیں۔ علامہ سبکی نے شرح منہاج میں لکھا ہے کہ کسی (صحیح) روایت میں میں منقول نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں میں کتنی کتنی رکعتیں پڑھائیں۔ بیس یا کم و بیش۔ لیکن ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔ کیونکہ یہی وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ سنا ثب بن یزید صحابی رف سے وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھنے کی روایت کی ہے۔ (المصابیح مترجم مطبوعہ ثنائی پریس امرتسر صفحہ ۱۴)

سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ اگر رکعتوں کی تعداد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو جاتی تو رکعات تراویح کے بارہ میں کوئی اختلاف نہ پایا جاتا۔ اسود بن یزیدؒ وتر کے علاوہ چالیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ تراویح کی رکعتیں وتر کے علاوہ چھتیس ہیں۔ کیونکہ امام نافعؒ کا بیان ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو رمضان میں انتالیس رکعت تراویح پڑھتے پایا ہے۔ جن میں وتر کی تین رکعتیں داخل ہیں (المصابیح مترجم مطبوعہ امرتسر صفحہ ۸-۹)۔

اسی طرح سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چند راتیں نماز تراویح پڑھی تو اس کی رکعتوں کی تعداد کسی صحیح روایت میں مذکور نہیں اور اگر نص سے تعداد رکعات ثابت ہو جاتی تو اہل مدینہ کو زیادہ رکعتیں پڑھنا جائز نہ ہوتا حالانکہ صدر اول کے لوگ بہت زیادہ متقی تھے (المصابیح مطبوعہ امرتسر صفحہ ۱۰) اور علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں۔ ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عداد معین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزید ولا ینقص فقد اخطا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۷۵) ان بیانات سے ان حضرات کی غلط فہمی پر ہر توثیق ثابت ہو گئی جنہوں نے آٹھ رکعت تراویح کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار دے رکھا ہے۔

سوال۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا حدیثوں سے ثابت ہے ملاحظہ ہوں:- (۱) امام محمد بن نصر مروزیؒ کتاب "قیام اللیل" میں لکھتے ہیں۔ ہم سے محمد بن حمید رازی نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے یعقوب بن عبد اللہ سے سنا۔ انہوں نے کہا ہم سے عیسیٰ بن جاریہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت جابر انصاریؓ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں علاوہ وتر کے آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۶۰)

(۲) بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ تین راتیں تراویح پڑھنے کے بعد جو تھی رات لوگ اس کثرت سے جمع ہو گئے جن کی مسجد میں گنجائش نہ رہی تو آپ تراویح کی امامت کے لئے تشریف نہ لائے۔ اور نماز صبح کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز تراویح پڑھنے کے اشتیاق میں جمع ہوئے تھے لیکن میں نے اس خدمت کے پیش نظر



جماعت نہیں کرائی تھی کہ میا دایہ نماز بھی تم پر فرض ہو جائے۔ اور پھر تم اس کے ادا کرتے سے قاصر ہو۔“

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے جتنے طرق ہیں میں نے ان میں سے کسی طریق میں یہ نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں لیکن ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ان راتوں میں علاوہ وتر کے آٹھ آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں (فتح الباری مطبوعہ دہلی صفحہ ۵۹۷)

جواب۔۔۔ یہ اور اس قسم کی دوسری روایتیں جن میں حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا مذکور ہے۔ ان سب کا سلسلہ ایک شخص عیسیٰ بن جاریہ تک جا پہنچتا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر ان تراویح پر دازی کرتے ہوئے سب سے پہلے آٹھ رکعت تراویح کے سنت ہوئی ہونے کا طوفان کھڑا کیا۔ یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن جاریہ کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ انسائی نے کہا کہ ابن جاریہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے جو حدیثیں پہنچی ہیں وہ منکر ہیں۔ ابو داؤد نے کہا کہ عیسیٰ بن جاریہ منکر الحدیث ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ میں اس کے سوا اس کو نہیں پہچانتا کہ وہ منکر حدیثیں روایت کرتا تھا۔ اسی طرح سامی اور عقیلی نے بھی اس کو ضعیف میں شمار کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا کہ ابن جاریہ کی حدیثیں غیر محفوظ ہیں (تذیب التہذیب جلد ۸ ص ۲۰۷، میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱۱)

مرزئی کی متذکرہ صدر حدیث کا ایک راوی محمد بن حمید رازی ہے۔ انسائی نے اس کی نسبت کہا کہ ثقہ نہیں۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ محمد بن حمید منکر حدیثیں بکثرت روایت کرتا ہے (اگر راوی بہت غلطی کرتا ہو یا غافل یا کثیر الہم یا فاسق یا بدعتی ہو یا اس کی روایت معتمد راویوں کے بیان کے خلاف ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں) امام بخاریؒ نے فرمایا کہ محمد بن حمید کی حدیث میں احتیاط چاہیے۔ ابوزرعہ نے کہا کہ جھوٹا ہے۔ جوزجانی نے کہا کہ ردی المذہب اور غیر ثقہ ہے۔ فضلک رازی کا بیان ہے کہ میرے پاس ابن حمید کی سچا س ہزار حدیثیں جمع ہیں۔ لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی کسی سے روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد اسدی نے کہا کہ میں نے محمد بن حمید رازی سے بڑھ کر کسی کو خدا سے برتر پر جری نہیں پایا۔ یہ شخص لوگوں سے حدیثیں حاصل کر کے ان میں رد و بدل کر لیتا تھا۔ اور میں نے دو شخصوں کے برابر دنیا میں کسی کو دروغ گو نہیں پایا۔ جن میں ایک محمد بن حمید رازی ہے۔ اس کی ایک عادت یہ تھی کہ بصریوں اور کوفیوں کی حدیثیں حاصل کر کے رازیوں کی طرف سے روایت کر دیتا تھا (تذیب التہذیب جلد ۹ ص ۱۲۹-۱۳۰، میزان الاعتدال مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۵۰)



**سوال۔** شیخ ابن الہمام اور علامہ زلیعی اور عینی جیسے حنفیوں نے لکھا ہے کہ ابن حبان اور ابن خزیمہ کی روایت جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھ رکعت تراویح پڑھانا مذکور ہے صحیح ہے ؟

**جواب۔** اگر واقعی ان لوگوں میں سے کسی نے ایسا لکھا ہے۔ تو اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی کہ ضرورت داعی نہ ہونے کے باعث وہ درپے تحقیق نہ ہوئے ہوں گے۔ اگر ان کے سامنے بھی کسی نے عہد حاضر کے مفسرین کی طرح بیس رکعت کی مشروعیت کی نفی کی ہوتی اور ہماری طرح ان کو بھی راویوں کا کھرا کھوٹا پن رکھنے کے لئے محک امتحان سے کام لینے کی ضرورت پیش آتی تو یہ کبھی ممکن نہ تھا کہ وہ ابن حبان اور ابن خزیمہ کی روایت کو صحیح سمجھ کر آٹھ رکعت تراویح کو سنت نبوی قرار دیتے۔

**سوال۔** اگر بیس رکعت تراویح سنت نبوی نہیں تو آپ لوگ بیس رکعت کیوں پڑھتے ہیں ؟

**جواب۔** بیس رکعت تراویح خلفائے راشدین کی سنت ہے اور نہ صرف خلفائے راشدین رحمہم کی بلکہ فی الحقیقت یہی سنت نبوی ہے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :-

یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ رمضان میں لوگوں کے بیس تراویح اور تین و تیر پڑھاتے تھے۔ اس لئے اکثر علماء نے بیس رکعت ہی کو سنت نبوی قرار دیا ہے کیونکہ جناب ابیؓ رضی اللہ عنہ حضرات مہاجرین و انصار کے درمیان کھڑے رہ کر بیس رکعت پڑھاتے تھے اور کسی نے ان کے اس فعل پر انکار و اعتراض نہ کیا تھا۔

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرا من سبعة فی رمضان ویوتر بثلاث فرائی کثیرا من العلماء ان ذالک هو سنة لانه قام بین امہاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر (تتادعی ابن تیمیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۸۶)

**سوال۔** شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے پاس اس بات کی کیا سند تھی جس کی بنا پر انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کے بیس رکعت تراویح پڑھانے کا ناطق فیصلہ سنا دیا ؟

**جواب۔** حضرت ابیؓ رضی اللہ عنہ کا بیس رکعت پڑھانا صحیح روایتوں سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو (۱) مسند ابن تیمیہؒ

بن بزیہ صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ رمضان میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھی جاتی تھیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ شدت قیام کی تاب نہ لا کر اپنے اپنے عصا پر ٹیک لگاتے تھے۔ رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ

(جلد ۲ صفحہ ۶۹۶) قلت هذا الاثر قد صحح اسنادہ غیر واحد من الحفاظ کالتودی فی الخلاصہ

وابن العرانی فی شرح التہذیب والسیوطی فی المصابیح (آثار السنن جلد ۲ ص ۵۴)

(۲) بیہقی نے دوسرے طریق سے بھی حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم عمر بن خطاب کی خلافت میں بیس رکعت تراویح اور ترکے ساتھ قیام کیا کرتے تھے۔ (رواہ البیہقی فی معرفۃ السنن والآثار و هذا الاثر من هذا الوجه قد صح اسنادہ العلامة النسکی فی شرح منهاج السنۃ و علی القاسری فی شرح الموطا۔ آثار السنن جلد ۲ ص ۵۴) وقال النوری فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح (فتح القدیر جلد اول ص ۲۰۵)

(۳) علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رقم فرمایا ہیں :-

امام مالک نے بطریق یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید صحابی سے بیس رکعتیں روایت کی ہیں۔ اس تعداد میں دخل نہیں۔

وساوی مالک من طریق یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید عشرین رکعة وهذا محمول علی غیر الودع (فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ - صفحہ ۱۸۰)

اور حضرات غیر مقلدین کے روح و رواں اور نفس ناطقہ قاضی شرکافی لکھتے ہیں :-

موطایں بہ طریق یزید بن خصیفہ رم سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعتیں روایت کی گئی ہیں۔

وفی موطا من طریق یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید رم انھا عشرون رکعة (ریل الادب جلد ۲ ص ۲۹۸-۲۹۹)

سوال - رکعات تراویح کے متعلق ائمہ مجتہدین کے کیا مذاہب ہیں ؟

جواب - امام ابن تہامہ حنبلی رم المتوفی ۳۲۰ھ رقم طراز ہیں :- امام احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت مختار ہے۔ سفیان ثوری ابو حنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ شروع سے چھتیس رکعت پڑھتے آئے ہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب کے اقتداء پر جمع کیا۔ تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔ (المختار مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۸۰۲)

سوال - بخاری مسلم۔ ترمذی اور دوسرے محدثین کو امام رحمہم اللہ کا اس باب میں کیا مسلک ہے ؟



جواب۔ امام بخاریؒ کے شاگرد شیعہ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب جامع ترمذی میں رقم فرمایا ہے۔ قیام رمضان کے متعلق اہل علم میں اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک وتر سمیت اکتالیس رکعت پڑھی جاتی ہیں یہ اہل مدینہ کا قول ہے اور مدینہ منورہ میں اسی پر عمل درآمد ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہوئے کے باعث اہل علم کے نزدیک نماز تراویح بیس رکعت ہے۔ اور یہ سفیان ثوریؒ عبد اللہ بن مبارکؒ اور شافعیؒ کا قول ہے اور شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس ہی رکعت پڑھتے پایا۔ اور احمدؒ کہنا کہ تراویح میں مختلف مسلک ہیں۔ جن میں قطعیت کے ساتھ کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اور اسحق نے کہا کہ ہم اکتالیس رکعت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو ابی بن کعبؓ سے مروی ہے۔ (جامع ترمذی الباب الصوم مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد اول صفحہ ۹۹-۱۰۰)

سوال۔ ہم بیس تراویح کو اس وقت تک تسلیم نہیں کریں گے جب تک جماعت اہل حدیث کے وکیل عظیم قاضی شوکانی بھی بیس رکعت تراویح کی شہادت نہ دیں۔

جواب۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کتاب منتقى الاخبار میں لکھا تھا کہ امام مالکؒ نے موطا میں یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ وتر سمیت تیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ قاضی شوکانی اس کی شرح کرتے ہوئے نیل الاوطار میں لکھتے ہیں :-

ابن اسحق نے کہا کہ میں نے رکعات تراویح کے بارہ میں آج تک جو کچھ سنا یہ ان میں سب سے زیادہ پختہ ہے۔ امام مالکؒ نے موطا میں محمد بن یوسف سے اور انہوں نے سائب بن یزید سے گیارہ رکعت روایت کی ہے۔ لیکن محمد بن نصر مروزی نے (کتاب قیام اللیل میں) محمد بن یوسف سے اکیس رکعتیں روایت کی ہیں اور موطا میں یزید بن خصیفہ کے طریق سے اور یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔ اور محمد بن نصر مروزی نے عطائے الجی سے روایت کی ہے کہ میں نے رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے پایا۔

اور محمد بن نصر مروزی نے داؤد بن قیس کے طریق سے روایت کی کہ میں نے مدینہ منورہ میں ابان بن عثمانؒ اور عمر بن عبد العزیزؒ کے ایام امارت میں لوگوں کو چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے پایا۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے شہر مدینہ میں اکتالیس اور مکہ میں تیس رکعتیں پڑھی جاتی ہیں لیکن اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ اس پر ایک صدی سے بھی زائد عرصہ سے عمل چلا آتا ہے اور امام مالکؒ سے چھیا بیس رکعت



تراویح اور تین وتر کی بھی روایت ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ امام مالکؒ کا زیادہ مشہور مذہب یہی ہے۔ اور امام نافعؒ نے فرمایا کہ میں نے تو لوگوں کو ہمیشہ اکتالیس رکعت ہی پڑھتے ہوئے پایا۔ جن میں تین وتر تھے اور نہ راہ بن اونیؒ نے کہا کہ وہ بصرہ میں لوگوں کو وتر کے علاوہ چونتیس رکعت پڑھاتے تھے۔ انتی ملفطارینل الاوطارین منتقی الاخبار جلد سوم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹۸

سوال۔ لیکن اس اشکال کا کیا حل ہے کہ امام مالکؒ نے موطا میں روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو وتر سمیت گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

جواب۔ امام ابن عبدالبرؒ مالکیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے سوا دوسروں نے گیارہ کی بجائے اکیس کی روایت کی ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ گیارہ رکعت امام مالکؒ کا وہم (یعنی غلط فہمی) ہے کہ انہوں نے اکیس کو گیارہ سمجھ لیا۔ (زرقانی شرح موطا جلد اول صفحہ ۲۱۵)

سوال۔ زرقانی نے اس وہم کا یہ جواب دیا ہے کہ امام مالکؒ کی طرح سعید بن منصور نے بھی گیارہ رکعتیں روایت کی ہیں۔

جواب۔ سعید بن منصور کے سلسلہ روایت میں بھی ایک راوی عبدالعزیز بن محمد ضعیف ہے۔ سوال۔ امام مالکؒ کی گیارہ رکعت والی روایت نہایت پختہ ہے لیکن آپ نے وہم کا عذر کر کے اس کو مسترد کر دیا۔

جواب۔ امام ابن عبدالبرؒ مالکیؒ المذہب تھے اور ان کے دل میں اپنے امام کی انتہائی قدر و منزلت تھی۔ پس ظاہر ہے کہ وہ انتہائی غور و خوض اور پورے تفحص و استقصاء کے بعد ہی ایسی بات زبان قلم پر لاسکتے تھے۔ پس ان کی مخلصانہ رائے کو نظر انداز کرنا سخت گستاخی اور بے انصافی ہے۔ اور خاکسار راقم الحروف بھی انتہائی تفتیش و تدقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے۔ کہ امام مالکؒ کی قوت سامعہ نے خطا کی۔ امام ابن عبدالبرؒ نے تو محض اپنے رجحان طبع اور گمان غالب کا اظہار کیا تھا۔ لیکن میرے نزدیک اس کو قطعیت اور حق الیقین کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس اذعان و یقین اور قطعیت کے مفصلہ ذیل نو وجوہ ہیں۔

۱) امام مالکؒ نے اپنے جس استاد محمد بن یوسفؒ سے سن کر موطا میں گیارہ رکعتیں درج فرمائیں امام مالکؒ کے ہم سبق امام داد بن قیسؒ نے انہی محمد بن یوسفؒ سے سن کر اکیس رکعتیں روایت کیں۔ رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ فتح الباری جلد ہم ص ۱۸۰۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۵ ص ۳۵۷۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ



خود امام مالکؒ نے اپنے دوسرے استاد یزید بن خصیفہ سے بیس رکعت کی بھی روایت کی ہے۔ (فتح الباری جلد ۴ ص ۱۸۰)۔

تفسیر اسباب یہ ہے کہ خود امام مالکؒ نے موطا میں اپنے تیسرے استاد یزید بن رومان سے بھی بیس رکعت ہی نقل کی ہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ کے چوتھے استاد یحییٰ بن سعید سے بھی بیس رکعتیں ہی مروی ہیں۔

رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن وکیع عن مالک بن انس عن یحییٰ بن سعید

پانچواں باعث یہ ہے کہ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ تلامذہ محمد بن یوسف اور یزید بن خصیفہؒ کے علاوہ اپنے دوسرے شاگردوں کو بھی بیس رکعت ہی بتایا کرتے تھے (ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری جلد ۵ ص ۳۵۷) چھٹی وجہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور تمام دوسرے علمائے امت سلفاً و خلفاً ہمیشہ بیس رکعت بلکہ بعض اس سے بھی زیادہ پڑھتے رہے ہیں۔ کما مر۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ خود امام مالکؒ نے آٹھ کو نماز انداز کر کے ہمیشہ ۴ رکعت نماز تراویح پڑھی ہیں۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ اگر رادی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اسکی روایت قابل عمل نہیں ہوتی۔

آٹھویں یہ کہ حسب بیان محدث ترمذی رحمہ اللہ حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بیس رکعت ہی پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ نویں یہ کہ ترمذی، مردوی، شوکانی وغیرہم نے رکعات تراویح کے متعلق ائمہ کے جو مذہب و مسلک بتائے ہیں۔ ان میں آٹھ رکعت کسی مجتہد، کسی محدث اور کسی فقیہ کا مذہب و مسلک نہیں بتایا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ائمہ محدثی میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا قائل نہ ہوتا۔ الغرض یہ وجہ و اسباب ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ امام مالکؒ کو غلط فہمی ہوئی۔ انہوں نے اپنے ایک استاد محمد بن یوسف سے روایت سنتے وقت احدى و عشرين (اکیس) کو احدى عشر (گیارہ) سمجھ لیا۔

سوال۔ حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وارد ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس سے آٹھ تراویح اور تین رکعت وتر کا ثبوت ملتا ہے۔

جواب۔ اُم المؤمنینؓ کا یہ بیان نماز تہجد کے بارہ میں ہے۔ نماز تہجد ہی رمضان اور غیر رمضان میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے۔ بخلاف تراویح کے جو رمضان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اُم المؤمنین کے اس بیان کو نماز تراویح سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ ابو سلمہؒ کو شبہ ہوا تھا کہ رمضان المبارک عبادت کا مہینہ ہے

آنحضرت ماہ صیام میں عبادت کے لئے غیر معمولی مستعدی کے ساتھ قائم الیل رہتے تھے۔ اس لئے اغلب ہے کہ آپ اس حینہ میں رکعات تہجد میں بھی اضافہ فرمادیتے ہوں گے۔ اُم المؤمنین نے فرمایا کہ ہمیں رمضان کی آمد رکعات تہجد پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔

اور اس بات کا قرینہ کہ ابو سلمہؓ نے تہجد کے متعلق ہی سوال کیا تھا یہ ہے کہ ابو سلمہ رض نے اس کے بعد یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا آنحضرت دتر سے پہلے سو جاتے تھے تو اُم المؤمنین نے جواب دیا کہ میں نے آپ سے یہ بات دریافت کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے۔ (یعنی میں سو جاتا ہوں مگر دل خواب میں بھی غافل نہیں رہتا) رواہ البخاری و مسلم۔ غرض یہ سمجھنا کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں سخت بے عقلی کی بات ہے۔

سوال۔ منجانب اللہ تہجد پڑھنے کا کب حکم ہوا تھا اور تراویح کا کب ؟  
جواب۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اللہ ای النجیح فی رکعات الترابیح میں اس مسئلہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ جو حضرات تفصیل کے طالب ہوں وہ کتاب مذکور کی طرف رجوع کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نماز تہجد اور نماز تراویح کی تشریح اور احکام جہاں ہیں۔ تہجد ابتداءً اسلام میں تمام اُمت پر فرض ہوا۔ ایک سال کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور تطوعاً رمضان وغیر رمضان میں جاری رہا۔ اس وقت تراویح کا کہیں وجود نہ تھا۔ پھر ہجرت کے بعد جب صوم رمضان فرض ہوا تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ اور اس میں فرمایا کہ حق تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض اور اس کا قیام نفل کیا ہے۔

## فصل ۱۵۰۔ تراویح کے مختلف مسائل

سوال تراویح کے وہ ضروری مسائل جن کا جانتا ضروری ہے کیا کیا ہیں ؟

جواب۔ (۱) تراویح میں ایک یا ر ختم قرآن سنت ہے۔ لوگوں کی سستی کی وجہ سے اس کو ہرگز ترک نہ کریں۔ اور جہاں کوئی قاری یا حافظ نہ ملے وہاں مجبوراً چھوٹی سورتیں پڑھ لی جائیں۔



(۲) نماز تراویح مسجد میں جماعت کے ساتھ منون ہے۔ اگر کسی جگہ کے لوگ مسجد کو چھوڑ کر گھر میں تراویح کی جماعت کر لیا کریں تو سب گنہ گار ہوں گے۔ (شامی جلد اول ص ۵۲۱)۔ (۳) بالغوں کو فرض نفل میں نابالغ کا انتظار درست نہیں۔ پس تراویح بھی نابالغ کے پیچھے نہیں ہوتی اور بلوغ پندرہ برس کی عمر میں ہے۔ جب تک لڑکا پندرہ برس کا نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنائیں۔

اور اگر نفلوں میں اس سے قرآن سننا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ یاد نفل کی نیت کر کے کھڑا ہو جائے اور سنتے والے۔ ایسے ہی پیچھے کر اس کی قرآن خوانی سنتے رہیں۔ جب پڑے پندرہ برس کا ہو جائے تو تراویح میں امام بنالیں۔ جس گاؤں میں نابالغ کے سوا کوئی حافظ قرآن نہ ہو۔ وہاں تراویح میں چھوٹی سورتیں پڑھ لی جائیں (۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن کی ایک متقل آیت ہے جس کو ہر سورت کے شروع میں پڑھا جاتا ہے۔ جو شخص سارا کلام پاک ختم کرے لیکن بسم اللہ کسی سورت کے شروع میں نہ پڑھے اس کا قرآن نامکمل رہے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس طرح تراویح میں قرآن مجید کو جہراً پڑھا ہے اسی طرح ایک مرتبہ کسی سورت کے شروع میں بسم اللہ کو بھی جہراً پڑھ لیا کریں۔

(۵) تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد جس کو ترویجہ کہتے ہیں بقدر ایک ترویجہ آرام کرنا مستحب ہے اس وقفہ میں تسبیح یا قرآن پڑھیں۔ درود بھیجیں یا خاموش رہیں۔ یا نفل پڑھیں ہر طرح سے اختیار ہے۔ ترویجہ میں کوئی خاص تسبیح یا دعا وغیرہ مقرر نہیں۔ اگر چار رکعت کی مقدار سے کم دیے بیٹھیں تو بھی مضائقہ نہیں لیکن ترویجوں کے درمیان بالکل نہ بیٹھنا ترک مستحب ہے (۶) جو کوئی اس نیت سے تراویح میں شریک ہو کہ امام غلط پڑھ رہا ہے اس کو بتلا کر علیحدہ ہو جائے گا تو اس کے ذمہ نماز پوری کرنی لازم ہو گئی۔ اور اس نیت سے شریک جماعت ہونا برا ہے۔ (۷) افضل یہی ہے کہ ایک مسجد میں سب لوگ امام کے پیچھے تراویح پڑھیں۔ لیکن اگر کسی وسیع اور کشادہ جامع مسجد میں دیا نہ زیادہ حافظ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تراویح میں قرآن سنائیں تو بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں نفسا نیت کو دخل نہ ہو اور ایک کی آواز دوسرے تک پہنچ کر حرج کا باعث نہ ہو۔

(۸) بہتر یہ ہے کہ قرآن کم از کم تین راتوں میں ختم کیا جائے۔ ختم شبینہ میں بھی کچھ حرج نہیں بشرطیکہ قرآن و حفاظ صحیح پڑھیں۔ ایسی نیزی سے پڑھنا کہ حدود سمجھ میں نہ آئیں۔ یا مخرج سے ادا نہ ہوں۔ تو اس کا سننا یا سننا بجلے ثواب کے لٹا گناہ ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ اگر شبینہ میں قرآن صاف پڑھا جائے اور حفاظ کو ریاء و نمود مقصود نہ ہو۔ کہ فلاں نے اس قدر پڑھا اور فلاں نے اس قدر اور جماعت کسمند نہ ہو اور



حاجت سے زیادہ روشنی میں تکلف نہ کیا جائے۔ اور قرآن کو تراویح میں پڑھیں (نوافل میں نہیں) اور قصد حصولِ ثواب ہو تو ختمِ ثنینہ جائز ہے اور اس حدیث کے معارض نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین دن سے کم رات میں قرآن پڑھا وہ تفقہ سے محروم رہا۔ رواہ الترمذی والبودادوری والرمادی۔ کیونکہ علتِ منع عدم تفقہ ہے۔ اور جب ایسا صاف پڑھا جائے کہ تفقہ و تہذیب ممکن ہو۔ تو ممنوع نہیں۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۴)

(۹) بعض لوگ قرآن ختم ہونے پر تراویح پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ بڑی حیران کنیسی ہے۔ تراویح کی سنیت آخر رمضان تک باقی رہتی ہے۔ آخری عشرہ رمضان کی طاق راتوں میں لیلة القدر ہوتے کا بہت بڑا اثر ہے۔ اس لئے ان راتوں میں تراویح سے دست بردار ہو کر بساطِ عفت پر دراز ہو جانا خفیتِ بختوں کا کام ہے۔

سوال۔ بعض حفاظ تراویح میں قرآن ختم کرتے وقت قل ہو اللہ کو تین مرتبہ پڑھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟  
جواب۔ راقم السطور کا مدتِ الحمر کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ تراویح کے ختم قرآن میں سامع کی موجودگی میں بھی غلطیاں رہ جاتی ہیں اور آیتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ لاہور کی بعض ممتاز مساجد میں رمضان کے آخری عشرہ میں سہ شبانہ ختم کا معمول ہے۔ مدینہ مسجد کے ایک ختم میں حافظ ایک آیت چھوٹ گیا۔ وہ سورۃ مجھے یاد تھی چونکہ لغت دینے کا حق سامع کا ہے اس کے احساسِ ذمہ داری کا منتظر رہا۔ لیکن نہ تو اس کی گویائی حرکت میں آئی اور نہ دوسرے حفاظ و قراء میں سے کسی کی زبان کو جنبش ہوئی۔ اتنے میں پڑھنے والا آگے نکل گیا۔ ناچار راقم الحروف نے دخل دے کر پیچھے سے پڑھا دیا تو چھوٹی ہوئی آیت پڑھی گئی۔ تراویح میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ اور جو اس سے انکار کرے وہ بے خبر یا دروغ گو ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر میرے نزدیک نہایت مستحسن ہے کہ جبریاات کے لئے تراویح کے ختموں میں سورۃ اخلاص کو جو ثلث قرآن ہے۔ تین مرتبہ پڑھا جائے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمۃ رقم فرمایا کہ تراویح میں سورۃ اخلاص کو دکر پڑھتے ہیں۔ ایک مرتبہ تو اس کے سورہ قرآن ہونے کی نیت کرتے ہیں۔ اور دوبارہ اس کو اس خیال سے پڑھتے ہیں کہ جو کچھ کمی یا غلطی قرآن میں واقع ہوئی۔ اس کا جبر نقصان ہو جائے۔ کہ یہ ثلث قرآن و صفت رحمان تعالیٰ شانہ ہے۔ لیکن کتب فقہ میں بھی یہ لکھا ہے۔ پس اس میں مصالیفہ نہیں۔ اور کسی صورت کے تکرار پڑھنے میں کوئی حرج



نہیں مگر اس کو سنت نہ جائیں۔ اور کسی آیت کا مکرر پڑھنا تو حدیث سے بھی ثابت ہے کسی وجہ سے  
مگر اس وجہ خاص سے کتب فقہ میں لکھا ہے اور کوئی ضروری امر نہیں۔ البتہ ضروری اور سنت جان کر پڑھنا بدعت  
ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۶)

اور مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا  
مستحسن ہے۔ شرح منیہ میں ہے۔

قراءة قل هو الله احد ثلث مراتب  
عند ختم القرآن لم يستحسنها بعض  
المشائخ وقال الفقيه ابو الليث هذا  
شيئ استحسنه اهل القرآن والامة  
الا مفسر قل باس به الا ان يكون المختار  
في الامكنة فلا يزيين على هراة۔

ختم قرآن کے وقت تین مرتبہ قل هو  
الله احد پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن نہیں  
خیال کیا لیکن فقیہ ابو الليث نے فرمایا ہے کہ یہ ایک  
ایسا عمل ہے جس کو اہل قرآن (یعنی تابعین اور ائمہ  
امصار نے مستحسن قرار دیا ہے۔ پس تین مرتبہ پڑھنے  
میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ ختم  
فرض نمازیں ہو اس صورت میں قل هو الله کو ایک مرتبہ  
سے زیادہ نہ پڑھا جائے۔

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے۔

يكسرة تكسار قراءة السورة في الفرض  
ولا يكسرة تكسار السورة في التطوع لان باب  
النفل اوسع (فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی جلد سوم ص ۶)

فرض نمازیں کسی صورت کو دوبارہ پڑھنا مکروہ ہے  
اور نفلی نمازوں میں صورت کا تکرار مکروہ نہیں کیونکہ  
نفل کا باب بہت وسیع ہے۔

سوال۔ مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کے نزدیک ختم تراویح میں تین مرتبہ قل هو الله پڑھنا چاہیے

یا ایک مرتبہ؟

جواب۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بھی تین مرتبہ پڑھنے کو اولیٰ و احسن بتایا ہے۔ چنانچہ ترجیح الراجح حصہ  
چہارم کے صفحہ ۸۰ پر فرماتے ہیں۔ چونکہ تمام عرب و عجم میں اس فعل پر عمل درآمد ہو رہا ہے اس لئے جس طرح

عہ کتاب ترجیح الراجح ان مسائل پر مشتمل ہے جن میں مولانا تھانوی کا مسلک پہلے سچا اور تھا لیکن بعد میں ان سے رجوع فرمایا

کتب (فقہ) میں مصرح ہے اسی طرح (یعنی تین مرتبہ پڑھنا ہی) اولیٰ راجح ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے اپنے فتاویٰ کی تیسری جلد میں اس سوال کا جو جواب دیا ہے وہ مستحسن جواب ہے۔ شرح منیہ میں ہے قراءۃ قل هو اللہ ثلاث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنہا یعنی المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ہذا الشیخ استحسنہ اهل القرآن وائمة الامم اس فلا بأس به الا ان یکون المختار فی المکتوبات (املاؤ القادی مطبوعہ کراچی جلد اول ص ۳۰۵-۳۰۶)

سوال۔ بعض مقامات پر تراویح میں قرآن سناتے والے حافظ کو کچھ روپیہ دینے کا رواج ہے۔ قرآن سنانے کے لئے حافظ کا اس جگہ کو ترجیح دینا یا سفر کے دہاں جانا یا بغیر رقم مقرر کئے ایسی جگہ قرآن سنانا جہاں سے زیادہ رقم ملنے کی امید ہو کیسا ہے ؟

جواب۔ قرآن سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ علامہ شامی نے باب الاستیجار علی الطاعات میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ الاخذ والمطی اثمنا (لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں) اور اگر کسی مسجد میں روپیہ دینے کا پہلے سے رواج نہ ہو کبھی دیتے ہوں اور کبھی نہ دیتے ہوں تو اس کے قبول کرنے کو بعض علماء نے جائز رکھا ہے۔ مولانا محمد شفیع سابق مفتی دیوبند نے لکھا ہے کہ اجرت لیکر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا گناہ ہے۔ اس بنا پر تراویح میں چھوٹی سورتوں سے بیس رکعت پڑھ لینا بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ اجرت دے کر پورا قرآن پڑھوایا جائے۔ کیونکہ تراویح میں پورا قرآن پڑھنا مستحب ہے اور اجرت دے کر قرآن پڑھنا اور پڑھانا گناہ ہے۔ اور گناہ سے بچنا بہ نسبت مستحب پر عمل کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔ البتہ اگر کسی نے اجیر کے پیچھے تراویح پڑھ لی تو نماز تراویح کے ٹوٹانے کی ضرورت نہیں۔ نماز ہو گئی۔ اگرچہ مکروہ ہوئی۔“

امام محمد بن نصر مروزی کتاب قیام اللیل باب اخذ الاجر علی الامانة فی رمضان۔ میں لکھتے ہیں کہ حسب اللہ بن معقل صحابی رضی اللہ عنہ رمضان میں قرآن سناتے رہے۔ عبد اللہ بن زیادہ حاکم کوفہ نے عید کے دن انہیں بالشوہ درم اور ایک حلقہ بھیجا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر دونوں چیزیں واپس کر دیں کہ ہم کتاب اللہ پر اجرت نہیں لیتے۔ قیام اللیل صفحہ ۱۰۳

اور ابو ایاس کا بیان ہے کہ میں عمرو بن نعمان کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ رمضان کی آمد پر مصعب بن زبیر حاکم بصرہ کا قاصدان کے پاس دو ہزار درہم لے کر آیا اور کہتے لگا کہ امیر نے آپ کو سلام کے بعد کہا ہے کہ یہ دو ہزار درہم آپ رمضان میں اپنے نفقہ پر خرچ کیجئے۔ اور لوگوں کو تراویح میں قرآن سنائیے۔ عمرو نے درہم واپس کرتے ہوئے قاصد سے



فرمایا کہ امیر کو بعد سلام کے کہنا کہ میں قرآن سناؤں گا لیکن میں نے قرآن اس لئے نہیں پڑھا کہ اس کے ذریعہ سے دنیا اور درہم کماؤں۔ رواہ الدارمی

مروزی لکھتے ہیں کہ امام حسن بصری سے پوچھا گیا کہ کیا ان لوگوں کے ساتھ نماز تراویح پڑھ لیں جنہوں نے قرآن سنانے کے لئے کسی اجیر کو اجوت پر لے رکھا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ نہ اجیر کی نماز ہوتی ہے اور نہ لوگوں کی۔ اور عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اجوت دے کر قرآن سنا جائے اور مجھے خدشہ ہے کہ کہیں اجوت سینے والوں پر نماز تراویح کا اعادہ واجب نہ ہو۔ اور امام احمدؒ سے اس امام کے بیچے تراویح پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا جس کا مطالبہ یہ ہو کہ وہ اتنے درہم لیکر قرآن سنانے گا کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ میں اللہ سے پتاہ چاہتا ہوں کہ ایسے شخص کے بیچے نماز پڑھوں (قیام الیل مروزی صفحہ ۱۰۸)۔

سوال۔ حفاظ و قراء کا معمول ہے کہ قرآن ختم کرنے کے بعد سورۃ بقرہ کی چند آیتیں پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا سنون طریقہ ہے؟

جواب۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا حال متحل۔ عرض کیا گیا کہ حال متحل سے آپ کی کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ قرآن کو شروع کرنا اور ازل سے آخر تک ختم کرنا اور پھر آخر سے اول کی طرف لوٹنا اور سعید نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ جب بندہ قرآن پڑھ کر ختم کرتا ہے اور پھر شروع کر دیتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تم نے اپنے رب کو راضی کر لیا (قیام الیل صفحہ ۱۰۹) محشی نے لکھا کہ اسی بنا پر جب مکہ معظمہ کے قاری قرآن ختم کرتے ہیں تو پھر شروع کر دیتے ہیں اور سورۃ فاتحہ اور بقرہ کی پہلی پانچ آیتیں مفلحون تک پڑھتے ہیں۔

سوال۔ رمضان میں ختم قرآن کے وقت دعا میں شریک ہوئے اسکے لئے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اس اجتماع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب۔ ختم قرآن کے وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں اور گھروالوں کو جمع کر کے ان کے لئے دعا کرے حضرت ابن عباسؓ رفہ عمر کے آخری ایام میں نابینا اور بہت ضعیف ہو گئے تھے وہ ختم کی رات کسی آدمی کو متغین کر دیتے۔ جب قرآن قریب الاختتام ہوتا تو وہ اگر انہیں اطلاع دیتا۔ حضرت ابن عباسؓ رفہ جلساء سے فرماتے کہ اٹھو چل کر خاتمہ میں شریک ہوں اور مجاہد فرماتے تھے کہ ختم قرآن کے وقت رحمت خاص نازل ہوتی ہے چنانچہ لوگ ختم کے وقت مجتمع ہو جاتے اور کہتے تھے کہ رحمت نازل ہو رہی ہے۔



امام ابن جوزی رحمہ اللہ کتاب "تلبیس ابلیس" میں لکھتے ہیں کہ قاریوں نے یہ دستور کر لیا ہے کہ ختم قرآن کی رات کثرت سے رشتی کہتے ہیں۔ اس میں مال کی بربادی اور محوسیوں کی مشابہت کے علاوہ وہ باتیں ہرگز اور عورتوں کو فتنہ کے لئے جمع کرنے کا سبب نکالتے ہیں۔ اور ابلیس ان کو سمجھاتا ہے کہ اس میں دین کی رونق اور عزت ہے۔ شیطان یہ فکر عظیم بہت جگہ پھیلاتا ہے حالانکہ دین کی عزت تو ایسے امور کو عمل میں لانے سے ہوتی ہے جو مشروع ہیں۔

## فصل ۱۵۱۔ فضائل جمعہ

سوال۔ احادیث نبویہ میں جمعہ کے کیا فضائل مروی ہیں ؟

جواب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سب سے بہتر دن جمعہ ہے۔ اس میں آدم کی پیدائش ہوئی۔ آپ اس روز جنت میں داخل ہوئے۔ اسی دن جنت سے نکلے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ رواہ مسلم۔ ہمیشہ سے نکلتے کی فضیلت جمعہ اس لئے ہے کہ ان کا نکلنا انبیاء و اولیاء کی پیدائش اور اہل ایمان کے حسنات سے نہایت کاباعت ہوا۔ اور فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ایسی مغبول ساعت ہے کہ جو مسلمان اس میں کوئی دعا مانگے حق تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے۔ رواہ البخاری و مسلم۔

اور فرمایا۔ سب سے افضل دن جمعہ ہے۔ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! جس وقت آپ کا جسد مبارک بوسیدہ ہو گیا ہوگا۔ اس وقت ہمارا درود آپ کے حضور میں کیونکہ پیش ہوگا ؟ فرمایا۔ حق تعالیٰ نے انبیاء کے جسم زمین پر حرام کر رکھے ہیں۔ رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ۔ و صحیحہ النووی۔

فی الاذکار +



## فصل ۱۵۲۔ فرضیت نمازِ جمعہ

نمازِ جمعہ فرض ہے یہ نماز ظہر کا عوض ہے۔ اور اس کے نادرک کے خلاف سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کاپلی کر کے میں جمعے پھوڑے۔ حق تعالیٰ اس کے دل پر پھر کر دیتا ہے۔ رواہ احمد والبودادہ والترمذی والنسائی۔ اور فرمایا جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر نمازِ جمعہ فرض ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ مریض یا مسافر یا عورت یا لڑکا یا (شرعی) غلام ہو اور جس نے لہو و لعب یا کاروبار کی مشغولی میں نمازِ جمعہ سے بے اعتنائی کی اللہ تعالیٰ بھی جو غنی اور حمد کیا گیا ہے۔ اس کی پروا نہیں کرتا۔ رواہ الدارقطنی۔

اور فرمایا جس نے بلا عذر نمازِ جمعہ ترک کی وہ شخص اس کتاب میں جس میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا منافق لکھا جاتا ہے۔ اور بعض روایتوں میں عین جمعے ترک کرنے والے کے متعلق یہ وعید وارد ہوئی ہے۔ رواہ الشافعی۔ اور فرمایا کہ میرا ارادہ ہوا تھا کہ جو لوگ نمازِ جمعہ پڑھتے کو حاضر نہیں ہوتے ان کے گھر جلادوں رواہ مسلم

## فصل ۱۵۳۔ نمازِ جمعہ کے شرائط و وجوب

نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی گیارہ شرطیں ہیں (۱) مفقہ ہونا۔ مسافر پر واجب نہیں (۲) تندرستی۔ بیمار پر جمعہ فرض نہیں۔ تیماردار جو بیمار کی اس طرح خبر گیری کرتا ہو کہ اگر مشاگہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے۔ وہ بھی بیمار سے ملحق ہے۔ اور شیخ فانی بھی بیمار کے حکم میں ہے یعنی بیت پر بٹھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ (۳) آزاد ہونا۔ غلام پر جمعہ واجب نہیں۔

اور مزدور پر جمعہ واجب ہے۔ لیکن اگر مزدور جامع مسجد سے دور کام پر لگا ہو تو اس کی مزدوری اجوت

۵۔ چونکہ کتاب کا حجم مجوزہ ضخامت سے بڑھ گیا ہے اسلئے اختصار کے لئے سوال و جواب کا عنوان بعض اہم مواقع کے سوا قلم انداز رہے گا۔ ۱۲۔

کے حساب سے وضع ہو جائے گی۔ اور کہیں قریب ہی ہو تو مزدوری سنا قطن ہوگی۔ دُوری سے یہ مراسم ہے کہ نماز جمعہ کو آنے جانے میں ایک پہر یعنی تین گھنٹے لگ جائیں تو اس روز کی اُجوت میں سے چوتھائی مزدوری کٹ جائے گی۔ کدائی الشافی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کلم کے بارہ گھنٹے ہوں۔ اور اگر آٹھ گھنٹے ہوں تو ظاہر ہے کہ تین گھنٹے غیر حاضری کی اُجوت چوتھائی سے زیادہ وضع ہوگی۔

جمعہ کے فرض ہونے کی چوتھی شرط مرد ہونا ہے۔ عورتوں پر جمعہ واجب نہیں۔ پانچویں شرط بالغ ہونا ہے۔ نابالغ لڑکے پر واجب نہیں۔ چھٹی شرط عاقل ہونا ہے۔ مجنونوں پر واجب نہیں۔ ساتویں شرط بیعتا ہے۔ اندھے پر جمعہ فرض نہیں۔ اگرچہ اس کو جامع مسجد تک پہنچانے والا میسر ہو۔ البتہ ایک آنکھ والے پر جمعہ فرض ہے۔ فرضیت جمعہ کی آٹھویں شرط چلنے کی قدرت ہے۔ اگر لنگڑا آدمی جامع مسجد جانے کی قدرت رکھتا ہو۔ تو اس پر جمعہ فرض ہے۔ اور اگر اس کی ایک ٹانگ ایسی فالج زدہ یا کٹی ہوئی ہو کہ جامع مسجد تک نہیں پہنچ سکتا تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔

نویں شرط مجبوس نہ ہونا۔ دسویں پولیس یا چاروں وغیرہ کا خوف نہ ہونا ہے۔ گیارھویں شرط سخت بادش اور کیچڑ اور بدت باری اور اس قسم کے دوسرے عذرات کا فقدان ہے اور جس شخص کی ذات میں فرضیت جمعہ کی یہ شرطیں کل یا بعض مفقود ہوں اگر وہ اندراہ عزیمت جمعہ پڑھ لے حالانکہ وہ مکلف یعنی عاقل بالغ ہو تو اس کا جمعہ ہو جائے گا۔ اور ظہر کی فرضیت اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی اور جمعہ سب عذر والوں کے حق میں ظہر سے فصل ہے۔ بجز عورت کے کہ اس کے لئے جمعہ سے ظہر فصل ہے۔ کیونکہ اس کے لئے گھر کی نماز بمقابلہ مسجد زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (درمختار)

## فصل ۱۵۴۔ نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی یہ شرطیں ہیں (۱) پہلی شرط ٹھہر ہے۔ درمختار میں شہر سے وہ آبادی مراد ہے

عہ پولیس کے خوف سے یہ مراد ہے کہ کسی جابر حکومت کی طرف سے کسی جرم آشتی کے وارنٹ گرفتاری نکلے ہوں ۱۲



جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے ان باشندوں کی سہائی نہ ہو جو نماز جمعہ پڑھنے کے مکلف ہیں یعنی عورتوں بچوں بیماروں اور مسافروں کے علاوہ وہاں اس قدر مسلمان ہوں کہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں نہ سما سکیں اکثر فقہاء نے احکام میں مسستی ظاہر ہونے کی وجہ سے شہر کی اسی تعریف پر فتویٰ دیا ہے۔ کذا فی المحتجب۔ یعنی ظاہر مذہب کے رو سے حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے لیکن چونکہ حکام حدود واللہ کے قائم کرنے میں کوتاہی اور مسستی کرتے ہیں۔ اس لئے فقہاء نے شہر کی یہ تعریف کرنی شروع کی کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہ تمام مسلمان جمع ہوں جن پر جمعہ کی نماز فرض ہے تو سما سکیں۔ کذا فی الخطادی۔

اور مولانا بحر العلوم کتاب ارکان میں لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار مولانا نظام الدین لکھنوی قدس سرہ شہر کی یہ تعریف کرتے تھے۔ کہ جہاں اہل حد نہ لوگ جن کی اکثر ضرورت پڑتی ہے موجود ہوں اور انسان کے خارج ضرورت پورے ہوں اور کھانے کا سامان اور کپڑا وہاں بکنا ہو۔ (فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد سوم صفحہ ۶۹)

ان دونوں تعریفوں کے رو سے تمام بڑے بڑے دیہات والوں پر جمعہ فرض ہو جاتا ہے۔ غرض شہر یا شہر کے قائم مقام بڑے گاؤں یا قصبے میں بود و باش رکھنا نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی پہلی شرط ہے اسی طرح شہر کے آس پاس کی ایسی آبادی کہ شہر کی ضرورتیں اس کے ساتھ والپتہ ہوں۔ مثلاً شہر کے مڑے وہاں دفن ہوتے ہوں یا چھاؤنی ہو تو وہ بھی شہر کے حکم میں ہے۔ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں۔

دوسری شرط سلطان ہے اگرچہ متغلب ہو۔ گو عورت ہی ہو اور متغلب۔ اس کو کہتے ہیں جس میں امامت کی شرطیں نہ ہوں لیکن رعایا اس کی حکومت پر راضی ہو جائے۔ ادا کی تیسری شرط ظہر کا وقت ہے۔ پس وقت کے نکلنے سے جمعہ باطل ہو جائے گا مطلقاً۔ یعنی اگرچہ مقدار شہد بیٹھنے کے بعد ہی گزے کیونکہ وقت ظہر ادا کی شرط ہے نہ شروع کرنے کی۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ کی قضا نہیں۔ چوتھی شرط وقت میں خطبہ دینا ہے۔ اگر خطبہ وقت سے پہلے ہوا اور نماز وقت میں پڑھی تو جمعہ درست نہ ہوگا۔ اور اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو نماز نہ ہوگی صحت جمعہ کی پانچویں شرط نماز سے پہلے خطبہ دینا ہے۔ اگر نماز پہلے پڑھی اور خطبہ بعد میں دیا تو نماز نہ ہوگی اور خطبہ ایسے لوگوں کے سامنے ہونا چاہیے جن سے جمعہ ہو جائے۔ یعنی مرد عاقل بالغ ہوں۔ اگر خطیب کسی مقتدی کے حاضر ہوئے بغیر خطبہ دے گا تو درست نہ ہوگا۔ لیکن ایک مقتدی کی حاضری کافی نہ ہوگی۔ صحت جمعہ کی چھٹی شرط جماعت ہے۔ اور جماعت کا اکثر عند امام کے سوا تین مرد ہیں۔ اگر صرف عورتیں یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔



ساتویں شرط اذن عام ہے۔ اذن عام مسجد جامع کے دروازے کھلے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور اگر قلعہ کا دروازہ دشمن کے سب سے یا عادت مستمرہ کی بنا پر بند کیا جائے تو یہ اذن عام کے منافی نہیں۔ بشرطیکہ نماز کے وقت جمعہ ادا کر کے والوں کو کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اور جب دشمن کا خوف نہ ہو تو دروازہ کا بند نہ کرنا بہتر ہے اور بند دروازے کو کھول کر لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی تو نماز جمعہ بکرا بہت درست ہو گا۔ لیکن قلعہ میں نماز جمعہ ادا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جامع مسجد کو ترک کرنا مکروہ وغیرہ مستحسن ہے۔ اگر کسی شخص نے شرائط مذکورہ کے نہ پائے جانے کے باوجود نماز جمعہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی اب وہ ظہر پڑھ لے اور شرائط کے فقدان کے باوجود جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

## فصل ۵۵۔ قرینیت جمعہ کے لئے سلطان کی شرط

سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! خدا نے میرے لئے تم پر جمعہ فرض کیا ہے۔ پس جس نے امام کے ساتھ ہوئے خواہ عادل ہو یا ظالم انکار و تحقیر کی راہ سے جمعہ ترک کیا۔ خدا اس کے کاموں میں برکت نہ دے۔ بعض علماء نے اس روایت کو جمعہ کے لئے سلطان کی شرط کی دلیل سمجھا ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع ہے۔ اس کے سلسلہ اسناد میں تین راوی ولید بن بکر (رحمہ اللہ) عبد اللہ بن محمد و عدی اور علی بن زید بن ولید سخت ضعیف اور مجروح ہیں۔

تہذیب التہذیب میں عبد اللہ بن محمد عدوی کی نسبت آگیا ہے۔ یضیع السنن میں (عبد اللہ بن محمد و عدی حدیثیں گھڑا ہے) اور اس حدیث کے مخرج لکھا ہے۔ وقال ابن عبد البر جماعۃ اصل السند بالحدیث یقولون ان هذا الحدیث فی السنن (اسریبہ) ابن ماجہ میں مخرج شیخ الحدیث محمد بن عبد اللہ عندہم موسوم بالکناب یعنی یہ حدیث عبد اللہ بن محمد عدوی کا جعل و من گھڑتا ہے۔ جو اہل علم کے نزدیک جھوٹ سے موسوم ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۱) اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو بھی اس سے سلطان کی شرط ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں شرط کا لفظ ہے اور نہ ایسا طرز بیان ہے جو مثبت شرط ہو سکے۔



مولانا عبدالحی لکھنوی "عمدة الرعاية" میں لکھتے ہیں۔ وهذا یرشدک الی ان اشتراطہ انما ہو علی سبیل الاولیۃ حیث لا تتعدد الجمعة وحیث تعددت فلا حاجة الی ذالک اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سلطان کا شرط ہونا صرف یہ سبیل اولیت ہے تاکہ جمعے منعقد نہ ہوں اور جہاں متعدد ہوتے ہوں وہاں اس شرط کی کوئی حاجت نہیں۔) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کتاب فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں جو رنگی محل لکھنؤ کے کتب خانہ میں موجود ہے ہدایہ کی عبارت درج کردہ لکھتے ہیں: - وظاہرہ یفید الاولیۃ والاحتیاط عقلاً لا لاشتراط وعدم جواز الصلوۃ بعد وجہ شرعاً ہدایہ کی ظاہر عبارت سے یہ عقلاً اولیت اور احتیاط ہی ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سلطان کی موجودگی جمعہ کی لازمی شرط ہے اور یہ کہ اس کے بغیر جمعہ کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

اسی طرح مولانا بحر العلوم لکھنوی نے کتاب اربعہ میں فرمایا ہے۔ لہذا اطلع علی دلیل یفید اشتراط اہل السلطان وما فی الہدایۃ رأی لا یتثبت بہ الاشتراط لا طلاق لخصوص وجوب الجمعة رین کسی ایسی دلیل سے مطلع نہیں جس سے جمعہ کے لئے سلطان کی شرط ثابت ہو اور جو کچھ ہدایہ میں لکھا ہے محض ذاتی رائے ہے جس سے سلطان کی شرط ثابت نہیں ہوتی کیونکہ فرضیت جمعہ کے لغوی مطلق ہیں) بحر العلوم کی عبارت درج کردہ کے بعد مولانا عبدالحی رقم فرمایا ہیں۔ ان عبارتوں سے تم اچھی طرح سمجھ جاؤ گے کہ بلاد ہند میں جہاں پہ فرنگیوں کا تسلط ہے جمعہ کی فرضیت اور اس کے ادا کی صحت میں کوئی شک نہیں اور جس نے شرط سلطان کے نہ پائے جانے کی وجہ سے سقوط جمعہ کا فتوے دیا وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہا ہے۔ (عمدة الرعاية جلد اول صفحہ ۲۴۱ حاشیہ)

اور مولانا سید انور شاہ شیخ الحدیث دیوبند کے ایک شاگرد نے ایک مرتبہ راقم الحروف سے بیان کیا تھا کہ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے تھے کہ نماز جمعہ کے لئے سلطان کی شرط کسی فقیہ کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی ایک شرط شہر ہے۔ شہر کی ایک تعریف یہ ہے کہ جہاں بادشاہ یا اس کا نائب ہو۔ کسی فقیہ نے غلطی سے شہر کی اس تعریف کو نماز جمعہ کی ایک شرط سمجھ کر شرائط جمعہ میں درج کر دیا۔



# فصل ۱۵۶۔ جمعہ کے دن غسل کرنا اور اجلا لباس پہننا

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ناخن ترشواتے اور لبوں کے بال کٹواتے تھے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیزار۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور تا حد مقدار صاف ستھرا ہو کر نیل لگائے اور خوشبو استعمال کرے پھر نماز کے لئے مسجد کی طرف جائے وہاں پہنچ کر دو آدمیوں کو الگ کر کے ان کے بیچ میں نہ بیٹھے یعنی جہاں جگہ پلنے دیں بیٹھ جائے پھر نماز پڑھے جو اس کے لئے مقدر کی گئی ہے۔ بعد ازاں جب امام خطبہ شروع کرے تو خاموش رہ کر سنے تو اس کے تمام گناہ جو گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک سرزد ہوئے ہوں بخش دیئے جاتے ہیں۔ رواہ البخاری۔

اور اس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن غسل کرے اور خود غسل کرے اور نماز جمعہ کے لئے سویرے جائے اور اول ہی خطبہ پلے اور پیدل جائے سوار نہ ہو۔ اور امام کے قریب ہو کر خطبہ سنے اور کوئی بات نہ کرے تو اس کے ہر قدم پر ایک برس کے روزوں اور ایک سال کے قیام شب کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اخرجہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ

آپ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا اے مسلمانو! اس دن کو اللہ نے عید مقرر کیا ہے۔ سو اس میں غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کرنا بھی تم پر لازم ہے۔ رواہ مالک وابن ماجہ اور عبد اللہ بن سلامؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں استطاعت ہو تو اس میں کچھ قباحت نہیں۔ کہ اپنے کاسواری کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لئے علیحدہ کپڑے بنوالو۔ رواہ ابن ماجہ ومالک

امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ صوفیہ میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس کپڑوں کا نقطہ ایک ہی جوڑا ہوتا ہے۔ یہ اچھی بات ہے لیکن نماز جمعہ اور عید کے لئے دوسرا کپڑا بنالینا ممکن ہو تو بہت مناسب ہے۔ محمد بن عبد الرحمنؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قمیض تھا چادر و عمار کی بنی ہوئی ازار تھی آپ یہ دو کپڑے جمعہ اور عید کے دن پہنا کرتے تھے۔ پھر یہ نہ کر کے رکھ دیئے جاتے تھے۔ (تلبیس ابلیس امام ابن جوزیؒ)



# فصل ۱۵۔ پہلی اذان پر کاروبار چھوڑنے اور مسجد جانے کی تاکید

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے لیکن جمعہ میں تعجل مستحب ہے۔ ابراد یعنی تاخیر جو موسم گرما کی نماز ظہر میں مستحب ہے وہ جمعہ میں نہیں۔ کیونکہ جمعہ کو جلد ادا کرنا مستحب ہے۔ مومن پر لازم ہے کہ جو نہی جمعہ کے دن کسی مسجد کی اذان گوش زد ہو۔ فی الفور اسی پہلی اذان پر اپنے تمام کاروبار اور ہر قسم کی مصروفیتوں سے دست بردار ہو کر مسجد کو چل دے۔ درختار میں ہے کہ صبح نر قول میں پہلی اذان کے ہونے پر بیع یعنی کاروبار کو ترک کرنا اور مسجد کی طرف جھپٹنا واجب ہے۔ اگرچہ چلتے چلتے خرید و فروخت کرنا ہو۔“

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر آکھڑے ہوتے ہیں اور پہلے آنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ اس نمازی کی مثال جو اول وقت پہنچا اس شخص کی سی ہے جو قربانی کے لئے اپنا اونٹ بیت اللہ بھیجے اور جو اس کے بعد پہنچتا ہے اس شخص کی مانند ہے جو گائے بھیجے۔ پھر جو اس کے بعد آتا ہے دُنبہ بھیجنے والے کی مانند ہے۔ اُس کے بعد آنے والا اس کی مانند ہے جو مرغی تصدق کرے۔ پھر انڈا۔ پھر جب امام خطبے کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر پلٹ کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ رواہ البخاری و مسلم

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بعض بزرگ زیادہ اہتمام کی غرض سے شب جمعہ ہی مسجد میں جا ٹھہرتے تھے۔ قرن اول میں صبح کے وقت اور نماز فجر کے بعد سڑکیں اور گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں۔ کیونکہ نمازی بہت سویرے جامع کا رخ کرتے تھے۔ اور جمعہ کے دن بھی روز عید کی طرح غیر معمولی ازدحام ہوتا تھا۔ پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو صلحا نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی ہے۔ یہ لکھ کر امام غزالیؒ رقم فرمایا کہ مسلمانوں کو اس بات پر کیوں شرم نہیں آتی کہ یہ دو نصاریٰ اپنی عبادت کے دن اپنے معبدوں میں کیسے سویرے جاتے ہیں۔ اور طالبان دنیا کتنے سویرے خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں پہنچ جانے کے عادی ہیں پس طالبان حق کو پیش دستی سے کام لینا چاہیے۔ (بہشتی زیور)

شیخ الحدادیؒ لکھتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں بعض لوگوں نے یہ عادت اختیار کی ہے کہ سویرے آکر مصلیٰ بچھا دیتے ہیں اور جگہ روک کر چلے جاتے ہیں۔ بعض علما نے اس پر اعتراض کیا کیونکہ مصلیٰ بچھا جانے کی بجائے



بیٹھ کر ذکر و فکر میں مشغول رہیں تو بہتر ہے یونہی پہلے سے جگہ روک لینا مناسب نہیں۔

## فصل ۱۵۸۔ امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد نماز و کلام کی ممانعت

جو امور نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ کے وقت بھی حرام ہیں۔ پس خطبہ کے وقت کھانا پینا کلام کرنا اگرچہ سلام کا جواب یا امر معروف اور نہی منکر ہو یا بغیر مجبوری کے چاہنا پھرنا حرام ہے۔ حاضرین پر واجب ہے کہ چپ چاپ خطبہ سنیں۔ صحیح نثر قول کے بموجب اس میں دُور اور نزدیکسا کا حکم یکساں ہے۔ کوئی بری بات دیکھ کر ہاتھ یا سر کے اشارے سے رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ زبان سے منع کرنا حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے خطبہ پر بیٹھنے کی حالت میں کلام کرے وہ اس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔ اور جو شخص بولنے والے سے کہے کہ چپ ہو اُس کو بھی جمعہ کا ثواب نہیں ملتا رواہ احمد۔

اور خطبے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سُن کر دل میں آہستہ دُرود پڑھیں۔ خطبہ سننے کے وقت نہ چھینکنے والے کا جواب دیں اور نہ سلام کرنے والے کا۔ اس وقت اشارے سے سلام کرنا یا اشارے سے اس کا جواب دینا بھی ممنوع ہے بلطحاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہتا چاہے تو اس قدر آہستہ کہ دوسرے نہ سہ سہ سکے۔ درمختار میں ہے کہ خطبہ جمعہ کی طرح دوسرے خطبوں مثل خطبہ نکاح خطبہ عید اور خطبہ ختم قرآن کا سنتا بھی قول معتد کے بموجب واجب ہے۔

بعض بلاد عرب میں مؤذنون کا معمول ہے کہ جب خطیب خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نام لیتا ہے۔ تو وہ ہر نام پر بآواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں۔ اور جب سلطان کا نام لیتا ہے تو بآواز خلد اللہ ملکہ اور دوسرے دعائیں کہتے ہیں۔ تو یہ سب یا لا اتفاق مکروہ ہے (درمختار)

جب امام خطبہ کے لئے نکلے اور نمازی سنت یا نفل پڑھ رہا ہو تو راجح یہ ہے کہ سنت ہو کہ وہ تو پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ اور اگر نفل میں تیسری رکعت شروع کر چکا ہے تو اس کو بھی پورا کر لے لیکن قراوت کو مختصر کر دے۔ اور نفل میں دو رکعت یعنی بقدر واجب براکتفا کرے کہ ذاتی لطمطاوی۔ دوسری اذان کے کلمات کا جواب امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ ان کے نزدیک دوسری اذان کے بعد



دعاے وسیلہ بھی نہ پڑھنی چاہیے۔ بوجہ ارشاد رسول علیہ السلام کے اِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ  
 رَام کے خطبہ کے لئے نکلنے کے بعد نماز ہے۔ نہ کلام) یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ جن کو ہمدانی میں مرفوعاً  
 ذکر کیا ہے۔

لیکن فتح القدیر میں ہے کہ اس کا مرفوع ہونا غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ زہری کا قول ہے۔  
 اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ یہ نبیوں حضرات  
 امام کے برآمد ہونے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ بتاتے تھے۔ اور صحابی کا قول حجت ہے۔ جب کوئی سنت  
 اس کی نفی نہ کرتی ہو تو اس کا اتباع واجب ہے۔ کذا فی الشامی۔

جب خطیب خطبہ شروع کرے تو اس کے بعد نماز اور کلام بالاتفاق ممنوع ہے لیکن امام کے منبر  
 پر بیٹھنے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے نماز اور کلام کے جواز و عدم جواز میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین  
 میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ ناجائز فرماتے ہیں۔ اور ان کے شاگردوں ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک  
 جائز ہے۔ اور فتویٰ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہے۔

مولانا محمد شفیع سابق مفتی دیوبند لکھتے ہیں کہ اکابر حنفیہ امام ابو حنیفہؒ کے کلام کی تعبیر میں مختلف البیان  
 ہیں۔ بعض نے فرمایا ہے کہ وہ کلام جو خروج امام کے ساتھ ممنوع ہو جاتا ہے۔ وہ دنیوی کلام ہے امام  
 ابو حنیفہؒ دنیوی کلام کو ناجائز اور صاحبین جائز فرماتے ہیں۔ دینی کلام جیسے درود تسبیح و تہلیل و قرآن  
 خوانی اور اجابت اذان وغیرہ بالاتفاق جائز ہے۔ کذا فی المخطوطی

اور دوسرے مشائخ حنفیہ کہتے ہیں کہ دنیوی کلام تو بالاتفاق ناجائز ہے اختلاف صرف دینی کلام یعنی  
 تسبیح و تہلیل وغیرہ میں ہے۔ اسی کو امام ابو حنیفہؒ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز۔ اسی اختلاف پر یہ  
 اختلاف مبنی ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں۔ جو حضرات ممانعت کو صرف  
 کلام دنیوی کے ساتھ مقید کرتے ہیں وہ اجازت دیتے ہیں۔ اکابر دیوبند نے امام اعظم رحمہ اللہ  
 کے کلام کا مطلب درمختار اور شامی وغیرہ کے مطابق یہی قرار دیا ہے۔ کہ ہر قسم کا دینی دنیوی کلام  
 ممنوع ہے۔ اور اجابت اذان بھی اس ممانعت میں داخل ہے۔

## فصل ۱۵۹ خطبہ جمعہ

نماز جمعہ کی صحت کے لئے خطبہ جمعہ شرط ہے اس کے بغیر نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی۔ خطبہ جمعہ منبر پر مسنون ہے۔ مولانا محمد شفیع سابق مفتی دیوبند نے لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں اس لئے اب بھی ایسا ہی منبر بنانا مسنون ہے۔ آپ تیسری سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر صدر بن اکبرؒ اپنے زمانہ خلافت میں بوجہ ادب کے اس کے نیچے دوسری پر کھڑے ہونے لگے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بلحاظ ادب احترام کے سب سے نیچا درجہ اختیار کیا۔ حضرت عثمانؓ بھی سب سے نیچلی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے لیکن ان کے بعد پھر یہی دستور ہو گیا کہ خطیب ادھر کی سیڑھی پر کھڑے ہو کہ خطبہ دیتے تھے اور یہی ادلی ہے اور اگر کوئی نیچے کی سیڑھی پر کھڑا ہو جائے تو بھی مضائقہ نہیں کیونکہ وہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔“

محیط میں ہے کہ جس طرح خطبہ میں کھڑا ہونا سنت ہے اسی طرح خطبہ میں عصا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی در مختار میں ہے کہ جو شہر تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ وہاں خطیب خطبہ جمعہ میں تلوار حائل کر کے خطبہ دے اور اگر بزور تیغ فتح نہ ہوا ہو جیسے مدینہ منورہ ہے تو وہاں ہاتھ میں تلوار نہ لے۔ صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جو ملک صلح سے قبضہ میں آتا تھا وہاں کمان ہاتھ میں لے کر خطبہ دیتے تھے اور جو بلاد رزم و پیکار کے بعد زیر نگین ہوتے تھے وہاں تلوار حائل کر کے لوگوں سے خطاب کرتے تھے۔

بعض جگہ رواج ہے کہ جب خطیب منبر پر بیٹھتا ہے تو حاضرین کو السلام علیکم کہتا ہے مولانا عزیز الرحمن سابق مفتی دیوبند لکھتے ہیں کہ ایسا کہنا مسنون نہیں بلکہ مکروہ اور قابل ترک ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے وَتَرَكَ السَّلَامَ مِنْ خُرُوجِهِ إِلَى دُخُولِهِ فِي الصَّلَاةِ (اور خطبہ کے لئے نکلنے کے وقت سے لے کر نماز میں داخل ہونے تک سلام کرنا سنت نہیں ہے۔ مولانا عبدالحی لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کا پہلا خطبہ تسبیح و تہلیل، تحمید، قراءۃ قرآن اور درود پر مشتمل ہو۔ دوسرے خطبے میں مومنین صالحین، خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں عم بزرگواروں کا ذکر خیر ہو۔ علمائے شرق و غرب کا یہی معمول ہے۔ اگر پہلے خطبہ میں خلفائے راشدین وغیرہ کا ذکر کیا ہو تو پھر دوسرے خطبہ میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مولانا بحر العلوم ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں کہ خطیب کو چاہیے کہ مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور خلفائے راشدین



کے ذکر خیر اور ان کی مدح و توصیف اور ان کے لئے دعا سے اس کی ابتدا کرے کیونکہ صالحین کے ذکر سے رحمت یاری نازل ہوتی ہے اور اس بات کی امید ہے کہ ان کے ذکر خیر کی برکت سے مسلمانوں کے حق میں دعا مستجاب ہوگی یہ تابعین کرام ہیں زمانہ سے آج تک متواتر چلا آتا ہے اس پر کبھی کسی نے انکار نہیں کیا اور یہ امر مستحب قریب بہ سنت ہے اور چونکہ یہ شعار دین میں سے ہے اس لئے اس کو بھی ترک نہ کرنا چاہیے (فتاویٰ مولانا عبدالحی)

طویل خطبہ جمعہ مکروہ ہے خطبہ کو اتنا لمبا کرنا کہ دونوں خطبے مل کر طوال مفصل کی ایک سورت کے برابر ہو جائیں مکروہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ ہر ایک خطبہ تین آیتوں کی مقدار بھی نہ ہو۔ شیخ عبدالحیؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت کا خطبہ مختصر ہوتا تھا۔ اور نماز ثبوت طویل ہوتی تھی مگر مسلم اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ کی نماز میانہ تھی اور خطبہ بھی میانہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی ورازی اور خطبہ کی کوتاہی مرد کے تفقہ اور دانشوری کی نشانی ہے۔ جو خطیب حضرات خطبہ کو طوالت دیتے ہیں وہ سنت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ حمد و ثناء کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے۔ اما بعد فان خیرا لحدیث کتاب اللہ وخیرا لہدی ہدی محمد وشر الامور محدثا تھا وکل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة رواہ مسلم۔ بعض حدیثوں میں یہ بھی زیادت ہے۔ وکل ضلالة فی الناس۔ حمد و ثناء کے بعد اما بعد کہنا مسنون ہے (مدارج النبوت)

سوال۔ امام نے بجائے منبر کے باہر کے درجہ میں لوگوں کے وسط میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور یہ عذر کیا کہ سب لوگ سن سکیں۔ یہ کہاں تک جائز ہے ؟

جواب۔ فتاویٰ عالمگیری میں خطبے کے پندرہ سنن مذکور ہیں جن میں تیسری سنت استقبال القوم بوجہ (لوگوں کا مواجہہ) مذکور ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ تمام قوم کا خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے۔ پس بعض حاضرین کا پشت پر ہونا بدعت ہوگا۔ (ادراۃ الفتاویٰ)

## فصل ۱۶۔ غیر عربی زبان میں خطبہ جمعہ

عہد رسالت سے آج تک امت میں یہی تعامل و تواتر رہا کہ خطبہ میں کوئی غیر عربی شامل نہیں کرتے تھے۔ لیکن حضرات غیر مقدسین کی جدت پسندی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے عربی کے مسنون خطبہ کو لسی زبان کے وعظ میں تبدیل کر



دیا ہے۔ مولانا عزیز الرحمن سابق مفتی دیوبند رقم فرمایا ہیں کہ قدرت علی العربیہ کے باوجود اردو فارسی میں خطبہ پڑھنا صاحبین کے قول کے موافق صحیح نہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگرچہ خطبہ ادا ہو جائے گا۔ مگر مکروہ تحریمی ہوگا۔ اور صاحبین کے قول کے موافق جب خطبہ ادا نہ ہوگا تو نماز جمعہ بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ جمعہ کے شرائط ادا میں سے خطبہ بھی ہے۔ اور اگر خطبہ عربی میں پڑھ کر اردو فارسی تشریاً نظم پڑھیں تو یہ بھی مکروہ اور خلاف سنت متواتر ہے۔“

مولانا عزیز الرحمن نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مسویٰ و مصفیٰ شرح مؤطا میں اس کی تحقیق فرمائی ہے کہ خطبہ کا عربی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کی سنت مستمرہ ہے۔ اس کا خلاف کبھی سلف سے منقول نہیں ہوا۔ اور جو عمل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور صحابہ کا مستمر ہو وہ سنت ہے۔ اس کا خلاف لازماً بدعت ہوگا۔ شاہ ولی اللہؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ باوجودیکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بلاد عجم فارس وغیرہ تشریف لے گئے اور ان کو مسائل دینیہ اور احکام شریعت عجمی زبانوں میں تعلیم فرمائے لیکن خطبہ میں کبھی تغیر و تبدل نہ کیا اور اس میں رعایت مخاطبین کی وجہ سے اور اس بنا پر کہ خطبہ وعظ و نصیحت ہے ان کی زبانوں میں ترجمہ نہ کیا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ قرآن بلفظ وعظ و تذکیر نازل ہوا ہے لیکن نماز میں اس کا ترجمہ پڑھنا درست نہیں۔“

اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا کہ خطبہ عربی میں پڑھنا سنت ہو کر رہا ہے اس کو غیر عربی میں پڑھنا یا فارسی ائمہ وغیرہ اس کے ساتھ خلط کرنا نظم ہو یا نثر مکروہ ہے اور عوام کی تفہیم کے واسطے وعظ مقرر ہے۔ خطبہ کو طریقہ ماثورہ سے بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کتب فقہ میں کسی فعل پر یحجوز یا یصح موجود ہونے سے اس کی کراہت تحریمیہ کی نفی نہیں ثابت ہوتی۔ اس بحث میں حکم جو اذہ و صحت سے فقہاء کی مراد صرف اسی قدر ہے کہ خطبہ جو نماز کے واسطے شرط ہے وہ عربی زبان کے ساتھ مفید نہیں۔ غیر عربی میں اگر کوئی پڑھے گا تو نفس ادا سے شرط کے واسطے کافی ہو جائے گا۔ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر عربی میں پڑھنا بالکل مباح اور کراہت سے بالکل منزہ ہے اور وجہ کراہت ظاہر ہے کہ موافقت نبویہ و صحابہ کے خلاف ہے۔ پس اس کے خلاف سنت اور بدعت ہونے میں کس کو شک ہے۔ اور خلاف سنت ہو کر وہ اور بدعت ضالہ کا مکروہ ہونا اصول فقہ میں مفہوم ہے۔

اس کے بعد مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں کہ اگر یہ شبہ ہو کہ عہد رسالت و خلافت راشدہ میں تبدیل خطبہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مشرقت باسلام ہونے والے عرب تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاد عجم ہندوستانی و عثمانی میں مسخر ہوئے تھے اور شہر کابل حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مفتوح ہو گیا تھا۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں اس کی روایت موجود ہے اور ظاہر ہے کہ ان بلاد میں ہزار ہا عجمی وہ تھے جو عربی زبان نہیں سمجھتے تھے یا ائمہ



صحابہ کا خطبے کی زبان کو تبدیل نہ کرنا اس امر پر مستحکم دلیل ہے کہ عربی میں خطبہ پڑھنا سنت ہو کہ نہ اور غیر عربی میں بدعت و خلاف سنت ہے۔ اور جو شخص اس کے عدم کراہت کا مدعی ہو اس پر لازم ہے کہ اس کی کوئی معتبر دلیل پیش کرے اور فقہاء کے قول یحجز یا یصح وغیرہ سے اس کا استناد محض لغوی ہے۔ رفتادی مولانا عبدالحی جلد اول صفحہ

۲۶۲-۲۶۶ \*

اور مولانا اشرف علی تھانوی رقم فرمایا ہیں کہ اردو زبان میں خطبہ جمعہ سنت متواترہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ اور یہ عذر لنگ کہ خطبہ میں وعظ و پند بھی مستحسن ہے۔ اور عوام کے عربی نہ جاننے کے باعث عربی زبان میں خطبہ پڑھنے سے یہ وعظ و نصیحت کی غرض متروک ہو جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس ملک میں وعظ و پند کا مضمون اردو ہی زبان میں ہو۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ اسی طرح قراءت قرآن مجید میں بھی وعظ و پند مقصود ہے چنانچہ قرآن میں جا بجا ذکر و تذکرہ و ہدائی للناس و موعظۃ وغیرہ الفاظ کا وارد ہونا اس کی واضح دلیل ہے پس چاہیے کہ نمازیں بھی قرآن کا ترجمہ ہی پڑھا جائے۔

## فصل ۱۶۱۔ منظوم خطبہ جمعہ

جمعہ کا منظوم خطبہ پڑھنا بھی اگرچہ عربی زبان میں ہو پسندیدہ نہیں۔ مولانا عبدالحی لکھتے ہیں کہ خطبہ منظوم جس کی نظم کذب و مبالغہ پر مشتمل نہ ہو۔ اور سرود و غنا سے خالی ہو۔ اس کا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ گو شعر کا مدار تخیلیات اختراعیہ پر ہوتا ہے۔ اور جھوٹ میں مبالغہ اور غلو اس کے حسن کا باعث ہے لیکن وہ اشعار جو موعظ اور کتاب و حدیث کے مضامین پر مشتمل اور کذب و مبالغہ اور سرود و غنا کے پیرایہ سے عاری ہوں وہ مستثنیٰ ہیں۔ دارقطنی نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک کلام ہے۔ جو اچھا ہو تو پسندیدہ ہے اور بُرا ہو تو قبیح ہے لیکن اس لحاظ سے کہ خطبہ منظوم سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔ گو نساب الاحتساب میں منظوم خطبہ کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ بہر حال اگر پسندیدہ مضامین کا منظوم خطبہ پڑھا جائے تو نفس نماز جمعہ میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ اور مولانا عزیز الرحمن سابق مفتی دیوبند نے لکھا کہ خطبہ جمعہ میں اردو فارسی نظم و نثر پڑھنا مکروہ و بدعت

ہے۔ اور روایات فقہیہ اور عمل صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ خطبہ میں اُردو فارسی نظم و نثر مکملہ اور بدعت ہے اور خطبہ کے درمیان وعظ کتاب بھی ایسا ہی ہے۔“

## فصل ۱۶۲۔ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب مؤذن فارغ ہو جاتا تو آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ پھر بیٹھ جاتے اور کچھ کلام نہ کرتے۔ پھر دوبارہ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ رواہ ابوداؤد۔ علی قاری نے شرح طبری سے نقل کیا ہے کہ خطبوں کے درمیان جلسہ میں قرآن پڑھنا اولیٰ ہے۔ بوجہ روایت ابن حبان کے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس جلسہ میں کتاب اللہ پڑھتے تھے۔“ اور بعض نے کہا کہ سورہ اخلاص کا پڑھنا اولیٰ ہے۔“ اور طحاوی نے کہا کہ اس جلسہ میں کوئی دعا آنحضرت سے ثابت نہیں ہوئی۔ اور شرح ہدایہ میں شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ خطیب کو دو خطبوں کے درمیان اتنا بیٹھنا چاہیے کہ اس کے تمام اعضا قرار پا جائیں اور اس جلسہ میں دعا مانگنا بدعت ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ میں دعا کے مقبول ہونے کی ساعت امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے لے کر نماز کے پورا ہونے تک ہے۔“ اس حدیث کے پیش نظر بعض لوگوں کو یہ غلط نہی ہوئی ہے کہ یہی قبول دعا کی وہ خاص ساعت ہے۔ علامہ علی قاریؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ دعا سے وہ دعا مراد ہے جو خطیب سب مسلمانوں کے لئے اپنے خطبے میں مانگتا ہے۔ پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خود خطیب یا اس کے سامعین میں سے کوئی جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم جو دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے تو اس جلسہ میں بالکل خاموش رہتے تھے۔ اور اس جلسہ میں دعا ثابت نہیں ہوئی۔“



## فصل ۱۶۳ - سنن جمعہ

نماز جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت مولدہ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے کوئی سنت نہیں لیکن یہ خیال ان کی بے خبری کی دلیل ہے۔ نافعؓ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ سے پہلے نماز میں طوالت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ رواہ ابوداؤد۔ یعنی جمعہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں طوالت ہوتی تھی۔ حسب بیان شوکانی عراقی نے اس حدیث کو صحیح الاسناد بتایا ہے۔ اسی طرح بقول شوکانی منذری نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے بھی دوسرے طریق سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں سنت کی تعداد رکعات مذکور نہیں لیکن بدل المجهود فی حل ابی داؤد میں جافظ عراقی سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ اسی طرح ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی نماز جمعہ سے پہلے چار رکعت اور بعد میں بھی چار رکعت پڑھتے تھے۔

ہمارے ائمہ حنفیہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ فریضہ جمعہ کے بعد سنت کتنی رکعت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک چار رکعتیں ایک سلام سے ہیں۔ ان کی دلیل ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی نماز جمعہ پڑھے تو چاہیے کہ اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ رواہ مسلم والترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فریضہ جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت ہو کر رہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو کوئی جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چھ رکعت پڑھے۔ امام طحاویؒ نے چھ رکعت ہی کو ترجیح دی ہے۔

عطاء ربیعؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ فریضہ جمعہ کے بعد اس جگہ سے جہاں فریضہ جمعہ ادا کیا نہ تھا کسی قدر الگ ہو گئے۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اٹھ کھڑے دہاں سے بیٹے اور چار رکعتیں پڑھیں۔ اس حدیث کے راوی ابن جریج کہتے ہیں۔ میں نے عطاءؒ سے پوچھا کہ آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کتنی دفعہ ایسا کرتے دیکھا ہے؟ فرمایا بہت دفعہ۔ رواہ ابوداؤد۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ چار پہلے اور دو پیچھے پڑھوں کیونکہ دو پہلے پڑھنے کی صورت میں یہ دو گانہ فریضہ جمعہ کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں چار رکعت پر سب کا اتفاق ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ متفق علیہ عمل کو پہلے ادا کیا جائے۔ یہ تو مسئلہ کی تحقیق تھی۔ اب آخر میں یہ عرض کر دیتا ہوں محل نہ ہو گا کہ

امام ابو یوسفؒ کے فتوے پر ہی راقم السطور کا عمل درآ مذہب اور اسی میں احتیاط ہے۔

## فصل ۱۶۴۔ جمعہ کے دن نمازِ ظہر پڑھنا

در مختار میں ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے اور پیچھے معذور اور مجبوس اور مسافر کو شہر کے اندر نماز ظہر یا جماعت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ یہ لوگ نقصان نماز کی جماعت کر سکتے ہیں۔ شہر میں وجہ کماہت یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت میں کمی ہو جائے گی۔ معذوروں کو پڑھنے دیکھ کر غیر معذور چلا بھی شریک ہو جائیں گے اور دوسری وجہ اقامت جمعہ کے زمان کا معارضہ ہے۔ پس دوسری جماعت کی اقامت صریح مقابلہ اور عدول حکمی ہے کہ ذاتی (لطفاً) صاحب در مختار نے نماز ظہر کے باجماعت ادا کرنے کو مکروہ تحریمی بنا کر یہ افادہ کیا کہ جمعہ کے دن جامع مسجد کے سوا تمام مسجدیں مقفل کر دی جائیں کیونکہ مسجدیں اجتماع کی جگہ ہیں مگر ان کو بند کر دیا جانے کا تو اجتماع کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

اور جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے اس شخص کو جسے کوئی عذر نہ ہو شہر کے اندر نماز ظہر پڑھنا حرام ہے۔ اگر عذر نہ ہو تو یہ ہے کہ نماز ظہر جمعہ فوت کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہے اور ان شہر والوں کو بھی جماعت سے ظہر پڑھنا مکروہ ہے جن کو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ لوگ بدو اور اذان و اقامت و جماعت کے ظہر پڑھیں اور بہار کو مستحب ہے کہ نماز جمعہ کا اختتام تک نماز ظہر پڑھنے میں تاخیر کرے اس کے لئے تاخیر نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

فقہ حنفی وغیرہ کتب فقہ میں قبل لائے جمعہ نماز ظہر کو مکروہ لکھا ہے اور در مختار میں حرام بتایا ہے لیکن مناسب بحوالہ سے کماہت ہی ثابت کی ہے۔ جب گاؤں کا رہنے والا جمعہ کے دن شہر میں داخل ہوا۔ اگر اس نے اس روز شہر میں پھیرنے کی نیت کی تو اس پر نماز جمعہ لازم ہوگی اور اگر اسی دن نماز جمعہ کے وقت سے پہلے یا پیچھے چلے جانے کی نیت کی تو جمعہ لازم نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص شہر میں آیا اور پندرہ دن تک شہر میں قیام کرنے کی نیت کی تو اس پر جمعہ لازم ہو جائے گا۔



## فصل ۱۶۵۔ نماز احتیاط النہر

اگرچہ قوی روایات کی رو سے ایسے دیہات میں جمعہ درست ہے جہاں کے مکلف مسلمانوں کے جمع ہونے سے وہاں کی سب سے بڑی مسجد بھر جائے۔ اسی طرح ایک ہی شہر کے متعدد مقامات پر قوی اقوال کی بنا پر جمعہ درست ہے۔ لیکن چونکہ دوسرے اقوال بھی موجود ہیں گو ضعیف سی۔ اس لئے بعض لوگ شک اور وہم کی بنا پر نماز جمعہ پڑھنے کے بعد چار رکعت احتیاطی ظہر بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن علمائے حق نے احتیاط النہر کو قطعاً پسند نہیں کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جہاں جمعہ درست ہے وہاں احتیاط النہر کی کچھ حاجت نہیں اور جہاں جمعہ درست نہیں وہاں فریضہ ظہر جماعت سے پڑھنا چاہیے۔ اس جگہ جمعہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں اور بحر الرائق میں ہے کہ چار رکعتیں آخر ظہر کی نیت سے پڑھنا قوی مذہب کے خلاف ہے۔ اس پر اعتماد نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس میں خدشہ ہے کہ جملہ جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو جائیں گے۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے یہ چار رکعتیں نہ پڑھی جائیں۔ (رد مختار)

اور مولانا مفتی عزیز الرحمن نے لکھا کہ علمائے محققین حنفیہ احتیاط النہر سے منع فرماتے ہیں۔ اور یہ تو کسی بھی حنفی کا مسلک نہیں کہ جو ان جمعہ کو مشروط باحتیاط النہر کیا جائے۔ بلکہ محققین حنفیہ احتیاط النہر سے مخالفت کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ اس سے فریضہ جمعہ میں شبہ اور تردد لازم آتا ہے۔ لہذا اس سے احتراز کرنے میں احتیاط ہے تاکہ لوگ بالاترود اور بلاشبہ نماز جمعہ ادا کریں۔ درمختار میں بحر الرائق سے منقول ہے قد افیت ہر اسراً بعدہ صلوٰۃ الاسابیح بعدہا بنیتہ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیتہ الجمعۃ وهو الاحتیاط فی نہرمانتا۔ دیکھئے! صاحب بحر الرائق احتیاط النہر کے ترک میں احتیاط بتلاتے ہیں اور بحر الرائق کے مصنف علامہ ابن نجیم مصری ہیں جو فقہائے حنفیہ میں بڑے پایہ کے محقق ہیں شامی میں ہے کہ کتاب بحر الرائق علمائے حنفیہ کی مرجع ہے پس جو شخص کہتا ہے کہ احتیاط النہر کے بغیر جمعہ ہی نہیں ہو سکتا وہ مذہب حنفیہ سے ناواقف ہے۔“

## فصل ۱۶۶۔ جمعۃ الوداع اور قضاے عمری

رمضان المبارک کا آخری جمعہ بعض لوگوں کے زعم میں کچھ غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ بعض خلیب اس جمعہ کے

خطبہ میں وداع اور نوحہ و فراق کے مضامین اور اشعار پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہادی انا م صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اس جمعہ کی کوئی خصوصیت ظاہر نہیں فرمائی۔ اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس کے متعلق کچھ منقول نہیں اور کتب فقہ بھی اس کی فضیلت و خصوصیت کی طرف سے بالکل خاموش ہیں۔ اس لئے جمعۃ الوداع منانا بدعت و محدث ہے بعض لوگ جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے کسی بڑے شہر کا سفر کرتے ہیں۔ حالانکہ مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد انصاری کے سوا کسی کی طرف وہاں کی کسی فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے سفر کرنا احادیث نبویہ میں ممنوع ہے۔

مولانا محمد شفیع سابق مفتی دیوبند نے لکھا کہ جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے دہلی وغیرہ جانا بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے اول تو جمعۃ الوداع کو ایسی اہمیت دینا جو دوسرے جمعات میں نہ سمجھی جائے یہ ایک خود ساختہ خیال اور بدعت ہے۔ ثانیاً اس کام کے لئے سفر کرنا فضول و غرچہ ہے۔ ثالثاً حدیث لا تشدد بالرحال الا الى ثلثة مساجد کے خلاف ہے۔ رابعاً بسا اوقات روزہ میں بھی سفر کی وجہ سے خلل آتا ہے۔ وغیرہ الک من الامور

اور مولانا عبدالحی کھنڈی رقمطراز ہیں: الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت و توبہ سامعین ہوں تو امید ڈالنا ہے۔ مگر اس طریقے کا ثبوت قرون ثلاثہ میں نہیں ہے۔ البتہ آخر شعبان میں خطبہ استقبال رمضان احادیث میں وارد ہے۔ اور شاید جس نے اس طریقے کا ایجاد کیا۔ اُس نے آخر رمضان کے خطبہ کو خطبہ استقبال پر قیاس کیا۔ لیکن خطبہ وداع کا اہتمام کرنا جیسا کہ اس زمانہ میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا ابتداء سے خالی نہیں۔ علمائے معتمدین کو لازم ہے کہ اس طریقے کے التزام کو چھوڑیں تا عوام استغیاب و سببیت کے اعتقاد بلکہ اس طریقہ خاص کے ضروری جاننے سے نجات پائیں۔

بعض مقامات پر جمعۃ الوداع میں قضاے عمری پڑھی جاتی ہے۔ مولانا عزیز الرحمن مرحوم سابق مفتی دیوبند نے لکھا کہ قضاے عمری عند الحنفیہ مشروع نہیں ہے۔ پس رمضان کے آخری جمعہ میں چار رکعت نفل بہ نیت قضاے عمری پڑھنا شرعاً بے اصل ہے۔ اور یہ اعتقاد کرنا کہ چار رکعت نفل سے تمام عمر کی فوت شدہ نمازیں سر سے اُتر جاتی ہیں۔ نصوص صحیحہ و صحیحہ اور قواعد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے۔ جاہل کے سوا کوئی شخص ایسے عقیدے کو دل میں جگہ نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے اپنی تائید میں کتب فقہ کی عبارتیں نقل کر کے فرمایا ہے کہ ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ نماز قضاے عمری مکروہ ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ اس کا التزام حد تک و لذم تک پہنچ جائے۔ اور یہ کہ بہت تو نفس قضاے عمری میں ہے۔ اور وہ جو رمضان المبارک میں چار رکعت نفل کو قضاے عمری کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ تو وہ محض اختراع و احداث ہے۔



## فصل ۱۷۔ نمازِ جمعہ کے متفرق مسائل

(۱) جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین پر اس کا سُناوا واجب ہے خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور (۲) خطیب کو جائز ہے کہ خطبہ پڑھتے کی حالت میں کسی کو کوئی شرعی مسئلہ بتا دے (۳) حضور فخر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی خطیب میں آئے تو حاضرین زبان سے درود نہ پڑھیں البتہ دل میں پڑھ سکتے ہیں۔ (۴) بہتر یہ ہے کہ جو کوئی خطبہ دے وہی نماز پڑھا کر آئے اور اگر کوئی دوسرا پڑھا کر آئے تو بھی جائز ہے (۵) خطبہ ختم ہوتے ہی فی الفور اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مستحسن ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی دبیازی یا کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر خطبہ اور نماز میں زیادہ وقفہ ہو جائے تو خطبہ دوبارہ پڑھا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی دینی مجبوری پیش آجائے مثلاً امام کا وضو نہ رہے اور وہ وضو کرنے کو جائے تو اس میں نہ گراہت ہے اور نہ خطبہ کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔

(۶) بعض لوگ امام کے سامنے مسجد میں اذان دینے کو بدعت کہتے ہیں۔ مولانا مفتی عزیز الرحمن نے اس کا رد بلیغ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو عزیز الفتاویٰ صفحات ۶۵-۶۹) قیدی قید خانہ میں جمعہ نہیں پڑھ سکتے کیونکہ جیل میں حاکم نماز پڑھنے کا اذن عام نہیں جو نماز جمعہ کی ایک شرط ہے (۷) اگر عید الفطر یا عید الفصحی جمعہ کے دن ہو تو بعض لوگ اس دن جمعہ نہیں پڑھتے۔ حالانکہ اس دن دونوں نمازوں کا پڑھنا لازم ہے جمعہ کی نماز فرض ہے اور عید کی واجب (۸) مسلمانانِ اولوالامر یعنی حاکم وقت کے لئے خطبہ میں رعایا مانگنا جائز ہے لیکن اس کے ایسے صفات بیان کرنا جو اس میں نہ ہوں مکروہ تحریمی ہے مثلاً ظالم کو عادل کہا جائے تو یہ جھوٹ ہوگا۔ (۱۰) خطبہ سے پہلے خطیب کو محراب کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کذا فی الشامی

(۱۱) بعض جگہ رواج ہے کہ خطیب دو سرے خطبہ میں منبر سے ایک سیر صی اُترتے ہیں پھر چڑھتے ہیں یہ بدعت شنیع ہے۔ کذا فی الشامی (۱۲) مسنون ہے کہ منبر قبلہ کی بائیں طرف ہے یعنی جب امام قبلہ رخ ہو تو منبر اس کی دایمى طرف پر ہے (۱۳) جمعہ کے دن سفر کرنا اس صورت میں جائز ہے کہ شہر کی آبادی سے ظہر کا وقت داخل ہونے سے پیشتر نکل جائے سفر سے ایسی جگہ جانا مراد ہے جس کے باشندوں پر جمعہ واجب نہ ہو۔ کذا فی الشامی ردال کے بعد جمعہ پڑھنے سے پہلے سفر کرنا مکروہ ہے نہ دال سے پیشتر مکروہ نہیں کیونکہ اس سے پیشتر اس پر جمعہ ہی واجب نہیں۔

(۱۴) فریقہ جمعہ میں سورہ جمعہ اور منافقون یا سورہ اعلیٰ اور غاشیہ پڑھنا مستحسن ہے مگر اس قرأت کو کبھی کبھی



چھوڑ بھی دیا کریں (۱۵) محیط میں ہے کہ جس طرح کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے اسی طرح خطبے کے وقت ہاتھ میں عصا لینا بھی سنون ہے کذا فی الشامی۔ لیکن حسب بیان شیخ عبدالحق صاحب سفر السعاده نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے کمان یا عصا کے سہارے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے لیکن یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ منبر بننے اور اس پر کھڑے ہونے کے بعد بھی آپ نے کبھی کسی چیز کا سہارا لیا ہو۔ (مدارج النبوت)

(۱۶) ایک دیہاتی جمعہ کے قصد سے اور نیز دوسری حاجات کے لئے شہر کو چلا۔ اگر اس کا غالب مقصد جمعہ پڑھنا ہے تو اس کو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عبادت میں کسی اور غرض اور مقصد کو بھی شریک کر لے۔ تو غالب کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً حج میں تجارت کا ارادہ کرے تو حج کا ثواب اسی وقت ہوگا جبکہ غالب مقصود حج ہو۔ کذا فی الشامی (۱۷) لوگوں کی گردنوں پر کو پھاندنا ایک ایسا عمل ہے جو خطبہ کی حالت میں جائز نہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے اگر لوگوں کو ایذا نہ ہوتی ہو تو آگے بڑھ جانا ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر اگلی صف میں فرجہ چھوٹا ہو اور اس کو بھرنے کے لئے کسی کو ایذا بھی ہوتی ہو۔ تو ضرورت کی وجہ سے پھاندنا درست ہے (در مختار)

اس سے معلوم ہوا کہ صفوں میں اس طرح مل کر بیٹھنا چاہیے کہ پیچھے سے آنے والوں کے لئے گردنوں پر سے پھاند کر آگے بڑھنے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ مگر شامی نے لکھا ہے کہ خطبہ سے پہلے فرجہ پڑھنے کے لئے بھی لوگوں پر سے پھاندنے کی اس وقت اجازت ہے جب اور کوئی جگہ نہ ہو۔ (۱۸) جمعہ کے روز ٹھیک دوپہر میں بھی بوجہ قول امام ابو یوسف نقل پڑھنا مکہ وہ نہیں۔ اور یہ صحیح معتمد ہے۔ (۱۹) دوسری نمازوں کے برخلاف جماعت نماز جمعہ کی لازمی شرط ہے (۲۰) نماز جمعہ کی دو ہی رکعتیں ہیں۔ خواہ کوئی شخص شریعت نماز سے شریک ہو یا ایک رکعت کے بعد یا قعدے کے اخیر میں۔ یہ نہیں کہ اگر کسی کو جمعہ کی کوئی رکعت نہ ملی ہو۔ تو وہ نماز طہرادا کرے۔

## فصل ۱۶۸۔ عید الفطر اور عید الاضحی

عید الفطر شوال کی پہلی تاریخ کو اور عید الاضحی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ اسلام میں یہ دونوں دن ہجرت دوسرے دن ہیں۔ ان دونوں عیدوں کے روز دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ نماز جمعہ کے وجوب اور اس کی صحت کے جو شرائط صفحات گزشتہ پر درج ہیں۔ وہ سب عیدوں کی نمازیں بھی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ



فرض اور اس کی شرط ادا ہے۔ اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔ لیکن دونوں عیدوں کا خطبہ سنت ہے اور اسے نماز کے بعد پڑھتے ہیں جس طرح خطبہ جمعہ کا سنتنا واجب ہے اسی طرح عیدوں کا خطبہ سنتنا بھی واجب ہے۔ یعنی اس وقت نماز و کلام وغیرہ سب حرام ہے۔

عید الفطر کے دن یہ امور مستنون ہیں (۱) غسل اور مسواک کرنا (۲) بہترین لباس جو میسر ہو پہنتا (۳) خوشبو لگانا (۴) عید الفطر میں جانے سے پہلے کھجوریں یا کوئی اور میٹھی چیز کھانا (۵) عید گاہ کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔ (۶) عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد اپنی قربانی کا گوشت کھانا (۷) نماز عید گاہ میں جا کر پڑھنا یعنی مسجد میں بلا عذر عید کی نماز نہ پڑھنا (۸) پیدل جانا (۹) ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا۔ (۱۰) نماز عید سے پہلے گھر میں یا عید گاہ میں اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ آپ عید گاہ جا کر نماز عید پڑھتے تھے۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نماز عید کے لئے باہر صحرا میں جانا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ کیونکہ آپ اپنی مسجد کے فضل و شرف کے باوجود عید گاہ میں جایا کرتے تھے۔ پس دوسرے مقامات پر توبہ طریق اولیٰ باہر جا کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اور لوگ جو مسجدوں میں نماز عید پڑھتے ہیں تو یہ خلاف سنت ہے و حیر اس صورت کے کہ کوئی عذر ہو۔ حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ عذر باران کی وجہ سے نماز عید مسجد میں پڑھی تھی اور شرح ابن الہمام میں ہے کہ امام یعنی حاکم وقت خود تو سب لوگوں کے ساتھ صحرا میں جا کر نماز پڑھے اور اپنے پیچھے کسی ایسے شخص کو چھوڑ جائے جو ضعفاء کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھے۔ (مدارج)

عید الاضحیٰ میں زور سے تکبیر کہتے ہوئے جانا مستحب ہے۔ عید الفطر میں اگر آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ تکبیر یہ ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ نماز عید کی نیت یہ کہیں۔ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی واجب نماز چھ زائد تکبیروں سمیت اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھیں۔ پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑ دیں۔ پھر دوسری بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہیں۔ اور ہاتھ چھوڑ دیں۔ پھر تیسری مرتبہ ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ باندھ لیں۔ پھر امام اعوذ باللہ، بسم اللہ، سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ کر رکوع کرے۔ پھر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں تو امام پہلے قرائت کرے۔ قرائت سے فارغ ہونے کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر دوسری



تکبیر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں۔ پھر کاؤں تک ہاتھ اٹھا کر تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں پھر بغیر ہاتھ اٹھائے جو تھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور حسب قاعدہ نماز پوری کریں۔

نماز کے بعد امام منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں عید کے خطبوں کے بعد گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تابعین اور تابع تابعین سے دعا منقول نہیں لیکن چونکہ تمام پچگانہ نمازوں کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے اس پر قیاس کر کے دعا مانگنا مستحسن سمجھا جائے گا۔ خطیب عیدین کے خطبہ کا آغاز تکبیر یعنی اللہ اکبر سے کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اور دوسرے میں سات مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ خطیب پر لازم ہے کہ خطبے میں اس روز کے مناسب احکام یعنی صدقہ فطریہ تکبیرات تشریق اور قربانی کے احکام بیان کرے۔ جب آفتاب بلند ہو جائے۔ اور آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ تو اس وقت سے شروع ہو کر قبل از زوال تک نماز عید کا وقت رہتا ہے۔ اگر کسی کو امام کے ساتھ نماز عید نہ ملی تو اب وہ تنہا نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ عید میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شریک جماعت ہوا اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی۔ تو وہ اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے البتہ اگر کچھ اور لوگ بھی جنہیں نماز عید نہیں ملی شریک ہو جائیں تو وہ گناہ عید کی جماعت کرنا واجب ہے۔

اگر کسی عذر کی بنا پر نماز عید نہ پڑھی گئی مثلاً بارش ہو رہی تھی یا ہلال عید نہ دیکھا گیا اور دوسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا کہ گذشتہ شب چاند نکلا تھا تو چاہیے کہ سب لوگ روزہ افطار کر دیں اور اگلے دن نماز عید پڑھ لیں۔ عید اصحیٰ کی نمازیں بلا عذر بھی یا رخصتوں یا سحری تک تاخیر کرنے سے نماز بالکرامت ہو جائیگی۔ لیکن عید الفطر کی نماز بلا عذر تاخیر کرنے سے نماز نہ ہی ہوگی۔ اگر کوئی شخص نماز عید میں ایسے وقت اگر شریک جماعت ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا ہو تو اگر حالت قیام میں اگر شریک ہوا تو نیت پڑھنے کے بعد فوراً تکبیریں کہہ لے گا امام قرائت شروع کر چکا ہو اور رکوع کے وقت اگر شریک ہوا۔ تو نیت پڑھ کر حالت قیام میں تکبیر تحریر کرے۔ اور پھر رکوع میں جائے اور حالت رکوع میں سبحان ربی اعظم پڑھنے کی بجائے تکبیریں کہہ لے۔ لیکن رکوع میں تکبیریں کہنے تو ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر تکبیریں پوری کرنے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی امام کے ساتھ سر اٹھالے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس کو معاف ہیں۔

جو شخص دوسری رکعت میں شریک جماعت ہوا جب وہ امام کے سلام کے بعد اٹھ کر پہلی رکعت پڑھنے لگے۔ تو قرائت پہلے کرے۔ اس کے بعد تکبیریں کہے تاکہ وہ ان رکعتوں کی تکبیریں پے درپے نہ ہوں۔ اگر امام تکبیر کرنا بھول جائے



اور رکوع میں اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو تو حالت رکوع ہی میں تکبیریں یاد آ کر کہہ لے لیکن ہاتھ نہ اٹھائے۔ اگر قیام کی طرف لوٹ جائے تو بھی جائز ہے یعنی اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ نماز جمعہ کی طرح نماز عید میں بھی بوجہ کثرت ازدحام سجدہ سہو معاف ہے۔

## فصل ۱۶۹۔ نماز عید کی چھ فاضل تکبیروں کا اثبات و بارہ کی نفی

سوال۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دو گانہ عید میں تین تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں ان چھ تکبیروں کا کیا ثبوت ہے؟  
جواب۔ سعید بن عاص رض کا بیان ہے کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیداً صبحی اور عید فطر میں کتنی کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ رض نے کہا کہ نماز جنازہ کی طرح چار چار تکبیریں کہتے تھے۔ حذیفہ رض نے کہا ابو موسیٰ نے سچ کہا۔ ابو موسیٰ رض بولے جب میں حاکم بصرہ تھا تو وہاں اتنی ہی تکبیریں کہا کرتا تھا۔ رواہ ابو داؤد۔ پہلی رکعت کی چار تکبیروں میں تکبیر تحریمہ اور دوسری رکعت کی چار تکبیروں میں رکوع جانے کی تکبیر شامل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رض عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ قرائت سے پہلے (تکبیر پہ سمیت) چار کہتے تھے۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاتے تھے۔ پھر دوسری رکعت میں قرائت کرتے تھے۔ قرائت سے فارغ ہو کر رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیریں کہتے تھے۔ پھر رکوع میں جاتے تھے۔ رواہ عبد الرزاق فی مصنف۔

عن سفیان الثوری عن ابی اسحق عن علقمہ والاسود و سہی ابیضا نحوه عن ابن عباس و انس و المغیرہ بن شعبہ۔

امام محمدؒ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ عید کی تکبیروں میں لوگ مختلف ہیں لیکن فضل وہ ہے جو ابن مسعود رض سے مروی ہے وہ ہر عید میں نو تکبیریں کہتے تھے پہلی میں پانچ اور دوسری میں چار۔ انہی میں تکبیر افتتاح اور تکبیر رکوع داخل ہیں پہلی رکعت میں قراۃ کو مؤخر کرتے اور دوسری میں قرائت کو مقدم کرتے تھے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ابو حنیفہؒ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے (حاشیہ ترمذی از مولانا احمد علیؒ)۔

سوال۔ ابو داؤد کی چار اور ترمذی کی ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی پہلی رکعت میں سات

اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے اور ترمذی نے اپنی حدیث کو حسن بتایا ہے۔

جواب۔ یہ پانچوں کی پانچوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ ابو داؤد کی پہلی دو حدیثوں میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے تیسری میں عبد اللہ بن عبد الرحمن ثقفی ظالفی اور چوتھی میں سلیمان بن حیّان مجروح ہے اور ترمذی کی حدیث میں کثیر بن عبد اللہ ایک راوی سخت ضعیف ہے۔ امام شافعیؒ اور ابو داؤد نے کثیر بن عبد اللہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دروغگوئی کے سنتوں میں سے ایک سنتوں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں لکھا ہے کہ ترمذی نے جو اس حدیث کی تحسین کی ہے تو اس پر ایک جماعت نے انکار کیا ہے۔ اور امام نوویؒ نے خلاصہ میں ترمذی کی تحسین کے بارہ میں لکھا کہ شاید انہوں نے دوسرے شواہد سے اس کو تقویت پہنچالی ہوگی۔

لیکن مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے کتاب بذل المجہود فی حل ابی داؤد میں فرمایا کہ اگر ترمذی کے پاس کوئی شواہد ہوتے تو وہ ان کو پیش کرتے لیکن انہوں نے کسی کا ذکر نہیں کیا۔ اسی بنا پر علماء و امام ترمذیؒ کی اس تحسین پر اعتماد نہیں رکھتے۔ جو حضرات اس مسئلہ کی تفصیل چاہیں وہ بذل المجہود جلد ۲ صفحہ ۲۰۵-۲۰۷ کی طرف رجوع کریں۔ کتاب تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عبید میں نو تکبیریں ہیں۔ پہلی میں قراوت سے پہلے پانچ کہیں اور دوسری رکعت میں قراوت سے شروع کہیں۔ اور آخر میں تکبیر کو سیمیت چار تکبیریں کہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے متقدم اصحابؓ سے یہی مروی ہے اور یہی اہل کوفہ اور سفیان ثوری کا قول ہے۔

## فصل ۱۰۰۔ تکبیرات تشریق

حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ **وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ** علامہ شامیؒ فرماتے ہیں ايام معدودات سے ايام تشریق مراد ہیں۔ تکبیر تشریق صحیح تر قول میں ہر فرض نماز کے بعد ایک بار واجب ہے (در مختار) تکبیر یہ ہے۔ **اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**۔ تکبیر کے واجب ہونے کا دلیل یہ ہے کہ اس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی اور اس کو کبھی ترک نہ کیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ بھی اس کے ہمیشہ پابند رہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیر تشریق کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ فرض نماز شہر میں جماعت سے پڑھے۔



گئی ہو اور نمازی مقیم آزاد مرد ہو۔ پس ان کے نزدیک مسافر غلام یا عورت پر تکبیر تشریق واجب نہیں بجز اس صورت کے یہ لوگ ایسے امام کا اقتداء کریں جس پر تکبیریں واجب ہوں لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہر اس مسلمان پر تکبیر تشریق واجب ہے جو فرض نماز ادا کرے کیونکہ تکبیر نماز ہی کے تابع ہے۔

صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک گداؤں والوں پر بھی تکبیر واجب ہے اور اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے واما عندہما فهو واجب علی کل من یصلی المکتوبۃ لانتہ تبع لہما فیجب علی المسافر والمرأة والفرادی (صاحبین کے نزدیک تکبیر ہر اس شخص پر واجب ہے جو فرض نماز پڑھے کیونکہ تکبیر فرض ہی کے تابع ہے۔ پس مسافر عورت اور تنہا نماز پڑھنے والے پر بھی واجب ہے) اور کتاب السراج الوداع اور جوہرہ منبرہ میں لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے۔ (بہشتی زیور) چونکہ صاحبین کے نزدیک تکبیر سب پر واجب ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ منفرد اور عورت اور مسافر افراد دیہات کے رہنے والے بھی تکبیر کہیں۔

تکبیر یوم عرفہ نویں ذوالحجہ کی نماز فجر سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک پڑھنا واجب ہے۔ یہ تیس نمازیں ہوئیں۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تکبیر تشریق روز عرفہ کی صبح سے عید کے دن نماز عصر تک یعنی صرف اٹھ نمازوں کے بعد واجب ہے لیکن ائمہ ادرعل صاحبین کے قول پر ہے۔ اور اسی پر فتوے ہے کیونکہ صاحبین کی دلیل قوی ہے۔ کذا فی الطحاوی۔ نماز عید پڑھ کر بھی تکبیر تشریق کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں اس لئے ان کی پیروی ضرور ہے اور علمائے بلخ بھی اسی پر ہیں۔ کذا فی الدر المختار۔ فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد فوراً تکبیر کہنی چاہیے۔ اس تکبیر کا آواز سے کہنا واجب ہے۔ ہاں عورتیں آہستہ آواز سے کہیں۔ اگر امام بھول جائے جب بھی مقتدی ضرور کہیں۔

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ تکبیر تشریق ایک دفعہ کہی جائے یا تین بار۔ مگر مشہور قول ایک ہی دفعہ کا ہے۔ مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں۔ کہ ایک سے زائد مرتبہ کا قول ضعیف ہے۔ اور ضعف سے قطع نظر مرتبہ والے زیادت کو خلاف سنت کہتے ہیں۔ خود اہل زیادت بھی مرتبہ سنت ہونے پر منفق ہیں۔ پس احتیاط مرتبہ ہی میں ہے (امداد الفتاویٰ)

## فصل ۱۱۔ تہجۃ الوضو اور تہجۃ المسجد

تہجۃ الوضو اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کریں دو رکعت نفل پڑھ لیا کریں لیکن جس وقت نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھیں۔ حدیثوں میں تہجۃ الوضو کی بڑی فضیلت مذکور ہے۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح کے بعد حضرت بلال رضی کو طلب فرمایا۔ اور کہا کہ تم وہ کونسا عمل کرتے ہو جس کی برکت یہ ہے کہ جب کبھی میں (خواب بیداری یا مکاشفہ میں) بہشت میں داخل ہوا اپنے آگے تمہارے پاؤں کی آواز سنی (یعنی کس عمل کی بدولت تم اس خدمت خاص سے مشرف ہوئے۔ کہ میرے آگے اس طرح چل رہے تھے جس طرح مخدوموں کے آگے خادم چلتے ہیں)۔

انہوں نے التماس کی یا رسول اللہ! میں جب کبھی بے وضو ہوا۔ فی الفور تازہ وضو کر لیا۔ اور جب کبھی وضو کیا۔ میں نے اپنے اوپر دو رکعتیں لازم کر لیں۔ آپ نے فرمایا انہی دو عملوں کی وجہ سے تم اس شرف سے مشرف ہوئے۔ رواہ الترمذی بخاری وسلم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن انہوں نے ہر دفعہ بے وضو ہونے کے بعد وضو کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ جب کبھی میں نے وضو کیا اس کے بعد نفل نماز پڑھی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کا بڑا اجر اور ثواب ہے۔

بعض جگہ رواج ہے کہ لوگ مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور چند منٹ سستا کر مصروف نماز ہوتے ہیں۔ مگر نماز سے پہلے سستانے کی کوئی اصل نہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ تم میں سے جو کوئی مسجد میں داخل ہو وہ دو رکعت نفل پڑھ کر بیٹھے۔ رواہ البخاری وسلم جابر رضی کا بیان ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ دو رکعت پڑھ لو۔ رواہ البخاری وسلم اگر وضو مسجد میں جا کر کریں اور تہجۃ الوضو پڑھیں تو پھر تہجۃ المسجد کی ضرورت نہیں رہتی۔ مسجد میں جا کر سنت موکدہ پڑھیں تو وہ تہجۃ المسجد کی قائم مقام ہو جاتی ہے۔ ہر دن کے لئے ایک بار تہجۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔ درختار میں ہے کہ تہجۃ الوضو کی دو رکعت اعضاء وضو کے خشک ہونے سے پہلے پڑھ لیں۔



## فصل ۱۷۲۔ نمازِ ضحیٰ و اوابین

صبح اور صبح کے معنی ہیں دن کا چڑھنا۔ پس اس وقت کی نماز کو نمازِ ضحیٰ کہتے ہیں۔ ضحیٰ کی دو نمازیں ہیں ایک کو نمازِ اشراق کہتے ہیں اور دوسری کو نمازِ چاشت۔ طلوع کے بعد جب آفتاب ایک دو نیزے بلند ہو تو اس وقت نمازِ اشراق پڑھی جاتی ہے اور جب آفتاب بقدر ریلِ آسمان سے انصاف نہا نہ کہ بلند ہو جائے تو اس وقت کی نماز کو نمازِ چاشت سے موسوم کرتے ہیں۔ اکثر احادیث میں صلوٰۃ ضحیٰ دونوں نمازوں اشراق اور چاشت پیش مل ہے لیکن ضحیٰ کا زیادہ استعمال نمازِ چاشت پر ہوتا ہے۔

نسائی کی ایک حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب آفتاب مشرق کی جانب اتنی بلندی پر ہوتا ہے جب عصر کے وقت مغرب کی جانب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھتے تھے اور جب مشرق کی جانب اس انداز پر ہوتا تھا جیسا ظہر کے وقت مغرب کی جانب ہوتا ہے تو آپ چار رکعت پڑھتے تھے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ضحیٰ کی دو نمازیں ہیں۔ نمازِ اشراق کا ادنیٰ درجہ دو رکعتیں ہیں اور اکثر چھ رکعتیں۔ اور چاشت کی دو رکعتیں ہیں اور اکثر بارہ رکعتیں لیکن اکثر علماء کے نزدیک چاشت کی مختار چار رکعتیں ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی نماز صبح پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے پھر آفتاب کے طلوع اور بلند ہونے کے بعد ضحیٰ (یعنی اشراق) کی دو رکعتیں پڑھے اس اثنا میں نبیک بات کے سوا کوئی لفظ زبان پر نہ لائے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔ رواہ ابو داؤد۔ اسی جگہ بیٹھا رہے۔ اس سے علی قاریؒ نے یہ مراد لی ہے کہ ذکر و فکر میں یاد دوسرے امور خیر میں مشغول نہ ہو سکے۔ علم کے یاد و غلط و بیعت اور درس و تدریس کے یا طواف بیت اللہ میں مصروف رہے۔

اور طاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ پر یا اس کے قریب بیٹھا رہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی کھینچ پڑھا کرتی تھیں اور فرمایا کہ میں نے اسے بغرض محال میرے والدین بھی زندہ ہو جائیں تو ان کی ملاقات کی خوشی میں بھی اس نماز کو نہ چھوڑوں۔ رواہ مالک۔

نمازِ اوابین کی نسبت عمار بن یاسر صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اس کی مغفرت ہو جائے۔

ہے اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ برابر ہوں۔ رواہ الطبرانی۔ اور فرمایا جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے ان کے درمیان کوئی بیہودہ کلام نہ کرے۔ اس کو یا رہ برس کی (نقلی) عبادت کا ثواب ملتا ہے رواہ الترمذی گو ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں حق تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار کرے گا۔ رواہ الترمذی۔ شیخ عبدالحقؒ نے لکھا کہ اس حدیث کو محدثین نے ضعیف کہا ہے مگر سلف صالح اس کو ہمیشہ پڑھتے تھے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ نماز ادا بین کی چار اور دو رکعتیں بھی روایت کی گئی ہیں۔ پس اقل دو رکعت اور اکثر بیس ہیں۔

## فصل ۳۱۔ نمازِ مستحب

ہجرت کے معنی نوم ہیں۔ شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ جس طرح تاثم یعنی ترک اثم اور تحنث یعنی ترک اثم کے آتے ہیں اسی طرح تہجد کے معنی ترک نوم کے ہیں۔ چونکہ نماز تہجد نیند کے بعد بیدار ہونے پر پڑھی جاتی ہے اس لئے اس نام سے موسوم ہوئی۔ (منازع) نماز پنجگانہ کے بعد عبادات میں نماز تہجد سے بڑھ کر شاید کوئی افضل عمل نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیام لیل یعنی تہجد کو لازم کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ ہے۔ رات کا قیام قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ سیئات کو محو کرنا اور گناہوں سے باز رکھنا ہے۔ رواہ الترمذی

اور فرمایا کہ بندہ کچھلی رات میں اپنے پروردگار سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے پس ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہونے کی کوشش کرو جو اللہ تعالیٰ کو کچھلی رات میں یاد کرتے ہیں۔ رواہ الترمذی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ پھر اگر بیوی (نیند کے غلبہ میں) نہ جاگی تو (بیدار کرنے کے لئے) اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دئے۔ رواہ ابوداؤد والنسائی۔ چھینٹے دینے سے مراد جگانے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اپنی رفیقہ حیات اور دوسرے ماتحتوں کو کسی کار خیر پر مجبور کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور فرمایا کہ بہشت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے باہر کی چیزیں ان کے اندر سے اور اندر کی چیزیں ان کے باہر سے دکھائی دیتی ہیں۔ یہ بالا خانے خدائے قدیر نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھے ہیں جو نومی سے یاس کرتے ہیں۔ کھانا کھلاتے ہیں۔ پے در پے (نقلی) روزے رکھتے ہیں اور رات کو ایسے وقت نماز



پڑھتے ہیں کہ آدمی سوتے ہوں۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان والترمذی فی معنہ۔ اور بعض علماء نے لکھا کہ پئے درپئے نفلی روزے رکھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھ لیا کرے۔

حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم دن کے علاوہ عموماً آٹھ رکعت نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ دس اور بار رکعت بھی ثابت ہوئی ہیں۔ شامی نے کہا کہ تہجد کی کمتر تعداد دو رکعتیں اوسط چار اور اکثر آٹھ رکعتیں ہیں۔ پھر اگر نمازی چاہے کہ تہائی رات جاگے اور وہ تہائی سوئے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی میں جاگے اور اگر نصف شب جاگنا چاہے تو آخر نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصے کرے۔ پہلے تین حصوں میں سوئے اور چوتھے اور پانچویں میں جاگے اور چھٹے میں سوئے کیونکہ صحیحین میں مروی ہے کہ حق تعالیٰ کو تمام (نفلی) نمازوں سے زیادہ محبوب داؤد علیہ السلام کی نماز ہے کہ وہ آدھی رات سوتے۔ پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ سوتے تھے کذا فی الحلیہ۔

## فصل ۱۷۱۔ نمازِ توبہ

اگر کبھی آدمی سے کوئی معصیت سرزد ہو جائے تو نادام ہو کر بھٹ و مومسرتے دو گنا نماز پڑھے اور استغفار کرتے ہوئے اس معصیت سے توبہ کرے۔ گذشتہ پر رنج و زحمت کرے اور آئندہ عزم بالبحزم کرے کہ پھر اس برائی کا مرتکب نہ ہوں گا۔ غرض مسلمان کو توبہ سے کسی ساعت بھی خالی نہ رہنا چاہیے۔ جو نہی کوئی گناہ سرزد ہو مگر سچے دل سے توبہ کرے۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور انہوں نے سچ کہا کہ میں نے رسول امین صلی اللہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو اور وہ وضو کرے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ کی بخشش مانگے تو خدا اسے آمرزگار اسے بخش دیتا ہے رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا یہ جملہ معترضہ ہے جس کو جناب علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور صدق گوئی کے اظہار کے لئے کہا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایسے راست گو تھے کہ حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا لقب صدیق رکھا مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب تک راوی کو قسم نہ دے لیتے اور وہ حلف اٹھا کر یہ نہ کہہ لیتا کہ میں نے خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے اس وقت تک کسی حدیث کو قبول نہ فرماتے تھے لیکن جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث سننے تو قسم کے بغیر ہی



قبول فرما لیتے۔ گو حدیث میں وضو ہی کا ذکر ہے لیکن علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ غسل افضل ہے اور غسل بھی ٹھنڈے پانی کے ساتھ بہتر ہے۔ بخشش چاہنے سے مراد زبان سے استغفار پڑھنا اور دل میں ندامت کے ساتھ توبہ کرنا اور یہ عزم صمیم کرنا ہے کہ پھر کبھی اس کام کے نزدیک نہ پھٹکے گا۔ لیکن ندامت اور انابت کے ساتھ حقوق العباد کا تدارک کرنا اور حق داروں کے حق پہنچانا بھی توبہ کے لوازمات میں سے ہے۔

## فصل ۵، نمازِ حاجت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ کی طرف یا آدمیوں میں سے کسی کی طرف کوئی حاجت ہو تو اس کو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نفل پڑھ کر رپا تھ اٹھائے اور اللہ کی تعریف کرے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے (یعنی یہ کہے الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین) اس کے بعد یوں کہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مَا أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِكَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَاسْلَامَةٍ مِنْ كُلِّ آثِمٍ لَأَتَدَّعِيَ فِي ذَنْبًا إِلَّا الْغَفْرَتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجَتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ سِرًّا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ رواه الترمذی وقال حدیث غریب (ترجمہ) اللہ حلیم وکریم کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عرشِ عظیم کا پروردگار پاک ہے۔ اور سب تعریف اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔ الہی! میں تجھ سے تیری رحمت کے واجب کرنے والی خصالتوں اور تیری بخشش کے واجب کرنے والے عملوں کی درخواست کرتا ہوں۔ اور ہر نیکی سے غنیمت یعنی پوری نیکی اور ہر گناہ سے بچاؤ اور ہر گناہ سے سلامتی کا ملتی ہوں۔ میرا کوئی ایسا گناہ نہ چھوڑ جس کو نہ بخشے اور نہ کوئی تیری پسندیدہ حاجت جس کو پورا نہ کرے (یعنی ایسی حاجت کو پورا کر دے جو تیری خوشنودی کا سبب ہو ورنہ اس سے باز رکھ)۔ اسے سب ہر بالذات کے زیادہ حیران

علامہ علی قاریؒ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے نقل ہیں کہ اپنی حاجت کے لئے ہفتے کی صبح کو نکلنا مستحب ہے بوجہ ارشاد سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو کوئی اپنی حلال حاجت کی طلب میں ہفتے کے دن صبح کو جائے



میں اس حاجت کے روا ہونے کا ضامن ہوں۔“

## فصل ۱۱۔ نمازِ استخارہ

حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سب کاموں میں دعائے استخارہ اسی اہتمام سے سکھاتے تھے جس طرح آپ کو قرآن کی سورتیں سکھانے کا اہتمام تھا۔ آپ فرماتے کہ جب کوئی کسی (سب) کام کا قصد کرے (اور اس کی بھلائی میں متردد ہو مانند سفر اور تجارت اور نکاح وغیرہ کے) تو چاہیے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ مَا لَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ مَا لَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ط اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْ لِّیْ وَاِیْسَرْ لِّیْ ثُمَّ بَايِرْکَ لِّیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْ عَنِّیْ الْخَیْرَ حَيْثُ کَانَ ثُمَّ اسْرِضْ لِّیْ بِہِ۔ اس کے بعد اپنی حاجت کا نام لے۔ رواہ البخاری

اور جب اُن الفاظ پر جن پر خط کھینچا ہوا ہے پہنچے تو اس کے پڑھتے وقت اس کام کا خیال دل میں لائے۔ جس کے لئے استخارہ کیا گیا ہے جو کام محض خیر ہو اس میں تعین وقت یا حالت مخصوص کے لئے استخارہ ہوگا۔ اور واجب اور مستحب امر کے کرنے یا حرام اور مکروہ کے چھوڑنے میں استخارہ نہیں کرنا چاہیے۔ اوقات مکروہہ کے سوا جس وقت چاہیں نمازِ استخارہ پڑھیں۔ سفر جانے کا ارادہ ہو تو ہذا الامر یہ کام کی بجائے ہذا السفر وغیرہ کہنا چاہیے۔ استخارہ سات دن تک پڑھنا چاہیے! اور اگر عجلت کا کام ہو تو ایک دو دن ہی میں سات مرتبہ پڑھ لیں۔ مگر مکروہ اوقات سے احتراز کریں۔ عجب نہیں کہ استخارہ کی برکت سے جو بات اس کے حق میں موزون و مناسب ہو اس پر دل قرار پکڑ جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خواب میں اس کام کا حسن و قبح معلوم ہو جائے۔

لیکن کوئی تجارتی یا صنعتی کاروبار شروع کرنا ہو تو اس میں اس وقت تک ہرگز سرمایہ نہ لگائیں جب تک پہلے اس کام کا اچھی طرح تجربہ نہ حاصل کر لیں۔ بعض لوگ تجربہ حاصل کئے بغیر کسی کام میں اندھا دھند سرمایہ لگا دیتے



ہیں اور پھر تھوڑی مدت میں اس کو تباہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کہتے لگتے ہیں کہ ہم نے استخارہ پڑھ کر کام شروع کیا تھا مگر نقصان اٹھایا۔ حالانکہ وہ استخارہ کے بعد اس بنا پر غلط فہمی کا شکار ہوئے کہ بعض اوقات جو غیر مفید خواہش واردہ ان کے دل میں بچتے ہو چکا تھا اور استخارہ کے بعد اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس کو وہ منجانب اللہ سمجھ بیٹھے تھے۔

صحیح طریق کار یہ ہے کہ جو کاروبار شروع کرنا ہو پہلے سال دو سال تک اس میں کہیں ٹوکری کر کے خوب تجربہ حاصل کیا جائے۔ جب تمام نشیب و فراز پرہیز و سخن عبور حاصل ہو جائے تو پھر استخارہ کر کے اس کام کو شروع کریں انشاء اللہ العزیز کامیابی ہوگی۔ اور جو لوگوں میں مشورے کے نماز استخارہ پڑھ کر کنوئیں میں چھلانگ لگا دیں تو بھی کچھ ضرر نہ پہنچے گا یہ سخت مال نا اندیشانہ مشورہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ عوام الناس تقویٰ و طہارت اور تعلق باللہ کے اُس مقام پر نہیں کہ ان کی استعداد استخارہ سے لازماً صحیح رہنمائی حاصل کر سکے اس لئے استخارہ کے علاوہ وہ اصحاب المرأے سے مشورہ لینے کے زیادہ محتاج ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے کسی ارادت مند کے استفسار پر لکھا تھا کہ استخارہ کرنے سے کام میں کامیابی ہوگی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ استخارہ کرنے سے یقینی امید کی کوئی دلیل نہیں۔ ثمرہ کا مرتب ہونا مشکوک ہی رہتا۔ اور درجہ شک میں بھی استخارہ کو کوئی دخل نہیں بلکہ قبل استخارہ ثمرہ جس طرح مشکوک تھا بعد میں بھی ویسا ہی مشکوک رہتا ہے۔ استخارہ میں کامیابی کا وعدہ نہیں بلکہ حصول خیر کا وعدہ ہے۔ خواہ خیر ظاہری ہو یا باطنی۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۷۳-۳۷۵-۳۷۶۔ ملقطاً)

## فصل ۱۷۱۔ صلوٰۃ الشیخ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غم محترم حضرت عباسؓ سے فرمایا تھا کہ میں تم کو ایک ایسی نماز بتاتا ہوں جس کے پڑھنے سے تم دس خصلتوں کے مالک بن جاؤ گے! اور خدائے آمرزگار تمہارے پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے سہواً اور عمدہً چھوٹے اور بڑے چھپے اور ظاہر تمام گناہ بخش دے گا۔ چار رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھنے کے بعد پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہو



پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلِيِّ کے بعد ان کلمات کو دس بار کہو پھر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد دس بار۔ پھر سجدے میں دس بار پھر دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس بار پھر دوسرے سجدے کے بعد دس بار بیٹھ کر دس بار۔ یہ تسبیحیں پچھتر بار ہوئیں۔ اسی طرح چاروں رکعتوں میں پڑھو۔ اگر اس کو روزانہ پڑھ سکے تو ہر روز ایک بار پڑھو۔ ورنہ ہفتہ میں ایک بار اور بیس بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک بار ورنہ ہر سال میں ایک بار اور اگر ہر سال بھی نہ پڑھ سکے تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لو۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ

علمائے نے لکھا ہے کہ یہ تسبیحات قعدوں میں التحیات کے پہلے پڑھیں بخلاف ادرار کان کے اور اگر سجدہ سہو کی احتیاج پڑے تو ان سجدوں میں تسبیحات دہ پڑھیں ورنہ تین سو سے زیادہ ہو جائیں گی۔

سوال۔ کیا صلوٰۃ التنبیخ کی حدیثیں صحیح ہیں؟

جواب۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مرحوم نے ان حدیثوں پر کتاب نزل الابرار میں بڑی جرح قذح کی ہے اور امام ابن جوزی نے ان کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ لیکن مولانا خلیل احمد نے کتاب بادل المجدد میں ان پر مفصل بحث کی ہے ملاحظہ بادل المجدد جلد ۲ ص ۲۷۷

## فصل ۸۷۔ نماز طلب باران

نماز استسقاء یعنی طلب باران بھی مسنون ہے لغت میں استسقاء کے معنی دوسرے سے پانی عطا کرنے کی درخواست کرنے کے ہیں اور شریعت میں خشک سالی کے وقت مالک الملک سے ایک خاص صورت پر مہینہ طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ نماز استسقاء کے لئے لوگوں کو برابر تین روز تک آبادی سے باہر نکلتا چاہیے۔ باہر جنگل یا میدان میں جانے کا حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے رہنے والے نہ ہوں۔ ان تینوں شہروں کے باشندے دہاؤں کی فصل مساچر میں جانے کے مامور ہیں۔ امام یعنی حاکم وقت کو منتخب ہے کہ باہر نکلنے سے پہلے لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے اور گناہوں سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے اور توبہ خالص کا یہ مطلب ہے کہ لوگ حق داروں کے حقوق بھی ادا کر دیں کہ توبہ میں حقوق العباد ادا کرنے کی یہ شرط برابر لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق توبہ کرنے والے کے ذمے نہ رہے کذا فی الطحاوی

پھر جو تھے روز امام لوگوں کے ساتھ اس طرح نکلے کہ لوگ پیادہ یا میلے کچیلے یا پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے بکسوں کی صورت بنائے فرد تنی اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جھکائے ہوں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زینت ترک کئے ہوئے تواضع خشوع اور تضرع کرتے ہوئے استسقاء کو نکلے۔ رواہ الترمذی والبوداد والنسائی چلہیتے کہ ہر روز نکلنے سے پہلے صدقہ دیں۔ اور از سر نو توبہ کریں۔ اور مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کریں ضعیفوں اور بڑھوں بڑا جیوں اور فکوں کو ساتھ لے جائیں۔ اور بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کرادیں اس میں یہ حکمت ہے کہ گریہ زاری اور زیادہ زیادہ ہو تاکہ لوگوں کو رقت ہو۔ اور اس کی وجہ سے دریا ئے رحمت ایزدی جوش میں آئے۔ کذا فی النشامی والخطادی۔

جانوروں کا باہر نکالنا بھی مستحب ہے۔ کیونکہ کبھی مینہ انہی کے سبب عنایت ہوتا ہے۔ چنانچہ امام احمدؒ نے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے ساتھ نماز استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چوٹی اپنی ٹانگیں سمان کی طرف اٹھائے ہے آپ نے فرمایا کہ ٹوٹ چلو۔ تمہاری دعا اس چوٹی کی بدولت مقبول ہوئی کذا فی الخطاوی میدان میں بھیج کر امام دو گانہ نمازیدوں اذان دانا مت پڑھا ئے جس میں قراوت یا بھر کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ ق یا اعلیٰ اور دوسری میں اقتربت الساعة یا فاشیہ پڑھے۔ پھر کھڑے ہو کر تلوار یا عصا کے سہارے خطبہ دے اور چادر پلٹے چادر پلٹنا بطور تنبیہ نالی کے ہے۔ کہ جیسے چادر پھیرنے ہیں ایسے ہی قحط کے بدلے ارزانی ہو اور مینہ برے۔ چنانچہ جابر رضی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل روا راہیں لئے کیا کہ قحط سالی منقلب ہو جائے۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔

عبداللہ بن زید رضی کا بیان ہے کہ حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف نکلے اور استسقاء کیا اور اپنی چادر کو پلٹایا۔ اس کے دائیں کونے کو بائیں کندھے پر اور بائیں کونے کو داہنے کندھے پر کر لیا۔ اس وقت آپ کا رخ انور قبلے کی طرف تھا۔ رواہ البوداد چادر پھیرنے کا طریقہ سہارے علماء نے یہ لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ پیچھے کے پیچھے لے جا کر داہنے ہاتھ کے ساتھ بائیں جانب کے نیچے کا کونا اور بائیں ہاتھ کے ساتھ داہنی طرف کے نیچے کا کونا پکڑیں اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی پیچھے پیچھے اس طرح پھیریں کہ داہنے ہاتھ کا پکڑا ہوا کونا دائیں موندھے پر اور بائیں ہاتھ کا پکڑا ہوا کونا بائیں موندھے پر چلا جائے۔ ایسا کرنے سے داہنا کونا یا بایاں اور بایاں داہنا اور اڈپر کا رخ نیچے اور نیچے کا اڈپر ہو جائے گا۔

دعا مانگنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ضعیفوں، بڑھوں، بڑا جیوں اور لڑکوں کو آگے کر دیں تاکہ وہ دعا مانگیں اور



جوان آئین کہیں کہیں ضعیفوں کی دعا جلد شرف قبول حاصل کرتی ہے۔ چنانچہ تجارتی کی حدیث میں ہے کہ تم کو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمہارے ضعیفوں کی بدولت ہی ملتی ہے۔ طلب باران کی دعا کہ نے میں ہاتھ معمول سے زیادہ بلند کرنے چاہئیں۔

عُجْمِرُ رَفَعُ کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احجار النزیت کے قریب زوراء کے پاس استسقاء کرنے  
ہوئے دیکھا آپ نے دُعائیں اپنے دونوں ہاتھ چہرہ مبارک کی طرف اٹھائے تھے۔ لیکن ان کو سر سے زیادہ اُدُنچانہ کیا  
تھا۔ رواہ ابو داؤد و ابی داؤد و الترمذی والنسائی بخوہ۔ حسب بیان حضرت انس رَفَعُ آپ دعا میں اس قدر ہاتھ اٹھاتے  
کہ انگہ یا لفرض کپڑا نہ اوڑھے ہوتے تو آپ کی بخلوں کی سفیدی دکھائی دیتی رواہ البخاری مسلم۔ علماء نے فرمایا ہے کہ  
مقصد جس قدر زیادہ دشوار اور گراں ہو ہاتھ بھی اسی قدر زیادہ بلند اٹھانے چاہئیں۔ طلب باران کی دعائیں ایک  
مستحب یہ ہے کہ دُعائیں ہاتھ اٹھے رکھیں۔ حضرت انس رَفَعُ کا بیان ہے کہ آپ نے استسقاء کیا اور دونوں  
ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کی۔ رواہ مسلم۔

علی قاریؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جو کوئی قحط و غیر قسم کی بلا کے دفعیہ کا آرزو مند ہو وہ دعا میں  
 اپنے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے۔ اور جو کوئی حصول لغت کے لئے دعا کرے۔ وہ اپنی ہتھیلیاں  
 آسمان کی طرف کرے۔

پہنچے صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کی دعائیں کہتے۔ اَللّٰهُمَّ اَسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ  
سَرَخَمَتَكَ وَاجْعَلْ يَدَكَ الْكَافِيَّةَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَابُو دَاوُدَ رَاہُی اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلا۔ اور  
اپنی رحمت پھیلادے اور اپنے مردہ (خشک) شجر کو زندہ (یعنی سرسبز) کر دے) حسب بیان حضرت جابرؓ  
نے استسقاء میں یہ دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا غَيْثًا مَّغِيثًا مَّهِیًا مَّهِیًا لَعَنَّا فَاغْبِرْ ضَارَّ عَاجِلًا غَیْرَ  
اَجِلٍ رَاہُی! ہم کو ایسے مہینے سے سیراب کر جو زیادہ سی کرے اور انجام بخیر ہو اور آدرازی کرے۔ نفع بخش ہو نہ  
مضر تر رساں اور جلد آنے والا ہو نہ کہ دیر لگانے والا) جابرؓ کا بیان ہے کہ اس دعا پر چاروں طرف ابر چھا گیا  
اور بارش ہونے لگی رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے استسقاء کر کے  
اور کہتے الہی! ہم تیرے حضور میں تیرے نبی کو وسیلہ کرنے کے لئے تو ہم پر پانی برسانا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا  
وسیلہ کرتے ہیں۔ لہذا ہم پر میتہ نازل فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس طرح استسقاء



سے پانی بدست تھا۔ رواہ البخاری۔ شیخ عبدالحق ناقل ہیں کہ جب حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ حضرت عباسؓ کو وسیلہ بناتے تو وہ بالگاہ خداوندی میں عرض پیرا ہوتے خدایا! تیرے پیغمبر کی امت نے تیرے پاس میرا وسیلہ پکڑا ہے۔ خداوند! میرے اس بڑھاپے کو رسوا نہ کر اور مجھے ان کے روبرو شرمندہ نہ کر پس مینہ برسنے لگتا۔

## فصل ۹ نماز کسوف

کسوف سورج گھٹنے کو اور خسوف چاند گھٹنے کو کہتے ہیں۔ بخاری کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہیں گھٹتے۔ بلکہ یہ دونوں گھٹنے خدا تعالیٰ کی نشانی ہیں۔ جب ہم ان کو دیکھو تو اٹھ کر نماز پڑھو۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے۔ کذا فی الخطادی۔ سورج گھٹنے میں دو رکعت نماز مسنون ہے۔ ہر امام مسجد اپنی مسجد میں پڑھا سکتا ہے۔ اس کے لئے اذان و اقامت نہیں۔ بلکہ لوگوں کے جمع کرنے کے لئے اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ پکار دیا جائے۔ نماز کسوف کی قرات میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس میں قرات آہستہ کی جائے۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا۔ کہ قرات با بھر ہو۔ اگر سورج گھٹنے میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ نماز نہ پڑھیں صرف مشغول دعا رہیں۔ اس نماز میں خطبہ نہیں اور جو کسوف حضرت سیدالارسلین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گرامی جناب ابراہیمؑ کی وفات کے دن ہوا تھا۔ اور اس میں آپ نے خطبہ دیا تھا تو وہ محض لوگوں کی اس غلطی نہی کے دور کرنے کے لئے تھا کہ یہ گھٹنے حضور کے لخت جگر کی وفات کے باعث ہوا ہے۔

کذا فی الخطادی

امام کو چاہیے کہ کسوف کی نماز میں رکوع، سجدہ، قرات دعاؤں اور دوسرے اذکار کو ایسا طول دے جو نفل نماز کے خواہیے ہے۔ پھر امام بیچکر قبلہ رخ یا ایستادہ لوگوں کی طرف منہ کر کے دعائیں کہے اور سب لوگ آمین کہے۔ قرات کو طویل کرنے کی یہ مقدار ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ یقرہ اور دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہ ہوں تو ان کے مساوی دوسری سورتیں پڑھے۔ خطادی نے کہا مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز میں گھٹنے کا سارا وقت پورا ہر جائے



اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے۔ اور دعا مختصر کرے تو قنات طویل کرے اور کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا بہتر ہے۔ امام دعا کے لئے مبشر پر نہ چڑھے۔ کذا فی النہر۔ اور اگر امام نماز پڑھانے نہ آئے تو لوگ نماز کسوف مسجد میں یا گھروں میں تنہا پڑھ لیں۔

چاند گرہن کے وقت بھی دو رکعت نماز سنت ہے۔ مگر اس میں جماعت مسنون نہیں۔ سب لوگ تنہا گھروں میں پڑھیں۔ خواہ امام موجود ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اس وقت لوگوں کا جمع ہونا حرج سے خالی نہیں (در مختار) علاوہ ازیں جب بھی کسی قسم کا کوئی خوفناک حادثہ یا قومی مصیبت پیش آئے۔ مثلاً دشمن اور الاسلام پر حملہ آور ہو۔ زلزلہ آئے یا بجلی گرے۔ سنائے (شہاب ثاقب) بہت ٹوٹیں یا آندھی چلے یا برف باری ہو یا کثرت باریاں بدحواس کرے۔ یا ہیمنہ طاعون وغیرہ کوئی وبا پھیلے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو ہر شخص اپنے اپنے گھر میں نماز اور مناجات میں لگ جائے۔ حضرت سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی رنج یا مصیبت یا پریشانی لاحق ہوتی تھی آپ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔

## فصل ۱۸۔ کعبہ معلیٰ میں نماز پڑھنا

کعبہ معلیٰ کے اندر فرض اور نفل نماز درست ہے۔ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہیں۔ کیونکہ جب نمازی ایک طرف کو منہ کرے گا تو دوسری جانب کو اس کی پشت ہوگی۔ حالانکہ پشت کی جانب بھی قبلہ ہے اور ہمارے نزدیک واجب یہ ہے کہ کعبہ کے ایک جزو پیرائین کی طرف منہ کیا جائے۔ اور نمازی جس جزو کی طرف منہ کرے بھی نماز شروع کرے گا۔ یہ بات حاصل ہو جائے گی کیونکہ وہی جزو میں قبلہ پھرتا ہے گا اور اس کے غیر کی طرف نہیں مڑنا ہوتا۔ صلاۃ ہوگا اور عہدہ اور ہوا سے یہ مواد ہے کہ عمارت کعبہ کی تعمیر نہیں بلکہ تالی جگہ اور اس کے اوپر کی ہوا آسمان پر قبلہ ہے۔ کذا فی الشامی

لیکن علماء کعبہ کے اوپر نماز پڑھنا بوجہ ممانعت مکر وہ تحریمی ہے۔ کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے۔ نماز کعبہ کے اندر تنہا ہو یا جماعت سے صحیح ہے۔ اگرچہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں جماعت والوں کے چہرے جدا طرف کو ہوں لیکن اگر مقتدی اپنی پشت امام کے چہرے کی طرف کرے گا تو امام سے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے اس کا افتاد درست نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے بغیر اپنا چہرہ امام کے چہرے کے مقابل کرنا مکر وہ سمجھا۔ کیونکہ اس میں صورت پرستی کی مشابہت



پائی جاتی ہے۔ اور اگر امام کے پہلو کی طرف منہ کرے گا تو مکروہ نہ ہوگا۔

اور کعبہ معلیٰ کے گرد مسجد الحرام میں بصورت حلقہ نماز درست ہے کیونکہ عہد نبوی سے آج تک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہے۔ اس حلقہ کی جماعت میں سے کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو اگر وہ اسی طرف ہے جدھر امام ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اس لئے اس کا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب میں کعبہ سے قریب ہو گیا ہے۔ تو انتظار درست ہے۔ کیونکہ امام سے آگے بڑھنا اس وقت متحقق ہوتا ہے جب دونوں کی جہت متخالف ہو۔ کذا فی الشامی

## فصل ۱۸۱۔ نماز جنازہ

نماز جنازہ کی سات شرطیں ہیں (۱) میت کا مسلمان ہونا (۲) میت کے بدن کفن اور مکان کا پاک ہونا (۳) میت کے لستر کا ڈھکا ہوا ہونا (۴) امام کا بالغ ہونا (۵) میت کا موجود ہونا (۶) میت کا زمین پر رکھا جانا۔ خواہ ہاتھوں پر زمین سے قریب ہو۔ (۷) میت بالکل یا اس کا اکثر حصہ نمازی کے سامنے قبلہ کی جانب ہو۔ اگر میت چارہائی پر رکھی ہو تو طہارت مکان سے مراد چارہائی کا پاک ہونا ہے۔ اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے۔ اور میت کے بدن اور کپڑوں کا ابتداء میں پاک ہونا شرط ہے۔ اگر تکفین کے بعد میت سے نجاست نکل کر میت کا جسم یا کفن ناپاک ہو جائے تو دفع حرج کے لئے یہ نجاست مائع نماز میں۔ ہاں اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے گا تو نماز درست نہ ہوگی۔ جب میت ایک ہو تو میت کا سامنے ہونا امام کے حق میں شرط ہے۔ اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں۔ ایک کی موجودگی کافی ہے۔ کذا فی الشامی میت غائب پر نماز درست نہیں اور نہ اس پر جو کسی گاڑی یا جانور یا لوگوں کے موندھوں پر ہو اور نہ اس پر جو لوگوں کے پیچھے رکھی ہو۔ سر میت کا امام کے دائیں ہاتھ چاہیے اگر یا بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر کسی نے بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔ نماز جنازہ کی ترکیب یہ ہے کہ لوگ صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اگر آدمی زیادہ ہوں تو بہتر ہے کہ تین یا پانچ یا سات صفیں بنائیں



جب صفیں سیدھی ہو جائیں تو نیت اس طرح کریں کہ میں خدا کے لئے اس جنازے کی نماز اس امام سے بھیجے  
 پڑھتا ہوں۔ اب امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے اللہ اکبر کہیں اور دونوں ہاتھ کالوں تک اٹھا کر ناف  
 کے نیچے باندھ لیں۔ اور امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھیں لیکن تنہا میں تعالیٰ  
 حُذِّكَ کے بعد وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ کا بھی اضافہ کریں تو بہتر ہے۔ پھر امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے ہاتھ  
 اٹھائے بغیر دوسری تکبیر کہیں اور وہ درود پڑھیں جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر تیسری تکبیر کہیں اور امام اور  
 مقتدی آہستہ آہستہ دعا پڑھیں۔

جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا :-

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا  
 وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَ  
 اُنْثَانَا اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا  
 فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ  
 مِنْنَا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ ط

اور اگر جنازہ نابالغ لڑکے کا ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ  
 لَنَا آخِرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا  
 شَافِعًا وَمُشَفَّعًا۔

اور اگر جنازہ نابالغ لڑکی کا ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا فَرَطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا  
 آخِرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً  
 وَمُشَفَّعَةً۔

الہی! اس سچی کو ہماری نجات سے لئے آگے جانے والا  
 اور اس کی جدائی کی مصیبت کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ  
 اور اس کو ہماری شفاعت کہنیوالی اور شفاعت قبول کی گئی ہو

اس کے بعد امام آواز سے اور مقتدی آہستہ آہستہ چوتھی تکبیر کہیں۔ پھر امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے  
 داہنی طرف اور پھر بائیں جانب سلام پھیر دیں۔ میت کے لئے وہی دعا ہے مغفرت فھی جو نماز جنازہ میں پڑھی گئی  
 گئی۔ اب پھر دعا نہ مانگیں۔ دوبارہ دعا مانگنا خلاف سنت و مکروہ ہے۔ نماز جنازہ سے فالغ ہوئے ہی جنازہ پڑھا

اٹھا کر لے چلیں۔ چلتے وقت اگر کلمہ شریف وغیرہ پڑھیں تو دل میں پڑھیں۔ آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر تین چار نماز سے جمع ہو جائیں تو ان کی نماز جنازہ جدا جدا فصل ہے اگر ملا کر پڑھیں تو دعا اسی طرح ایک مرتبہ پڑھی جائے گی جس طرح ایک میت کی نمازیں پڑھی جاتی ہے۔

## فصل ۱۸۲ غائب پر نماز جنازہ

یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ غائب پر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں بعض علماء کے نزدیک کسی میت پر اس کے وطن میں نماز نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جگہ کے لوگ نماز پڑھ کر اس کی تلافی کر سکتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ حبشہ میں شاہ حبش کے لئے کسی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ اس لئے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے مدینہ منورہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تاریخ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:-

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ کی نماز جنازہ اس لئے پڑھی تھی کہ وہ اپنی قوم سے اپنا ایمان مخفی رکھتے تھے اور حبشہ میں مسلمان موجود نہیں تھے۔ جو ان پر نماز پڑھتے اس لئے شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان پر نماز پڑھی۔ ان علماء کا یہ بھی قول ہے کہ اگر غائب کی نماز جنازہ اس کے وطن میں پڑھی گئی ہو تو کسی دوسرے شہر میں غائبانہ نماز مشروع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ نجاشی کے سوا کسی دوسرے کی غائبانہ نماز جنازہ کبھی نہ پڑھی۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کی نسبت بھی کوئی روایت نہیں کہ انہوں نے اس شہر کے سوا جہاں کسی میت پر نماز پڑھی گئی ہو کسی دوسرے مقام پر اس کی غائبانہ نماز پڑھی ہو۔ (البدایہ والنہایہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۷۸)

لیکن ہمارے حضرات غیر مقلدین کی جدت پسندی ملاحظہ ہو کہ جو اپنی متعلقین میں سے کسی کے مرنے کی خبر سنتے ہیں اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اگرچہ مرنے والے کی نماز جنازہ اس کے اپنے شہر میں پڑھی گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ اقدام سراسر بدعت و احداث فی الدین ہے۔ حقیقوں کے نزدیک غائب پر نماز جنازہ کسی حالت میں مشروع نہیں۔ شامی لکھتے ہیں کہ شاہ نجاشی (کبیر لون و نسخہ جیم بلا تشدید و یا مخففہ) پر آنحضرت صلی



اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا یا تو آپ کی خصوصیت تھی یا یہ کہ شاہ کا جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھنے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو۔

## فصل ۱۸۳۔ مسجد میں نماز جنازہ

سوال۔ علمائے حنفیہ و مالکیہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ حالانکہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رحلت فرما ہوئے تو اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ان کو مسجد میں داخل کرو تا کہ میں بھی ان پر نماز پڑھوں اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر اعتراض کیا تو اُم المؤمنین نے فرمایا کہ خدا کی قسم! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضا کے دونوں بیٹوں سہل اور سہیل کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھائی تھی۔ رواہ مسلم۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

جواب۔ اسی حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان عنہم مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو قابل اعتراض سمجھا اور مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ قَبْلَ غُصَّتِ اَنَّ النَّاسَ عَابُوا اِذْ اِلَکَ وَقَالُوا مَا کَانَ تِ الْجَنَائِزُ یُحَدِّثُ بِهَا الْمَسْجِدَ (یعنی ازواج مطہرات کو خبر پہنچی کہ صحابہ نے اس کو عیب جانا ہے اور کہا ہے کہ عہد نبوی میں جنازے مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تھے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے زمان مبارک میں یہ دستور نہ تھا۔ اور فقط وہ کی نماز پڑھنے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیشہ یوں ہی ہوتا تھا۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مستنون ہوتا تو مسلمانوں کا ایک حجم غفیر جنہوں نے بلذکر رسول میں وفات پائی تھی ان سب کے جنازے نماز کے لئے مسجد میں داخل کئے جاتے اور اُم المؤمنین یوں فرماتیں کہ رسول خدا مسجد میں نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے انہوں نے مدت الحمر میں صرف دو شخصوں کی نظیر بتلائی۔ پھر صحابہ علیہم الرضوان کا انکار کرنا اور معیوب سمجھنا اس امر کو مقتضی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھنے کا معمول تھا اور بڑھان شرح مواہب الرحمن میں ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا سہل اور سہیل پر نماز پڑھنا ایک حالت کا واقعہ ہے جس پر عموم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے مسجد میں مختلف ہونے کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھی ہو۔

بہر حال نماز جنازہ خارج از مسجد بہتر اور افضل اور مسجد میں مکروہ تنزیہی ہے۔ اور بعض حضرات نے



جو مسجد میں پڑھنے کو بلکہ وہ تحریری لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے

## فصل ۸۴ شہید کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین

شہید جس کو بدون غسل کے اُسی کے خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے ہر وہ عاقل بالغ مسلمان ہے جو ظاہر ہو اور ظلماً ایسی چیز سے مارا جائے جو قصاص کی موجب ہو اور مجروح ہونے کے بعد زندہ نہ رہا ہو لڑکا اور دیوانہ قتل کئے گئے ہوں تو وہ نہلائے جائیں گے۔ کانرگو ظلماً مارا گیا ہو مگر شہید نہ ہوگا۔ حائضہ اور نفساء اور جنبی شہید ہوں گے تو ان کو غسل دیا جائے گا۔ عورت نے نین دن خون دیکھا۔ پھر وہ ظلماً ماری گئی تو چونکہ حیض کی اقل مدت گزرنے سے وہ ناپاک ہو گئی اس کو غسل دینا چاہیے۔ اور اگر خون دیکھنے کے دورے بعد ماری گئی تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا کیونکہ کتر مدت ہونے کے باعث ہنوز اس احتمال پر حائضہ نہیں ہو سکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ ہو جو مسلمان تلوار چھری چاقو یا تیر وغیرہ سے ظلماً مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور جس کی لاکھٹی اور غلگہ وغیرہ قسم کی چیزوں سے جان لی گئی ہو اس کو غسل دیا جائے گا۔ کیونکہ ان چیزوں سے مارنے کی صورت میں قصاص لازم نہیں آتا۔

اگر کوئی عاقل بالغ مسلمان کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے بذریعہ کسی آلہ جارحہ کے ظلماً مارا گیا ہو تو وہ شہید ہے اور اگر ان کے ہاتھ سے بذریعہ کسی آلہ غیر جارحہ کے مارا گیا ہو مثلاً پتھر وغیرہ سے تو اس پر شہید کے احکام جاری نہ ہونگے لیکن لوہا مطلقاً آلہ جارحہ کے حکم میں ہے گو اس میں دھار نہ ہو۔ اور اگر کوئی مسلمان حربی کفار یا باغیوں یا ہنزلوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکہ کارزار میں مقتول ملے تو اس میں آلہ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں۔ اگر وہ لوگ کسی پتھر وغیرہ سے بھی جان لیں گے تو اس پر شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ ایک شرط یہ ہے کہ اس قتل کی سزا میں قاضی نے کوئی مالی معاوضہ عائد نہ کیا ہو بلکہ قصاص واجب ہوا ہو۔ ایک شرط یہ ہے کہ زخم لگنے کے بعد مجروح سے زندگی کا کوئی امر راحت و تمتع مثل کھانے پینے سونے خرید و فروخت کرنے علاج کرانے وغیرہ کے وقوع میں نہ آئے اور ایک نماز کا وقت بھی اس کی زندگی بحالت ہوش و حواس نہ گزے اور نہ اس کو بحالت ہوش و حواس میدان جنگ سے لائے ہوں۔



اگر کوئی شخص مجروح ہونے کے بعد زیادہ کلام کرے تو اس پر شہید کے احکام نافذ نہ ہوں گے اسی طرح اگر کوئی وصیت کرے تو دیکھا جائے گا کہ وہ وصیت کسی دنیاوی معاملہ میں ہے تو وہ شہید کے حکم سے خارج ہو جائیگا اور اگر دینی امور میں ہو تو خارج نہ ہوگا۔ لیکن اگر میدان جنگ میں مقتول ہوا ہے اور لڑائی ہنوز ختم نہیں ہوئی تو وہ یاد جو و تمتعات مذکورہ کے شہید ہے جس شہید پر سب شرائط مذکورہ پائے جائیں اس پر نماز پڑھی جائے۔ بدوں غسل کے اور اس کو اس کے خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے۔

الحمد للہ والمنة کہ یہ کتاب آج بروز روزِ شنبہ بتاریخ ۱۱۔ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ (مطابق ۲۶۔ دسمبر ۱۹۵۵ء)

بمقام لاہور پایہ تکمیل کو پہنچی ۛ

نماز

عنوان



قَالَ تَبَايَعُوا فِي الصَّلَاةِ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْفَعُنِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ  
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ فَمَنْ أَقَامَهَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدِمَ الدِّينَ

کتاب تطاب

133

# صَلَاتُ الدِّينِ

جس میں فقہ و حدیث کی نہایت مستند روایتوں سے نماز کے تمام ضروری  
مسائل نہایت وضاحت سے درج کیے گئے ہیں

مُتَبَّہ: مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوی

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنٹر، پرنٹرز، پبلشرز، بک سیلز

کشمیری بازار لاہور ○ بندر روڈ کراچی

مطبوعہ

علیمی پرنٹنگ پریس، سیتال وردہ لاہور